



شیعہ مِلّٰتِ ھَب

المعروف

حکیم بن جعفر

محقق اسلام شیخ الحدیث علامہ

رحمۃ اللہ علیہ

محکم بن علی نقشبندی

مکتبہ نوریہ حسنیہ جامعہ رسولیہ شیراز
بالال کنبہ لاماورہ پاکستان فون 7227228

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ

أَلَيْسَ بَيْنِي وَبَيْنَ النَّارِ أَقْرَبُ مِنْ بَيْنِ النَّارِ وَبَيْنِ الْقَوْمِ

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابو بکر مجھ سے بزرگوار اور عمر بزرگوار آنکھ اور عثمان بزرگوار دل کے ہیں۔
(یعنی اخبار الرضا ص ۲۴)

تحفہ جعفریہ

جلد دوم

باب اول خلفہ ثلاثہ کے نبی و آل نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے خاندانی و نبوی تعلقات جس میں نکاح
ام کلثوم پر چار تحقیقی مباحث ہیں

باب دوم خلفہ ثلاثہ کے نبی و آل نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے خوشگوار تعلقات اور خلفہ ثلاثہ پر ان کا اعتماد
باب سوم شان امیر معاویہ زبان نبی اہمیت نبی اور ان کے باہمی خاندانی تعلقات
باب چہارم فضائل اہل البیت اور خصوصاً مناقب سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا

تایید منظر اسلام میں حدیث مولانا محمد علی

مکتبہ نوریہ حسینیہ جامعہ لیب شیریہ لال کنج میرٹھ لاہور

مجلہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

مصنف:	حضرت مولانا محمد علی صاحب مدظلہ
ناشر:	مکتبہ نوریہ سنہ، جامعہ رسولیہ شیرازیہ بلال گنج لاہور
کاتب:	محمد صدیق - حضرت کیلیا نوالہ شریف ضلع گوجرانوالہ
قیمت:	
مطبع:	زاہد بشیر پرنٹرز - لاہور

پرنٹڈ (مولانا) حافظ محمد علی صابر (ایم اے) خطیب مرکزی جامع مسجد شالامار ٹاؤن لاہور

نوٹس :

کتاب ہذا تحفہ جعفریہ میں ہم نے ہر موضوع پر اپنے دعویٰ کا اثبات و استدلال فرمایا
اور صرف کتب شیعہ سے ہی کیا ہے جن چند مقامات پر سنی کتب سے استناد کیا گیا ہے وہاں
کتب شیعہ سے اس کی مضبوط تائید بھی پیش کی گئی ہے اور یہی اس کتاب کا طرہ امتیاز ہے۔
(مصنف)

الْإِفْتَاء

میں اپنی یہ ناچیز تالیف زبدۃ العارفین حجتہ الکاملین، مہربان
 مہمانانِ رحمۃ للعالمین حضرت قبلہ مولانا فضل الرحمن صاحب
 ساکن مدینہ منورہ، خلیفۃ الرشید شیخ العرب والعجم حضرت
 قبلہ مولانا ضیاء الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ مدفون جنت البقیع
 (مدینہ طیبہ) خلیفۃ اعلیٰ حضرت امام ابلسنت مولانا احمد رضا
 خالص صاحب فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت عالیہ میں
 ہدیہ عقیدت پیش کرتا ہوں جن کی دُعا سے فقیر نے اس
 کتاب کی تحریر کا آغاز کیا۔

ع۔ گر قبول افتد نہ ہے عز و شرف

مُحَمَّد عَلٰی عَفَا اللہُ عَنْہُ

ضروری اعلانیے

تحفہ جعفریہ کی آئندہ جلدوں کے بعض موضوعات یہ ہیں،
جلد سوم (زیر طبع) باغِ فدک، جنازہ سیدہ فاطمہؑ میں شیخین کی شمولیت، جنازہ
رسول کریمؐ اور صحابہ کرامؓ، حبشہ اسامہؓ میں شمولیت، شیخین، اُحد سے فرار کی جھوٹی
داستان، حدیث قرطاس اور کردار عمرؓ، جبل و صفین میں امیر معاویہؓ سیدہ عائشہؓ
وطلحہؓ و زبیرؓ کا موقف اور عثمان غنیؓ نے مروان کو مدینہ میں پس کیوں بلوایا۔

جلد چہارم شیعوں کی گستاخیاں، شانِ اہل بیتؑ اور دشنامِ سیدہ فاطمہؑ و علیؑ و ائمہ
اہل بیتؑ، قاتلانِ حسینؑ کا مذہب کیا تھا؟ ائمہ اہل بیتؑ کی شیعوں سے بیزاری اور تحقیق مسئلہ نباتِ رسولؐ،
جلد پنجم قرآن اور کتبِ شیعہ سے متعلق فقہ، تعزیر اور ماتم وغیرہ کی حرمت کلمہ اسلام
و صومنا، اذان اور دیگر فقہی مسائل پر کتبِ شیعہ فقہ جعفریہ کا ردِ بلوغ اور تحقیق مسئلہ
تحریفِ قرآن۔

نوٹ: ہج ۱۴۰۱ میں کچھ مقامات قابلِ تصحیح تھے۔ اس متنبہ کی حتیٰ المقدور تصحیح کر دی گئی
ہے۔ لہذا جن احباب کے پاس طبعِ اول کی یہ جلد ہو۔ وہ خود تصحیح فرمائیں۔ قارئین کرام گویا
بھی اس جلد میں کسی جگہ غامی پائیں۔ تو مکتبہ کو مطلع فرما کر ممنون ہوں بشکر یہ:

مصنف

marfat.com

Marfat.com

تقریر

محقق ابن محقق، شارح بخاری حضرت علامہ سید محمود احمد رضوی دامت برکاتہ
امیر مرکزی دارالعلوم حزب الاحناف گنج بخش روڈ لاہور



جامعہ رسولیہ شیرازیہ کے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد علی صاحب فاضل
درس نظامی ہیں۔ درس و تدریس اور تبلیغ و اشاعت دین ان کا مشغہ ہے۔
مطالعہ بھی وسیع ہے اور مختلف مکاتب فکر کے عقائد و نظریات اور ان
کے دلائل پر بھی ان کی نظر ہے۔ ان کی تالیف تحفہ جعفریہ ایک نہایت قیمتی
علمی مواد پر مشتمل ہے۔ میں نے اس کتاب کا ایک جزو حضرت علی اور خلفاء
شلاثہ علیہم الرحمۃ والرضوان کے درمیان خوشگوار تعلقات کے کچھ اوراق پر نظر ڈالی
ہے جسے پڑھ کر اس کتاب کی عظمت، افادیت اور دلائل و براہین کی رفعت
کا اندازہ ہوتا ہے۔ اس موضوع پر یہ کتاب ایک اچھی، مفید، جامع اور مدلل
کوشش ہے۔

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ فاضل مولف کی اس دینی خدمت کو قبول فرمائے
اور عوام و خواص کے لیے یہ کتاب ہدایت و معظمت کا سبب بنے۔



سید محمود احمد رضوی

امیر مرکزی دارالعلوم حزب الاحناف
گنج بخش روڈ لاہور - ۱۴ اگست ۱۹۸۴ء

تقریظ

شیخ الحدیث و التفسیر جامع العقول و المنقول اتا ذی المکرّم حضرت مولانا
غلام غلام رسول صاحب فیصل آباد

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الحمد لله رب العالمین والصلوة والسلام علی سید الانبیاء و امام المرسلین و آلہ وصحبہ اجمعین !

اما بعد !

میں نے شیعہ مذہب (تحفہ جعفریہ) کا اہم مقامات سے بغور مطالعہ کیا۔ فاضل
مؤلف نے محنت شاقہ سے شیعہ کتب سے شیعہ مذہب کے عقائد بڑی تفصیل
سے کتب کے معتقنی کے مطابق ذکر کیے۔ اپنی طرف سے ان میں کچھ
افراط و تفریط نہیں کی اثنا عشریہ کے عقائد بڑی تفصیل سے باطل کیے اور
ان کو بیت علیکوت سے زیادہ کمزور ثابت کیا اور واضح کیا کہ ان لوگوں
کے عقائد میں شدید تضاد ہے اور انہی کی کتب میں حضرات اہل بیت کرام
علیہم السلام کی شان میں آداب سے تجاوز کیا گیا ہے۔ اول سے آخر
تک اس کے مطالعہ سے شمس النہار کی طرح شیعہ مذہب کی حقیقت کھل
جاتی ہے۔ گویا اثنا عشریہ کی کتب ہی اس مسک کے بطلان کی منادی ہیں
مولیٰ کریم مؤلف کو احسن جزا دے کہ انہوں نے نہایت ہی عرق ریزی سے
اہلسنت و جماعت کی اہم ضرورت کو پورا کیا اور عوام پر عظیم احسان فرمایا۔ آمین

غلام رسول رضوی

تقریر

مفسر قرآن علامۃ العصر، شیخ الحدیث حضرت علامہ محمد فیض احمد اولیٰ علیہ
(بہاولپور)

شیعہ فرقہ کے رو میں جامع کتاب لکھنے کا پروگرام فقیر اولیٰ نے اس وقت بنایا جب
سنی کانفرنس ٹوبہ ٹیک سنگھ (دارالسلام) کی ایک نجی محفل میں قمر الاسلام والملت حضرت
خواجہ قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ سے فرماتے سنا کہ کاش کوئی مرد میدان ہوتا جو شیعہ
مذہب کے ایک ایک عقیدہ اور مسئلہ کی قلمی کھوتا، اس کے بعد اگرچہ میری چند کتب
در سائل اس موضوع پر منظر عام پر آئے مگر افسوس! کہ فقیر اپنے پروگرام میں کلی طور
پر کامیاب نہ ہو سکا اور نہ حضرت خواجہ کی دلی تمنا برآئی۔

لیکن شیعہ مذہب کے رو میں فقیر کی دیگر کتب کی اشاعت نہ ہونے پر اب کوئی
قلق نہیں رہا جب فاضل جلیل شیخ الحدیث حضرت علامہ الحاج مولانا محمد علی دامت برکاتہم
کو ”تختہ جعفریہ“ کی تصنیف میں منہمک پایا، اب میں سمجھتا ہوں کہ علامہ موصوف نے
خواجہ قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کی آرزو اور میرے پروگرام کی تکمیل کر دی ہے کیونکہ
علامہ موصوف نے تحقیقی اور مفصل کتاب لکھی ہے کہ جس میں ایک ایک شیعہ عقیدہ کے روق میں
درجنوں شیعہ کتب کے تحقیق فرمائی ہے، اس کتاب کے کچھ ابواب فقیر نے پڑھے ہیں۔ الحمد للہ حضرت علامہ
نے اپنے ہر دعویٰ کا اثبات قرآن اور صرف کتب شیعہ سے کیا ہے اور یوں اہلسنت کی ایک بڑی
ضرورت کو پورا کر دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ مصنف کو اس کی بہتر جزا عطا فرمائے، آمین:

محمد فیض احمد اولیٰ الرضوی غفرلہ (بہاولپور) — ۱۴ شعبان ۱۴۰۴ھ

تقریب

منظر اسلام مولانا عبد الثواب صدیقی اچھروی

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ مُحَمَّدٌ وَنُصَلِّيَ عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ

اہل تشیع دنیا میں ایک ایسا گروہ ہے جو لغافل کے زور پر کمزور عقیدہ کے لوگوں کو گمراہ کرنے کی کوششوں میں دیر سے مصروف عمل ہے۔ ہر دور میں علماء حق نے حسب ضرورت تقریراً تحریراً علاقائی زبانوں میں ان کی سرکوبی کی۔ شیعوں نے اپنے دعووں کو ثابت کرنے کے لیے بہت سی خود ساختہ روایات کا سہارا لیا علماء حق نے ان کے اس فریب کو طشت ازبام کیا۔ آج کے دور میں جب کہ یہ فرقہ مختلف وسائل کو بروئے کار لا کر عوام اہل سنت میں غلط عقائد پھیلانے کی کوششوں میں مصروف ہے۔ نئے نئے اعتراضات نئے نئے دلائل سے، کد و فریب کی نئی نئی چالوں سے لوگوں کی توجہ حق سے ہٹا کر باطل کی طرف کی جا رہی ہے۔ لہذا اس امر کی ضرورت تھی کہ کوئی ایسا جامع ذخیرہ کتاب کی شکل میں سامنے آتا۔ جو عوام اہل سنت اور خواص دونوں کے لیے مفید ہو تاویزیہ کہ اس میں جملہ موضوعات جو اہل سنت و جماعت اور شیعہ حضرات کے درمیان زیر بحث ہیں کا احاطہ ہو تا۔ حضرت مولانا الحاج الحافظ محمد علی صاحب نے اپنی علمی قوت اور محنت اور کافی تحقیق کو بروئے کار لاتے ہوئے علماء متقدمین کے طریق کار کو اپنا کر موجودہ دور کے علماء پر احسانِ عظیم فرماتے ہوئے اس عقد نے کو پورا کیا ہے۔ میں نے آپ کی تالیف کردہ کتاب تحفہ جعفریہ کا جزوی مطالعہ کیا۔ الحمد للہ عقائد اہل سنت کو دلائل کے ساتھ ثابت کیا ہے۔ اور شیعوں کے عقائد باطل کا کذب قرائن، حدیث، اقوال ائمہ مجتہدین و اقوال ائمہ اثنا عشر سے دلیل خصم کو ملحوظ رکھتے ہوئے ظاہر فرمایا ہے۔ انشاء اللہ العزیز یہ کتاب عوام و خواص اہل سنت کے لیے مفید ثابت ہوگی۔ اللہ کریم سے دعا کہ مولانا موصوف کی اس عظیم کوشش کو قبول فرمائے اور لوگوں کے لیے اس سے استفادہ آسان فرمائے۔ آمین والحمد للہ رب العالمین والصلوة والسلام علی رسولہ علی آلہ وسلم

محمد عبد القاب صدیقی خدام آستانہ عالیہ
منظر اعظم، لاہور

باب اول

خلفائے ثلاثہ کے نبی پاک کے ساتھ خاندانی

اور نبی تعلقات

فصل اول

ابوبکر صدیق اور ان کی اہل بیت کے نبی پاک علیہ السلام اور

آپ کی اہل بیت سے نبی تعلقات

رشتہ اول نبی کے سسرال

وفاتِ سیدہ خدیجہ سے رسول خدا غمزدہ تھے تو ابوبکر نے اپنی بچی وریہ رسالت میں پیش کر دی اور مہر کی رقم بھی۔

تاریخ ائمہ :

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیٹی تھیں۔ سالِ بعثت میں جب حضرت خدیجہ انتقال کر چکیں تو ان کی جدائی پر آنحضرت کو بڑا صدمہ ہوا۔ یہ دیکھ کر حضرت ابوبکر جناب عائشہ کو آنحضرت کی

خدمت میں لائے اور کہا یا رسول اللہ! یہ بچی آپ کے صدمہ کو کچھ کم کرے گی۔ غرض حضرت نے حضرت عائشہ سے نکاح کر لیا مگر زفاف کی بات نہیں آئی۔ جب حضرت ہجرت کر کے مدینہ آئے اور حضرت ابو بکر بھی وہاں پہنچ گئے۔ تو آپ نے آنحضرت سے پوچھا۔ اے رسول خدا اپنی بیوی کو اپنے گھر کیوں نہیں لے جاتے؟ فرمایا ابھی مہر کا روپیہ نہیں ہے حضرت عائشہ فرماتی تھیں کہ اباجان نے آنحضرت کو بارہ اوقیہ (مہر ادا کرنے کو) دیا۔ تب حضرت نے اسے ہمارے پاس بھیجا۔

(تاریخ ائمہ کتب خانہ نجف اشرف لاہور صفحہ ۱۴۷)

لمحہ فکر یہ :

تاریخ اور حدیث اس بات پر شاہد ہے کہ تیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی پیدائش بعثت مبارکہ کے چوتھے سال ہوئی اور بعثت سے دس سال بعد ان کا نکاح حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوا۔ اس وقت ان کی عمر چھ برس تھی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پچاس سال کے تھے۔ اس عقد کا مقصد غم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو دور کرنا تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غم اور پریشانی کو دور کرنے کے لیے ابو بکر رضی اللہ عنہ کی یہ ترکیب اپنی مثال آپ تھی۔ تمام صحابہ کرام بلکہ خاندان نبوت میں بھی اس کی مثال نہیں ملتی۔ میں افسوس سے کہتا ہوں کہ اگر شیعہ لوگوں میں کچھ بھی شرم و حیا ہوتی تو اس واقعہ کے پڑھنے کے بعد وہ کبھی بھی ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں زبان طعن دراز نہ کرتے۔ اور نہ ہی یہ کہتے کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ (معاذ اللہ) دشمن رسول اور دشمن اہل بیت تھے میں تم سے پوچھتا ہوں کہ ایسے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غم کو دور کرنے کے لیے تم ہی کسی کی نشاندہی کر دو جسے تم بہت محبوب سمجھتے ہو۔ پچاس سالہ عمر میں چھ سالہ بچی کی پیشکش اور پھر حق مہر بھی خود ادا کرے۔ کوئی تو دوسری مثال پیش کرو

رشتہ دوم

امام جعفر صادق کی والدہ کے ابو بکر صدیق نانا اور دادا لگتے ہیں
 احقاق الحق :

أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُ جَدِّي هَلْ يَسُبُّ أَحَدًا أَبَاؤُهُ لَا
 قَدَّمَ بَنِيَّ إِنَّ لَا أَقْدَمَهُ.

(احقاق الحق صفحہ ۷)

ترجمہ : (امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا) ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ میرے نانا
 ہیں کیا کوئی شخص اپنے بڑوں کو گالی دینا پسند کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھے کسی
 قسم کی شان و عزت نہ دے اگر میں ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شان و عزت
 کو نہ مانوں۔

”احقاق الحق“ کے اسی صفحہ پر امام موصوف کا یہ ارشاد بھی ہے :
 وَلَدَنِي الصِّدِّيقُ مَسْتَمِينٍ -

ترجمہ : ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی میں دو طرح سے اولاد ہوں۔

(احقاق الحق صفحہ ۷)

عمدة الطالب فی انساب آل ابی طالب ص ۱۹۵
 عقب الامام جعفر علیہ السلام مطبوعہ نجف اشرف طبع جدید

اصول کافی :

وَلِدَ أَبُوعَبْدِ اللَّهِ جَعْفَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ سَنَةَ ثَلَاثٍ وَ

ثَمَانِينَ وَمَضَى فِي شَوَّالٍ مِنْ سَنَةِ ثَمَانٍ وَأَرْبَعِينَ
وَمِائَةٍ وَلَهُ خَمْسٌ وَسِتُّونَ سَنَةً وَدُفِنَ الْبَقِيعِ
فِي قَبْرِ الَّذِي دُفِنَ فِيهِ أَبُوهُ وَجَدُّهُ وَالْحَسَنُ بْنُ
عَلِيٍّ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ وَأُمُّهُ أُمُّ فَرَوَةَ بِنْتُ الْقَاسِمِ
ابْنِ مُحَمَّدٍ بْنِ أَبِي بَكْرٍ وَأُمُّهَا أَسْمَاءُ بِنْتُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ
ابْنِ أَبِي بَكْرٍ ۔

۱۔ اصول کافی جلد اول صفحہ ۴۴۲ کتاب الحجۃ باب مولد ابی عبد اللہ جعفر بن محمد ۔

ترجمہ: امام جعفر رضی اللہ عنہ ۳۸ سال میں پیدا ہوئے اور شوال ۳۸ھ میں بعمر
۶۵ سال انتقال فرمایا اور بقیع کے اندر اس حصہ زمین میں دفن ہوئے،
جہاں ان کے باپ دادا اور امام حسن رضی اللہ عنہم کی قبریں ہیں۔ ان کی
والدہ ام فروہ بنت قاسم بن محمد بن ابوبکر تھیں اور فروہ کی والدہ اسماء
بنت عبد الرحمن بن ابی بکر تھیں۔ (اصول کافی مترجم جلد اول صفحہ ۵۸۶)

رشتہ نسوم

امام حسین محمد بن ابوبکر کے ہم زلف تھے اور قاسم بن محمد
امام زین العابدین کے خالہ زاد بھائی تھے۔

منتہی الآمال :

دشیعہ مفید روایت کردہ است کہ حضرت امیر المؤمنین (۲) حرث
بن جابر را والی کرد و در یکے از بلاد مشرق وارد دو دختر یزدجرد را برائے حضرت

فرستاد حضرت کی را کہ شاہ زناں نام داشت بحضرت امام حسین ع و داد و حضرت امام زین العابدین ع از او ہم رسید و دیگر را بحمد بن ابی بکر داد و قاسم جداوری حضرت صادق علیہ السلام از او ہم رسید پس قاسم با امام زین العابدین علیہ السلام خالہ زاد بودند۔

زین العابدین

۱۔ منشی الآمال جلد دوم صفحہ ۴ مطبوعہ ایران تذکرہ امام

۲۔ مناقب ابی طالب و ابن شتر آشوب ص ۲۹ جلد ۳

۳۔ کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ جلد دوم صفحہ ۸۳

۴۔ چہارودہ معصوم جلد اول ص ۱ مصنفہ مقدس اردبیلی

ترجمہ ۱۔ شیخ مفید نے روایت کی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے "حریث بن جابر" کو مشرقی بلاد میں سے کسی شہر کا والی مقرر کیا اور اس نے یزدجرد کی دو لڑکیوں کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بھیجا۔ حضرت علی نے ایک جس کا نام "شاہ زناں" تھا۔ امام حسین رضی اللہ عنہ کو دے دی۔ اس سے امام زین العابدین پیدا ہوئے اور دوسری کی شادی "محمد بن ابوبکر" سے کر دی۔ اس سے امام جعفر رضی اللہ عنہ کے نانا "قاسم بن محمد بن ابوبکر" پیدا ہوئے۔ لہذا جناب قاسم اور امام زین العابدین آپس میں خالہ زاد بھائی ہو گئے

نوٹ:

"حریث بن جابر" کا بلاد مشرق میں سے کسی شہر کا والی بننا کسی معتبر روایت سے ثابت نہیں اور نہ ہی یزدجرد کی دو بیٹیوں کا بھیجنا اس کے حوالے سے درست۔ بلکہ صحیح روایت کے اعتبار سے یزدجرد کو جناب فاروق اعظم کے دور خلافت میں شکست ہوئی اور اس کی بیٹی شاہ زناں (شہربانو) گرفتار ہو کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئی۔ آپ نے یہ لڑکی امام حسین رضی اللہ عنہ کو عطا فرمادی۔ اس سے معلوم ہوا کہ دوسری بیٹی بھی شہربانو کے ساتھ ہی آئی تھی

اور اس کی شادی محمد بن ابوبکر سے ہوئی۔

❦

أُصول کافی :

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَانَ سَعِيدُ بْنُ
الْمُسَيْبِ وَ الْقَاسِمُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ وَ أَبُو
خَالِدٍ الْكَابِلِيُّ مِنْ ثِقَاتِ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ .

(أصول کافی جلد اول صفحہ ۵۸۶ کتاب الحجۃ باب مولد

ابی عبد اللہ جعفر بن محمد علیہ السلام طبع تہران طبع جدید)

ترجمہ: ابوعبد اللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت علی بن الحسین رضی اللہ عنہ کے نزدیک

سعید بن المسیب، قاسم بن محمد بن ابوبکر اور ابو خالد کابی ثقہ لوگوں میں سے

تھے۔

رشتہ سوم کے حوالہ جات سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے :

۱۔ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنا جد (نانا) کہتے

تھے۔ اور اس بات کی تردید فرمائی کہ اپنے نانا کو کوئی بڑا بجلا نہیں کہہ سکتا۔

۲۔ امام جعفر رضی اللہ عنہ نے اپنے لیے بددعا کی کہ اگر میں شان ابوبکر و عزت ابوبکر

کو تسلیم نہ کروں تو اللہ مجھے شان و عزت سے نہ نوانسے۔

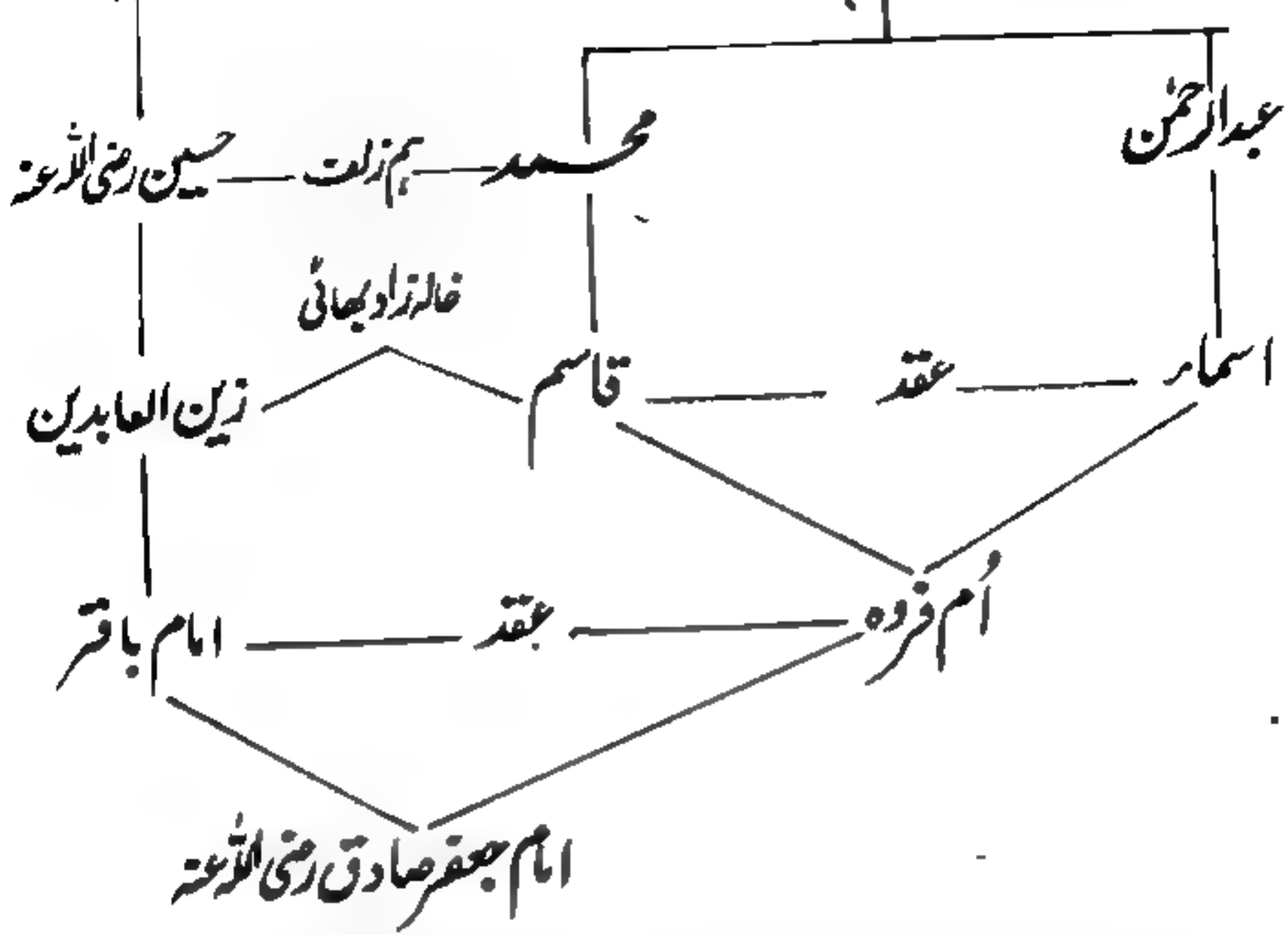
۳۔ امام جعفر نے فرمایا،

میرا نسب تعلق دو طرح سے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے۔

اس کی تفصیل اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں۔

سیدنا علی کرم اللہ وجہہ

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ



۴۔ قاسم بن محمد بن ابوبکر امام زین العابدین کے خالہ زاد بھائی تھے اور معتمد خاص تھے

خلاصہ کلام :

آپ گزشتہ اوراق میں پڑھ چکے کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور آپ کا خاندان ابتداء سے ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اہل بیت کا خادم رہا ہے۔ سسر ہوتے ہوئے حضور کے محرم راز اور معتمد خاص تھے۔ غار ثور میں ان کے بیٹے عبدالرحمن اور غلام عامر ابن فہیرہ کی خدمت بیان ہو چکی۔ اس کے بعد ان کے دوسرے بیٹے "محمد بن ابوبکر" حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قابل اعتماد آدمی تھے۔ اسی لیے یزدگرد کی دو بیٹیوں میں سے ایک کا نکاح حضرت علی نے اپنے بیٹے "امام حسین" اور دوسری کا نکاح "محمد بن ابوبکر" سے کیا تھا تو اس اعتبار سے یہ دونوں ہم زلفت ہوئے۔ اس کے بعد "قاسم بن محمد بن ابوبکر" امام "زین العابدین" کے خالہ زاد ہوتے کے علاوہ آپ کے معتمد خاص تھے

لہذا ثابت ہوا کہ خاندان صدیق اکبر رضی اللہ عنہ صرف عقیدت اور محبت کی بنا پر ہی نہیں بلکہ نسبی طور پر بھی اہل بیت کے ساتھ ہمدردی کرتا رہا اور قابل اعتماد اور مخلص ہونے کا شریکیت بھی وصول کیا۔

رشتہ چارم و پنجم

عبدالرحمن بن ابوبکر صدیق نبی پاک علیہ السلام کے ہم زلف تھے اور امام حسین عبدالرحمن بن ابوبکر کے داماد تھے۔

طبقات ابن سعد :

عبدالرحمن بن ابوبکر رضی اللہ عنہما حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم زلف اس طرح تھے کہ عبدالرحمن بن ابوبکر کی زوجہ "قرینۃ الصغریٰ" ام المؤمنین حضرت ام سلمیٰ رضی اللہ عنہا کی ماں جانی بہن تھیں۔ تو اس اعتبار سے ام المؤمنین ام سلمیٰ رضی اللہ عنہا عبدالرحمن بن ابوبکر کی سالی تھیں۔

عبدالرحمن بن ابوبکر کی "قرینۃ الصغریٰ" سے ایک لڑکی حفصہ بنت عبدالرحمن پیدا ہوئیں جن کا عقد منذ بن زبیر بن عوام سے ہوا۔ منذ مذکور کے بعد ان کا عقد حسین بن علی بن ابوطالب سے ہوا۔ طبقات ابن سعد ملاحظہ ہو :

حَفْصَةُ بِنْتُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ
بْنِ أَبِي قَحْطَافَةَ بْنِ عَامِرٍ بْنِ عَمْرِو بْنِ كَعْبٍ بْنِ سَعْدِ
ابْنِ تَيْمٍ وَأُمُّهَا قَرِينَةُ الصُّغْرَى بِنْتُ أَبِي أُمَيَّةَ

ابن المغیرۃ بن عبد اللہ بن عمر بن مخزوم کانت
عائشۃ ام المؤمنین زوجتھا المنذر بن
الزبیر بن العوام وکان ابوها عبد الرحمن
ابن ابی بکر غائباً فلما قدم لم یجز ذالک و
ردہ فلما مئیر الامر الیہ زوجھا ایاء فولدت
لہ عبد الرحمن و ابراہیم و قرینہ ثم خلف
عنها بعد المنذر حسین بن علی ابن ابی طالب
وقد روت حفصۃ عن ربیہا وعن عمتی عائشۃ
وعن خالتی ام سلمی زوج النبی صلی اللہ علیہ
وسلم سماعاً۔

(طبقات ابن سعد جلد ۸ صفحہ ۴۶۸، ۴۶۹ تذکرہ حفصہ بنت

عبد الرحمن مطبوعہ بیروت سن طباعت ۱۹۵۸ء)

ترجمہ: حفصہ بنت عبد الرحمن بن ابوبکر صدیق بن ابوقحافہ بن عامر کی والدہ کا نام
"قرینہ الصغریٰ" تھا، جو ابوامیہ بن مغیرہ کی دختر تھیں۔ حضرت عائشہ رضی
اللہ عنہا نے ان (حفصہ) کا نکاح منذر بن زبیر بن عوام سے کر دیا لیکن حفصہ
کے والد (عبد الرحمن) گھر نہیں تھے۔ جب آئے تو اس نکاح کی اجازت
نہ دی۔ پھر اپنی مرضی سے ان دونوں کا نکاح دوبارہ کر دیا۔ ان (حفصہ)
کے بطن سے عبد الرحمن، ابراہیم اور قرینہ پیدا ہوئے۔ پھر منذر کے بعد
حفصہ سے امام حسین بن علی رضی اللہ عنہ نے شادی کی۔ جنابہ حفصہ اپنے باپ
عبد الرحمن اپنی پھوپھی عائشہ صدیقہ اور اپنی خالہ ام سلمہ زوجہ رسول علیہ السلام
سے بلا واسطہ روایت کرتی ہیں۔

رشتہ ششم

امام حسن کے عقد میں عبدالرحمن بن ابی بکر کی دو صاحبزادیاں یکے بعد دیگرے
آئیں۔

شرح ابن حدید :

رَوَى الْمَدَائِنِيُّ قَالَ تَزَوَّجَ الْحَسَنُ حَفْصَةَ بِنْتَ
عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ۔

(۱) ابن حدید شرح نہج البلاغہ جلد ۳ صفحہ مطبوعہ بیروت

(۲) بحوالہ انوار جلد ۳۴۴ با ذکر اولادہ الخ مطبوعہ تہران طبع جدید

ترجمہ : مائینہ نے روایت کی کہ امام حسن رضی اللہ عنہ کی شادی حفصہ بنت عبدالرحمن
بن ابوبکر سے ہوئی۔

خلاصہ کلام :

حوالہ جلت مذکورہ سے معلوم ہوا کہ خاندان صدیقی کی خاندان نبوت سے دوسرے
کی رشتہ داریاں تھیں۔

- ۱۔ عبدالرحمن بن ابوبکر رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم زلف تھے۔
 - ۲۔ عبدالرحمن بن ابوبکر کی بیٹی حفصہ اور ہذا امام حسن رضی اللہ عنہ کی زوجیت میں تھیں۔
- لہذا اس رشتہ داری کی وجہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جناہ حفصہ رضی
اللہ عنہا کی پھوپھی اور ام سلمیٰ رضی اللہ عنہا ان کی خالہ بنیں۔ ان رشتہ داریوں کے

ہوتے ہوئے ہر صاحب انصاف اس بات کو تسلیم کرے گا کہ خاندان صدیقی اور خاندان نبوت میں کوئی نا اتفاقی اور عداوت نہ تھی۔ بلکہ اس سے مزید یہ بات بھی تھی کہ محمد بن ابوبکر، امام حسین رضی اللہ عنہ کے ہم زلف تھے۔

شرح ابن حدید :

امام حسن رضی اللہ عنہ کے عقد میں عبدالرحمن بن ابوبکر کی یکے بعد دیگرے دو بیٹیاں آئیں "ابن حدید" میں "زوجات امام حسن" کے ضمن میں مذکور ہے :

وَتَزَوَّجَ هُنْدَ ابْنَةَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ

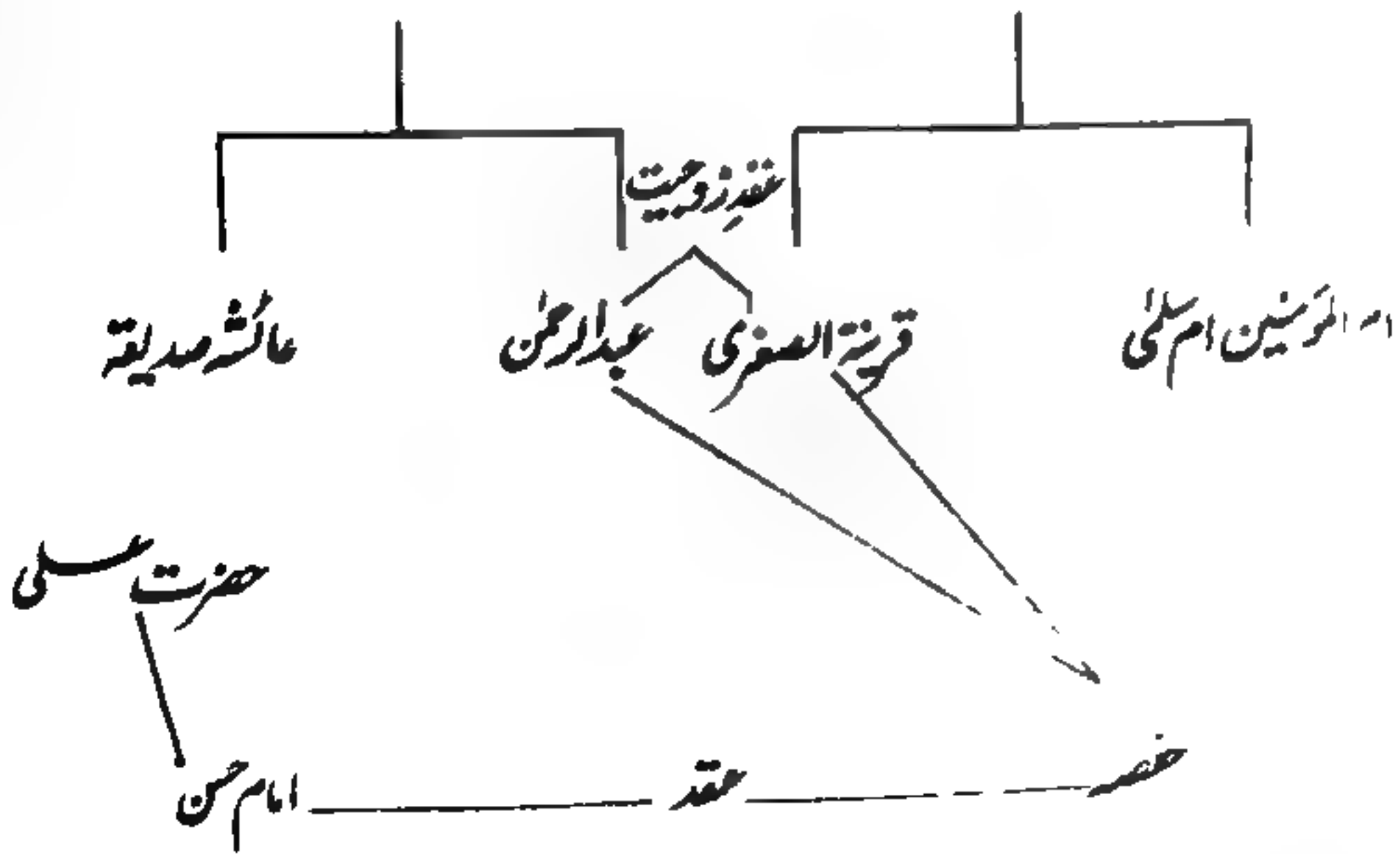
امام حسن رضی اللہ عنہ نے ہند بنت عبدالرحمن "سے عقد زوجیت کیا

(شرح ابن حدید جلد ۴ صفحہ ۸ فی ذکر زوجات حسن)

اس کی تفصیل نقشہ سے ملاحظہ ہو :

ابوبکر صدیق

ابی امیہ





امام حسن کی بیٹی سے صدیق اکبر کے نواسے

کا عقد ہوا

زید بن حسن پسر نخستین حسن علیہ السلام است
 بعد از شہادت امام حسین علیہ السلام گاہیکہ عبد اللہ بن زبیر بن عوام
 دعویٰ دار خلافت گشت باو بیعت کرد، بنزداد شتافت از بہر
 آنکہ خواہش ام الحسن کہ از جانب مادر نیز با او برادر بود بعد اللہ زبیر
 شوے کرد چوں عبد اللہ زبیر را گشتند خواہریش را برداشتہ از مکہ
 بمکہ آمد۔

دنا سخ التواریخ زید گانی حسن مجتبیٰ جلد دوم
 ص ۲۷۱ طبع جدید ایران

ترجمہ:

امام حسن رضی اللہ عنہ کا سب سے پہلا بیٹا زید ہے
 جبکہ امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ
 خلافت کے دعوے دار ہوئے۔ تو زید بھاگ کر ان کے پاس گئے

اور ان کی بیعت کر لی کیونکہ زید کی بہن ام الحسن جو ماں کی طرف سے بھی
 زید ان کے بھائی تھے عبداللہ بن زبیر کی بیوی تھیں جب عبداللہ بن
 زبیر کو قتل کر دیا گیا۔ تو زید اپنی بہن کو لے کر مکہ سے مدینہ آ گئے۔
 تاریخ التواریخ کی مذکورہ عبارت سے صاف معلوم ہوا کہ امام حسن کی صلیبی بیٹی
 ام الحسن کا حضرت عبداللہ بن زبیر سے عقد ہوا اور کس کو نہیں معلوم کہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ
 حضرت اسماء بنت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بیٹے ہیں اور آج بھی قبرستان شہر مکہ
 میں ماں بیٹا کی اکٹھی قبر ہے۔



فصل دوم

حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کی رشتہ داریاں نبی پاک علیہ السلام اور آپ

کی اہل بیت کے ساتھ :

رشتہ اول

سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نبی علیہ السلام کے سرسخت
تاریخِ ائمہ :

خلیفہ دوم کی صاحبزادی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا ابتدا میں "خمیس" کے
نکاح میں تھیں۔ ان کے مرنے کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابو بکر
و عثمان رضی اللہ عنہما سے شادی کی درخواست کی مگر کسی نے منظور نہ کیا۔
بالآخر سسرہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آ گئیں۔

(تاریخِ ائمہ صفحہ ۱۴۸ مصنفہ سید علی حیدر نقوی مطبوعہ لاہور)
تذکرہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا)

نبی علیہ السلام نے فرمایا جو شخص میرا سُر یا داماد بنے وہ جنتی ہے

تفسیر رابع التزئیل :

مردیہ شیعہ و سنی است کہ حضور رسول صلی اللہ علیہ وسلم فرمود مَن زَوْجَتْنِی
وَزَوَّجَ مِیَّتَیْ مِنَ الْأُمَّةِ أَحَدًا لَا یَدْخُلُ النَّارَ کَافً
سَأَلْتُ اللَّهَ عَنْهُ وَعَدَنِي بِذَٰلِكَ ۔

د تفسیر رابع التزئیل جلد دوم صفحہ ۴۷۶ جز ثانی در حدیث

نبوی برکہ یمن دختر و بہ مطبوعہ لاہور طبع قدیم)

ترجمہ : جس نے مجھ سے شادی کی اور جس کو مجھ سے شادی ملی وہ دوزخ میں نہ جائے

گا کیوں کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے اس بارے میں سوال کیا تھا اور اس نے

مجھ سے وعدہ فرمایا ہے ۔

خلاصہ کلام :

ابوبکر صدیق اور عثمان غنی رضی اللہ عنہما اپنے اپنے حالات کے پیش نظر جب
فاروق اعظم کی دل جوئی نہ کر سکے تو خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی اشک ثوئی فرما کر
ان کی بیٹی حفصہ کو اپنے عقد زوجیت میں لے لیا جس سے عمر بن الخطاب کی خوشی کی
انتہا نہ رہی بعض روایات میں ہے کہ شادی ہو جانے کے بعد ایک دن ابوبکر صدیق رضی
اللہ عنہ نے فاروق اعظم کو جواب دینے کی وجہ سے جو دکھ ہوا اسے دور کرنے کی خاطر
فرمایا اے عمر! تمہیں میرے جواب دے دینے سے پریشان نہ ہونا چاہیے کہ اس نے
میری بیٹی کا رشتہ قبول نہ کیا کیوں کہ میں پہلے سے جانتا تھا کہ ”حفصہ“ بہت جلد حضور
صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت میں آنے والی ہیں اور ام المؤمنین کا منصب انہیں ملنے والا
بے تر اس علم کے ہوتے ہوئے میری کیا مجال تھی کہ میں تمہاری پیشکش قبول کر لیتا ۔

ابحاث نکاح ام کلثوم

بحث اول

دلائل نکاح ام کلثوم بنت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہا یا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ

سیدہ ام کلثوم بنت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا عقد زوجیت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے کتب اہل سنت سے تو ثابت ہے ہی۔ ہم ان شار اللہ کتب شیعہ سے شمس دلائل پیش کریں گے اور آخر میں اس امر پر وارد شمس کیے گئے شبہات کا ازالہ بھی انہی کی کتب سے کیا جائے گا۔

عمدة الطالب :

”اُمُّ کَلثُومُ بِنْتُ فَاطِمَةَ وَاسْمُهَا رُقِیَّةٌ خَرَجَتْ اِلَى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَاوِلًا ذٰلَکَ۔“

(۱) عمدة الطالب صفحہ ۶۳ عقد امیر المؤمنین مطبوعہ نجف اشرف

(۲) بالفاظ مختلفہ نسخ التواریخ تاریخ خلفاء جلد ۳ صفحہ ۵۵ طبع جدید تہران

ترجمہ : ام کلثوم بنت فاطمہ کا عمر رضی اللہ عنہ سے عقد ہوا ان سے ایک لڑکا بنام زید پیدا ہوا اور بروایت نسخ التواریخ ایک لڑکی رقیہ بھی پیدا ہوئی۔

منتہی الآمال :

حضرت امیر المؤمنین ع ”را از ذکر روایات بقول شیخ مفید بیست و

ہفت تن فرزند بود چہار نفر از ایشان امام حسن و امام حسین و زینب کبری،
ملقب بہ عقیلہ و زینب صغریٰ است کہ کنایۃ است بام کلثوم و مادر ایشان
حضرت فاطمہ زہرا سیدۃ النساء "ع" است۔ و شرح حال امام حسن و امام
حسین "ع" بیاید و زینب در جبالہ نکاح عبداللہ بن جعفر پسر عم خویش بود
و از او فرزندان آورد کہ از جملہ محمد و عون بودند کہ در کربلا شہید گشتند۔ و
ابوالفرج گفتہ کہ محمد بن عبداللہ بن جعفر کہ در کربلا شہید شد۔ مادرش حوضا
بنت خصمہ بن ثقیف است و از برادر اعیانی عبید اللہ است کہ او نیز در
وقعہ طفت شہیدند و امام کلثوم حکایت تزویج ادبا عمر در کتب مسطور
است و بعد از او ضیح عون بن جعفر و اذیس زوجہ محمد بن جعفر گشت و ابن
شہر آشوب از کتاب امامت ابو محمد نو سنجی روایت کردہ کہ ام کلثوم را
عمر بن الخطاب تزویج کرد۔

دعوتی الامال مصنفہ شیخ عباس قمی جلد اول مطبوعہ نهران
صفوہ ۲۱۷ باب دوم فصل ششم در ذکر اولاد حضرت
امیر المؤمنین علیہ السلام

ترجمہ: "شیخ مفید کی روایات کے مطابق حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی اولاد تائیس
افراد پر مشتمل تھی ان میں سے چار یہ تھے امام حسن و حسین، زینب کبریٰ جن کا
لقب عقیلہ تھا اور زینب صغریٰ جن کی کنیت ام کلثوم تھی ان کی والدہ
حضرت فاطمہ الزہرا تھیں۔ امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما کے حالات زندگی
آگے بیان ہوں گے اور زینب رضی اللہ عنہا اپنے چارادبھائی حضرت
عبداللہ بن جعفر کے عقد میں تھیں۔ ان سے محمد، عون کے علاوہ اور بھی اولاد
ہوئی۔ یہ دونوں کربلا کے شہداء میں سے ہیں۔ ابوالفرج نے کہا ہے کہ محمد بن

عبداللہ بن جعفر جو کہ بلایں شہید ہوئے۔ ان کی والدہ کا نام حوضہ بنت حفصہ بن ثقیف ہے۔ عبید اللہ ان کے حقیقی بھائی تھے۔ جو ”واقعہ طفت“ میں شہید ہوئے تھے۔ اور ”ام کلثوم“ کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ شادی بہت سی کتابوں میں آئی ہے۔ ان کے بعد یحیٰ بن جعفر اور اس کے بعد محمد بن جعفر کی زوجہ بنیں۔ ”ابن شہر آشوب“ نے ”ابو محمد نوختی“ کی کتاب ”امامت“ سے روایت کی کہ ام کلثوم کی شادی عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے ہوئی تھی۔

عمر فاروق کی وفات پر علی رضی اللہ عنہ اپنی بیٹی

کو گھر لے آئے

استبصار:

لَمَّا تَوَفَّيْ عُمَرُ آتَى إِلَى أُمِّ كَلْثُومٍ فَانْطَلَقَ
بِهَا إِلَى بَيْتِهِ.

(کتاب الطلاق باب المتوفی عنہا زوجہا الخ مصنف علامہ طوسی)

ترجمہ:

جب عمر بن خطاب فوت ہوئے۔ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ
ام کلثوم کے پاس آئے۔ اور انہیں اپنے گھر لے گئے۔

نبی نے اپنی بیٹی عثمان کو دی اور ولی نے عمر کو

مجالس المومنین،

داگر نبی دختر عثمان و اد ولی دختر خود را بہر فرستاد۔

(مجلس المومنین مصنفہ نور اللہ شوشتری شیعہ جلد اول ص ۲۴)

مطبوعہ تہران، طبقہ دوم تقریر لطیف فی علتہ توقف

امیر المومنینؑ فی محاربۃ القوم

ترجمہ: اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی لڑکی حضرت عثمان کو دی۔ تو ولی

(حضرت علیؑ) نے اپنی دختر حضرت عمرؓ سے بیاہی

عمر کے کاٹل الایمان ہونے کے سبب علیؑ نے

انہیں بیٹی دی

مجلس المومنین

دیگر پر سید کہ چچا آنحضرت دختر خود را بعمربن خطاب داد گفت

بواسطہ آنکہ اظہار شہادتین می نمود۔ بزبان و اقرار بفضل حضرت

امیر میگرد۔

(۱) مجلس المومنین جلد اول ص ۵۱ مطبوعہ تہران

ذکر مناظرہ علی بن اسماعیل

(۲) مناقب ابن شہر آشوبؒ فی مسائل واجوبہ

طبع جدید (بیروت)

ترجمہ: حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے معتمد شیعہ میں سے مد علی بن اسماعیلؑ

سے پوچھا گیا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنی دختر کی شادی

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کیوں کی؟ تو اس نے جواب دیا کہ

دو شہادتوں کے اظہار کی خاطر ایسا کیا۔ (وہ اسی طرح کہ زبان سے

کلمہ شہادت بھی ادا کرتے تھے۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی نصیحت کا اقرار بھی کرتے تھے۔

ابو جہر علت فاروق اعظم و دختر علی کرم اللہ وجہہ کے
مقتدہ ہونے سے امام جعفر کا استخراج مسائل (فروع کافی):

عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ خَالِدٍ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ
السَّلَامُ عَنْ امْرَأَةٍ تَوُفِّيَ عَنْهَا زَوْجُهَا أَيْنَ تَقْتَدِي
فِي بَيْتِ زَوْجِهَا أَوْ حَيْثُ شَاءَتْ قَالَ بَدَ حَيْثُ
شَاءَتْ ثُمَّ قَالَ إِنَّ عَلِيًّا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
مَاتَ عُسْرَ آتِي إِلَى أُمِّ كُثُومٍ فَآخَذَ بِيَدِهَا
فَانْطَلَقَ بِهَا إِلَى بَيْتِهِ .

(فروع کافی جلد ۲ ص ۳۱۱-۳۱۲) طبع قدیم مطبوعہ
نولکشور فروع کافی جلد ششم ص ۱۱۵ کتاب الطلاق
باب المتوفی عنہا زوجہا الخ مطبوعہ تہران
طبع جدید)

ترجمہ: سلمان بن خالد نے حضرت امام جعفر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ جس
عورت کا خاوند فوت ہو جائے۔ وہ عدت خاوند کے گھر میں ہی
گزارے۔ یا جہاں چاہے گزارے؟ فرمایا۔ جہاں اس کی مرضی ہو
پھر فرمایا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عمر بن خطاب کے فوت

ہونے کے بعد (ان کی بیوی اور اپنی بیٹی) ام کلثومؓ کا ہاتھ پکڑا اور انہیں
اپنے گھر لے آئے۔ (دو میں عدت پوری کی۔)

طراز المذہب

علی علیہ السلام ام کلثومؓ را با وی تزویج نمود عباس بن عبدالمطلب
باجازت امیرالمومنین علی بن ابی طالب متولی امر تزویج شد۔

(طراز المذہب منطقی مصنفہ مرزا عباسی ص ۳۳)

ترجمہ: حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنی بیٹی ام کلثومؓ کی شادی عمر بن خطاب
رضی اللہ عنہ سے کی۔ اور عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ حضرت
علی رضی اللہ عنہ کی اجازت سے امر نکاح کے متولی بنے۔

وختہ علی زوجہ فاروق اعظم ام کلثومؓ نے ملکہ روم کو

تحفہ عطر بھیجا اور جوابی تحفہ قبول کیا

شرح نہج البلاغہ ابن ابی حدید

فَجَّهَ عُمَرُ إِلَى مَلِكِ الرُّومِ بَرِيدًا فَأَشْرَتْ أُمُّ كَلثُومٍ
إِمْرَأَةً عُمَرُ طَيِّبًا يَدَنَانِيًّا وَجَعَلَتْهُ فِي قَارُودَتَيْنِ
وَأَهْدَتْهُمَا إِلَى امْرَأَةِ مَلِكِ الرُّومِ فَرَجَعَهُ الْبَرِيدُ
إِلَيْهَا وَمَعَهُ مِثْلُ الْقَارُودَتَيْنِ جَوَاهِرَ فَدَخَلَ
عَلَيْهَا عُمَرُ وَقَدْ صُبَّتِ الْجَوَاهِرُ فِي حُجْرِهَا فَقَالَ مِنْ
أَيْنَ لَكَ؟ فَاخْبَرَتْهُ فَقَبَضَ عَلَيْهِ وَقَالَ هَذَا

لِلْمُسْلِمِينَ قَالَتْ كَيْتَ وَهُوَ عَوْضٌ هَدَيْتِي قَالَ بَيْنَ
وَبَيْنَكَ اَبْرَارٌ فَقَالَ عَلِيٌّ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَكَ مِنْهُ
بَقِيَّةٌ وَدِيْنَارٌ وَالباقِي لِلْمُسْلِمِينَ جُمْلَةً لِأَنَّ بَرِيْدَ
الْمُسْلِمِينَ حَمَلَةٌ

(شرح، منج البلاغہ ابن ابی حدید جلد چہارم ص ۵۴۵-۵۴۶)

طبع بیروت ۱۳۷۵ھ

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے روم کے بادشاہ کی طرف ایک اٹلی بھیجا
ام کلثوم زوجہ عمر بن خطاب نے دو دینار کی خوشبوئے کردوشیشیوں
میں بھر کر روم کے بادشاہ کی بیوی کو بطور تحفہ بھیجی۔ جب اٹلی واپس
لوٹا۔ تو اس کے پاس دو شیشی موتیوں کی بھری ہوئی تھیں۔ حضرت عمر نے
انہیں دیکھا۔ جب کہ موتی ام کلثوم کی جھولی میں انڈیلے ہوئے تھے۔
پوچھا۔ یہ موتی تمہیں کہاں سے آئے ہیں؟ ام کلثوم نے ساری بات
کہ سنائی۔ تو آپ نے فرمایا۔ یہ سب کے سب مسلمانوں کے ہیں۔
ام کلثوم نے پوچھا۔ کیسے؟ حالانکہ یہ تو میرے بھیجے ہوئے تحفہ
کے بدلے آئے ہیں۔ حضرت عمر نے فرمایا۔ اچھا اس کا فیصلہ میرے
تیرے درمیان تمہارے والد (علی) کریں گے۔ حضرت علی نے
فیصلہ فرمایا۔ کہ ان میں سے اپنے دینار کی قیمت کے برابر بڑی تم
موتی رکھ سکتی ہو۔ اور باقی تمام مسلمانوں کے ہیں۔ کیونکہ مسلمانوں کے
اٹلی انہیں اٹھا کر لائے ہیں۔

بنو ہاشم کی غیر بنو ہاشم سے دیگر رشتہ داریوں میں
معمول کے مطابق ایک رشتہ عقدا م کلثوم بھی ہے
مسالک الافہام:

وَزَوْجَ النَّبِيِّ ابْنَتَهُ عُثْمَانُ وَزَوْجَ ابْنَتِهِ زَيْنَبُ
بِأَبِي الْعَاصِ بْنِ الرَّبِيعِ وَلَيْسَ مِنْ بَنِي هَاشِمٍ وَ
كَذَلِكَ زَوْجَ عَلِيٍّ ابْنَتُهُ أُمُّ كُلثُومٍ مِنْ عُمَرَ وَتَزَوَّجَ
عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ وَبْنَ عُثْمَانَ فَاطِمَةَ بِنْتَ الْحُسَيْنِ
وَتَزَوَّجَ مُصْعَبُ بْنُ الزُّبَيْرِ اخْنَهَا سَكِينَةَ وَكُلَّهُمْ
مِنْ غَيْرِ بَنِي هَاشِمٍ۔

(مسالک الافہام شرح "شرائع الاسلام"، کتاب النکاح
باب لواحق العقد، جلد اول، مطبوعہ ایران، سن
طباعت ۱۲۷۳ھ

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ایک صاحبزادی کی شادی حضرت
عثمان بن عفان سے کی۔ اور دوسری دختر جناب زینب کا نکاح
ابو العاص بن الربیع سے کیا۔ اور یہ دونوں شخص بنی ہاشم میں سے نہ
تھے۔ اسی طرح حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنی بیٹی ام کلثوم کا نکاح
عمر بن خطاب سے کیا تھا۔ اور عبداللہ بن عمرو بن عثمان کے ساتھ
فاطمہ بنت حسین کی شادی ہوئی۔ اور ان کی ہمیشہ و جناب سکینہ بنت حسین

کی شادی مصعب بن زبیر سے ہوئی۔ یہ سب رشتے بھی غیر نبی ہاشم
میں ہوئے

فاروق اعظم سے حضرت عباس نے عقد ام کلثوم کی حامی بھری اور عقد کر دیا۔

کتاب الشافی

بِمَا تَرَوْهُ بِحُجَّةٍ بَيِّنَةٍ فَاذْكُرُوا ذِيكُمْ وَأَخْيَارِ وَالْخِلَافَةُ
فِيهِ مَشْهُورَةٌ فَإِنَّ التَّرَاوِيحَ وَرَدَتْ بِأَنَّ حَمْرَ بْنَ الْخَطَّابِ
خَطَبَهَا إِلَى أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ فَخَذَّاقَعَلَمًا مَلَكَةً فَاسْتَدْعَى
عُمَرَ الْعَبَّاسَ فَقَالَ مَا لِي أَبِي بِأَسْ؟ فَقَالَ مَا حَمَلَتْ عَلَى
هَذَا الْحَزَمِ فَقَالَ خَطَبْتُ إِلَى ابْنِ أَخِيكَ فَمَنْعَنِي فَقَالَ الْعَبَّاسُ
رَفِئَا مَرَهَا إِلَى فَعَلَلْ فَزَوَّجَهُ الْعَبَّاسُ ابْنًا هَا

کتاب الشافی ص ۱۶ بمع منحص الشافی قدیم مطبوعہ

ایران سندھ سن طبع

ترجمہ: حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا اپنی نعت جگرام کلثوم کی شادی کرنا اپنے
اختیار سے نہ تھا۔ اور اس حد میں اختلاف مشہور ہے۔ روایت ہے
کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے رشتہ
مانگا۔ تو انہوں نے ٹال دیا۔ پھر حضرت عمر نے حضرت عباس
سے کہا۔ کہ میں نے آپ کے بھتیجے سے رشتہ طلب کیا۔ اس نے
مجھے منع کر دیا۔ آخر کار حضرت عباس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ
سے کہا۔ آپ اس لڑکی کے نکاح کا اختیار مجھے دے دیں۔ تو انہوں
نے اختیار دے دیا۔ پھر حضرت عباس نے شادی کر دی۔

لمحہ فکر یہ :

۹ حوالہ جات سے ہم نے ثابت کیا ہے۔ کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنی لخت جگر ام کلثوم کی شادی حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے بلا اکراہ و جبر کی تھی۔ بلکہ بعض روایات میں بعض منکرین کا ردیوں کیا گیا۔ کہ ان دونوں کے درمیان رشتہ زوجیت کوئی انوکھی بات نہیں۔ بلکہ یہ اسی طرح کا رشتہ ہے جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دو صاحبزادیوں کا نکاح حضرت عثمان سے کیا تھا۔ اس کے علاوہ جب امام جعفر رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا۔ کہ بعد از وفات خاوند، عورت عدت کہاں گزارے۔ تو انہوں نے ام کلثوم کا حوالہ دے کر سمجھایا کہ یہ ضروری نہیں۔ کہ خاوند کے گھر ہی عدت گزارے۔ بلکہ اپنے والدین کے گھر بھی گزار سکتی ہے۔ جس طرح حضرت علی کرم اللہ وجہہ اپنی بیٹی کو ان کے خاوند کے فوت ہونے کے بعد اپنے گھر سے آئے۔ تو ان تمام باتوں پر روز روشن کی طرح واضح ہوا۔ کہ ام کلثوم کی شادی حضرت فاروق اعظم سے ہوئی تھی۔ اگر یہ فرضی واقعہ ہو تو امام جعفر رضی اللہ عنہ کا عدت کے مسئلہ میں اس واقعہ سے استدلال بے معنی اور باطل ہو جائے گا۔

ضروری نوٹ :

جیسا کہ ان تمام روایات و واقعات سے ثابت ہوا۔ کہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی شادی فاروق اعظم سے ہوئی۔ اور یہ عقد کرانے والے حضرت عباس رضی اللہ عنہ ہیں۔ اسی طرح اس عقد سے یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ حضرت علی کو حضرت عمر سے بہت محبت تھی۔ باوجود اس کے کہ حضرت علی عمر میں فاروق اعظم سے تقریباً سترہ سال چھوٹے تھے۔ پھر بھی یہ رشتہ کر دیا۔ جنہیں اس قدر پیار تھا۔ کہ عمر کے ظاہر فرق

کے ہوتے ہوئے بھی رشتہ دے دیا۔ تو پھر ان دونوں میں ناراضگی کیونکر متصور ہو سکتی ہے۔

لہذا غصب خلافت اور غصب فدک کے سب واقعات اس واقعہ کے پیش نظر رد ہوا، منشوراً، ہو جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ شیعہ لوگوں کو اس رشتہ کے ہونے میں نہایت سخت انکار ہے۔ کیونکہ اقرار کی صورت میں ان کے مسلک کا دیوالیہ ہو جاتا ہے۔

لہذا وہ اس کے لیے تین حیلے تراشتے ہیں۔ جو ہم آخر میں ذکر کریں گے۔ اس سے قبل ہم واضح کرنا چاہتے ہیں کہ عمر فاروق سے سیدہ ام کلثوم کا عقد مسرت اور اخوت کے ماحول میں منعقد ہوا تھا۔ وہاں کوئی جبر و اکراہ کی بات نہ تھی۔ اور ساتھ ساتھ یہ بھی شیوہ کتب سے واضح ہو گا کہ جناب عمر نے اس رشتہ کی طلب کس منظم مقصد کے پیش نظر کی تھی۔

نکاح ام کلثوم بنت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بلا جبر و اکراہ ہوا

ابن ابی حدید،

فَجَاءَ عُمَرُ إِلَى مَجْلِسِ الْمُهَاجِرِينَ فِي الرَّوْمَةِ وَكَانَ
يَجْلِسُ فِيهَا الْمُهَاجِرُونَ إِلَّا قُسْرَنَ فَقَالَ رَفِئِي رَفِئِي قَالُوا
يَسَا ذَايَا مُنِيرَ الْمُؤْمِنِينَ قَالَ تَزَوَّجْتُ أُمَّ كَلْثُومَ بِنْتِ عَلِيٍّ
ابْنِ أَبِي طَالِبٍ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
قَالَ يَقْرَأُ كُلُّ سَبَبٍ وَنَسَبٍ وَصِهْرٍ يَنْقَطِعُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ
إِلَّا سَبَبِي وَنَسَبِي وَصِهْرِي .

(۱) (شرح نجی البلاغۃ ابن ابی حدید جلد سوم ص ۱۲۴ تزویج عمر

بام کلثوم بنت علی مطبوعہ بیروت بڑا ساٹن

(۲) تاریخ التواریخ تاریخ خلفاء جلد ۲ ص ۱۲۹۶ (مرزا تقی)

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ ام کلثوم کا رشتہ ملنے کے بعد ایک باغ میں گئے۔ جس میں اولین مساجرین بیٹھے تھے۔ انہیں فرمایا۔ مجھے مبارک دو۔ انہوں نے کہا۔ کس چیز کی؟ فرمایا۔ میں نے ام کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہ سے شادی کر لی ہے۔ اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ کل قیامت کو ہر سبب، نسب اور سسرال منقطع ہو جائے گا۔ صرف میرا سبب، نسب اور سسرال باقی رہے گا۔

ثابت ہوا:

اس حوالہ سے ثابت ہوا۔ کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی شادی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی دختر نیک اختر سے ہی ہوئی تھی۔ ورنہ درام کلثوم بنت علی، نہ کہتے۔ اور یہ بھی ثابت ہوا۔ کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے یہ شادی کوئی خواہشات نفسانی کے تحت نہیں کی۔ بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نسب تعلق قائم کرنے کی خاطر ایسا کیا۔ جس کی وجہ خود اس حدیث سے واضح فرمائی جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے نسب کی فضیلت بیان فرمائی۔

ام کلثوم سے عمر فاروق کے دو بچے ہوئے اور

یہ ام کلثوم بنت سیدہ فاطمہؓ ہیں

منتخب التواریخ:

دایں مخدرہ دروقعہ طفت حاضر نبود در ہمیں کتاب حجۃ السعادت

میں فرمائی۔ نقل حدیث از طرق معتبرہ نقل نموده اند۔ کہ جناب ام کلثوم
 دختر امیر المومنینؑ ۲۰۰، وفا طمہ زہرا در ۲۰۰، والدہ زید بن عمر و رقیہ بنت عمر
 در حیوۃ حضرت محبتی ۲۰۰، در مدینہ طیبہ از دنیا رحلت فرمود، رحلت او
 و فرزندش زید و یک روز اتفاق افتاد۔ و تقدم و تاخر موت احدهما
 معلوم نشد الی ان قال ام کلثوم بنت علی کہ نام شریفش در وقوع طفت در
 ہمہ جانہ کور می شود و خطب و اشعار با و منسوب می گردد۔ ام کلثوم دیگر است
 از سائر از طبقات امیر المومنین علیہ السلام چون علی القول الصبیح امیر المومنینؑ
 را از بنات و وزینب بود۔ و دوام کلثوم زینب کہ بی زوجہ عبد اللہ بن
 جعفر بود و ام کلثوم کبری زوجہ عمر بن الخطاب بود۔ و ہر دو از صدیقہ طاہرہ
 بودند۔ و زینب صغریٰ و ام کلثوم صغریٰ از سائر امہات بوجود آمدند۔
 و شیخ حرر و سائل شیعہ از عمار بن یاسر روایت کردہ۔ اُخْرِجَتْ جَنَازَةُ
 اُمِّ کَلثُومٍ بِنْتِ عَلِيٍّ وَ اُمِّهَا زَيْدُ بْنُ عَمْرٍو فِي الْجَنَازَةِ الْحَسَنُ وَ الْحُسَيْنُ وَ عَبْدِ اللَّهِ بْنُ عَمْرِو
 وَ عَبْدِ اللَّهِ بْنُ عَبَّاسٍ وَ ابُو هُرَيْرَةَ۔ فَوَضَعُوا جَنَازَةَ الْقَلَامِ مَعَ اَيِّ
 الْاِمَامِ وَ الْمَرْأَةِ وَ رَأْسُهُ وَ قَالُوا هَذَا هُوَ السُّنَّةُ۔

پس معلوم شد کہ جناب ام کلثوم بنت فاطمہ در وقوع طفت اصلاً در دنیا
 نبود و مستفاد از روایت مذکورہ آنکہ جناب ام کلثوم کبریٰ در مدینہ طیبہ
 از دنیا مفارقت کرد۔ و ظاہر قبر شریف شان در مدینہ طیبہ باشد۔

(منتخب التواریخ مصنفہ اشتم خراسانی شیعہ ص ۹۵ مطبوعہ

تہران در حالات مخدروہ باب دوم فصل ششم)

ترجمہ: (محمد اشتم خراسانی حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے متعلق لکھتا ہے۔)
 کہ یہ پردہ نشین واقعہ کہ بلا میں شریک نہ ہوئیں۔ اور "حجۃ السعاده"،

کتاب میں سند معتبر کے ساتھ منقول ہے۔ کرام کلثوم رضی اللہ عنہا جو کہ حضرت علی اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی بیٹی تھیں۔ ان سے دو بچے زید بن عمر اور رقیہ بنت عمر پیدا ہوئے۔ اور ام کلثوم کا امام حسن رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں مدینہ میں انتقال ہوا۔ اور اتفاق کی بات ہے۔ کہ اسی روز ان کے بیٹے زید بن عمر کا بھی انتقال ہوا۔ اگرچہ دونوں کے وقت کا تقدم اور تاخر معلوم نہیں ہو سکا۔ اگے چل کر اس کتاب میں مزید لکھا ہے کہ ام کلثوم بنت علی، جن کا نام گرامی واقعہ کربلا میں تمام جگہ لکھا گیا ہے۔ اور خطاب اور اشعار ان کی طرف منسوب ہیں۔ یہ ام کلثوم۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی کسی اور زوجہ سے ہیں۔ کیونکہ صحیح قول یہ ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی اولاد میں دو بچیاں زینب نامی اور دوسری ام کلثوم نامی تھیں۔ زینب کبریٰ عبد اللہ بن جعفر کی زوجہ تھیں۔ اور ام کلثوم کبریٰ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عقد میں تھیں۔ یہ دونوں حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے بطن اقدس سے تھیں۔ اور زینب صغریٰ و ام کلثوم صغریٰ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی دوسری بیویوں کے بطن سے تھیں۔ اور رئیس حر، وسائل شیعہ میں حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتا ہے۔ کہ ام کلثوم اور ان کے فرزند زید بن عمر کا جنازہ اٹھایا گیا۔ اور نماز جنازہ میں امام حسن حسین، عبد اللہ بن عمر، عبد اللہ بن عباس اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم شریک تھے۔ امام کے بالکل قریب رٹ کے کی میت رکھی۔ اور اس کے پیچھے ام کلثوم کی میت رکھی گئی۔ اور کہا کہ یہی سنت طریقہ ہے۔

لہذا معلوم ہوا۔ کہ ام کلثوم بنت فاطمہ رضی اللہ عنہا واقعہ کربلا میں

ہرگز شریک نہ تھیں۔ کیونکہ وہ اسی وقت دنیا سے رخصت (انتقال) ہو چکی تھیں۔ روایت مذکورہ سے بھی یہی حاصل ہوتا ہے۔ کہ :
ام کلثوم کبریٰ مدینہ منورہ میں فوت ہوئیں۔ اور دفن بھی وہیں ہوئیں۔

مذکورہ حوالہ سے مندرجہ ذیل امور مثابت ہوئے

- ۱۔ ام کلثوم جن کی والدہ حضرت فاطمہ الزہراءؑ ہیں۔ زید بن عمر اور رقیہ بنت عمر کی یہی والدہ ماجدہ تھیں۔
- ۲۔ زینب کبریٰ اور ام کلثوم کبریٰ دونوں صاحبزادیاں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بطن اقدس سے تھیں۔ اور زینب صغریٰ و ام کلثوم صغریٰ ان کے علاوہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی کسی اور بیوی کے بطن سے تھیں۔
- ۳۔ ام کلثوم کبریٰ واقعہ کربلا میں موجود نہ تھیں۔ کیونکہ اس واقعہ سے قبل ہی، مدینہ منورہ میں ان کا انتقال ہو چکا تھا۔
- ۴۔ ام کلثوم کبریٰ اور ان کے بیٹے زید بن عمر کا انتقال ایک ہی دن ہوا۔ دونوں کا جنازہ بھی اکٹھا اٹھایا گیا۔
- ۵۔ ام کلثوم کبریٰ جو کربلا میں واقعہ کربلا میں تھیں۔ ان کی نماز جنازہ میں ان کے دونوں بیٹے بھائی امام حسن اور امام حسین بھی شریک تھے۔ اور ان کے علاوہ عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن عباس اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم بھی شریک تھے۔



مقام غور:

”محمد ہاشم خراسانی“ نے ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے نکاح کو فاروق اعظم کے ساتھ بالکل واضح کر دیا۔ جس کے پڑھنے کے بعد کسی صاحب انصاف کو کوئی شبہ باقی نہیں رہ سکتا۔ کیونکہ اس مصنف نے ثابت کر دیا ہے۔ کہ جس ام کلثوم کی شادی حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے ہوئی۔ وہ سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے بطن اقدس سے تھیں۔ تو اب اس زوجہ عمر کے بارے میں یہ کہنا کہ یہ ابو بکر صدیق کی دختر تھیں۔ یا بخران کی جنیہ (جن کی مونث) اس شکل میں شکل ہو کہ حضرت عمر کی زوجیت میں آئی تھی۔ یہ سب بہانے اور حیلے باطل ہو جاتے ہیں۔ پھر اس سے بڑھ یہ کہ امام حسن حسین اور حضرت عمر کے صاحبزادے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم کا ان کے جنازہ میں شریک ہونا کس طرح درست ہو سکتا ہے۔ اگر مرنے والی ”قوم جن“ سے تعلق رکھتی۔ اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ ان اصحاب کی جنازہ میں شرکت بتلاتی ہے۔ کہ جبر و اکراہ کے تمام واقعات من گھڑت ہیں۔ ایسے اڑے وقت وہی لوگ اہتمام کرتے ہیں۔ جو باہمی محبت اور اخوت رکھتے ہوں۔ اور ان کی دوستی حقیقت پر مبنی ہو۔

فاعتبروا یا اولی الابصار۔

علی رضی اللہ عنہ نے عمر سے اپنی بیٹی کا عقد بڑی خوشی
سے خود کیا مہر وصول کیا اور بیٹی کو اپنے شوہر کی
اتباع کی وصیت کی

ناسخ التواریخ:

عمر گفت یا ابابکر بن اُرد و مندم کہ بدین کرامت مضموم شوم۔ چند آنکہ
بیمکس را این اُرد و نیست، پس علی علیہ السلام فرمود من اورا با تو تزویج کنم
و بسوئے تو فرستم، تا اگر در خور این مقام باشد ترا باشد و ام کثوم را عقد
بسته بسوئے عمر فرستاد و کابین اورا چہار ہزار درہم بروایت صاحب
النفی مترداشت عمر بن خطاب با چشم ملاحظت بام کثوم نہ گزشت
و دست برودہ ساق اورا از جامہ کشون داشت، ام کثوم در چشم شد و
فرمود اگر زای بود کہ امیر المومنین باشی منی ترا درہم پیشگستہ، و بروایت
فرمود چشم تو را بر میا در دم داد و زداد بیرون شدہ بحضرت پدر آمد۔
فَقَالَتْ بَعَثْتَنِي إِلَى سَيِّخِ السُّودِ یعنی مرا بنزد پیر زشت میش
فرستادی علی علیہ السلام فرمود اسے فرزند او شو بہرست ابجد روز
دیگر وجوہ مہاجر و انصار نزد عمر حاضر شدند گفت مرا تر حیب و تر حیب
بگوئید و مبارک باد فرستید، گفتند از چہ روئے؟ گفت ام کثوم
دختر علی را تزویج کردم، سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

يَقُولُ كُلُّ نَسَبٍ وَسَبَبٍ مُنْقَطِعٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِلَّا نَسَبِي
وَسَبَبِي وَصِدِّقِي فَكَانَ لِي بِهِ النَّسَبُ وَالسَّبَبُ وَارْدَتْ أَنَّ
أَجْمَعَ إِلَيْهِ الْقَبْرَ.

(ناسخ التواریخ تاریخ خلفا جلد دوم ص ۲۹۶ طبع جدید)

تران مصنفہ مرزا محمد تقی شیبی

ترجمہ: عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اسے ابو الحسن علی رضی اللہ عنہ! میری آرزو ہے کہ
اس کرامت (نکاح ام کلثوم) سے مخصوص ہو جاؤں۔ اس قدر یہ
آرزو کسی کو نہیں۔ چنانچہ علی علیہ السلام نے فرمایا میں اسے (ام کلثوم کو)
آپ کے ساتھ بیاہتا ہوں۔ اور آپ کے پاس بھیج دیتا ہوں۔
تاکہ اگر وہ اس مقام (نکاح و مجامعت) کے لائق بنے تو وہ آپ کے
ہی لیے ہو۔ اور پھر نکاح کر کے ام کلثوم کو عمر رضی اللہ عنہ کی طرف بھیج
دیا اور صاحب النبی کی روایت کے مطابق ام کلثوم کا چار ہزار درم
مہر مقرر کیا۔ (ام کلثوم کے عمر رضی اللہ عنہ کے گھر بھیج دیئے جانے کے
بعد کا واقعہ ہے کہ) عمر رضی اللہ عنہ نے بنگاہ شوق ام کلثوم کو دیکھا اور
اپنے ہاتھ سے اس کی پنڈلی برہنہ کی، ام کلثوم کو غصہ آیا اور کہا اگر آپ
امیر المومنین نہ ہوتے تو تمہارا ناک توڑ دیتی۔ ایک روایت میں ہے۔
آنکھیں نکال دیتی، یہ کہہ کر گھر سے باہر نکل آئی اور اپنے باپ (علیؑ)
کے پاس آئیں اور کہا کہ اسے باپ تو نے مجھے ایک شیخ زشت کیش
کے پاس بھیج دیا ہے؟ علی علیہ السلام نے فرمایا اسے فرزند وہ تمہارے
شوہر ہیں، بالجملہ۔ دوسرے روز انصار و مهاجرین کے سرداران عرس
کے پاس حاضر ہوئے۔ آپ نے فرمایا مجھے آفرین کہو مجھے مبارک باد دو۔

کہنے لگے کس بات کی؟ فرمایا ام کلثوم دختر علی سے میں نے نکاح کیا ہے۔ اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا۔ ہر نسب و سبب روز قیامت کٹ جائے گا۔ (کچھ فائدہ نہ رہے گا) سو امیر سے نسب و سبب اور دامادی کے، تو میرا نسب و سبب تو نبی علیہ السلام کے ساتھ پہلے سے تھا۔ (بوجہ آپ کے کسر ہونے اور قریشی ہونے کے) اب میں نے چاہا کہ اس کے ساتھ آپ کے داماد ہونے کا شرف بھی ملاؤں۔

لمحہ فکریہ :

قارئین کرام! غور فرمائیں جب کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی آرزو کو پورا کرتے ہوئے۔ حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا ولی رہا آپ ہونے کی وجہ سے ان کا نکاح عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے کر دیا۔ اور اپنی نخت جگر کو ان کے پاس بھیج دیا۔ اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ایک جائز عمل پر ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی شکایت پر آپ نے فرمایا کہ انہوں نے جو کچھ کیا ہے وہ انہیں زیبا ہے کیونکہ وہ تمہارے شوہر ہیں۔ تو یہ اس بات کا تین ثبوت ہے کہ حضرت علی نے یہ عقد برضا و تسلیم کیا۔

اس قدر واضح اور صاف عبارت کے بعد بھی اگر کوئی شیعوں کا پنا منہ کالا کرتے ہوئے یہ بات کہے کہ معاذ اللہ ہم سے ایک فرج غصب ہو گیا تو اس سے بڑھ کر اولاد علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا بڑا دشمن اور گستاخ کون ہو سکتا ہے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

ۛ

حوالہ نمبر ۱۳:

عمدة الطالب:

وَقَدْ عَدَّدَ بَنَاتِ الْإِمَامِ (ع) أَبُو الْحَسَنِ الْعَمَرِيُّ
 فِي (الْمَجْدِيِّ) كَمَا يَلِي (۱) أُمُّ كُلْثُومٍ مِمَّنْ فَاطِمَةٌ
 (ع) وَاسْمُهَا رُقِيَّةٌ تَخْرُجَتْ إِلَى عُمَرَيْنِ الْخَطَّابِ
 فَأُولَٰئِكَ هَٰذَا زَيْدًا الْخ

(عمدة الطالب فی انساب آل ابی طالب مصنف

جمال الدین ابن غیہ ص ۶۲ نقیب امیر المومنین

عبد السلام)

ترجمہ: ابوالحسن عمری نے اپنی کتاب المجدی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی
 صاحبزادیوں کو یوں شمار کیا ہے۔ ام کلثوم بنت فاطمہ رضی اللہ عنہا
 ان کا اسم گرامی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا تھا (اور ام کلثوم کنیت تھی۔)
 وہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے نکاح میں آئیں ان سے حضرت عمر رضی اللہ
 عنہ کے بیٹے حضرت زید رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔ الخ

حوالہ نمبر ۱۴:

قرب الاسناد:

أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدٌ حَدَّثَنِي مُوسَى
 قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ جَعْفَرِ بْنِ
 مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ أَنَّ عَلِيًّا عَدَلَ ابْنَتَهُ

أُمُّ كَلْثُومٍ فِي عِدَّةِ تِلْكَ حَيْثُ مَاتَ زَوْجُهَا
الْخَطَّابُ لِأَنَّهَا كَانَتْ فِي دَارِ الْإِمَارَةِ .

(تقریب الاسناد و مستند ابی عباس عبد اللہ بن جعفر بن
شیعی بزرگوار ص ۹۰ کتاب التفتات باب النفقة
علی الحامل المتوفی عنہا زوجہا ملبوعہ تہران
طبع جدید)

ترجمہ :- (بخلاف اسناد) جعفر بن محمد اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادا سے روایت
کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنی صاحبزادی سیدہ ام کلثوم
رضی اللہ عنہا کو اپنے گھر لگے جب کہ ان کے خاوند حضرت عمر فاروق
رضی اللہ عنہ وصال کر گئے۔ کیونکہ وہ اس وقت دار الامارۃ میں اپنی عدت
گزار رہی تھیں۔

حوالہ نمبر :-

اعلام الوری :-

وَأُمُّ أُمِّ كَلْثُومٍ فِيهِ الرِّبِّيُّ تَزَوَّجَهَا
عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ وَقَالَ أَصْحَابُنَا
أَنَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِتَمَّا زَوَّجَهَا
مِنْهُ بَعْدَ مَدِّ أَفْعَى كَثِيرَةٍ وَ
امْتِنَاءٍ شَدِيدٍ وَاعْتَدَالٍ عَلَيْهِ لِشَيْءٍ
بَعْدَ شَيْءٍ حَتَّى الْجَاءَتْهُ الضَّرُورَةُ
إِلَى أَنْ رَدَّ أَمْرَهَا إِلَى الْعَبَّاسِ بْنِ

سَبَد نَمَطَلَب دَر وَجْهَ اِيَّاهُ ۔

(اعلام الوری یا علام الہدی مولفہ ابی علی فضل
بن حسن طبری ص ۲۰۴ اولاد امیر المومنین علیہ السلام
وعدد اسماء وسماء وھم مطبوعہ بیروت
طبع جدید۔)

ترجمہ:- البتہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا تو وہ ہیں جن سے حضرت عمر بن خطاب
رضی اللہ عنہ نے عقد فرمایا۔ اور ہمارے اصحاب (شیعہ علماء) نے
کہا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کا نکاح حضرت عمر رضی اللہ عنہ
سے بڑی مدافعت، شدید رکاوٹ اور متعدد دلائل و عمر فاروق رضی اللہ
عنہ سے نکاح نہ کرنے پر اصرار کیا حتیٰ کہ ضرورت نے آپ کو مجبور کر
دیا۔ تو آپ نے سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا معاملہ حضرت عباس بن
عبد المطلب کے سپرد کر دیا۔ پس انہوں نے سیدہ کا نکاح حضرت عمر
فاروق رضی اللہ عنہ سے کر دیا۔

حوالہ نمبر ۱۶:-

تہذیب المتین:-

کسی نے علی بن شیم سے پوچھا کہ علی علیہ السلام نے..... کیس
لیے اپنی بیٹی کو عمر سے تزویج کیا۔ جواب میں کہا کہ عمر ظاہراً
مسلمان، کلمہ گو اور رسول اللہ کی نصیحت کے قائل تھے۔

تہذیب المتین فی تاریخ امیر المومنین جلد ۱ حصہ دوم

ص ۲۸۷ مطبوعہ مطبع یوسفی دہلی طبع قدیم

اصول کافی :-

قَالَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَصَعَقَتْهُمْ
الْحِلْمَةُ مِنَ الْأَمِينِ جَبْرِئِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ حَتَّى
سَدَّ طُتُّ عَلَى وَجْهِهِ فَقُلْتُ نَعَمْ وَرَضِيْتُ .

(اصول کافی جلد اول ص ۲۸۲ کتاب الحجۃ مطبوعہ تہران)

طبع جدید۔

صافی شرح اصول کافی :-

گفت امیرالمومنین پس بنایت مضطرب شدم و قتیکہ فکر کردم و فہیدم آن
سخن را از امین الہی جبرئیل علیہ السلام کہ مراد شکستن تن عمد نیست بلکہ مراد
غضب دختر من است کہ بزور خواہند گرفت اشارت است بغضب
علم کلثوم فاطمہ علیہا السلام را تا آنکہ افتادم بروئے خود گفتم آری۔
قبول کردم و راضی شدم۔

(صافی شرح اصول کافی مصنف ملا خلیل قزوینی جلد

سوم ص ۲۸۲ باب شخصت و یکم مطبوعہ نیکشور

طبع قدیم۔)

ترجمہ : (جبرئیل امین نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عرض کی آپ کی آل کا
پردہ چاک کیا جائے گا۔) حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ
جب میں نے اس پر غور کیا تو مجھے بڑی پریشانی لاحق ہوئی ۔
اور میں نے اس قول کو سمجھا جو کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے

ذبا یا تھا کہ اس سے مراد عہد کا توڑنا نہیں ہے۔ بلکہ اس سے مراد میری دختر کا غصب کرنا ہے کہ وہ اسے زبردستی غصب کر میں گے۔ یہ اشارہ ہے حضرت عمر کے ام کلثوم بنت فاطمہ کو غصب کرنے کی طرف (حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ سن کر میں منہ کے بل گر پڑا اور میں نے کہا ہاں میں نے قبول کیا اور میں راضی ہو گیا۔

لمحہ فکر بہار۔

اسوال کافی کی مذکورہ حدیث کی ملاحظہ فرمائی مجتہد شیعہ نے جو شرح لکھی ہے اس میں اس نے بقول حضرت علی رضی اللہ عنہ ثابت کیا ہے کہ ام کلثوم بنت فاطمہ رضی اللہ عنہما کے عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ساتھ عقد کی پیش گوئی جبریل علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے پہلے ہی بیان فرمادی تھی۔ جس کو حضرت علی رضی اللہ عنہ پہلے ہی قبول کر چکے تھے۔

ہذا ان نکاح کا انکار کرنا تو اللہ تعالیٰ کے حکم کا انکار کرنا ہے۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جو اللہ تعالیٰ سے عہد کیا ہے اور اللہ تعالیٰ سے اس رشتہ کی رضا کا اظہار کیا ہے۔ اس عہد کو توڑنا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان شیعوں کو ہدایت دے۔ کہ یہ ایسی زور آزمائی نہ کریں جس سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خدا سے عہد ٹوٹنا لازم آئے۔

نوٹ ہے:-

مذکورہ حدیث میں جو یہ ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو فرمایا کہ تمہاری آل کی عزت کی ہتھک کی جائے گی اور اس سے مراد ام کلثوم کا عقد ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کا یہ مطلب سمجھا کہ میری رٹ کی مجھ سے زبردستی

غضب کی جائے گی۔ یہ اصل حقیقت کو چھپانے کے لیے شیعوں کی ایسی وضعی اور سن گھڑت عبارت ہے جس کو عقل و نقل قبول نہیں کرتے کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تو شیر خدا ہیں کسی کم درجہ کے آدمی کی لڑکی کا غضب کر لینا بھی کوئی آسان مسئلہ نہیں ہوتا چہ جائیکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی ہو جن کا دعویٰ ہے کہ اگر پورا عرب بھی میرے مقابلہ میں آجائے تو میں ان کی گردنیں اتارنے میں دیر نہیں کروں گا۔ (رنج اہل ائمہ تو اس شیر خدا کے متعلق ایسی لغو اور بزدلانہ عبارت منسوب کرنا ان کی بہت بڑی توہین ہے۔

حوالہ نمبر ۱۸:-

تاریخ یعقولی:-

وَفِي هَذِهِ السَّنَةِ خَطَبَ عُمَرُ إِلَى عَلِيٍّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ
أَمَّ كَثْرَمَ بِنْتِ عَلِيٍّ، وَأُمَّهَا فَاطِمَةُ بِنْتُ رَسُولِ
اللَّهِ، فَتَنَالَ عَلِيٌّ: إِنَّهَا صَغِيرَةٌ! فَقَالَ: إِنِّي لَمْ أُرِدْ
حَيْثُ ذَهَبْتُ. لَكِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ يَقُولُ كُلُّ
نَسَبٍ وَنَسَبٍ يَنْتَقِطُ يَرْمِ الْيَتِيمَةَ إِلَّا سَبِيَّ وَ
نَسَبِي وَصِهْرِي فَأَرَدْتُ أَنْ يَكُونَ لِي سَبَبٌ وَصِهْرِي
بِرَسُولِ اللَّهِ فَتَزَوَّجَهَا وَأَمَّهَا عَشْرَةَ أَلْفٍ
دِينَارٍ.

(تاریخ یعقولی جلد ثانی ص ۱۲۶ مطبوعہ بیروت)

ترجمہ:- سی سال عمر فاروق نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ام کثرم بنت علی جن کی ماں فاطمہ بنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کا رشتہ طلب کیا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا وہ چھوٹی ہیں حضرت عمر فاروق

نے فرمایا کہ میں اس چیز کا ارادہ نہیں رکھتا جس کا آپ نے خیاں فرمایا۔ میں تو صرف اس لیے یہ رشتہ طلب کر رہا ہوں۔ کہ میں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپ فرما رہے تھے۔ تمام نسبتیں اور سبب قیامت میں منقطع ہو جائیں گے مگر میرا سبب اور نسب اور صحریت منقطع نہ ہوگی پس میں نے ارادہ کیا کہ میرے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحریت۔ (یعنی دامادی) کا تعلق پیدا ہو جائے۔ اس پر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے (عمر فاروق کی بات کو قبول کرتے ہوئے) اپنی بیٹی ام کلثوم کا ان سے عقد کر دیا۔ اور دس ہزار دینار ان کا حق ہر باندھا۔



حوالہ نمبر ۱۹ :-

تہذیب الاحکام :-

عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ الْقُتَيْبِيِّ عَنِ الْقَدَّاحِ
عَنْ جَعْفَرِ عَنْ أَبِيهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ مَاتَتْ
أُمُّ كَلْبِ بْنِ بِنْتِ عَنِّي عَلَيْهِ السَّلَامُ وَ
ابْنُهَا زَيْدُ بْنُ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فِي سَفَرٍ
وَاحِدَةٍ لَا يُدْرِي أَيُّهُمَا هَلَكَ قَبْلَ فَلَمْ
يُورَثْ أَحَدُهُمَا مِنَ الْآخِرِ وَ صَلَّى
عَلَيْهِمَا جَمِيعًا.

تہذیب الاحکام جلد ۹ ص ۲۶۳ -

(کتاب الفرائض والموارث)

ترجمہ :- جعفر بن محمد نے قَدَّاح سے اہل نے امام جعفر سے اور انہوں نے امام
باقر سے روایت کیا ہے کہ حضرت علی کی بیٹی ام کلثوم اور ام کلثوم کا بیٹا
زید بن عمر بن الخطاب ایک گھڑی ایک ساتھ فوت ہوئے۔ یہ معلوم
نہوا کہ دونوں میں پہلے کون فوت ہوا اس لیے کوئی ایک بھی دونوں
میں سے دوسرے کا وارث نہ بن سکا اور دونوں پر اکٹھے جنازہ
پڑھا گیا۔

حوالہ نمبر ۲۰ :-

مناقب آل ابی طالب :-

قَالَ الشَّيْخُ الْمُفِيدُ فِي الْأَشَادِ أَوْلَادُهُ

خَمْسَةَ وَعِشْرُونَ وَرُبَمَا يَزِيدُونَ عَلَى
 ذَلِكَ إِلَى خَمْسَةِ وَثَلَاثِينَ ذَكَرَهُ النَّسَائِيُّ
 الْعَمْرِيُّ فِي الشَّافِعِيِّ وَصَاحِبُ الْأَنْوَارِ
 الْبُنُودِ خَمْسَةَ عَشَرَ وَالْبَنَاتُ شِمَانِيَةَ
 عَشَرَ..... وَأُمُّ كُلْثُومِ الْكُبْرَى
 تَزَوَّجَهَا عُمَرُ.

(مناقب آل ابی طالب المعروف مناتب

شہر آشوب جلد ۲ ص ۱۳۰۴)

ترجمہ ۱۔ شیخ مفید نے ارشاد میں کہا کہ حضرت علی کی اطلاع پچیس تک ہے بلکہ اس
 سے زائد بھی ہو سکتی ہے یعنی ۳۵ تک، اسے نساہ عمری نے ثانی میں
 نقل کیا۔ اور صاحب الانوار نے لکھا کہ آپ کے بیٹے پندرہ اور بیٹیاں
 اٹھارہ ہیں جن میں بڑی ام کلثوم ہے جن کا نکاح حضرت عمر سے ہوا۔

بحث دوم

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ساتھ سیدہ ام کلثوم بنت

فاطمہ رضی اللہ عنہما کے نکاح کے متعلق اہل سنت کے دلائل

پر عبد الکریم صاحب مشتاق شیعہ کی جاہلانہ جرح و تنقید

اور اس کے جوابات

سیدہ ام کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہما جو سیدہ خاتون جنت رضی اللہ عنہما کے بطن سے ہیں ان کے ساتھ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہما کے نکاح پر علمائے اہل سنت نے کتب شیعہ سے جو دلائل پیش کئے ہیں ان پر ایک شیعہ ذاکر عبد الکریم صاحب مشتاق نے جرح و تنقید کی ہے۔ مشتاق صاحب کتنا یہ چاہتے ہیں ان دشمنوں کی کتب سے جو روایات بطور حجت پیش کی گئی ہیں ان کے راوی مجروح، مقدوح اور فاسد العقیدہ ہیں۔ لہذا ایسی کوئی روایت ان کو قابل قبول نہیں ہے۔ اہل سنت نے ام کلثوم بنت فاطمہ الزہراء کے عمر فاروق کے ساتھ عقد کو جو مشہور کر رکھا ہے۔ اس کی حقیقت ایک افسانہ سے زیادہ نہیں ہے۔

پچھلے صفحات میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ شیعہ مسلک کی معتبر اور صحاح کتب حدیث استبصار تہذیب الاحکام اور فروع کافی میں امام جعفر صادق سے روایات موجود ہیں کہ جب عمر فاروق شہید ہو گئے تو علی مرتضیٰ گئے اور اپنی بیٹی ام کلثوم کو اپنے گھر لے آئے

خَمْسَةَ وَعِشْرُونَ وَدُبَمَا يَزِيدُونَ عَلَى
 ذَلِكَ إِلَى خَمْسَةِ وَثَلَاثِينَ ذَكَرَهُ النَّسَائِيَّةُ
 الْعَمَرِيُّ فِي الشَّافِعِيِّ وَصَاحِبُ الْأَنْوَارِ
 الْبَنُونَ خَمْسَةَ عَشَرَ وَالْبَنَاتُ ثَمَانِيَةَ
 عَشَرَ وَأُمُّ كُلْتُهُم الْكُبْرَى
 تَزَوَّجَهَا عُمَرُ.

(مناقب آل ابی طالب المعروف مناقب

شہر آشوب جلد ۳ ص ۱۳۰۴)

ترجمہ:- شیخ مفید نے ارشاد میں کہا کہ حضرت علی کی اولاد پچیس تک ہے بلکہ اس
 سے زائد بھی ہو سکتی ہے یعنی ۵۳ تک، اسے نسابہ عمری نے ثانی میں
 نقل کیا۔ اور صاحب الانوار نے لکھا کہ آپ کے بیٹے پندرہ اور بیٹیاں
 اٹھارہ ہیں جن میں بڑی ام کلثوم ہے جن کا نکاح حضرت عمر سے ہوا۔

بحث دوم

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ساتھ سیدہ ام کلثوم بنت
فاطمہ رضی اللہ عنہما کے نکاح کے متعلق اہل سنت کے دلائل
پر عبد الکریم صاحب مشتاق شیعہ کی جاہلانہ جرح و تنقید

اور اس کے جوابات

سیدہ ام کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہما جو سیدہ خاتون جنت رضی اللہ عنہما کے
بطن سے ہیں ان کے ساتھ سیدہ نامہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے نکاح پر علمائے اہل سنت
نے کتب شیعہ سے جو دلائل پیش کئے ہیں ان پر ایک شیعہ ذاکر عبد الکریم صاحب مشتاق
نے جرح و تنقید کی ہے۔ مشتاق صاحب کہنا یہ چاہتے ہیں ان شیعہ کی کتب سے
جو روایات بطور حجت پیش کی گئی ہیں ان کے راوی مجروح، مقدوح اور فاسد العقیدہ
ہیں۔ لہذا ایسی کوئی روایت ان کو قابل قبول نہیں ہے۔ اہل سنت نے ام کلثوم بنت
فاطمہ الزہراء کے عمر فاروق کے ساتھ عقد کو جو مشہور کر رکھا ہے۔ اس کی حقیقت ایک
افسانہ سے زیادہ نہیں ہے۔

کچھ صفحات میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ شیعہ مسلک کی معتبر اور صحاح کتب حدیث
استبصار تہذیب الاحکام اور فروع کافی میں امام جعفر صادق سے روایات موجود ہیں کہ
جب عمر فاروق شہید ہو گئے تو علی مرتضیٰ گئے اور اپنی بیٹی ام کلثوم کو اپنے گھر لے آئے

اس سے امام جعفر نے یہ مسئلہ ثابت کیا کہ بیوہ جہاں چاہے عدت گزار سکتی ہے ضروری نہیں کہ شوہر کے گھر میں ہی عدت گزارے۔ ان روایات سے اظہر من الشمس ہو جاتا ہے کہ علی مرتضیٰ کی بیٹی ام کلثوم کا عقد حضرت عمر فاروق سے تھا اور یہ بات اتنی مضبوط ہے کہ امام جعفر اس سے متعدد دینی مسائل ثابت کرتے ہیں۔ ہم ذیل میں ایسی روایات دوبارہ پیش کرتے ہیں اور پھر ان کے راویوں پر عید الکریم مشتاق شیونے جو غلط جرح کی ہے اسے پیش کریں گے۔

روایت اول:-

فروع کافی:-

حَمِيدُ بْنُ زَيَْادٍ عَنْ أَبِي سَمَاعَةَ عَنْ مُحَمَّدِ
بْنِ زَيَْادٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَنَانٍ وَمُعَاوِيَةَ
بْنِ عَمَّارٍ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ
سَأَلْتُهُ عَنِ الْمَرْأَةِ الَّتِي مَاتَتْ عَنْهَا زَوْجُهَا
أَتَعْتَدُ فِي بَيْتِهَا أَوْ حَيْثُ شَاءَتْ قَالَ بَلْ حَيْثُ
شَاءَتْ إِنْ غَلِيًّا عَلَيْهِ السَّلَامُ
لَمَّا تَوَفَّيْتُ خَمْرًا أَوْ أَمْ كَلْثُومًا وَأَنْطَلَقَ
بِهَذَا إِلَى بَيْتِهِ۔

(فروع کافی جلد پنجم ص ۵۵ کتاب الطلاق)

ترجمہ: حمید بن زیاد نے ابن سماعہ سے اس نے محمد بن زیاد سے اس نے
عبد اللہ بن سنان اور معاویہ بن عمار سے اور انہوں نے امام جعفر
سے روایت کیا کہتے ہیں میں آپ سے اس عدت کے بارہ میں

پوچھا جس کا شوہر فوت ہو جائے کیا وہ اپنے گھر شوہر کے گھر اعدت
گزارے یا جہاں چاہے فرمایا ہاں جہاں چاہے جب عمر کی وفات ہو
گئی تو علی علیہ السلام ام کلثوم کو اپنے گھر لے آئے۔

روایت دوم:-

فروع کافی:-

مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى وَغَيْرُهُ عَنْ أَحْمَدِ
بْنِ مُحَمَّدٍ بْنِ عِيْسَى عَنِ الْحُسَيْنِ بْنِ سَعِيدٍ
عَنِ النَّضْرِ بْنِ سُوَيْدٍ عَنِ هِشَامِ بْنِ سَالِمٍ
عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ خَالِدٍ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا
عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنْ امْرَأَةٍ تُوْفِي عَنْهَا
زَوْجُهَا آيْنَ تَعْتَدُ فِي بَيْتِ زَوْجِهَا أَوْ
حَيْثُ شَاءَتْ قَالَ بَلَى حَيْثُ شَاءَتْ
لَشَقِّ قَالَ إِنَّ عِدِّيَا عَلَيْهِ السَّلَامُ لَمَّا مَاتَ
عُمَرُ آتَى أُمَّ كُلْثُومٍ فَآخَذَ بِيَدَيْهَا فَانْطَلَقَ
بِهَا إِلَى بَيْتِهِ.

(فروع کافی جلد پنجم ص ۵۱ کتاب الطلاق)

ترجمہ:- محمد بن یحییٰ وغیرہ احمد بن محمد سے وہ حسین بن سعید سے وہ نصر بن
سوید سے وہ ہشام بن سالم سے اور وہ سلیمان بن خالد سے
روایت کرتا ہے کہ میں نے امام جعفر سے اس عورت کے متعلق پوچھا
جس کا شوہر فوت ہو چکا ہو وہ عدت کہاں گزارے شوہر کے گھر

میں یا جہاں چاہے فرایا ہاں جہاں چاہے جب عمر فوت ہوئے۔ تو
علی علیہ السلام ام کلثوم کے پاس گئے اس کا ہاتھ پکڑا اور اسے اپنے گھر
لے آئے۔

یاد رہے یہی دونوں روایتیں بعینہ تہذیب الاسکام اور استبصار میں نہیں راویوں
کے ساتھ موجود ہیں۔

اب ہم مشتاق صاحب کی جاہلانہ تنقید کو ان کے رسالہ افسانہ مقدم کلثوم سے
ترتیب وار مع جواب پیش کرتے ہیں تاکہ ان کی جہالت کھل کر آپ کے سامنے آجائے

افسانہ مقدم کلثوم

ثبوت روایات کا جواب

عدت گزارنے کا مسئلہ

فروع کافی، استبصار تہذیب کی جو روایت عدت گزارنے کے مسئلہ میں
مولوی عبد الرحمن صاحب نے نشان کر دائی ہے۔ اس کے راوی مروج، مقدم مروج
اور فاسد العقیدہ ہیں۔

فروع کافی کے راوی حمید بن زیاد اور ابن سماعہ ہیں ان دونوں کا تعلق مذہب
واقفی سے ہے۔ جن کو کفر و زندقہ تک مماثلت ہے جیسا کہ رجال امامتانی جلد اول
۳۷۸ پر امام رضا علیہ السلام کی احادیث سے ثابت ہے۔ اسی روایت کا
ایک راوی حسن بن محمد بن سماعہ ہے علماء رجال کے نزدیک بالاتفاق واقفی مذہب

تھا۔ (رجال کشی ص ۲۹۳) (ما تودار سالہ افسانہ عقیدہ کلثوم مصنفہ عبد الکریم مشتاق ص ۵۸-۵۹ مطبوعہ کراچی)

جواب :-

عبد الکریم صاحب مشتاق شیعہ نے فروغ کافی کی پہلی روایت کے دو راویوں حمید بن زیاد اور حسن بن محمد بن سماعہ کو واقعی المذہب ٹھہرا کر روایت کو ناقص اعتماد قرار دیا ہے یہ ان کی جہالت کی منہ بولتی تصویر ہے۔ ہم سب سے پہلے کتب شیعہ سے واقعی مذہب کی تعریف پیش کرتے ہیں تاکہ مشتاق صاحب کا پیدا کردہ ابہام رفع ہو سکے۔

فرق الشیعۃ :-

الرَّاقِفَةُ رُفُّ فِیْهِ عَلٰی مُوسٰی بْنِ جَعْفَرٍ
اَنَّهُ الْاِمَامُ الْقَائِمُ۔

د فرق الشیعہ لابن محمد الحسن بن موسیٰ النوبختی شیعہ
ص ۸۱ مطبوعہ نجف اشرف طبع جدید

ترجمہ :- واقعی شیعوں کا وہ فرقہ ہے جو امام موسیٰ کاظم کو امام قائم سمجھتے ہیں۔
کتاب مذکور کے اسی صفحہ کے حاشیہ پر لکھا ہے

اِنَّهُ لَا يَمُوتُ لِاَنَّهُ الْقَائِمُ
فَاعْتَمَدَتْ عَلَيْهِ طَائِفَةٌ مِّنَ
الشَّيْعَةِ۔

یعنی وہ (امام موسیٰ کاظم) فوت نہیں ہوں گے کیونکہ وہ امام قائم ہیں
شیعوں کے ایک گروہ نے اس پر اعتماد کیا ہے۔
معلوم ہوا کہ ”واقفہ“، بھی شیعہ ہی کا ایک گروہ ہے۔ اس گروہ پر مشتاق صاحب

نے شرک ہونے کا بحوالہ رجال بمقتانی جو فتویٰ لگایا ہے وہ بھی از سر تریا غلط و بی بنیاد ہے۔ لیجئے عقدا م کلثوم کی روایت کے ایک راوی حمید بن زیاد کا حال عبد اللہ بمقتانی کی زبانی ہی ہم آپ کو سنوائے دیتے ہیں۔

تنقیح المقال :-

حَمِيدُ بْنُ زِيَادٍ التَّيْنَوِيُّ عَالِمٌ جَلِيلٌ وَاسِعُ
الْعِلْمِ ثُمَّ كَثِيرُ التَّصَانِيفِ فَتَذَكَّرْنَا
طَرَفًا مَرَّةً كُتِبَ فِي الْمَهْرِسْتِ وَقَالَ فِي
الْمَهْرِسْتِ حَمِيدُ بْنُ زِيَادٍ مِمَّنْ أَهْلُ
التَّيْنَوِي قَرِيْبُهُ إِلَى جَنْبِ الْحَاثِرِ عَلَى
صَاحِبِهِ السَّلَامُ بِشَعْنِهِ وَكَثِيرُ
التَّصَانِيفِ.

تنقیح المقال بعد اشد بمقتانی جلد اول ص ۳۶۱

باب حمید مطبوعہ تہران طبع جدید

توجہ! حمید بن زیاد تینوی۔ عالم جلیل، صاحب علم وسیع اور کتب کثیرہ کا مصنف تھا۔ اس کی بعض کتب کا ہم نے فہرست میں ذکر کیا ہے۔ اور فہرست میں کہا کہ حمید بن زیاد تینوی کا باشندہ تھا۔ جو کہ شہر حائر کے قریب ایک قریہ کا نام ہے۔ وہ ثقہ راوی تھا اور بہت سی کتابوں کا مصنف بھی۔

نوٹ :-

حمید بن زیاد کے بارے میں شیخ طوسی اور نجاشی میں اختلاف ہے جو اسی

جگہ بعد اشد متقانی نے بڑے بڑے کے ساتھ نقل کیا ہے اختلاف یہ ہے کہ نجاشی
توحید کو واقعی المذہب انتہا ہے مگر شیخ طوسی اس کا منکر ہے۔ دونوں کے دلائل
نقل کرنے کے بعد اشد متقانی اپنی تحقیق یوں پیش کرتے ہیں۔ اصل عبارت
ملاحظہ ہو۔

تنقیح المقال :-

وَ أَقُولُ لَرُ لَا أَنَّ النَّجَاشِيَّ فِي غَايَةِ
الضَّبْطِ لَا مَكْنَ مِنْهُ وَقَدْ الرَّجُلُ بَعْدُ
ذِكْرِ الشَّيْخِ لِذَلِكَ وَلَكِنَّ النَّجَاشِيَّ
لَا مَعْدَلَ عَنْ قَوْلِهِ لِعَايَةِ ضَبْطِهِ فَالْحَقُّ
أَنَّ الرَّجُلَ مُرْتَقٍ وَقَدْ عَدَّاهُ فِي
الْحَاوِي أَيْضًا فِي بَابِ الْمُوثَّقِينَ
وَعَدَّاهُ فِي الْوَجِيذَةِ وَالْبُلْغَةِ أَيْضًا
مُوثَّقًا وَفِي الْمُشْتَرَكِ اثْنَيْنِ إِنَّهُ ثِقَّةٌ
وَاقِفٌ

(تنقیح المقال جلد اول ص ۲۷۹ باب حمید مطبوعہ

تہران طبع جدید)

ترجمہ :- اور میں (عبد اشد متقانی) کہتا ہوں کہ اگر نجاشی نہایت توی الحافظ
نہ ہوتا تو آدمی (حمید بن زیاد) کا واقعی نہ ہونا شیخ کے ذکر نہ کرنے کے
مطابق ممکن تھا۔ لیکن توی الحافظ ہونے کی وجہ سے نجاشی کے
قول سے صریح نظر نہیں کیا جاسکتا۔ حق یہ ہے کہ وہ (حمید بن زیاد)

ثقفہ ہے۔ اور ”الحاوی“ میں بھی اسے ثقہ لوگوں میں شمار کیا گیا ہے اور ”وجیزہ اور بلغہ“، دو کتابوں کے نام میں بھی اسے ثقہ ہی لکھا گیا ہے اور مشنر کاتبین دنا کتاب میں ہے کہ وہ ثقہ اور واقفی المذہب ہے۔

قارئین محترم! آپ نے معلوم کر لیا کہ پہلے راوی حمید بن زیاد کے واقفی ہونے پر اول تو علمائے شیعہ کے ہاں واقفی ہونا راوی کے ثقہ ہونے اور اس کی روایت کے قائل اعتماد ہونے میں مضر نہیں۔ لہذا عبد الکریم کا وارثا کہ حمید کو تنقیح المقال میں مشرک و زندیق کہا گیا ہے۔ بالکل غلط اور جھوٹ ہے۔ بلکہ صاحب تنقیح المقال نے تو اپنا فیصلہ یہ سنایا ہے کہ حمید ثقہ اور قابل اعتماد آدمی ہے

دوسرے راوی حسن بن محمد بن سماعہ، کا خال از کتب شیعہ

اس راوی پر بھی ملا عبد الکریم صاحب مشتاق کی وہی تنقید ہے کہ یہ واقفی المذہب ہے۔ اس لیے قابل اعتماد نہیں۔ گزشتہ اوراق میں ہم ثابت کر چکے ہیں کہ علمائے شیعہ کے نزدیک کسی راوی کا واقفی ہونا۔ اس کے ثقہ ہونے کو مانع نہیں۔ تاہم اس راوی کے متعلق تنقیح المقال کی عبارت پیش خدمت ہے۔

تنقیح المقال ۱۔ الحسن بن محمد بن سماعہ
الکندی فی الوجیزہ و البلغہ
والمشترکاتین و الحاوی و غیرہا
أنه موثق متما لا كلام فيه۔

و تنقیح المقال جلد اول ص ۳۲ باب الحسن مطبوعہ

تہران طبع جدید

برہ: حسن بن محمد بن سماعہ الکندی ————— وجیزہ ربلغہ، مشترکاتین اور حاوی وغیرہ میں ہے کہ وہ ثقہ ہے۔ پس اس آدمی (ابن سماعہ) کے ثقہ ہونے میں کچھ کلام نہیں ہے۔

قارٹین کلام! آپ نے دیکھ لیا کہ وجیزہ، بلغہ، مشترکاتین اور حاوی وغیرہ ان تمام اہل تشیع کی کتب اسمائے رجال نے ابن سماعہ کے واقفی ہونے کے باوجود اس کے ثقہ ہونے پر اتفاق کیا ہے۔ اگے چل کر تنقیح المقال نے ان مصنفین پر سخت تنقید کی ہے جنہوں نے اپنی کتب میں ابن سماعہ کی تعریف و توصیف کرنے کے باوجود اسے درجہ اول کے راویوں میں شمار نہیں کیا۔ حالانکہ اس سے کم درجہ کے لوگوں کو درجہ اول میں شامل کیا گیا ہے۔

گویا صاحب تنقیح المقال نے ایسے مصنفین پر مہرج کی ہے۔ کیونکہ مذکورہ تمام کتب اسمائے رجال نے اتفاق کیا ہے کہ ابن سماعہ کے ثقہ ہونے پر کوئی کلام نہیں ہے۔ الغرض ابن سماعہ کو تمام شیوخ کتب کے اسمائے رجال نے ثقہ لکھا ہے اگرچہ بعض نے درجہ دوم میں اور بعض نے درجہ اول میں شمار کیا ہے۔ اور تنقیح کے مصنف کے نزدیک یہ راوی درجہ اول کے راویوں میں سے ہے۔

معلوم ہوا کہ فریخ کافی کی پہلی روایت، جس میں جناب علی رضی اللہ عنہ کے اسم کلثوم رضی اللہ عنہا کو دارالامارت سے حضرت عمر کے وصال کے بعد اپنے گھرے جانے کا ذکر ہے۔ بالکل صحیح اور قابل اعتماد ہے۔ کیونکہ اس کے رواۃ کا حال بے غبار ہو کر آپ کے سامنے آگیا ہے۔



فروع کافی کی روایت دوم پر عبد الکریم صاحب مشتاق کی

تنقید جاہلانہ۔

فروع کافی کی اس دوسری روایت کا مضمون بھی وہی ہے جو پہلی روایت میں مذکور ہے۔ اس پر عبد الکریم صاحب مشتاق کی تنقید ملاحظہ ہو۔

افسانہ عقدا م کلثوم۔

اسی طرح دوسری روایت کا راوی ہشام بن سالم ہے جو فاسد العقیدہ تھا اور اللہ کی صورت مانتا تھا درجال کشی ص ۱۸۴)

(ماخوذ از در افسانہ عقدا م کلثوم، ص ۵۹)

جواب :-

عبد الکریم مشتاق شیعہ نے ہشام بن سالم کو رجال کشی کے جس قول کی بنا پر فاسد العقیدہ اور اللہ تعالیٰ کی صورت ماننے والا قرار دیا ہے۔ یہ رجال کشی کا روایت ضعیف کی بنا پر قول ہے ورنہ حقیقت حال یہ نہیں رہم شیعہ کی مضبوط ترین اسمائے رجال کی کتاب جامع الرواۃ سے ہشام بن سالم کا حال آپ کے سامنے پیش کرتے ہیں۔

اصل عبارت ملاحظہ کریں۔

❖ ❖ ❖

❖

فروع کافی کی دوسری روایت کے پہلے راوی ”ہشام

بن سالم کا حال“۔

جامع الرواة:-

هَشَامُ بْنُ سَالِمٍ — رَوَى عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ
وَأَبِي الْحَسَنِ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ ثِقَتَهُ
ثِقَتَهُ (صه - جش) لَهُ كِتَابٌ عَنْهُ
ابْنُ أَبِي عَمِيرٍ (جش) لَهُ أَصْلٌ عَنْهُ
ظَاهِرٌ أَنَّكَ صَحِيحٌ الْعَقِيدَةُ مَعْرُوفٌ
الْوَلَايَةِ غَيْرُ مَدَافِعٍ فَكَالَهُ ابْنُ
طَاوُوسٍ فَتَدَسَّ سِرُّهُ وَمَا رَوَاهُ
النَّكِشِيُّ مِنْ أَنَّكَ زَعَمْتَ أَنَّ لِلَّهِ حَدَّثَ وَ
جَلَّ صُورَةٌ وَأَنَّ أَدَمَ خُلِقَ عَلَى
مِثَالِ الرَّبِّ فَنَفَى الطَّرِيقُ مُحَمَّدُ
بْنُ مُوسَى بْنِ عِيسَى الهمداني وهو
ضَعِيفٌ وَأَسْرُكِيٌّ بَرُّ عَبْدٍ
الْكُتَيْبَانِيَّ وَعَبْدُ الْمَلِكِ
بْنِ هَشَامِ الْخَطَّاطِ وَهُمَا
مَجْهُولَانِ۔

جامع الرواة مصنف محمد بن علی اردبیلی شیعہ
جلد دوم ص ۳۱۴-۳۱۵ باب الہادی بعدہ
التشہین مطبوعہ قم ایران طبع جدید سن طباعت
۱۴۰۳ھ

ترجمہ: ہشام بن سالم۔ جس نے امام جعفر صادق اور ابوالحسن سے روایت
کی ہے۔ ثقہ ہے۔ ظاہر یہ ہے کہ وہ صحیح العقیدہ اور صاحب
ولایت ہے اور اس کا کوئی مدافع نہیں۔ یہ ابن طاووس نے کہا
ہے۔ اور جو بحال کشی میں روایت کیا گیا ہے کہ وہ عقیدہ رکھتا تھا
کہ اللہ تعالیٰ کی صورت ہے۔ اور آدم علیہ السلام کو اللہ کی صورت
پر پیدا کیا گیا۔ تو اس روایت کے طریقہ میں محمد بن موسیٰ بن
علی بن ہمدانی ضعیف راوی ہے۔ اور اسکیب بن عبدک الکیسانی
اور عبد الملک بن ہشام الخياط بھی دونوں مجہول راوی ہیں۔

نتیجہ المقال :-

هَشَامُ بْنُ سَالِمٍ الْجَوَالِيقِيُّ ثِقَّةٌ
ثِقَّةٌ فِي الْقَسَمِ الْأَوَّلِ مِنَ الْخُلَاصَةِ
قَالَ ابْنُ دَاوُدَ فِي الْبَابِ الْأَوَّلِ هَشَامُ بْنُ
سَالِمٍ الْجَوَالِيقِيُّ مَوْلَى بَشْرَ بْنِ مَرْوَانَ أَبِي الْحَكَمِ
ق م حَبِثٌ ثِقَّةٌ ثِقَّةٌ وَثِقَّةٌ فِي الْوَجِيزَةِ
وَالْبُلْغَةِ وَفِي التَّحْرِيرِ أَنَّكَ صَحِيحٌ الْعَقِيدَةِ

مَعْرُوفُ الْوَلَايَةِ غَيْرُ مَدَارِفِہ۔

(منقح المقال جلد سوم ص ۱۳۰ باب ہشام مطبوعہ

تہران طبع جدید)

ترجمہ:- ہشام بن سالم بن ابوالیقہ..... ثقہ ہے، (کتاب) الخلاصہ کے قسم

اول کے راویوں میں سے ہے۔ اور ابن دائر نے باب اول میں

کہا کہ ہشام بن سالم بن ابوالیقہ بشر بن مروان ابوالحکم کا (آزاد کردہ غلام)

مولیٰ ہے۔ ثقہ ہے، بہت ثقہ ہے۔ (اس کے علاوہ) اسے وجیزہ

اور بلغہ نامی کتابوں نے ثقہ قرار دیا ہے۔ اور تحریر (نام کتاب)

میں ہے کہ وہ صحیح العقیدہ، معروف الولایہ ہے اور اس کا کوئی

مدافع نہیں ہے۔ (جو اسے ضعیف ثابت کر سکے۔)

قارئین کو عبد الکریم مشتاق کی رسعت علمی کا اچھی طرح اندازہ ہو چکا ہوگا۔

ان بے چارے کو اپنی ہی اسمائے رجال کی کتب کا علم نہیں ورنہ اس قدر بے معنی

دوڑ دھوپ اور لاعینی تنقید نہ کرتے۔ آپ نے دیکھا کہ شیخ اسمائے رجال کی مذکورہ

کتب نے راوی مذکورہ کا جہاں ذکر کیا ہے اسے وہ دفعہ ثقہ ثقتہ تحریر کیا ہے۔ بلکہ

اس راوی (ہشام بن سالم) کے متعلق ان کتابوں نے یہاں تک لکھا ہے کہ وہ نہ

صرف صحیح العقیدہ تھا بلکہ صاحب الولایہ بھی تھا۔

معلوم ہوا کہ جناب مشتاق صاحب نے اس کے متعلق جو فاسد العقیدہ

ہونے کا فتوے ارشاد فرمایا ہے وہ سراسر جھوٹ بے بنیاد اور ان کی جہالت

پر مبنی ہے۔



حقیقت یہ ہے کہ فروع کافی کی مذکورہ روایت دوم باطل درست ہے اور امام جعفر کا یہ قول بجا ہے کہ ام کلثوم دختر علی کا عمر فاروق سے نکاح تھا اور جب عمر فاروق فوت ہوئے تو علی اپنی بیٹی کو اپنے گھر لے آئے اور انہوں نے اپنے باپ کے گھر عدت گزاری اور یہ امر اس قدر مضبوط ہے کہ امام جعفر اس سے مسائل اخذ کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ معلوم ہوا شوہر کے فوت ہونے کے بعد عورت جہاں چاہے عدت گزار سکتی ہے۔

دوسری روایت کے راوی سلیمان بن خالد کے

حالات

نکاح ام کلثوم رضی اللہ عنہا بعمر فاروق رضی اللہ عنہ کی دوسری روایت کے راوی سلیمان ثانی بن خالد کے متعلق عبدالکریم مشتاق نے لکھا ہے کہ وہ زیدیر فرقہ سے تعلق رکھتا تھا۔ اور نجاشی اور شیخ طوسی نے اس کو ثقہ تسلیم نہیں کیا۔ لہذا شیخ معترض کی اصل عبارت ملاحظہ فرمائیں۔

یہ روایت سلیمان بن خالد سے بھی مروی ہے۔ جو زیدیر فرقہ سے تھا۔ تنقیح المقال جلد ۱ پر ہے نجاشی اور شیخ طوسی نے اسے ثقہ تسلیم نہیں کیا۔ ابن داؤد نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے۔ اور معیاس الدرایہ ص ۸۴ پر ہے کہ زیدیر واقفی، ناصبی ایک ہی منزلت پر ہیں (ماخوذ از رسالہ انسانہ عقد ام کلثوم ص ۱۵۹) جواب :-

شیخ ملاں نے جو کچھ لکھا ہے یہ اپنی کم علمی کی وجہ سے لکھا ہے اس نے یا تو تنقیح المقال کی عبارت کو نہیں سمجھا یا پھر بڑی بددیانتی سے کام لیا ہے کیونکہ شیخ طوسی اور نجاشی نے اس کی اس قدر تعریف کی ہے کہ شیخ طوسی نے

ثقة اور فقہائے صالحین سے قرار دیا اور نجاشی نے قاری۔ رجبیہ۔ فقیہ لکھا۔ اور یہ کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو اس کے مرنے کا بڑا دکھ ہوا اور کہا کہ یہ اس کے ثقة ہونے کی بہت بڑی دلیل ہے جیسا کہ اسی طرح صاحب تنقیح المقال نے واضح الفاظ میں کہا ہے کہ نجاشی نے اگرچہ صرف لفظ ثقة اس کے متعلق نہیں کہا جس قدر اس کے حالات لکھے ہیں اس سے اس کا ثقة ہونا بالکل واضح اور عیاں ہے۔

ہذا تنقیح المقال سے شیخ طوسی کی اصل عبارت ملاحظہ فرمائیں۔

تنقیح المقال :-

سَلِيمَانُ بْنُ خَالِدٍ أَبُو الرَّبِيعِ الْهَلَالِيُّ الْبَجَلِيُّ
الْأَقْطَعِ عَدَهُ الشَّيْخُ فِي رِجَالِهِ مِنْ
أَصْحَابِ الصَّدَاقِ قَائِلًا سَلِيمَانُ بْنُ خَالِدٍ
أَبُو الرَّبِيعِ الْهَلَالِيُّ مَرَّلَاهُمْ كَوْفِي مَمَاتٍ
فِي حَيَاةِ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ خَرِبَ مَعَ زَيْدٍ فَقُطِعَتْ
إِصْبَعُهُ مَعَهُ لَمْ يَخْرُبْ مِنْ أَصْحَابِ أَبِي
جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ غَيْرُهُ صَاحِبٌ، قُرْآنٍ
انْتَهَى وَقَدْ اسْتَبَدَّتْنَا فِي الْفَائِذَةِ الثَّانِيَةِ وَ
الْعِشْرُونَ مِنْ مُتَدَمِّمَةِ الْكِتَابِ نَقْلَ عِبَارَةٍ
إِرْشَادِ الْمُفِيدِ الْعَاذِرَةِ لِمَجْمَاعَةٍ مِنْهُمْ
سَلِيمَانُ بْنُ خَالِدٍ هَذَا مِنْ شُيُورِ أَصْحَابِ
أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَخَصَّتِيهِ وَثِقَاتِهِ

الْفُقَهَاءِ الصَّالِحِينَ رَحِمَهُمُ اللَّهُ تَعَالَى
وَقَدْ أَخَذَ ذَلِكَ مِنْهُ الْفَاضِلُ الْأَرْبَلِيُّ
حَيْثُ قَالَ مِنْ شُيُورِهِ أَصْحَابِ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ
عَلَيْهِ السَّلَامُ وَخَاصَّتِهِ وَنِصَاتِهِ
الْفُقَهَاءِ الصَّالِحِينَ سُلَيْمَانُ بْنُ خَالِدٍ
إِنْتَهَى. وَقَالَ النَّجَاشِيُّ سُلَيْمَانُ بْنُ خَالِدٍ
ابْنُ دَهْشَانَ بْنِ نَافِلَةَ مَوْلَى عَفِيفِ بْنِ
مَعْدِيكَرَبَ كَانَ قَارِئًا فَتَقِيهَا
وَجُهَا رَوَى عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ وَابْنِ جَعْفَرٍ
عَلَيْهِمَا السَّلَامُ وَمَاتَ فِي
حَيَاةِ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ فَتَوَجَّعَ لِفَقْدِهِ وَدَعَا
لِوَلَدِهِ وَأَوْصَى بِهِمْ أَصْحَابُهُ.

ترغیع المقال جلد دوم صفحہ ۵۹ باب سلیمان

مطبوعہ تہران طبع جدید

ترجمہ:- سلیمان بن خالد ابو الریبع المہللی البجلی اس کر شیخ طوسی
نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے اصحاب میں شمار کیا ہے۔ یہ
کہتے ہوئے کہ سلیمان بن خالد ابو الریبع المہللی امام جعفر صادق رضی
عنہ کی زندگی میں فوت ہوا اور اس نے زید کے ساتھ خروج کیا۔ اور
اس کی انگلی کاٹی گئی۔ اور امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے اصحاب میں
سے اس کے سوا کسی نے خروج نہیں کیا۔ ہم صاحب تنقیح افکار الشیخ
والعشرون میں کتاب کے مقدمہ میں ارشاد شیخ مفید کی عبارت نقل کر

چکے ہیں جس میں ایک جماعت کا ذکر کیا گیا ہے ان میں سے سلیمان بن خالد بھی ہے۔ اور یہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے مشائخ اصحاب میں سے تھا۔ اور ان کا خاص صاحب تھا۔ اس کو فقہائے صالحین نے ثقہ قرار دیا ہے۔ شیخ مفید سے اس عبارت کو فاضل اربلی نے لیا اور کہا کہ وہ سلیمان بن خالد امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے مشائخ اصحاب میں سے تھا اور آپ کا خاص صاحب تھا۔ اور اس کو فقہائے صالحین نے ثقہ قرار دیا۔ یعنی سلیمان بن خالد کو۔ انتہی۔

اور نجاشی نے کہا کہ سلمان بن خالد بن دھقان بن تافلہ مولیٰ عقیق بن سعد کرب قاری، وجیہ اور فقیہ تھا، اس نے امام جعفر صادق اور امام باقر علیہما السلام سے روایت کی۔ اس نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی زندگی میں وفات پائی۔ امام موصوت کو اس کی وفات کا گہرا رنج پہنچا آپ نے اس کی اولاد کو بلایا اور اپنے اصحاب کو ان کے متعلق وصیت فرمائی۔

جامع الرواة وَفِي كِتَابِ سَعْدِ أَنَّهُ تَابَ مِنْ ذَلِكَ وَرَجَعَ إِلَى الْحَقِّ قَبْلَ مَوْتِهِ وَرَضِيَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنْهُ بَعْدَ سَخِطِهِ وَتَوَجَّعَ بِمَوْتِهِ (ص ۶۰ ق) كَانَ قَارِئًا فَقِيهًا وَجَاهًا رَوَى عَنْ الْبَاقِرِ وَالصَّادِقِ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ (ج ۱ ص ۶۰) ثِقَّةٌ (ص ۶۰) مَاتَ فِي حَيَاةِ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَتَوَجَّعَ لِفَقْدِهِ وَدَعَا وَلَدَهُ وَ أَوْضَى بِهِمْ أَصْحَابَهُ وَلَهُ كِتَابٌ عَنْهُ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْكَانٍ

(جس) حمدویہ قال سالت ابا الحسن ایوب بن نوح بن ذرّاج النخعی
عن سلیمان بن خالد النخعی ائقہ هو فقال کما یكون الثقة۔

(جامع الرواة جلد اول ص ۳۷۱ باب السین بعدہ)

(اللام مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:- کتاب سعد میں ہے اس (سیلمان بن خالد) نے اس (زید یعقیدہ) سے توبہ کر لی اور حق کی طرف رجوع کر لیا۔ اپنی موت سے پہلے اور امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ اس سے راضی ہو گئے اگرچہ پہلے ناراض تھے۔ آپ کو اس کی موت کا بڑا صدمہ ہوا۔ وہ قاری فقیہ اور وجیہ تھ۔ اس نے امام باقر اور امام جعفر صادق علیہما السلام سے روایت کی۔ وہ ثقہ راوی تھا۔ اس نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی زندگی میں وفات پائی۔ آپ کو اس کی موت کا بڑا صدمہ ہوا۔ آپ نے اس کی اولاد کو بلایا اور اپنے اصحاب کو ان کے متعلق وصیت فرمائی۔ اس کی ایک کتاب بھی ہے۔ یہ عبد اللہ بن مسکان نے کہا اور حمدوی نے کہا کہ میں نے ابوالحسن ایوب بن نوح سے سلیمان بن خالد کے متعلق دریافت کیا کہ آیا وہ ثقہ تھا یا نہیں؟ تو اس نے جواب دیا کہ وہ (ثقہ تھا) جیسے کہ ثقہ ہوتا ہے۔

مذکورہ دونوں عبارتوں سے مندرجہ ذیل امور

ثابت ہوئے

۱۔ سلیمان بن خالد نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے چچا حضرت زید کے ساتھ مل کر خردج تو کیا کہ جس کی وجہ سے امام جعفر ناراض ہوئے مگر بعد میں اس

(سیمان) نے توبہ کر لی۔ تو امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ اس پر راضی ہو گئے۔

۳۔ امام جعفر صادق کو سیمان بن خالد کی وفات کا بڑا دکھ ہوا۔ آپ نے اپنے صحابہ کو اس کی اولاد کے متعلق خیر کی وصیت فرمائی۔

۴۔ ایوب بن نوح سے جب سیمان بن خالد کے ثقہ ہونے کے متعلق پوچھا گیا تو اس نے کہا کہ وہ ثقہ ہے۔

لمحہ فکریہ :-

قارئین کرام! ہم نے طولِ کلام کے خوف سے دونوں کتابوں سے تھوڑا تھوڑا نقل کیا ہے۔ در نہ سیمان بن خالد کے متعلق بہت زیادہ شیعہ کتابوں میں تعریف موجود ہے اور جو عبد الکریم مشتاق نے کہا ہے کہ شیخ طوسی اور نجاشی نے سیمان بن خالد کو ثقہ تسلیم نہیں کیا۔ یہ حقیقت میں ان شیعوں کے ایک آدمی کا قول ہے۔ اور جہاں یہ قول لکھا ہے۔ ساتھ ہی صاحب تنقیح المقال نے تردید کر دی۔ اور شیخ طوسی کا نو ذکر ہی چھوڑ دیا کیونکہ طوسی کا سیمان بن خالد کے متعلق ثقہ ہونے کا فتوے واضح الفاظ میں صاحب تنقیح المقال نے پہلے ذکر کر دیا تھا۔ باقی رہا نجاشی تو اس کے متعلق بھی صاحب تنقیح المقال نے اس معترض کا رد کرتے ہوئے کہا کہ اس نے سیمان بن خالد کے ثقہ ہونے کی نفی نہیں کی بلکہ صریحاً نجاشی کے کلام میں اس کے ثقہ ہونے کی تصریح موجود نہیں ہے اگرچہ نجاشی کی کلام اس پر دلالت کرتی ہے۔ کہ وہ ثقہ ہے۔

یاد رہے کہ جب ایوب بن نوح سے سیمان بن خالد کے ثقہ ہونے کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے بطور تشبیہ اس کے ثقہ ہونے کا ذکر کیا اس پر صاحب تنقیح المقال نے بسط کے ساتھ بحث کی ہے اور ثبوت کیا ہے کہ اس

تشبیہ سے اس کا کمال ثقہ ہونا مراد ہے۔ اصل عبارت ملاحظہ ہو۔

تنقیح المقال :-

فَإِنَّ الْكَافَّ، وَإِنْ كَانَ لِلتَّشْبِيهِ - إِلَّا آدَةً
قَدْ شَاءَ اسْتِعْمَالُ التَّشْبِيهِ فِي أَمْثَالِ
الْمَقَامِ فِي اثْبَاتِ أَكْمَلِ الْمَرَاتِبِ
فَمُرَادُهُ بِقَوْلِهِ كَمَا يَكُونُ الثِّقَّةُ
إِنَّهُ فِي كَمَالِ الْوُثَاقَةِ وَإِنْ مَا يُرَادُ
مِنَ الثِّقَّةِ مِنَ الصِّفَاتِ مَوْجُودَةٌ فِيهِ
جُزْءٌ فَجُزْءٌ -

تنقیح المقال جلد دوم ص ۵۸ باب سلیمان

مطبوعہ تہران طبع جدید

ترجمہ :- بے شک کائنات (کما یكون الثقة میں اگرچہ تشبیہ کے لیے
ہے۔ مگر اس قسم کے مقام پر تشبیہ کا استعمال اکمل مراتب کو ثابت کرنے
کے لیے ہوتا ہے۔ پس اس کی مراد اس قول (کما یكون الثقة)
سے یہ ہے کہ ثقہ ہونے میں اس کو کمال حاصل ہے۔ اور جو ثقہ آدمی کی
صفات ہوتی ہیں وہ اس میں ایک ایک پائی جاتی ہیں۔

نوٹ :-

یہ جو عبد الکرم مشتاق نے کہا ہے کہ سلیمان بن خالد فرقہ زیدیہ سے تعلق
رکھتا تھا اور فرقہ زیدیہ، ناصبیہ کی مثل ہے۔ یہ بھی اس کا کہنا سراسر غلط اور دھوکا
ہے۔ کیونکہ شیعوں کے نزدیک فرقہ ناصبیہ تو کائنات میں سب فرقوں سے

بذریعہ فرقہ ہے۔ جیسا کہ شیعوں کے کتب میں موجود ہے۔

جب کہ فرقہ زیدیہ وہ ہے جس کی نسبت زید بن امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کی طرف ہے اور ان کے متعلق امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے جو اپنے خیال کا اظہار فرمایا ہے اس کو شیخ صدوق نے عیون الاخبار میں لکھا ہے، اس کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں۔

عیون الاخبار :-

ایک آدمی فضیل نامی حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے پاس آیا آپ نے پوچھا کہ میرے چچا زید کے ساتھ کیا ہوا؟ وہ کہتا ہے میں نے کہا لوگوں نے نہیں شہید کر دیا اس پر امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے رخساروں پر مثل رڑیوں کے آنسو بہنے لگے اس کے بعد آپ نے فرمایا زید میرے چچے کے ساتھ شام کی رڑائی میں شامل تھا؟ اس نے کہا ہاں آپ نے فرمایا تو نے کتنے آدمیوں کو قتل کیا اس نے کہا چھ آدمیوں کو آپ نے فرمایا کیا تو ان کے خون میں شک کرتا ہے، اس نے کہا اگر میں شک کرتا تو انہیں قتل کیوں کرتا راوی کہتا ہے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے اس کے اس بیان کے بعد اللہ تعالیٰ سے یوں دعا کی۔ اَشْرَكْنِي اللّٰهُ فِيْ تِلْكَ الدِّمَاءِ مَضَى وَاللّٰهُ زَيْدٌ عَتِيٌّ وَاصْحَابُهُ الشُّهَدَاءُ مِثْلَ مَا مَضَى عَلَيْهِ عَلِيٌّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ وَاصْحَابُهُ۔

یعنی اسے اللہ (جو فضیل نے قتل کیے ہیں) اس کے ثواب میں مجھے بھی شریک فرما اللہ کی قسم میرے چچا زید اور ان کے رفقاء سب کے سب ایسے ہی شہید ہیں جیسا کہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور ان کے صحابہ شہید ہیں۔ (عیون اخبار الرضا مصنف شیخ صدوق جلد اول ص ۱۹۸-۱۹۹ بکاء الصادق علیہ السلام لعمہ وما قال فی قتله مطبوعہ تہران طبع جدید)

قارئین کرام! مجھے حیرت ہے۔ سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ عبد الکرم شیعہ کا سلیمان بن خالد کو صرف زیدی قرار دے کر اپنی کتب کی مسند روایت کو ناقابل قبول قرار دینا کس قدر زیادتی اور اپنے ہی مذہب میں رخنہ ڈالتا ہے۔ جب کہ آپ نے دیکھ لیا کہ زید یہ فرقہ کے لوگوں کو امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ ایسے بلند پایا شہدار قرار دیتے تھے۔ جیسا کہ علی المرتضیٰ اور ان کے ساتھی شہید تھے۔

دوسرا اگرچہ مان ہی لیا جائے کہ سلیمان بن خالد نے حضرت زید کے ساتھ خروج کیا تو کتب شیعہ نے ہی واضح کر دیا کہ سلیمان بن خالد نے اس فرقہ سے توبہ کر لی اور امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ اس سے خوش ہو گئے۔ اب بتاؤ کہ جب امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے سلیمان کو معافی دے دی تو چند رھویں صدی کے شیعہ ذاکر اسے معاف کیوں نہیں کرتے اللہ تعالیٰ ان کو حقائق بیان کرنے اور حقیقت کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

خلاصہ :-

یہ ہوا کہ فروت کافی کی دونوں روایتیں اپنی سند کے اعتبار سے صحیح ہیں ان کے تمام راوی ثقہ ہیں اور ان میں جو امام جعفر کا ارشاد ہے کہ عمر فاروق کے انتقال پر حضرت علی اپنی بیٹی ام کلثوم کو اپنے گھر لے آئے یہ ارشاد بالکل درست ہے اور اس سے اظہر من الشمس ہو جاتا ہے کہ حضرت عمر و اماد علی ہیں اور یہ رشتہ کوئی معمولی رشتہ نہیں، یہ ان کے آپس میں شیر و شکر ہونے کی اعلیٰ دلیل ہے۔

اعتراض :-

پچھلے صفحات میں شیعوں کی معتبر کتاب مسالک الافہام سے یہ عبارت نقل کر آئے ہیں کہ سیدوں کی غیر سیدوں سے رشتہ داریوں میں سے ایک یہ بھی

ہے کہ علی مرتضیٰ کی بیٹی ام کلثوم حضرت عمر فاروق کے گھر میں ہے، اس پر عبد الکریم مشتاق شیعہ یا اعتراض کرتا ہے۔

”مسائلک الافہام کتب معینہ میں شمار نہیں ہوتی اس میں شارح کی اپنی رائے کا ذکر ہے، جو حجت قرار نہیں پاسکتا۔ حالانکہ اس کے خلاف کثرت سے شواہد موجود ہیں“

(افسانہ عقدا م کلثومہ ص ۵۹)

جواب :-

عبد الکریم مشتاق نے یہ تو کہہ دیا کہ مسائلک الافہام معتبر کتب سے نہیں ہے لیکن وجہ اس کی بیان نہیں کی کیا وجہ ہے کہ مسائلک الافہام معتبر نہیں ہے۔ کیا اس کا مصنف عالم فقیہ اور شیعہوں کا معتد اور ثقہ نہیں ہے؟ اگر نہیں ہے تو اس کی وضاحت کرنی چاہیے تھی لیکن جہاں تک مسائلک الافہام کے مصنف کی کتب شیعہ میں تعریف موجود ہے اس سے تو یہی ثابت ہوتا ہے کہ اہل تشیع کے نزدیک وہ عالم، فقیہ، ثقہ، زاہد عابد تھا۔

لہذا اب الکنی والا لقاب کی اس کے متعلق اصل عبارت ملاحظہ فرمائیں :-

کتاب الکنی والالقاب :-

نہید ثانی شیخ اجل زین الدین بن نور الدین علی بن احمد بن محمد بن جمال الدین در ثقہ و جلالت و علم و فضل و زہد و عبادت و پارسائی و تحقیق و تجرّب و جمیع فضائل و کمالات مشہور تر از آنست کہ گفتہ آمد و محاسن و اوصاف ستودہ اش بیش از آنست کہ

شمرده شود۔

کتاب الکنی واللقاب جلد سوم ص ۲۷۰-۲۷۱

تذکرہ شہید ثانی۔ مطبوعہ تہران طبع جدید

ترجمہ۔ شہید ثانی شیخ اجل زین الدین بن نور الدین علی بن احمد۔۔۔۔۔

شقاہت، جلالت، علم و فضل، زہد و عبادت و پارسائی، تحقیق و تبصر

اور تمام فضائل و کمالات میں مشہور تھا اور اس کے محاسن و اوصاف

شمار سے زیادہ ہیں۔

لہذا ثابت ہوا کہ ایسا مصنف جو کہ تمام صفات مذکورہ کا حامل ہو۔

اور امامی شیعوں اور شیعہ بھی ہو۔ تو ایسے آدمی کی کتاب کو بلا کسی وجہ کے یہ کہہ دینا۔

کہ وہ غیر معتبر ہے۔ یہ تو انتہا درجہ کا ظلم ہے بلکہ مصنف کی روح کو زہر کا ٹیکہ

لگانے کے مترادف ہے۔

اعتراض:-

اسی طرح علامہ خلیل قزوینی نے "الصافی" میں جو تشریح کی ہے اس کا مدار بھی

زبیر بن بکار کی روایت پر ہے۔ زبیر بن بکار شیعوں کے نزدیک تو قطعی

ناصبی ہے۔ مگر اہل سنت علماء نے بھی اسے وضاع، ناقابل اعتبار اور

مردود قرار دیا ہے۔

(افسانہ مقدم کلثوم ص ۶۱)

جواب:-

عبد الکریم مشتاق نے جو یہ کہا ہے کہ علامہ خلیل قزوینی نے "الصافی" میں

جو تشریح کی ہے۔ اس کا مدار زبیر بن بکار کی روایات پر ہے جو

پکانا صبی ہے۔ مجھے حیرانگی آتی ہے کہ عتبی عبد الکریم مشتاق نے اپنی عبارت نقل کرنے کے بعد ان کی اسناد پر جرح کی ہے۔ ان میں سے کوئی ایک بھی روایت ہے کہ جس کے سلسلہ اسناد میں زبیر بن بکار راوی کا نام موجود ہو۔ اگر ہے تو ہمیں دکھاؤ ورنہ زبیر پانی میں گوز مارنے کی مثل ہے۔

سیدہ اُم کلثوم کے عقد پر اہل شیخ کے نزدیک معتبر

سند کے ساتھ ایک حدیث اور اس کے راویوں

کی ثقاہت

عبد الکریم مشتاق نے عتبی روایات نقل کی ہیں اور ان پر جرح کی ہے۔ اگرچہ وہ لایینی ثابت ہو چکی ہے اس کے باوجود ہم ایک ایسی روایت پیش کرتے ہیں کہ جس میں صرف تین راوی غیر معصومین ہیں اور باقی سب راوی ائمہ معصومین ہیں اور وہ راوی بھی ایسا ہے جس کو شیوخ کتب اور اسمائے رجال نے ثقہ قرار دیا ہے۔

قرب الاسناد:-

أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ
مَوْلَى قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عَرَبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ
جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ
أَبِي عَدِيٍّ قَالَ أَخْبَرَنَا أُمُّ كَلْثُومٍ فِي

عِدَّتْهَا حَيْثُ مَاتَ زَوْجُهَا عُمَرُ
بْنُ الْخَطَّابِ لَا تَلْهَا كَانَتْ فِي دَارِ
الْإِمَارَةِ -

(قرب الاسناد مصنفہ ابی عباس عبد اللہ بن

جعفر حمیری ص ۹۰ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ :- (بخلاف اسناد) جعفر بن محمد اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادا سے
روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اپنی صاحبزادی
سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کو اپنے گھر لے آئے جب کہ ان کے خاوند
حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا وصال ہو گیا۔ اس لیے کہ وہ دارالامارت
میں اپنی عدت گزار رہی تھیں۔

اس حدیث کے تین راوی غیر معصوم اور باقی سب ائمہ معصومین ہیں۔
جن کی ثقاہت کے بارے میں کلام کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ اور تین غیر معصوم
محمد اس کا باپ عبد اللہ بن جعفر، اور محمد بن حسین تینوں ہی ایسے ثقہ راوی ہیں کہ
جن کی ثقاہت کو شیوخ کتب اسمائے رجال نے بڑی وضاحت کے ساتھ لکھا ہے

پہلے راوی محمد بن حسین بن ابی خطاب کے حالات

تنقیح المقال :-

مُحَمَّدُ بْنُ الْحُسَيْنِ بْنِ أَبِي الْخَطَّابِ أَبُو
جَعْفَرٍ عَنْهُ الشَّيْخُ فِي رِجَالِهِ
مِنْ أَصْحَابِ الْجَوَادِ بِقَوْلِهِ مُحَمَّدُ بْنُ

الْحَسَنِ بْنِ أَبِي الْخَطَّابِ، كُوفِيٌّ ثِقَةٌ وَ أَخْرَى
 مِنْ أَصْحَابِ الْهَادِي بِقَوْلِهِ مُحَمَّدُ بْنُ
 الْحُسَيْنِ بْنِ أَبِي الْخَطَّابِ الزِّيَادُ الْكُوفِيُّ
 ثِقَةٌ وَ ثَالِثَةٌ مِنْ أَصْحَابِ الْعَسْكَرِيِّ
 وَقَالَ فِي الْفَهْرِسْتِ مُحَمَّدُ بْنُ الْحُسَيْنِ بْنِ
 أَبِي الْخَطَّابِ كُوفِيٌّ ثِقَةٌ .

(تنقیح المقال جلد سوم ص ۴-۱ باب محمد مطبوعہ
 تہران طبع جدید)

ترجمہ: محمد بن حسین بن ابی الخطاب ابو جعفر کو شیخ طوسی نے اپنی ”رجال“
 (کتاب) میں حضرت امام موسیٰ رضا کے اصحاب میں شمار کیا ہے
 ان الفاظ کے ساتھ کہ محمد بن حسین کو فی ثقتہ ہے۔ دوسری جگہ اسے
 ہادی علیہ السلام کے اصحاب میں شمار کیا ان الفاظ کے ساتھ کہ
 محمد بن حسین بن ابی الخطاب الزیاد کو فی ثقتہ ہے اور تیسری جگہ
 امام حسن عسکری رضی اللہ عنہ کے اصحاب میں شمار کیا ہے
 اور فہرست میں کہا محمد بن حسین کو فی ثقتہ ہے۔

دوسرے راوی عبد اللہ بن جعفر حمیری کے

حالات

تنقیح المقال:

عبد اللہ بن جعفر الحمیری هو ابن جعفر ابن

الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ فِيمَنْ ثِقَةٌ مِنْ أَصْحَابِ
الْعُسْكَرِيِّ --- وَقَالَ فِي الْفَهْرِسْتِ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ
جَعْفَرِ الْحَمِيرِيِّ يَكْنَى أَبُو الْعَبَّاسِ الْفَيْمِيُّ ثِقَةٌ

ترغیح المقال جلد دوم ص ۷۲ باب عبد اللہ
مطبوعہ تہران طبع جدید

ترجمہ: عبد اللہ بن جعفر حمیری قمی ثقہ اور اصحاب عسکری میں سے ہے۔
فہرست میں کہا کہ عبد اللہ بن جعفر حمیری جس کی کنیت ابو العباس قمی
ہے وہ ثقہ راوی ہے۔

عبد اللہ بن جعفر حمیری کے متعلق ہم نبات الرسول کے مسلمان کتب اسمائے
رجال شیعہ سے اس کی توثیق کر چکے ہیں وہاں دیکھیں۔
من شاء فليطلع عليه

تیسرے راوی محمد بن عبد اللہ بن جعفر کے حالات

ترغیح المقال :-

قَالَ النَّجَاشِيُّ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ جَعْفَرِ
ابْنِ الْحُسَيْنِ بْنِ جَامِعٍ بْنِ مَالِكِ الْحَمِيرِيِّ
أَبُو جَعْفَرٍ الْفَيْمِيُّ كَانَ ثِقَةً وَجَاهًا كَاتِبَ
صَاحِبِ الْأَمْرِ -

ترغیح المقال جلد سوم ص ۱۲۸ باب محمد
مطبوعہ تہران طبع جدید

ترجمہ:- نجاشی نے کہا محمد بن عبد اللہ ثقہ، وجید اور صاحب امر کا
کاتب تھا۔

خلاصہ:-

قرب الاسناد کی نکاح ام کلثوم کے متعلق ایسی مضبوط روایت ہے جسے تسلیم
کیے بغیر شیعوں کو کوئی چارہ کار نہیں کیونکہ اس کے پہلے تین راوی نہایت ثقہ ہیں اور
بعد اسے راوی امام موسیٰ کاظم امام جعفر امام باقر امام زین العابدین اور حضرت
علی ہیں۔

عبد الکریم مشتاق کی ایک غلط بیانی

عبد الکریم مشتاق نے "افسانہ عقدا ام کلثوم" میں لکھا ہے کہ علمائے اہل تشیع
نے کسی زمانہ میں بھی ام کلثوم بنت فاطمہ کے عمر فاروق کے ساتھ نکاح کو کبھی
تسلیم نہیں کیا۔

اس کا یہ کہنا سراسر غلط اور بے بنیاد ہے کیونکہ شیعہ علماء ہر زمانہ میں ایسے
پائے گئے جنہوں نے اس نکاح کی تصدیق کی ان میں سے بعض یہ ہیں۔

۱۔ محمد بن یعقوب کلینی متوفی ۳۲۹ھ فروع کافی میں

۲۔ سید مرتضیٰ علم الہدی متوفی ۱۱۰۶ھ شافی میں

۳۔ ابو جعفر طوسی متوفی ۲۶۵ھ تہذیب الاحکام میں

۴۔ ابن ابی حدید ۴۵۴ھ شرح نہج البلاغہ میں

۵۔ زین الدین احمد عاملی ۹۶۴ھ مسابک الافہام میں۔

۶۔ نور اللہ شوستری ^{۱۹۱۹ء} مجالس المؤمنین میں۔

۷۔ ملا خلیل قزوینی ^{۱۹۲۹ء} صافی شرح اصول کافی میں۔

قارئین کرام آپ نے دیکھ لیا کہ ہم نے بطور اختصار لکھا ہے اس کی تفصیل اگر چاہیں۔ تو ہر صدی کے شیعہ علماء کی اس نکاح کے متعلق توثیق مل سکتی ہے۔

بہ صورت ثابت ہوا کہ عبد الکریم مشتاق کا یہ کہنا کہ کسی زمانے میں بھی علمائے اہل تشیع نے اس نکاح کو تسلیم نہیں کیا یہ باطل ہے۔ کیونکہ ہر صدی کے شیعہ علمائے زیدہ ائمہ کثوم بنت فاطمہ رضی اللہ عنہما کے عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ساتھ نکاح کو صراحتاً ثابت کیا ہے۔

اعترض:-

پچھے ہم قاضی نور اللہ شوستری شیعہ کا یہ قول نقل کر آئے ہیں کہ اگر نبی و خیرہ عثمان و ادولہ و خیرہ عمر فرستاد۔ مجالس المؤمنین جلد اول ص ۲۰۴ یعنی اگر نبی نے اپنی بیٹی عثمان غنی کو دی ہے تو علی مرتضیٰ نے اپنی بیٹی عمر کو دی ہے۔ اس کی غلط تاویل عبد الکریم شیعہ یوں پیش کرتا۔ اور اپنی بے علمی آشکارا کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

تہذیب ثالث کا بیان

قاضی نور اللہ شوستری نے یہ بیان اس نکاح کی تردید میں دیا ہے اور ”اگر“ سے مفروضہ قائم کیا ہے کہ بالفرض محال اگر یہ تسلیم کر بھی لیا جائے کہ یہ نکاح ہوا تو بھی احتمال خطا کی گنجائش نہیں ہے۔ کہ حضرت عمر کلمہ گو

نوٹ تھے۔

(افسانہ عقدا م کلثوم ص ۵۹)

جواب :-

عبدالکریم مشتاق نے شہید ثالث نور اللہ شوستری کی کلام کو جو نکاح اقم کلثوم کے سلسلہ میں ہے۔ ایک مفروضہ قرار دیا ہے یعنی ام کلثوم بنت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے عقد ایک مفروضہ اور افسانہ ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں لیکن میں کہتا ہوں کہ اگر نور اللہ شوستری نے واقعی ایک مفروضہ کو ذکر کیا ہے تو پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مدینہ چھوڑ کر کوفہ کو دار الخلافہ بنانا اور باغ فدک کے غضب ہو جانے کا واقعہ ایک مفروضہ ہی سمجھنا ضروری ہے کیونکہ شہید ثالث نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال شریف کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پیش آنے والے واقعات سے مطابقت اور موافقت ثابت کر رہا ہے۔

ہذا مجالس المومنین کی اصل عبارت ملاحظہ ہو۔

مجالس المومنین :-

از این روایت مستفاد می شود کہ امیر المومنین علیہ السلام بعد از وفات حضرت سید المرسلین در سایر امور خود تاسی با آنحضرت می نمود
 و اگر او بوقت عجز بنغاز فرار نمود این بوقت عجز و منع در خانه بروی خود فرار کرد و اگر او از مکہ بدمینہ آمد این از مدینہ بکوفہ آمد۔ اگر خانه مکہ اورا کہ مہبط ملک بود بقیہ گرفتند باغ مدینہ این را کہ مسمی بفدک بود غضب کردند اگر مصطفیٰ در اول صلح نمود مرتضیٰ نیز در اول اصلاح نمود و اگر بنی دختر بر عثمان داد ولی دختہ

بمفرستاد۔

(مجلس المؤمنین جلد اول صفحہ ۲۰۲ ذکر طائفہ دوم)

مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ: ان دونوں روایتوں سے ثابت ہوتا ہے۔ (جو کہ نور اللہ شوشتری نے اس سے پہلے ذکر کیں) کہ امیر المؤمنین علی علیہ السلام حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال شریف کے بعد تمام معاملات میں حضور علیہ السلام کے قدم بقدم ہیں اگر حضور علیہ السلام کفار سے تنگ اگر غار ثور میں تشریف لے گئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ عاجز آجانے کے وقت اپنے گھر تشریف لے گئے۔ اور دروازہ بند کر لیا۔ اگر حضور کو سے (ہجرت کر کے) مدینہ چلیے تو یہ مدینہ سے کوثر پہنچ گئے اور اگر حضور کا گھر مکہ میں جو جبریل کے نزول کا مقام تھا کفار نے جبراً چھین لیا۔ تو لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا باغ فدک جو مدینہ میں تھا غضب کر لیا، اگر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے شروع شروع میں کافروں سے صلح کی تو مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے بھی ابتداء میں خلافت میں مصالحت کی۔ اگر نبی نے اپنی صاحبزادی حضرت عثمان (رضی اللہ عنہ) کے نکاح میں دی تو ولی (حضرت علی رضی اللہ عنہ) نے اپنی صاحبزادی کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نکاح میں بھیج دیا۔

اس مبارک سے ثابت ہوا کہ عبد الکریم مشتاق کا شہید ثالث کی کلام کو مفروضہ قرار دینا حقیقت میں مسلک شیعوں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی پوری سیرت کا جنازہ نکال دینے کے برابر ہے۔ لیکن نامعلوم یہ شیعوں کو صحابہ کرام

رحمٰن اللہ علیہم اجمعین پر اذیاء اللہ العن طعن کرتے ہوئے یہ کیوں نہیں دیکھتے کہ اس کا نتیجہ کیا ہوگا۔؟

اعتراض :-

پچھلے صفحات میں ہم نے کتاب الشافی ص ۱۱۶ مصنفہ شیخ مرتضیٰ علم الہدی سے یہ حوالہ بیان کیا ہے کہ عمر فاروق سے ام کلثوم کا عقد ہوا تو ضرور سے مگر یہ جبر کیا گیا تھا اس کی نہایت غلط اور پچراویل کرنے کی کوشش میں عبد الکریم مشتاق یوں ہرزہ سرائیں۔

سرکار علم الہدیٰ کی تحریر

جناب علامہ مرتضیٰ علم الہدیٰ نے محض اس قسم کے نکاح کی صورت کو جائز قرار دینا فرض کیا ہے نہ کہ حضرت عمر اور حضرت ام کلثوم بنت علی وفاطمہ کے عقد کو صحیح تسلیم کیا ہے۔“

(افسانہ عقد ام کلثوم ص ۷۰)

جواب :-

عبد الکریم مشتاق کا یہ کہنا کہ علامہ مرتضیٰ علم الہدیٰ نے محض اس قسم کے نکاح کی صورت کو جائز قرار دینا فرض کیا ہے۔ حسب سابق سرسرخ غلط اور شیخ مرتضیٰ کی کلام میں تحریف ہے۔ درذیل شیخ مرتضیٰ نے اپنی کتاب شافی میں صحت نفلوں میں تسلیم کیا ہے، کہ سیدہ ام کلثوم بنت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا عقد حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ واقع کیا ہے لیکن مجبوراً اس کا واضح معنی یہ ہے کہ شیخ مرتضیٰ کا یہ عقیدہ ہے کہ یہ نکاح تولی الحقیقت ہوا ہے مگر جبر و اکراہ کے ساتھ، لہذا

شانی کی اصل عبارت کے چند الفاظ ملاحظہ فرمائیں۔

کتاب الشانی:-

فَاَمَّا تَزَوُّجُهَا بِبِنْتِهَا فَلَمْ يَكُنْ
ذَلِكَ عَنْ اِجْتِيَا..... فَقَالَ
الْعَبَّاسُ رَدِّ اَمْرَهَا اِلَيَّ فَفَعَلَ فَرَزَّ وَجْهَ
الْعَبَّاسِ اِيَّاهَا۔

کتاب الشانی ص ۱۱۴ مع تلخیص الشانی قدیم
طبع ایران سن طباعت ۱۳۱۷ھ

ترجمہ:- حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اپنی دختر کا نکاح (حضرت عمر رضی اللہ عنہ) سے کر دینا یہ آپ کے اختیار اور رضامندی سے نہیں ہوا.....
حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس (ام کلثوم رضی اللہ عنہا) کا معاملہ میرے حوالے کر دو۔ آپ نے ایسا ہی کیا تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ان کا نکاح حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کر دیا۔

لہذا ثابت ہوا کہ شیخ مرتضیٰ نے اپنی اس کلام میں کسی مفروضہ کا ذکر نہیں کیا بلکہ قاضی عبد الجبار حسنی کا رد کرتے ہوئے یہ عبارت لکھی ہے جبکہ قاضی عبد الجبار نے بلا اکراہ و جبر ام کلثوم بنت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے نکاح ثابت کیا کہ یہ نکاح حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بہت ٹال مٹول کرنے کے بعد جبر و اکراہ کے ساتھ کیا۔ جس کا واضح معنی یہ ہے کہ شیخ مرتضیٰ اس بات کا قائل ہے کہ حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے نکاح ہوا ہے لیکن جبر و اکراہ کے ساتھ ہوا ہے۔

اس لیے عبد الکریم کی دھوکہ دہی کھل گئی۔

فاعتبروا با اولی الایصار

اعتراض :-

پچھلے صفحات میں ہم نے نکاح ام کلثوم کے شیعہ کتب سے حوالہ جات کے ضمن میں مفتی الامال جلد دوم ص ۲۱۷ مصنفہ شیخ عباس قمی سے حوالہ دیا کہ حضرت علی کی اولاد کا مفصل تعارف کراتے ہوئے شیخ عباس قمی لکھتا ہے۔ ام کلثوم سیدہ فاطمہؑ کے بطن سے حضرت علی کی بیٹی ہیں ان کا حضرت عمرؓ سے عقد ہوا جو کتابوں میں لکھا ہوا ہے۔ چنانچہ ابن شہر آشوب نے ابو محمد زنجانی کی کتاب الامت سے یہی کچھ لکھا ہے، اس کے جواب میں عبد الکریم مشتاق کی یادہ گوئی ملاحظہ ہو۔

شیخ قمی کا اظہار :-

”علامہ شیخ عباس قمی نے صرف اس قصبے کا کتابوں میں لکھا ہونا بیان کیا ہے نہ کہ تائید کا اظہار“

(افسانہ عقد ام کلثوم ص ۶۰)

جواب :-

عبد الکریم مشتاق کا یہ کہنا کہ شیخ قمی نے اس قصبے کا کتابوں میں لکھا ہونا بیان کیا ہے پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ نکاح آپ لوگوں کے لیے زہر قاتل ہے اور آپ کے کان بھی اس کو سنی نہیں سکتے اور شیخ قمی نے بہت سے واقعات جو حقیقت کے خلاف ہیں۔ نقل کرنے کے بعد ان کی تردید کی ہے۔ چنانچہ مفتی الامال جلد اول ص ۵۴۴-۵۵۱ پر اجتنے واقعات شہادتِ امام حسین رضی اللہ عنہ کے بارے میں نقل کئے گئے ہیں

اور جو موجودہ ماتم میں خلافتِ شریعہ طریقے ایجاد کیے گئے ہیں ان سب کا اس نے بڑی وضاحت کے ساتھ رو کیا ہے۔ جیسا کہ ماتم کی بحث میں ہم اس کو بالتفصیل نقل کر چکے ہیں) تو کیا وجہ ہے کہ اس نے اس قصہ عقدا ام کلثوم رضی اللہ عنہا کو لکھنے کے بعد اس کی تردید نہیں کی۔ دوسرا اس نے جو یہ کہا ہے کہ امام کلثوم حکایتِ تزویج اور بے در کتب مسطورا ست (البدعہ ام کلثوم کے عمر فاروق کے ساتھ نکاح کی روایت کتابوں میں لکھی ہوئی ہے) اس سے شیخ قمی کا مقصد کتابوں میں قصہ کا نقل ہونا نہیں بلکہ وہ یہ بیان کر رہا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اولاد جو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بطن اطہر سے ہیں ان میں سے ایک وہ ام کلثوم ہیں جن کے نکاح کا واقعہ کتب میں لکھا ہوا ہے۔ لہذا اگر کتابوں میں لکھا ہونا اس کے نزدیک محض غلط ہوتا تو وہ اس کی ضرورت تردید کرتا۔

اعترض:-

نکاح ام کلثوم کے حوالہ جات میں آپ نے جیسے پڑھا کہ منتخب التواریخ میں سیدہ ہاشم خراسانی ثنیون نے لکھا کہ حضرت علی کی دو بیٹیاں ام کلثوم نامی ہیں بڑی ام کلثوم حضرت فاطمہ کے بطن اطہر سے ہیں۔ ان کا نکاح حضرت عمر سے ہوا اس سے زید پیدا ہوئے زید اور ان کی ماں ام کلثوم کا ایک دن انتقال ہوا اور دونوں کا جنازہ ایک ساتھ ہوا جس میں حسین کریمین شامل تھے، اس کے متعلق عید الکریم کی کذب بیانی ملاحظہ کریں۔
در منتخب التواریخ :- یہ کتاب مناظرانہ ہے نہ کہ متفقانہ بلکہ ہر طرح کی تاریخی روایات کا مجموعہ ہے۔ لہذا حجت قرار نہیں پاسکتی۔

(افسانہ عقدا ام کلثوم ص ۶)

جواب:-

عید الکریم مشتاق کا یہ کہنا کہ منتخب التواریخ ایک مناظرانہ کتاب ہے۔

محققانہ نہیں یہ بھی سراسر باطل اور بے اصل ہے کیونکہ صاحب منتخب التواریخ ہاشم خراسانی نے اپنی کتاب کے مقدمہ میں واضح کیا ہے کہ ہمارے شیعہ لوگ مسعودی کو سنی کہہ دیتے ہیں حالانکہ وہ ہمارا چچا امامی شیعہ ہے۔ چونکہ اس نے تبرہ بازی سے کام نہیں لیا اس لیے لوگ اس کو سنی کہہ دیتے ہیں۔

اس کا واضح معنی یہ ہے کہ منتخب التواریخ ایک منصفانہ اور محققانہ تاریخی کتاب ہے مناظرانہ نہیں کیونکہ اگر مناظرانہ ہوتی تو یہ کیسے ہو سکتا تھا کہ شیعہ مناظر سیدہ ام کلثوم بنت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کو عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ثابت کرے۔

اعتراض :-

علامہ مجلسی کا موقف :- علامہ مجلسی کی اپنی ذاتی رائے ہے جس کی اساس روایات مذکورہ پر ہے جو کہ صحیح الاسناد ثابت نہیں ہوتی ہیں۔ ایسی ضعیف روایات کی بنیاد پر موافقانہ موقف اختیار کرنا محض خطائے سہوی متصور ہوگا۔ حالانکہ طہیت شیعہ کا اس امر پر اتفاق ہے کہ یہ نکاح محض افسانہ ہے۔
(افسانہ عقدا م کلثوم ص ۶)

جواب :-

عبد الکریم مشتاق کا یہ کہنا کہ یہ علامہ مجلسی کی اپنی رائے ہے جس کی بنیاد مذکورہ روایات ہیں جو صحیح الاسناد ثابت نہیں ہو سکیں۔ مثل سابق سراسر غلط اور بے بنیاد ہے کیونکہ قبلی روایات اور اسناد پر عبد الکریم نے جرح کی ہے ہم نے ان روایات کی اسناد پر ہونے والی جرح کو محض باطل ثابت کر دیا ہے۔ لہذا واضح ہوا کہ علامہ مجلسی کا ان روایات پر اعتماد کرنا صحیح روایات پر اعتماد کرنا ہے۔ دوسرا اگر

علامہ مجلسی نے ان روایات پر اعتماد کیا تو وہ عبد الکریم مشتاق سے کم عالم نہیں تھا جبکہ کتب شیعہ میں مذکور ہے کہ علامہ مجلسی مذہب شیعہ کی اشاعت کا رکن اعظم ہے۔ اور ہر شیعہ مولوی بھی تسلیم کرے گا کہ عبد الکریم مشتاق کی حیثیت علامہ مجلسی کے بالمقابل طفلِ مکتب کی سی ہے۔ لہذا شیعہ مسلک کے رکن اعظم مجلسی کا فیصلہ ٹھکرا کر نکاح ام کلثوم بصر فاروق کو غلط قرار نہیں دیا جاسکتا۔

اعتراض :-

علامہ شہر آشوب کی رائے :- علامہ شہر آشوب نے مناقب میں شیعہ دینی دونوں طرح کی روایات نقل کی ہیں۔ یہ کتاب ذاتی عقیدے سے بالاتر ہو کر نقل برائے نقل پر مبنی ہے۔ ”مجمع الفضائل“ کے نام سے اسی کا اردو ترجمہ سرکار ادیب اعظم شیخ طفر حسن صاحب قبلہ نے شائع فرمایا ہے جو عام دستیاب ہے، اس کتاب کی جلد نمبر دوم ص ۲۷۴ پر یہ ذکر موجود ہے اور اس کے بعد (مترجم نے) یہ تحریر کیا ہے کہ ”علامہ شہر آشوب نے یہ رائے صاحب شانی اور صاحب الانوار کی لکھی ہے۔ ذکر اپنا۔ عقیدہ شیعہ نے اس تزویج کو کسی وقت بھی تسلیم نہیں کیا اس غلط روایت کی تردید میں متعدد کتابیں لکھی جا چکی ہیں، اس کے بعد والی روایت نقل کرنے کے بعد تحریر ہے کہ ”یہ سب معاویہ شاہی ٹکسال کے کھوٹے سکے ہیں۔ ایسی روایات نہ عقلاً صحیح ہیں نہ نقلاً ص ۲۷۴۔“

(افسانہ عقدا ام کلثوم ص ۵۹-۶۰)

جواب :-

نکاح ام کلثوم کے حوالہ جات میں ایک حوالہ مناقب شہر آشوب کا بھی گذر چکا ہے جس میں ہے کہ حضرت علی کی اولاد کے متعلق صاحب شانی اور صاحب الانوار نے تعداد لکھی ہے جن میں اٹھارہ لڑکیاں ہیں جن میں بڑی ام کلثوم کا نکاح حضرت عمر

سے ہوا ہے اس پر عبد الکریم مشتاق نے اعتراض کیا ہے۔

عبد الکریم مشتاق کا مناقب ابن شہر آشوب کے متعلق یہ کہنا کہ یہ کتاب ذاتی عقیدے سے بالاتر ہو کر لکھی گئی ہے۔ یہ قطعی غلط ہے بلکہ علامہ ابن شہر آشوب نے اپنی کتاب کے مقدمہ میں یہ تصریح کی ہے کہ بتنی احادیث میں اپنی کتاب میں لایا ہوں ان تمام کو میں نے اشعار اور قرآنی آیات کے شواہد سے نقل کیا ہے اور میں نے سرکشی اور مہٹ دھری کے بجائے حق کی طرف رجوع کرنے کو ترجیح دی ہے اور وہ جو قرآن پاک کے مطابق اور جس کو خلق کثیر نے روایت کیا ہے اس کو میں نے اس میں درج کیا ہے۔

ومناقب ابن شہر آشوب جلد اول ص ۱۲-۱۳

مطبوعہ قم (طبع جدید)

اس کا صاف معنی یہ ہے کہ ابن شہر آشوب نے اپنی کتاب میں وہی کچھ نقل کیا ہے جو اس کے نزدیک حق ہے۔ لہذا عبد الکریم مشتاق کا یہ کہنا کہ مناقب ابن شہر آشوب نے حضرت ام کلثوم بنت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے جو عقد ثابت کیا ہے یہ صاحب ثنائی صاحب الانوار کی رائے ہے اس کا اپنا عقیدہ نہیں۔ سراسر غلط اور بے معنی ٹھہرا۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ جب ابن شہر آشوب نے کتاب کے آغاز میں یہ وعدہ کیا ہے کہ میں اس میں معتبر روایات و اخبار نقل کروں گا تو پھر یہ کہنا کہ اس کا یہ اپنا عقیدہ نہیں ہے غلط اور بے معنی ثابت ہوا۔

دوسری بات یہ ہے کہ اگر ابن شہر آشوب کا یہ اپنا عقیدہ نہیں بلکہ صاحب صاحب ثنائی اور صاحب الانوار کی رائے ہے تو میں پوچھنا ہوں کہ علامہ

ابن شہر آشوب کے نزدیک یہ رائے غلط تھی یا صحیح، صحیح تھی تو تم کیوں نہیں مانتے اور اگر اس کے نزدیک یہ رائے صحیح نہیں تھی تو اس نے اس کا رد کیوں نہ کیا۔ جیسا کہ عبد الکریم اس کا رد کرنے میں تڑپ رہے ہیں، اس کے علاوہ میں عبد الکریم سے پوچھتا ہوں کہ آپ صاحب شانی کا مقام ابن شہر آشوب سے کیا کم سمجھتے ہیں۔ ؟ حالانکہ تم نے تحریف قرآن کے مسئلہ میں ائمہ کی مرفوع روایات کو چھوڑ کر صاحب شانی کے مسلک کو قرآن کے مکمل اور غیر محرف ہونے کے متعلق اپنا یا ہے۔ تحریف کے معاملہ میں صاحب شانی پر اتنا اعتبار اور نکاح ام کلثوم کے باب میں اس قدر بے رخی کیا مانتی رکھتی ہے۔ پھر مناتب ابن شہر آشوب کے مترجم کی لادینی شرح نقل کر کے اپنے بڑوں کی رائے اور مسلک پر تنقید کرنا کون سی عقلندی ہے ؟ اللہ تعالیٰ عبد الکریم صاحب کو حق سمجھنے اور عدل و انصاف سے کام لینے کی توفیق عطا فرمائے۔

اعتراض :-

نکاح زید و ام کلثوم کا بیک وقت فوت ہونا :- اس روایت کا راوی سعید بن سالم قدام ہے جو مجہول الحال ہے۔ دیکھئے رجال امامتانی جلد ۱ ص ۶۵،
(افسانہ عقدا ام کلثوم ص ۵۹)

جواب :-

عبد الکریم مشتاق نے (تہذیب الاحکام جلد ۹ ص ۲۶۲) کی حدیث پر جو جرح کی ہے کہ اس کا راوی سعید بن سالم قدام مجہول الحال ہے بے علمی اور جہالت پر مبنی ہے کیونکہ اگر وہ سعید بن سالم کے اساتذہ اور شاگردوں کے حال کو جان لیتا تو ایسا لفظ کبھی نہ کہتا۔ اور تہذیب الاحکام میں جس قدام سے جعفر بن محمد قمی روایت کرتا ہے وہ سعید بن سالم قدام نہیں وہ عبد اللہ بن میمون قدام ہے

چنانچہ اس کی وضاحت جامع الرواة سے ملاحظہ فرمائیں۔

جامع الرواة :-

جَعْفَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْأَشْعَرِيُّ وَهُوَ جَعْفَرُ
 بْنُ مُحَمَّدٍ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ الَّذِي يَرْوَى عَنْ
 ابْنِ الْقَدَّاحِ (كثِيرًا رَح) مُحَمَّدُ بْنُ
 أَحْمَدَ بْنِ يَحْيَى عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ
 الْقُمِيِّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَيْمُونٍ الْقَدَّاحِ .

(جامع الرواة جلد اول ص ۱۵۷ باب الجیم)

بعد الا العین مطبوعہ قم۔ ایران)

ترجمہ :- جعفر بن محمد الاشعری اور وہ جعفر بن محمد بن عبد اللہ سے ہے، جو کہ
 ابن القداح سے اکثر روایات کرتا ہے۔ محمد بن احمد
 بن یحییٰ، جعفر بن محمد بن عبد اللہ القمی سے اور وہ عبد اللہ بن میمون سے
 روایت کرتا ہے۔

منقح المقال :-

عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَيْمُونٍ الْأَسْوَدُ الْقَدَّاحُ
 عَدَّةُ ابْنِ التَّيْمِيِّ فِي فَهْرِ سَنِيهِ مِنْ فُقَهَاءِ
 الشَّيْعَةِ وَقَالَ التَّجَاشِيُّ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ
 مَيْمُونٍ بْنُ الْأَسْوَدِ الْقَدَّاحِ مَرْثِي بَنِي
 مَحْزُومٍ يُبْرِي الْقَدَّاحَ سَأَوِي أَبُوهُ

عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ وَ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ وَ سَرَوَى
هُوَ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ وَ كَانَ ثِقَةً
..... عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ
قَالَ يَا ابْنَ مَيْمُونٍ كَمْ أَنْتُمْ بِمَكَّةَ
فَقُنْتُ نَحْنُ أَرْبَعَةٌ قَالَ أَمَّا إِنْكُمْ
فَنُورٌ فِي ظُلُمَاتٍ الْأَرْضِ.

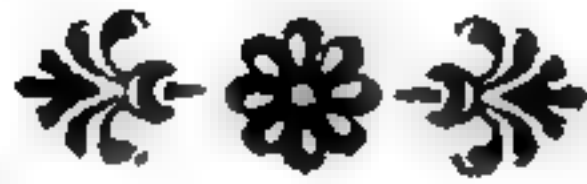
ترغیب المقال جلد دوم ص ۲۱۹-۲۲۰ باب عبد اللہ
مبلوغة تہران طبع جدید۔

ترجمہ۔ عبد اللہ بن میمون القداح کو ابن ندیم نے اپنی "فہرست" کتاب میں
فقہائے شیعہ میں سے شمار کیا ہے۔ اور نجاشی نے کہا کہ عبد اللہ بن
میمون بن اسود القداح بنی مخزوم کا آزاد کردہ تھا اور پھر تراشاکرتا تھا
اس کے باپ نے امام باقر اور امام جعفر صادق علیہما السلام سے روایت
کی۔ اور خود اس القداح نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت
کی۔ اور وہ ثقہ راوی تھا۔ امام باقر علیہ السلام سے روایت
ہے کہ انہوں نے فرمایا۔ (عبد اللہ بن میمون کو اسے ابن میمون! تم مکہ
میں کتنے آدمی ہو، عرض کی چار۔ آپ نے فرمایا کہ تم زمین کے ظلمات
ہاں دھیرے! میں نور ہو۔ یعنی دنیا میں ہر امت کو نور سے روشنی
کرنے والے ہو۔)

مذکورہ عبارات سے ثابت ہوا کہ عبد الکریم مشتاق کی یہ سنی سنائی جرح تھی۔
ورنہ اگر وہ ان کتب کا مطالعہ کر لیتے تو ایسی کمزور ادبے بنیاد جرح نہ کرتے۔ کیونکہ جس

قَدَاح کا حدیث کی سند میں ذکر ہے۔ وہ عبد اللہ بن میمون القَدَاح ہے۔ جس کو حضرت امام بعدہ صادق رضی اللہ عنہ نے زمین کے اندھیروں کے لیے نور فرمایا ہے۔

ہذا یہ روایت بالکل صحیح ہے کہ حضرت ام کلثوم بنت علی کا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے عقد ہوا۔ اور اسی سے زید بن عمر پیدا ہوئے اور ماں بیٹا ایک وقت میں فوت ہوئے۔



بحث سوم

ام کلثوم زوجہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عقد پر

غلام حسین نجفی کی لایعنی قلم

سیدہ ام کلثوم بنت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہا کے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ساتھ عقد پر ہم نے کتب شیعہ سے کافی حوالہ جات پیش کیے، اور اپنی گئی جرح کا کمال رو گیا۔ لیکن آج ایک شیعہ کتاب ”ہم مسموم فی جواب نکاح ام کلثوم“ مؤلفہ غلام حسین نجفی نظر سے گزری جس میں مؤلف کتاب نے اتنی گندی زبان، استعمال کی ہے کہ کوئی چوڑا چمار بھی استعمال نہیں کرتا۔ اس کتاب میں دلائل بہت تنصوڑے ہیں مگر گالی گلوں، ہذلیات و خرافات اور دھوکا بازی سے بہت کچھ کام لیا گیا ہے۔ اس کتاب کے ایک دو مرکزی اعتراض نقل کر کے ان کے جوابات آپ کی خدمت میں پیش کیے جاتے ہیں آپ دیکھیں گے کہ نجفی صاحب نے کس قدر دھوکا اور فراڈ سے کام لیا ہے۔



نحفی کی قلم اول

سہم مسموم فی جواب نکاح ام کلثوم:-

مذکورہ کتب سے یہ ثابت ہوا کہ جب امام حسن رضی اللہ عنہ زوجہ مہر ام کلثوم کے جنازہ میں شامل تھے تو اس ام کلثوم نے امام حسن رضی اللہ عنہ کی زندگی میں وفات پائی ہے۔ پس بیوہ مہر ام کلثوم کا اگرچہ سن وفات تاریخ میں نہیں ملتا لیکن آنا اندازہ تو ہو گیا کہ اس کا سن وفات امام حسن کے سن وفات سے پہلے ہے۔

امام حسن رضی اللہ عنہ نے انچاس یا پچاس ہجری

میں وفات پائی ہے

ثبوت ملاحظہ ہو۔

- ۱۔ اہل سنت کی معتبر کتاب تاریخ خمیس جلد ۲ ص ۲۹۱
- ۲۔ اہل سنت کی معتبر کتاب ذخائر العقبیٰ ص ۱۴۱ ذکر الحسن
- ۳۔ " " " حیوۃ النبیوان جلد ۱ ص ۸۴ الاؤذ
- ۴۔ " " " الفصول المہمہ ص ۱۶۵ ذکر الحسن
- ۵۔ " " " تذکرہ خواص الامة ص ۱۴۱ ذکر الحسن
- ۶۔ " " " المعارف ص ۹۲ ذکر الحسن

فصول الہمہ اور المعارف کی عبارت ملاحظہ ہو۔

ثُمَّ قَضَى نَحْبَهُ سَنَةً خَمْسِينَ مِنْ اَرْبَعِ حَبْرَةٍ وَكَانَ
وَفَاتُهُ سَنَةً تِسْعَةً وَارْبَعِينَ۔

ترجمہ: دونوں عبارتوں کا مخلص یہ ہے کہ امام حسن رضی اللہ عنہ نے پچاس یا انچاس
ہجری میں وفات پائی ہے۔

نوٹ:-

مذکورہ عبارتوں سے یہ نتیجہ نکلا کہ چونکہ وہ ام کلثوم سب کو زوجہ عمر فرض کیا گیا ہے۔
اس کے جنازے میں تو امام حسن شریک تھے اور خود امام حسن نے پچاس ہجری میں وفات
پائی ہے۔ پس معلوم ہوا کہ وہ ام کلثوم بنید کی ماں اور زوجہ عمر ہے اور دونوں نے ایک
وقت وفات پائی ہے۔ ان کی وفات پچاس ہجری سے پہلے ہوئی ہے۔ پس معلوم ہوا
کہ یہ زوجہ عمر ام کلثوم کوئی اور ہے کیونکہ تمام مؤرخین کا اتفاق ہے کہ ام کلثوم بنت فاطمہ
و علی گیارہ سال بعد ۳۵ھ میں واقعہ کربلا کے وقت موجود تھیں اور تہذیب الاحکام
کی روایت میں راوی کہ ام کلثوم کی ولادت میں اشتباہ ہوا ہے کیونکہ بنت فاطمہ
کے جنازہ میں امام حسن نے شرکت نہیں کی اور نہ ہی ابن عمر نے ان کا جنازہ
پڑھا ہے۔

دہم مسموم فی جواب نکاح ام کلثوم ص ۲۲۹

مطبوعہ ماڈل ٹاؤن لاہور

جواب:-

غلام حسین نجفی شیبی کی بے معنی قلق اس صورت میں درست ہو سکتی ہے
جبکہ پہلے یہ ثابت ہو کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اولاد میں صرف ایک ہی
ام کلثوم نامی صاحبزادی ہے کیونکہ پھر تو یہ اعتراض بن سکتا ہے کہ شہدے

پہلے ان کی وفات بھی ہو۔ اور سترھویں کر بلا میں بھی وہ موجود ہوں۔ لیکن یہ کبھی نہیں ہو سکتا کہ نجفی کو اس بات کا علم نہ ہو کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اولاد میں دو صاحبزادیاں ام کلثوم نام کی ہیں۔ ایک ترسیہ و ناظرہ رضی اللہ عنہا کے بطن اطہر سے ہیں جو کرام کلثوم کبریٰ کہہ نام سے پکاری جاتی ہیں۔ انہی کے ساتھ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا عقد ہوا اور دوسری ام کلثوم وہ ہیں جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی کسی دوسری بیوی سے ہیں۔ جو ام کلثوم صغریٰ کے نام سے یاد کی جاتی ہیں۔ اور یہی میدان کر بلا میں سترھویں موجود تھیں۔

اس کا ثبوت معتبر کتب شیعہ سے ملاحظہ فرمائیں۔

کشف الغمہ

الْأَنَاتُ زَيْنَبُ الْكُبْرَىٰ وَأُمُّ كُلْثُومِ الْكُبْرَىٰ وَأُمُّ
الْحَسَنِ وَرَمْلَةُ الْكُبْرَىٰ أُمُّ هَانِئٍ وَمَيْمُونَةُ
وَزَيْنَبُ الصُّغْرَىٰ وَرَمْلَةُ الصُّغْرَىٰ وَأُمُّ
كُلْثُومِ الصُّغْرَىٰ وَرُقِيَّةٌ وَفَاطِمَةُ وَإِمَامَةُ
وَحُدَيْجَةُ وَأُمُّ الْكِرَامِ وَأُمُّ سَلَمَةَ وَأُمُّ جَعْفَرٍ
وَحِمَانَةُ وَتَقِيَّةٌ بِنْتُ أُخْرَىٰ لَعَزِيزٍ كَرِاسُمَهَا مَاتَتْ
صَغِيرَةً۔ (۱) کشف الغمہ فی معرفة الأئمة مصنفہ علی بن اربلی شیعہ

جلد اول ص ۲۴۱ ذکر اولادہ الذکر والانات علیہ

علیہم السلام مطبوعہ تبریز طبع جدید

(۲) مناقب آل ابی طالب ابن شہر آشوب جلد سوم ص ۲۰۴

فی ازواجہ و اولادہ مطبوعہ قم

ترجمہ :- حضرت علی رضی اللہ عنہ کی صاحبزادیاں یہ ہیں (ازینب کبریٰ - ام کلثوم کبریٰ - ام الحسن، رطلہ کبریٰ ام ہانی، میمونہ، زینب صفری - رطلہ الصغریٰ - ام کلثوم صفری، رقیہ، فاطمہ، امامہ، خدیجہ، ام الکرام، ام سلمہ، ام جعفر بنمازہ، ثقیفہ اور ایک اور صاحبزادی ہیں جو بچپن کی حالت میں فوت ہو گئیں ان کا نام مذکور نہیں۔

مذکورہ حوالہ جات سے روز روشن کی طرح واضح ہوا کہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے شکم اطہر سے جو ام کلثوم کبریٰ ہیں ان کے علاوہ اور بھی ام کلثوم صفری رضی اللہ عنہا ہیں اس کے علاوہ "مناقب آل ابی طالب" میں سات الفاظ میں موجود ہے۔

”اُمُّ کُلثُومٍ کُبْرٰی تَزَوَّجَهَا عُمَرُو اُمُّ کُلثُومٍ صُغْرٰی
مِنْ کَثِیْرِ بْنِ عَبَّاسٍ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ“

ترجمہ :- یعنی ام کلثوم کبریٰ سے عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا عقد ہوا اور ام کلثوم صفری سے کثیر بن عباس کا عقد ہوا۔

لہذا اب اشکال باقی نہ رہا کہ سیدہ ام کلثوم کبریٰ بنت سیدہ فاطمہ الزہرا زوجہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ بن کا وصال ۳۷ھ سے پہلے ہوا وہی ام کلثوم ۳۷ھ تک زندہ رہیں؛ کیونکہ اب تو واضح ہو گیا کہ حسین ام کلثوم کبریٰ کا وصال ۳۷ھ سے پہلے ہوا وہ زوجہ عمر فاروق ہیں جن کے جنازہ میں حسین کریمین شریک ہوئے اور جو ام کلثوم ۳۷ھ میں واقعہ کربلا میں موجود تھیں وہ ام کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہ کسی اور بیوی سے ہیں لیکن نجفی کو یہ قلق ابھی باقی رہے گی کہ اس کی تفصیل ہماری ذہن کتب میں اگرچہ یہ تو موجود ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ام کلثوم نامی بیٹیاں ایک سے زیادہ تھیں۔ لیکن کسی ہمارے شیخ مؤرخ سے یہ ثابت نہیں کہ ام کلثوم

بنت فاطمہ کربلا میں موجود نہیں تھیں۔

لہذا ان کی تسلی کے لیے ہم شیعوہ مؤرخ محمد باشم خراسانی کی معتبر تاریخ منتخب التواریخ سے عبارت پیش کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو۔

منتخب التواریخ :-

در کتاب حجة السعادة میفرماید نقل حدیث از طرق معتبره نقل نموده اند کہ جناب ام کلثوم دختر امیر المومنین - وفاطمہ زہرا ع والدہ زید بن عمر و رقیہ بنت عمر و حیوة حضرت مجتبیٰ ع در مدینہ طیبہ از دنیا رحلت فرمود و رحلت او و فرزندش زید و دیگر ذائقاں افتاد و تقدم و تاخر موت اعدھا معلوم نشد الی ان قال دام کلثوم بنت علی کرنام شریفش در وقت طفت در ہمد جا مذکور می شود و خطب و اشعار با و منسوب میگردد و ام کلثوم دیگر لیست از سائر زوجات امیر المومنین علیہ السلام چون اقول الصبیح امیر المومنین ع را از بنات و در زینب بود و و ام کلثوم زینب کبریٰ زوجہ عبد اللہ بن جعفر بود و ام کلثوم کبریٰ زوجہ عمر بن الخطاب بود و و و از صدیقہ طاہرہ بودند و زینب الصغریٰ و ام کلثوم الصغریٰ از سائر اہبات بوجود آمدند و شیخ حرر و سائل الشید از عمار یا سر روایت کرده۔

اُخْرِجَتْ جَنَازَةُ اُمِّ كَلثُومٍ بِنْتِ عَلِيٍّ وَ ابْنُهَا زَيْدُ بْنُ عُمَرَ وَ فِي الْجَنَازَةِ الْحَسَنُ وَ الْحُسَيْنُ وَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ وَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبَّاسٍ وَ أَبُو هُرَيْرَةَ فَوَضَعُوا جَنَازَةَ الْعُلَامِ مِثْلَ الْإِمَامِ وَ الْمَرْثَةَ

وَرَأَتْهُ وَقَالُوا هَذَا هُوَ الشُّنَّةُ

پس معلوم شد کہ جناب ام کلثوم بنت فاطمہ در وقت طفت اصلاً در دنیا نبوده
و مستفاد از روایت مذکورہ آنکہ جناب ام کلثوم کبری در مدینہ طیبہ اثر
دنیا رفت و ظاہر قبر شریفشان ہم در مدینہ طیبہ باشد۔

(منتخب التواریخ مصنفہ محمد ہاشم خراسانی شعی

صفحہ ۹۵ باب دوم در حالات اولاد مخدہ

مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:- کتاب حجۃ السعادہ میں فرمایا کہ معتبر طریقوں سے حدیث منقول ہے
کہ جناب ام کلثوم دختر امیر المومنین و سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا۔ اولاد
بن عمر اور رقیہ بنت عمر نے امام حسن رضی اللہ عنہ کی زندگی میں مدینہ منورہ
میں دنیا سے رحلت فرمائی۔ ان کی اور ان کے فرزند زید رضی اللہ عنہ
کی رحلت ایک ہی روز واقع ہوئی لیکن دونوں کی وفات کا تقدم و
تاخیر معلوم نہیں ہو سکا۔ یہاں تک کہ مصنف (حجۃ السعادہ) نے کہا
کہ ام کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہا کا اسم گرامی واقعہ کربلا میں ہر جگہ مذکور
ہوتا ہے۔ اور خطبے اور اشعار ان کی طرف منسوب کیے جاتے ہیں۔
وہ ام کلثوم آپ کی دوسری ازواج مطہرات میں سے کسی کی بیٹی ہیں۔
کیونکہ صحیح قول کے مطابق امیر المومنین کی زینب نامی دو صاحبزادیاں
اور ام کلثوم نامی بھی دو صاحبزادیاں ہیں۔ زینب کبری زوجہ عبد اللہ
بن جعفر تھیں۔ اور ام کلثوم کبری زوجہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ تھیں۔

اور دونوں دزینب کبریٰ اور ام کلثوم کبریٰ حضرت سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہما کے بطن پاک سے تھیں۔ اور دزینب صغریٰ اور ام کلثوم صغریٰ دوسری بیویوں سے تھیں۔

شیخ عمر نے وسائل شیعہ میں حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ام کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہما اور ان کے صاحبزادے زید بن عمر کا جنازہ اٹھایا گیا۔ اور حسین کریمین، عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن عباس اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم ان کے جنازہ میں شریک تھے۔ ان حضرات نے بچے (حضرت زید بن عمر) کا جنازہ امام کے قریب اور عورت (حضرت ام کلثوم) کا جنازہ اس سے آگے رکھا اور فرمایا کہ یہ سنت طریقہ ہے۔

پس معلوم ہوا جناب ام کلثوم بنت فاطمہ رضی اللہ عنہما واقعہ کربلا کے وقت دنیا میں زندہ نہ تھیں۔ اور مذکورہ روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ جناب ام کلثوم کبریٰ نے مدینہ منورہ میں وصال فرمایا اور ظاہری طور پر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کی قبر مبارک بھی مدینہ منورہ میں ہی ہوگی۔

لحہ فکریہ ۱۔

محمد ہاشم بن محمد علی خراسانی شیعہ حسن کا اہل کی اس کتاب کے سرورق پر ان الفاظ میں تعارف کرایا گیا ہے۔

مِنْ تَالِیْقَاتِ الْعَالِمِ وَالثِّقَةِ الْجَدِیْلِ الْكَامِلِ
رُكْنِ الْإِسْلَامِ وَالْمُسْلِمِينَ مَرْحُومِ۔

اور پھر اسی سرورق پر یہ بھی لکھا گیا ہے کہ اس منتخب التواریخ میں جو کچھ

لکھا گیا ہے وہ شیعوں کے معتد اصول اور معتبر تواریخ سے لکھا گیا ہے۔ اور خود محمد ہاشم خراسانی نے مذکورہ واقعہ نقل کرنے سے پہلے واضح کیا ہے کہ معتبر طریقوں سے یہ حدیث نقل کی گئی ہے۔

اب اس کے بعد بھی اگر نجفی صاحب کی قلع ختم نہ ہو تو پھر یقین کر لیجئے کہ ان کا علاج سوائے قبر کے اور کوئی نہیں کر سکتا۔ اور اتہام کی انسوس کی بات یہ ہے کہ ان کی کتاب ”ہم مسموم“ میں اس قدر جھوٹ اور غلط بیانی سے کام لیا گیا ہے جس کی تردید خود کتب شیعوں ہی موجود ہے۔ جس کا ہم بعد میں پوری وضاحت کے ساتھ آپ حضرات کے سامنے باحوالہ ثبوت پیش کریں گے۔

کم از کم نجفی صاحب کو یہ تو سوچ لینا چاہیئے تھا کہ جب ان کے بڑے بڑے اور اکابر اہل تشیع نے اس نکاح کو تسلیم کیا ہے جیسے کہ اس سے پہلے ہم نے معتبر کتب شیعوں سے کافی حوالہ جات پیش کیے ہیں۔ تو انہیں اپنے بڑوں کے سر پر جوتے نہیں مارنے چاہئیں کہ وہ سب ہی غلط ہیں۔ اور صرف انہیں ہی صحیح مذہب شیعوں کی سمجھ آئی ہے۔ اگر نجفی جی نے اپنے نام کے ساتھ۔۔۔ حجۃ الاسلام کا دم چھلہ لگایا ہے۔ تو صاحب منتخب التواریخ بھی اپنی جگہ رکن الاسلام ہے۔ بہر حال حجۃ الاسلام، رکن الاسلام کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔

نجفی صاحب کی قلع دوم

ام کلثوم بنت فاطمہؑ میں زندہ اور موجود تھیں۔

ثبوت ملاحظہ ہو۔

اہل سنت کی معتبر کتاب الانوار الطوال ص ۲۲۸ ذکر خرد ج ۱ الحسین

من مدینۃ۔

فَلَمَّا امْسُوا وَاظْلَمَ اللَّيْلُ مَضَى الْحُسَيْنُ اَيْضًا
مَلَكَةً وَمَعَهُ اخْتَاهُ اُمُّ كَلْثُومٍ وَزَيْنَبُ -

ترجمہ:- جب شام کا وقت ہوا اور رات تاریک ہو گئی تو امام حسین نے مدینہ
سے سفر کیا اور آنجناب کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بہنیں۔
زینب اور ام کلثوم تھیں۔

نوٹ:-

ام کلثوم بنت فاطمہ کا کربلا میں موجود ہونا اس پر شیعوں کا اتفاق ہے اور
علمائے اہل سنت کی تائید بھی ہم نے پیش کر دی ہے۔

نتیجہ بحث:-

ام کلثوم بنت فاطمہؑ میں کربلا میں موجود تھی اور پھر قید ہو کر کوفہ میں
بھی آئی ہے۔ اور کوفہ کی عورتوں نے جب صدقہ کی کجھوریں آل نبی کے بچوں پر
پھینکیں تو ینا بیع المودۃ ص ۳۵ باب نمبر ۶۱ میں لکھا ہے کہ ام کلثوم
نے صدقے کی کجھوریں بچوں سے لے کر پھینک دیں۔ اور فرمایا۔ کِرَاتُ الصَّدَقَاتِ
عَلَيْنَا حَرَامٌ یہ صدقہ ہم پر حرام ہے

اعتراض:-

کربلا میں جو ام کلثوم تھی وہ بنت فاطمہؑ نہیں ہے وہ حضرت علی کی بیٹی ہیں۔
آنجناب کی کسی دوسری زوجہ سے۔

جواب:-

کربلا اور کوفہ میں مصیبت جھیلنے والی اور مشق میں قید گزار کر مدینہ میں آنے

وال ام کلثوم بنت فاطمہ ہے۔ ثبوت ملاحظہ ہو۔

اہل سنت کی معتبر کتاب ینابیع المودة ص ۳۵۲ باب ۷۱

وَأَمَّا كُلُّ شَوْءٍ فَحِينَ تَوَجَّهْتَ إِلَى الْمَدِينَةِ جَعَلَتْ
تَبَكِّيَ وَتَقُولُ شِعْرًا -

ترجمہ :- اور ام کلثوم جب مدینہ آئیں تو رونے لگیں اور مریہ پڑھا۔

مَدِينَةَ جَدِّنَا لَا تَقْبَلِينَا

فِي الْحَسَرَاتِ وَالْأَحْزَانِ جِئْنَا

ترجمہ :- اے ہمارے نانا رسول کا شہر تو ہمیں قبول نہ کر ہم اپنے دلوں میں
کئی حسرتیں اور غم لے کر آئے ہیں۔

أَفَاطِمَةُ مَا لَقِيتُ مَا عَدَاكَ

وَلَا قِيرَاطٍ مِمَّا قَدْ لَقِيتَنَا

ترجمہ :- اے فاطمہ زہرا جو دکھ و غموں سے آپ نے دیکھے ہیں وہ کم

ہیں اس دکھ اور تکلیف سے جو ہم دیکھ کر آئے ہیں۔

وَنَحْنُ بَنَاتُ يَسَّ وَطْلَه

وَنَحْنُ الْبَاقِيَاتُ عَلَى أَبِينَا

ترجمہ :- ہم ہیں اس رسول کی بیٹیاں جس کا لقب یس و طلہ ہے اور
ہم اپنے باپ پر زور ہی ہیں۔

أَلَا يَا جَدَّنَا قَتَلُوا حَسِينًا

وَلَمْ يُرَاعُوا جَنَابَ اللَّهِ فِيْنَا

ترجمہ :- اے نانا رسول لوگوں نے ہمارے حسین کو قتل کیا اور اللہ کی جناب
کا لحاظ نہ کیا۔

نوٹ

بی بی کا یہ درد بھرا مرثیہ ہے جو ۶۲ھ میں دمشق سے واپسی کے بعد مدینہ کی دیواروں کو دیکھ کر بی بی نے پڑھا تھا اور رسول اللہ کو نانا کہہ کر اپنا کھٹنا یہ ہے اگر یہ ام کلثوم بنت فاطمہ نہ ہوتی تو نبی کریم کو نانا کہہ کر خطاب نہ کرتیں۔ اور وہ نبی جس کا لقب یکر اور طہ ہے۔ اس کی بیٹی ہونے کا دعویٰ نہ فرماتیں۔ پس معلوم ہوا کہ یہ ام کلثوم بنت فاطمہ ہیں۔

جناب امیر کی دوسری ازواج کی اولاد نے کبھی اولاد رسول ہونے کا دعویٰ نہیں فرمایا۔

دہم مسموم فی جواب نکاح ام کلثوم ۳۴۱-۳۴۲-۳۴۳
مطبوعہ ماڈل ٹاؤن لاہور

جواب اول :-

نخعی شیعہ نے بے معنی دو ورق کا لے کیے ہیں۔ جن کا خلاصہ صرف دو نفلوں میں یہ ہے۔ کہ سنیوں کی دو معتبر کتب میں یہ ثابت ہے کہ ام کلثوم بنت فاطمہ رضی اللہ عنہا ۶۱ھ تک زندہ رہیں اور اس کے بعد نخعی کہتا ہے۔ کہ ام کلثوم بنت فاطمہ کے کہ بلا میں موجود ہونے پر شیعوں کا تو اتفاق ہے لیکن ہم نے علمائے اہلسنت کی معتبر کتاب اخبار طوال سے بھی اس کی تائید پیش کر دی ہے مجھے حیرت ہے کہ اس کذاب نخعی کو جھوٹ بولتے ہوئے شرم نہیں آتی۔ جبکہ اپنا لقب حجتہ الاسلام لکھتا ہے پھر اتنا صریح جھوٹ کیوں بولتا ہے؟

اہل سنت نے اس نے اخبار طوال کو اپنی معتبر کتاب سمجھا ہے۔ حالانکہ اہل تشیع نے سمجھا ہے کہ امام تو یہ لکھتے ہیں کہ اگرچہ اس کے مذہب کی ہمیں تحقیق نہیں لیکن اگر یہ امامی شیعہ ہے تو پھر بہت بڑا مضبوط امامی ہے۔

کیونکہ یہ بہت بڑا عالم اور ثقہ آدمی ہے،
لہذا اصل عبارت ملاحظہ فرمائیں۔

تنقیح المقال :-

وَ أَقُولُ إِنْ كَانَ إِمَامِيًّا كَانَ مِنَ الثِّمَاتِ
لِتَوْثِيقِ ابْنِ النَّدِيمِ وَ حَيْثُ لَمْ يَتَحَقَّقْ لَنَا
مَذْهَبُهُ لَمْ نَعُدْهُ إِلَّا مُؤْتَفًا أَخْذًا
بِالْقَدْرِ الْمُتَيَقَّنِ وَ الْعِلْمِ عِنْدَ اللَّهِ
تَعَالَى -

و تنقیح المقال عبد اللہ امقانی شیعی جلد اول

ص ۶۰ باب احمد مطبوعہ تہران طبع جدید

ترجمہ :- اور میں (مصنف کتاب عبد اللہ امقانی کہتا ہوں کہ اگر وہ ،
راحمہ بن داؤد و نیوری صاحب الاخبار الطوال) امامی شیعہ تھا۔
تو پھر ابن ندیم کی توثیق کے مطابق ثقہ تھا۔ اور اگرچہ ہمیں اس کے
مذہب کی پوری تحقیق نہیں ہوئی لیکن پھر بھی ہم اسے قدرِ متیقن کے
مطابق سوائے ثقہ ہونے کے شمار نہیں کریں گے۔

عبد اللہ امقانی شیعی کی تحقیق سے یہ ثابت ہوا کہ صاحب الاخبار الطوال ان
کے نزدیک ثقہ ہے اور اگر امامی شیعہ ہے تو پھر بہت ثقہ امامی ہے عبد اللہ
امقانی کو تو سنی معلوم نہ ہوا لیکن نجفی صاحب کرجن کے مذہب میں ایمان کی جڑ
بھی تقیہ اور جھوٹ ہے انہوں نے الاخبار الطوال کو اہل سنت کی معتبر کتاب قرار
دیا۔ جبکہ ہمارے اسمائے رجال میں ابو حنیفہ احمد بن داؤد و نیوری کا مجھے کوشش

کے باوجود نام تک نہیں ملا اور نجفی صاحب نے دوسری کتاب ینابیع المودۃ کو اہل سنت کی معتبر کتاب قرار دیا۔ اس کو بھی ہمارے کسی مستند عالم نے اپنے مذہب کی معتبر کتاب نہیں گردانا کیونکہ وہ اول سے لے کر آخر تک اصول اہلسنت کے خلاف لکھی گئی ہے وہ امر معصومین کے نام سے ائمہ اہل بیت کے فضائل بیان کرتا ہے جبکہ ہمارا اہلسنت کا عقیدہ ہے کہ انسانوں میں سے سوائے انبیاء کرام کے کوئی معصوم نہیں ہوتا۔ دوسرے اس کی روایات اکثر و بیشتر شیخ صدوق وغیرہ معتبر شیعہ راویوں سے منقول ہیں۔ اس لیے اس کتاب کو اہل سنت کی معتبر کتاب قرار دینا سراسر غلط اور بے معنی ہے۔

لہذا ثابت ہوا کہ اس مذکورہ اعتراض میں جن کتابوں سے ام کلثوم بنت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا ساتھ تک زندہ ہونا ثابت کیا گیا ہے یہ ہمارے اہل سنت کی معتبر کتب نہیں بلکہ اسمائے رجال اہل تشیع کی تحقیق سے یہ ثابت ہوا ہے۔ کہ اخبار طوال معتبر امامی شیعہ کی کتاب ہے اور ینابیع المودۃ اہل سنت کے نزدیک غیر معتبر اور شیعہ لوگوں کی کتاب ہے۔

لہذا ہمارے لیے ان دونوں کتابوں کی کوئی عبارت بھی قابل حجت نہیں ہو سکتی۔

جواب دوم:-

نجفی صاحب شیعہ نے دو مذکورہ کتابوں سے جو استدلال کیا ہے اس کا اصل صریح دو لفظ ہیں۔ پہلا لفظ یہ ہے کہ (۱) مَقْبَلِ الْحُسَيْنِ اِيضًا مَكَّةَ وَمَعَهُ اخْتِطَا امَّ كَلثُومَ وَزَيْنَبَ۔ یعنی جب امام حسین رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ سے سفر کیا تو ان کے ساتھ ان کی دوہم ہمشیرہ ام کلثوم اور زینب تھیں۔ دوسرا لفظ (۲) جب ام کلثوم کو بلا سے واپس مدینہ پہنچیں تو انہوں نے اپنے

مرثیہ میں یہ الفاظ کہے۔

يَا حَذَّ نَاقَتَلُوا حَسِيَّتًا

یعنی اسے نانا رسول لوگوں نے ہمارے حسین کو قتل کیا۔

ان دو لفظوں سے نجفی صاحب نے اپنی جہالت کے بل بوتے پر مطلقاً ام کلثوم کو ام کلثوم بنت فاطمہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے لیکن تعجب ہوتا ہے کہ دعویٰ تو ان کا ام کلثوم بنت فاطمہ کا ۱۶ھ میں زندہ ہونا ثابت کرنا تھا مگر جو دو عبارتیں بناؤٹی کتب اہل سنت سے پیش کی ہیں ان میں صرف لفظ ام کلثوم ہے۔ ام کلثوم بنت فاطمہ کا کوئی لفظ نہیں۔ حالانکہ ہم نجفی صاحب کے پہلے اعتراض کے جواب میں معتبر طرق سے ایسی حدیث نقل کر چکے ہیں جس کو ہاشم خراسانی شیعہ نے اپنی معتبر تاریخ منتخب التواریخ میں لکھا ہے کہ جو ام کلثوم کبریٰ بنت فاطمہ زوجہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہیں ان کے جنازہ میں حسین کریمین شریک ہوئے ہیں بخلاف اس ام کلثوم کے جو کہ کربلا میں امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھیں ان کے متعلق ہاشم خراسانی شیعہ نے صاف الفاظ میں ثابت کیا ہے کہ وہ ام کلثوم بنت فاطمہ نہیں بلکہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی دوسری زوجہ سے آپ کی بیٹی ہیں۔ لہذا نجفی صاحب کو تو یہ ثابت کرنا چاہیے تھا۔ کہ کربلا میں ادا کربلا کے بعد مدینہ طیبہ میں واپس آنے والی اور اشعار کہنے والی ام کلثوم، ام کلثوم کبریٰ بنت فاطمہ ہیں۔ بلکہ ان کو اس ام کلثوم کا پورا تعارف کرنا چاہیے تھا کہ وہ ام کلثوم جو کربلا میں گئیں وہ کس کے عقد میں تھیں کیونکہ یہ تو نہیں سکتا کہ انہوں نے ساری زندگی بغیر عقد کے گزاری ہو۔ اور اس کے بعد نجفی کو یہ بھی ثابت کرنا چاہیے تھا کہ وہ ام کلثوم کبریٰ بنت فاطمہ تھیں۔ اہل سنت کی کسی معتبر کتاب سے ایک مسند مروی اور صحیح روایت جو اہل سنت کے نزدیک معتبر ہو اس سے نجفی یا ان کے مذہب کا کوئی مجتہد یہ ثابت کر دے کہ سیدہ ام کلثوم

بنتِ فاطمہ رضی اللہ عنہا مع ان کے خاوند کے نام کے کر بلا میں موجود تھیں تو میں دس ہزار روپیہ انعام پیش کروں گا۔

اور میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ نجفی شیعہ کی اگر اس قلع کے ساتھ آنت بھی پھٹ جائے تو وہ ایسی صفات کی ام کلثوم کا کر بلا سے مدینہ واپس آنا ثابت نہیں کر سکے گا، کیونکہ جو ام کلثوم کبریٰ بنتِ فاطمہ میں وہ زوجہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہیں ان کے جنازہ میں حسین کریمین نے شرکت کی اور وہ کر بلا میں نہیں گئیں بلکہ ان کی وفات مدینہ منورہ میں ہوئی اور وہیں مدفون ہوئیں۔

خلاصہ یہ ہوا کہ اب نجفی کے استدلال کے دو اصل ہیں ان کی حقیقت حال اور ان کا وزن آپ حضرات کے سامنے پیش کیا جاتا ہے آپ نظر انصاف سے یہ فیصلہ کریں کہ اس میں کس قدر وزنی دلائل ہیں۔ پہلا لفظ **مَعَهُ** اختا ام کلثوم و ذینب، ہے یعنی کر بلا میں امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان کی دو بہنیں ام کلثوم اور ذینب تھیں۔ ہم پوچھتے ہیں کیا وہ ام کلثوم جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی کسی دوسری بیوی سے بیٹی تھیں وہ امام حسین رضی اللہ عنہ کی اخت رہیں؟ نہیں ہو سکتی ہیں؟ کیا لفظ اخت۔ اخت حقیقی، اخت علاقائی اور اخت خیانی پر صادق نہیں آتا؟ جن کا تمہاری علم میراث میں بڑی وضاحت کے ساتھ بیان موجود ہے۔ لہذا صرف ام کلثوم کے ساتھ لفظ اخت سے یہ استدلال کرنا کہ وہ ام کلثوم بنتِ فاطمہ ہی ہو سکتی ہیں بنتِ علی نہیں ہو سکتیں یہ نجفی صاحب کے یتیم فی العلم ہونے کی دلیل ہے۔

اور دوسرا لفظ ہے جو کہ ام کلثوم رضی اللہ عنہ نے مدینہ واپسی پر، **يَا جَدَّ نَا قَتَلُوْا حَسِيْنًا**، کہا یعنی اے نانا رسول لوگوں نے ہمارے حسین کو قتل کر دیا۔ اس سے یہ استدلال کرنا کہ نانا رسول وہی کہہ سکتی ہے جو ام کلثوم

بنتِ فاطمہ ہے۔ ہمارا پھر سوال ہے کہ وہ ام کلثوم جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیوی دوسری بیوی سے ہیں۔ کیا حضور علیہ السلام کو نانا نہیں کہہ سکتیں؟

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا ان کی کیا گنتی ہیں؟ کیا باپ کی بیوی کو ماں کہا جاتا ہے۔ کہ نہیں؟ پھر ماں کے والد کو نانا کہا جاتا ہے کہ نہیں؟ معلوم ہوا ان دونوں نقطوں سے ام کلثوم کبریٰ بنتِ فاطمہ سی مراد ہو سکتی ہے، پر استدلال کرنا کچھ وزن نہیں رکھتا بلکہ یہ تو دوستے کو تنکے کا سہارا ہے۔ جو کنارے نہیں لگا سکتا۔ اللہ تعالیٰ ان نجفی صاحب کو داماوی علی، عمر فاروق رضی اللہ عنہما پر تیرہ بازی اور گندی زبان استعمال کرنے سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔

نجفی صاحب کی لایینی قلیق سوم

ہم مسموم کے صفحہ ۲۸۸ تا ۳۰۰ تک عبارت

کا خلاصہ

نجفی صاحب شیعہ نے جو ۱۲ صفحات اپنی ہم مذموم کے کالے کیے ہیں۔ ان کا خلاصہ یہ ہے کہ کتاب ابن طبقات جلد ۸ ص ۴۳ پر موجود ہے کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دصال کے بعد ام کلثوم بنتِ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے عون بن جعفر ان کے بعد محمد بن جعفر اور ان کے بعد عبد اللہ بن جعفر نے عقد کیا۔ اور اس کو نجفی نے تاریخی رو سے ثابت کیا کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بعد عون بن جعفر، محمد بن جعفر اور عبد اللہ بن جعفر کے ساتھ ام کلثوم بنتِ فاطمہ کا عقد غلط ہے کیونکہ عون اور

محمد تو عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں قلعہ تستر کی فتح میں شہید ہو گئے تھے۔ لہذا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے وصال کے بعد ان کے ساتھ ام کلثوم بنت فاطمہ کا عقد کیسے ہو سکتا ہے۔

اس کے علاوہ طبقات بن سعد میں موجود ہے کہ عبد اللہ بن جعفر نے زینب بنت فاطمہ کے بعد ام کلثوم بنت فاطمہ سے عقد کیا حالانکہ زینب بنت فاطمہؓ حضرت عبد اللہ کے عقد میں فوت ہوئیں۔ اور ام کلثوم کے وصال کے بعد ان کا وصال ہوا تو پھر کیسے ثابت ہو سکتا ہے کہ زینب بنت فاطمہ کے بعد ام کلثوم بنت فاطمہ سے عقد کیا ہو۔

لہذا ثابت ہوا کہ طبقات ابن سعد کی روایت جس میں یہ مذکور ہے کہ ام کلثوم بنت فاطمہ کا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے عقد ہوا اور ان کے بعد عون ان کے بعد محمد اور ان کے بعد عبد اللہ سے عقد ہوا یہ سراسر غلط اور لغو روایت ہے۔

جواب :-

نخفی کی مذکورہ قلعہ تستر سے زیادہ سے زیادہ یہی ثابت ہوتا ہے کہ طبقات ابن سعد کی روایت غلط ہے اور اس سے ام کلثوم بنت فاطمہ کا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے عقد ثابت نہیں ہوتا تو میں کہتا ہوں کہ اس روایت کو تو ہم بھی سراسر غلط سمجھتے ہیں۔ کیونکہ یہ بے سند ہے لیکن حجت تو یہ ہے کہ طبقات کے اسی صفحہ پر جو مسند اور صحیح روایات تھیں وہ نخفی کو کیوں نظر نہ آئیں جن میں فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے بعد عون و محمد و عبد اللہ پسران جعفر بن ابی طالب کا لفظ تک موجود نہیں۔ ان صحیح روایات کو چھوڑ کر غلط اور بے سند روایت کے پیچھے پڑنے کا نخفی کو کیا شوق تھا۔ لیکن اسے معلوم تھا کہ ان روایات میں سیدہ ام کلثوم کا حضرت عمرؓ سے عقد بلا کسی نقص کے ثابت ہے۔

مجھے سمجھ نہیں آتی کہ نجفی کے نزدیک طبقات ابن سعد کی بے سند روایت زیادہ معتبر ہے یا تہذیب الاحکام استبصار، الشافی اور قرب الاسناد وغیرہ کی با سند روایات معتبر ہیں، اور پھر طبقات ابن سعد کی ایک بے سند روایت جس کو کوئی بھی صاحب علم قابل استدلال نہیں بنا سکتا اس کے رد کرنے میں نجفی نے ۱۲ صفحات کیوں کالے کئے ہیں؟ جبکہ کتب شیوخ جیسا کہ صحاح اربعہ میں سے تہذیب الاحکام، استبصار، اور فروع کافی میں یہ روایت موجود ہے کہ ام کلثوم بنت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا عقد عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ہوا اور ان کے وصال کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنی صاحبزادی ام کلثوم کو اپنے گھر لے گئے۔ اگرچہ اس سے پہلے میں تقریباً پندرہ عدد روایات ام کلثوم بنت فاطمہ کے عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ساتھ عقد ہونے پر معتبر کتب اہل تشیع سے پیش کر چکا ہوں لیکن صرف منہ اور مرفوع ثابت کرنے کے لیے دو تین روایات پیش کرتا ہوں لہذا آپ ملاحظہ فرمائیں۔

قرب الاسناد:-

أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدٌ حَدَّثَنِي مُوسَى
قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ جَعْفَرِ
بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ أَنَّ عَدِيًّا نَقَلَ
أُبْنَتَهُ أُمَّ كَلْثُومٍ فِي عِدَّتِهَا حَيْثُ مَاتَ زَوْجُهَا
عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ لِأَنَّهَا كَانَتْ فِي دَارِ الْأُمَارَةِ۔

(قرب الاسناد مصنف ابی العباس عبد اللہ بن جعفر قمی شیوخ جردوم

ص ۱۰۹ کتاب النفقات باب النفقة علی الحامل المتوفی

عنها زوجها مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ: خبر دی ہمیں عبد اللہ نے اور خبر دی محمد نے کہ حدیث بیان کی مجھ سے

موسیٰ نے کہا اس نے کہ حدیث بیان کی مجھ سے میرے باپ نے
 انہوں نے اپنے باپ سے انہوں نے اپنے دادا جعفر بن محمد سے
 ان سے ان کے باپ نے انہوں نے اپنے دادا سے کہ حضرت
 علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنی صاحبزادی سیدہ ام کلثوم
 رضی اللہ عنہ کو اپنے گھر منتقل کر لیا جب کہ ان کے شوہر حضرت عمر
 بن خطاب رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی اور وہ دارالامارت میں
 عدت گزار رہی تھیں۔

تہذیب الاحکام :-

مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ يَحْيَى عَنْ جَعْفَرِ بْنِ
 مُحَمَّدٍ الْقُتَيْبِيِّ عَنِ الْقُدَّاحِ عَنْ جَعْفَرِ عَنْ أَبِيهِ
 عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ مَاتَتْ أُمُّ كُلْثُومٍ بِنْتُ
 عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَابْنُهَا زَيْدُ بْنُ عُمَرَ بْنِ
 الْخَطَّابِ فِي سَاعَةٍ وَاحِدَةٍ لَا يُدْرَى أَيُّهُمَا
 هَلَكَ قَبْلُ فَلَمْ يُورَثْ أَحَدُهُمَا مِنَ الْآخَرِ
 وَصَلَّى عَلَيْهِمَا جَمِيعًا.

تہذیب الاحکام مصنفہ شیخ الطائفہ ابی

جعفر طوسی شیعہ جلد ۹ ص ۴۶۲-۴۶۳ فی

میراث الفریق والمعدوم علیہم فی وقت

واحد مطبوعہ تہران طبع جدید

ترجمہ: محمد بن احمد بن یحییٰ نے جعفر بن محمد القیمی سے اس نے قراح سے

اور اس نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے انہوں نے اپنے والد گرامی سے روایت بیان کی ہے کہ سیدہ ام کلثوم بنت علی علیہ السلام اور ان کے صاحبزادے حضرت زید بن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما نے ایک ہی ساعت میں انتقال فرمایا لیکن یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ ان دونوں میں سے پہلے کس کا انتقال ہوا۔ ان میں سے کوئی بھی ایک دوسرے کا وارث نہیں بنا۔ اور ان دونوں کی نماز جنازہ اکٹھی ادا کی گئی۔

الاستبصار:-

مُحَمَّدُ بْنُ يَعْقُوبَ عَنْ حَمِيدِ بْنِ زِيَادٍ عَنِ ابْنِ سَمَاعَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَنَانٍ وَمُعَاوِيَةَ بْنِ عَمَّارٍ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ سَأَلْتُ عَنْ الْمَرْأَةِ الْمُتَوِّفِي عَنْهَا زَوْجُهَا أَتَعْتَدُ فِي بَيْتِهَا أَوْ حَيْثُ شَاءَتْ قَالَ بَلْ حَيْثُ شَاءَتْ إِنْ عَلِيًّا عَلَيْهِ السَّلَامُ لَمَّا تَوَوَّعَ عُمَرَاؤُنِي إِلَى أُمِّ كَلْثُومٍ فَأَنْطَلَقَ بِهَا إِلَى بَيْتِهَا -

(الاستبصار مصنفہ شیخ الطائفہ ابی جعفر طوسی)

شیعی جلد سوم ص ۳۵۲ باب المتوفی

عنها زوجها هل يجوز لها ان تبیت

عن منزلها ام لا مطبوعہ تہران طبع جدید

ترجمہ:- (بخلاف اسناد) معاویہ بن عمار نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ

سے روایت کی ہے کہ میں نے آپ سے اس عورت کے متعلق

دریافت کیا جس کا خاوند فوت ہو جائے وہ عدت اپنے گھر میں گزارے
یا جہاں وہ چاہے؟ تو آپ نے فرمایا بلکہ جہاں چاہے کیونکہ حضرت
علی رضی اللہ عنہ، عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے وصال کے بعد سیدہ ام کلثوم
رضی اللہ عنہا کو اپنے گھر لے آئے تھے۔

قارئین کرام! آپ نے دیکھ لیا کہ نجفی صاحب نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا
کی کچھ اولاد کو ان کی اولاد سے نکالنے کی کس قدر لالچینی کوشش کی ہے وہ بھی
 واضح ہو گئی کہ جس ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے عقد ہے۔ وہ
حسین کریمین کی حقیقی ہمشیرہ ہیں جن کے جنازہ میں حسین کریمین خود شامل ہوئے۔ اور
جس ام کلثوم کو یہ بنت فاطمہ ثابت کر کے کر بلا میں موجود دکھاتے ہیں وہ ام کلثوم
بنت فاطمہ نہیں بلکہ وہ حضرت علی کی دوسری بیوی سے آپ کی بیٹی ہیں۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

شیعہ سنی کا مسلمہ قانون

شیعہ لوگوں کا ہی نہیں بلکہ اہل سنت کے نزدیک بھی یہ قانون مسلمہ ہے کہ
ایک روایت اگرچہ وہ ضعیف ہی کیوں نہ ہو اگر وہ چند طرق سے منقول ہو تو اس
کا صنف جائز رہتا ہے۔

لہذا وہ روایت جو مختلف طرق سے منقول ہو۔ اس کو اس بنیاد پر اس
روایت پر ترجیح دی جاتی ہے جو کہ ایک ہی طریقہ سے منقول ہو۔ اور آپ نے
دیکھ لیا کہ ام کلثوم زوجہ عمر فاروق رضی اللہ عنہما کو حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت
عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے وصال کے بعد اپنے گھر لے آئے۔ یہ روایت کثیر طرق

سے معتبر کتب شیعہ میں پائی جاتی ہے۔

تو اس کے باوجود اگر کوئی شیعہ ایک وضعی اور شاذ روایت کو لے کر سیدہ ام کلثوم بنت فاطمہ رضی اللہ عنہما کا جو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے عقد ہے اس کا انکار کرے تو حقیقت میں وہ ایک مسلمہ قانون کا انکار کرتا ہے۔ اور یہ قانون صریحاً ہی نہیں بلکہ حقیقت پر مبنی ہے جب کسی روایت کے راوی کثیر ہوں گے تو لازمی بات ہے کہ ان تمام کا خطا پر جمع ہونا محال عادی ہوگا۔

لہذا اب آپ معتبر کتب شیعہ سے کتاب معالم الاصول کی اصل عبارت ملاحظہ فرمائیں۔

معالم الاصول :-

مِنْهَا التَّرْجِيحُ بِالسَّنَدِ وَ يَحْصِلُ
بِأَمُورٍ الْأَوَّلُ كَثْرَةُ الرُّوَاةِ كَانَ
يَكُونُ رُوَاةٌ أَحَدُهُمَا أَكْثَرَ
عَدَدًا مِنْ رُوَاةِ الْآخِرِ فَيُجَرِّجُهُ
مَا رَوَاهُ أَكْثَرُ بِقُوَّةِ السُّنَنِ
إِذَا الْعَدَدُ الْأَكْثَرُ أَبْعَدُ عَنِ الْخَطَا
مِنَ الْأَقَلِّ.

کتاب معالم اصول للشیخ جمال الدین ابو منصور حسن
بن زین الدین الشیعی المطلب التاسع خاتمة المتن
۱۰۱۹ھ مطبوعہ قدیم۔ ایران سن طباعت

(۱۲۹۰ھ)

ترجمہ بد کسی روایت کے صحیح اور ثقہ ہونے کے جو اصول ہیں ان میں سے سند کے اعتبار سے ترجیح ہے اور یہ چند امور کے ساتھ حاصل ہوتی ہے پہلا ہے کثرتِ رواۃ کہ جب ایک روایت کے راوی دوسری روایت کے راویوں سے زیادہ ہوں تو اسی روایت کو ترجیح دی جائے گی جس کے راوی زیادہ ہوں کیوں کہ اس سے ظن (علم) میں قوت ملتی ہے کیونکہ کثیر راوی، قلیل راویوں کی بہ نسبت خطا کم کرتے ہیں۔

الحاصل :-

نخعی شعی کو اس مذکورہ اصول کا پاس رکھنا چاہیئے اور اپنے مسلک کی بنیاد کو عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے حسد و بغض کی گندی زبان کی کھٹاڑی سے کاٹنا نہیں چاہیئے۔ نخعی سے گزارش ہے کہ ایک دن ضرور مرنا ہے اور یہ گندی زبان جو تم صحابہ کرام، خصوصاً عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے حق میں استعمال کرتے ہو۔ اس کا ضرور حساب ہوگا اور یہ جو تم صرف اپنے چند پیلوں کو خوش کرنے کے لیے اسلام کے بہت بڑے پہاڑ سے ٹکر لے رہے ہو اس کا تمہیں خمیازہ بھگتنا ہوگا۔ اور میں نے جو تمہاری کتاب سے تین عدد تمہارے اعتراض نقل کیے ہیں ان کے پڑھنے سے اس قدر دل جلا میں چاہتا تھا کہ اینٹ کا جواب پتھر سے دوں مگر پھر خیال آیا کہ اگر میں بھی نخعی جیسی زبان استعمال کروں تو مجھ میں اور ان میں کیا فرق رہے گا۔ ان کی تو فطرت میں تیرہ بازی داخل ہے جس کے لیے عقل اور شرع کے نزدیک کسی قسم کا جواز نہیں۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

ۛ

فلق چہارم

نحفی صاحب کی ایک نہایت دل آزاگستانی

اپنی روحانی مال سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی شان میں،

سہم مسموم

اعتراض:-

بی بی عائشہ کم سن تھی اور رسول اللہ کا بھی تو ان سے

رشتہ ہو گیا تھا۔

جواب نحفی:-

بی بی عائشہ کی کم سنی والا افسانہ بے بنیاد ہے ہم ثابت کر چکے ہیں کہ مائی صاحبہ شادی کے وقت مطلقہ تھی اور ستر برس کی تھی۔

دہم مسموم فی جواب نکاح ام کلثوم مصنفہ غلام حسین
نحفی ص ۲۴۳ مطبوعہ لاہور

÷

جواب اہل سنت:-

نحفی شیعہ نے مائی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے مطلقہ ہونے پر جو طبقات ابن سعد جلد نمبر ۱ ص ۵۹ سے روایت پیش کی ہے اس کا ترجمہ: خطہ فرمائیں۔ ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو بکر سے عائشہ کا رشتہ مانگا۔ ابو بکر نے عرض کی کہ میں یہ رشتہ مطہم کو اس کے بیٹے جعیر کی خاطر دے چکا ہوں۔ پس آپ مجھے مہلت دیں تاکہ میں اسے ان سے واپس لوں۔ پس ابو بکر نے مذکورہ رشتہ واپس لیا اور انہوں نے بی بی عائشہ کو طلاق دے دی۔ اور پھر نبی کریم نے اس سے شادی کی۔

(ہم سموم فی جواب نکاح ام کلثوم ص ۱۵۲)

مذکورہ روایت جو نحفی صاحب نے بغیر سند کے طبقات ابن سعد کی نقل کی ہے یہ حدیث اہل سنت کے نزدیک ہرگز قابل قبول نہیں ہے۔ کیونکہ یہ سند کے اعتبار سے نہایت ہی مجروح ہے کیونکہ اس کے دونوں پہلے راوی عبد اللہ بن ابی ملیک اور جامع کافن رجال میں کوئی وزن نہیں ہے کیونکہ عبد اللہ بن ابی ملیک اس قدر مجہول ہے کہ کتب اسمائے رجال اہل سنت میں تو اس کا نام تک نہیں ملتا، چہ جائے کہ اس کے ثقہ ہونے کو تسلیم کیا جائے اور کتب اسمائے رجال اہل تشیع میں اس کا نام تو موجود ہے مگر اس کے حالات قطعاً مذکور نہیں بلکہ اس کو مجہول لکھا ہے۔ لہذا جامع الرواۃ جلد اول ص ۲۶ پر صرف اس کا نام لکھنے پر ہی اکتفا کیا گیا جس کا واضح مطلب یہ ہے کہ یہ سخت مجہول الحال ہے۔



پہلے راوی عبد اللہ ابن ابی ملائکہ کے

حالات

تنقیح المقال :-

عذہ الشیعہ فی رجالہ من اصحاب السجاد و حالہ
کسابقہ۔

ترجمہ :- شیخ طوسی نے اس کو امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں
میں شمار کیا ہے اور اس کے حال کے متعلق لکھا ہے کہ وہ عبد اللہ بن
ابی محمد بصری کا سہ ہے۔

اور اس کے متعلق یوں لکھا۔ ظاہرہ کونہ امامیہ و حالہ مجہول

یعنی ظاہراً تو وہ امامی ہے اور حال اس کا مجہول ہے۔

یعنی صاحب تنقیح المقال نے عبد اللہ بن ابی ملیک کے متعلق وضاحت کر دی
کہ ہے تو وہ شیعہ لیکن ہے مجہول الحال یعنی اس کے ثقہ اور غیر ثقہ اور متقی یا فاجر،
عالم یا جاہل۔ اور سچا یا جھوٹا ہونے کا کوئی علم نہیں۔

تو جس روایت کا پہلا راوی یعنی جو اصل حدیث سنانے والا ہے ایسا ہو
تو وہ حدیث کیسے قابل قبول ہو سکتی ہے اور پھر جب ہو بھی شیعہ کہ جس کے عقیدہ
میں ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی گستاخی عبادت ہے (لعلیاذ باللہ)
تو اس کی روایت مائی صاحبہ کے بارے میں کیسے قابل قبول ہو سکتی ہے۔

دوسرے راوی اہل طح کے حالات

تہذیب التہذیب :-

وَقَالَ أَبُو حَاتِمٍ لَيْسَ بِالْقَوِيَّ يُكْتَبُ
حَدِيثُهُ وَلَا يُحْتَبَرُ بِهِ وَقَالَ النَّسَائِيُّ
ضَعِيفٌ لَيْسَ بِذَلِكَ وَكَانَ لَهُ رَأْيٌ
سَوْءٌ وَقَالَ الْجَوْزْجَانِيُّ مُفْتَرِيٌّ -

تہذیب التہذیب مصنفہ ابن حجر عسقلانی
جلد اول صفحہ ۱۸۹ الالف مطبوعہ حیدرآباد دکن

ترجمہ: ابو حاتم نے کہا کہ اہل طح قوی راوی نہیں ہے۔ اس کی حدیثیں لکھی جاتی
لیکن ان کو حجت قرار نہیں دیا جاتا امام نسائی نے کہا وہ ضعیف ہے
اور حجت کے قابل نہیں۔ اور جوزجانی نے کہا۔ جوڑجانی نے کہا
کہ وہ مفتری ہے۔

اور اس کے بعد صاحب تہذیب التہذیب نے اس کے متعلق یہاں تک نقل
کیا ہے۔ انه يعد من شيعة الكوفة یعنی وہ کوئی شیعوں میں شمار کیا
جاتا ہے۔

تو جس راوی کے متعلق یہاں تک لکھا گیا ہو کہ وہ قابل حجت نہیں بلکہ

وہ مفتری شیعہ ہے۔ پھر سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی تنقیص شان کا مسئلہ ہو تو وہ کیوں نہ افتراء باندھے گا۔ لہذا ایسی روایت اہل سنت کے نزدیک کبھی قابل حجت اور قابل قبول نہیں ہو سکتی۔

اور کتب اسمائے رجال اہل تشیع نے بھی اس کے شیعہ ہونے کی تصدیق کی ہے۔ ملاحظہ ہو۔

جامع الرواة :-

أَجَلَمُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ أَبُو حَجِيَّةَ الْكَنْدِيُّ
وَتَقَّاهُ ابْنُ مُعَيِّنٍ وَضَعَفَهُ النَّسَائِيُّ وَهُوَ
شَيْعِيٌّ مَاتَ سَنَةَ ۱۳۵

جامع الرواة جلد اول ص ۳۹ باب الالف

بعدہ الحامد مطبوعہ رقم طبع جدید

ترجمہ :- اجم بن عبد اللہ ابو حبیہ الکندی کو ابن معین و غیرہ نے ثقہ قرار دیا اور امام نسائی نے اسے ضعیف قرار دیا اور وہ شیعہ مذہب رکھتا تھا جو کہ ۱۳۵ھ میں فوت ہوا۔

جس راوی کے متعلق اہل تشیع کے اسمائے رجال ثقہ طبعہ راوی تسلیم کریں اور پھر ان کے اعتقاد میں یہ چیز ثابت ہو کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر ہر غلطی کے بعد امام جعفر صادق معاذ اللہ لعنت کرتے تھے (فروغ کافی)

تو کیسے ہو سکتا ہے کہ کوئی شیعہ ہو اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا گستاخ نہ ہو۔

اور سیدہ ام المومنین رضی اللہ عنہا کی تنقیص شان والی روایت کا وہ راوی اگرچہ اپنے مذہب میں کتنا ہی ثقہ ہو اہل سنت کے نزدیک اس کی کوئی روایت

قابل قبول نہیں ہو سکتی۔

لہذا ثابت ہوا کہ یہ روایت شیعوں کی من گھڑت روایت ہے جس کا اہل سنت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔

حقیقت حال یہ ہے کہ سیدہ عائشہ ام المومنین رضی اللہ عنہا کا نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کنواری ہونے کی حالت میں عقد شریف ہونا ایسا مسئلہ ہے کہ اہل سنت و جماعت اور اہل تشیع میں متفق علیہ ہے لہذا ہم اہل تشیع کی خصوصاً نجفی صاحب کی تسلی کے لیے ان کے مسلک کے ائمہ مجتہدین کی ایسی صریح عبارات پیش کرتے ہیں کہ جن میں صات الفاظ میں لکھا ہوا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ازواج مطہرات میں سے سوائے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے کوئی زوجہ مطہرہ کنواری نہ تھیں۔ کہ جن سے حضور نے کنواری ہونے کی حالت میں عقد شریف کیا۔

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عقد شریف کنواری ہو پر

کتب شیعہ سے حوالہ جات

اعلام الوری :-

وَالثَّالِثَةُ عَائِشَةُ بِنْتُ أَبِي بَكْرٍ تَزَوَّجَهَا
بِمَكَّةَ وَهِيَ بِنْتُ سَبْعٍ وَلَمْ يَتَزَوَّجْ بَكْرًا
غَيْرَهَا وَدَخَلَ وَهِيَ بِنْتُ تِسْعٍ لِسَبْعَةٍ

اَشْهَرُ مَنْ مَقْدَمِهِ الْمَدِينَةُ وَبَقِيَتْ اِلَى
خِلَافَةِ مُعَاوِيَةَ

(۱) اعلام النورنی باعلام الہدی تالیف ابی علی الفضل
بن حسن طبرسی شیعہ ص ۱۲۸ ذکر ازواج انبی صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم واولادہ۔ مطبوعہ بیروت۔

(۲) منتخب التواریخ مصنفہ محمد بن ہاشم خراسانی

شیعی ص ۲۱ در حالات زوجات واولاد

پیغمبر مطبوعہ تہران

(۳) مناقب آل ابی طالب جلد اول ص ۱۵۹ مصنفہ

ابن شہر آشوب فی اقرباء۔ مطبوعہ قم طبع جدید

(۴) مروج الذهب للمسعودی جلد ۲ ص ۲۸۷ تذکرہ

۵۴۲ مطبوعہ بیروت طبع جدید

ترجمہ:- (نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی تیسری زوجہ محترمہ) سیدہ عائشہ صدیقہ بنت

ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہما ہیں۔ حضور نے ان سے مکہ میں سات برس کی

عمویں نکاح کیا۔ آپ نے ان کے سوا کسی باکرہ (کنواری) عورت سے

نکاح نہیں کیا۔ آپ نے ان سے دخول فرمایا جبکہ آپ کو مدینہ تشریف

لائے ہوئے ستاباہ ہو گئے تھے اور ان (سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ

عنہا) کی عمر اس وقت ۹ برس تھی۔ آپ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

کے دورِ خلافت تک زندہ رہیں:-

❖ ❖

❖

تاریخ ائمہ :-

حضرت عائشہ حضرت ابو بکر کی بیٹی تھیں نہ بعثت میں جب حضرت خدیجہ انتقال کر چکی تھیں تو ان کی جدائی پر آنحضرت کو بڑا صدمہ ہوا۔ بدیکھ کر حضرت ابو بکر جناب عائشہ کو آنحضرت کی خدمت میں لائے اور کہا یا رسول اللہ یہ بچی آپ کے صدمہ کو کچھ کم کرے گی۔ عرض آنحضرت نے حضرت عائشہ سے نکاح کر لیا۔ مگر زفاف کی نوبت نہیں آئی جب حضرت ہجرت کر کے مدینہ آئے اور حضرت ابو بکر بھی وہاں پہنچ گئے تو آپ نے آنحضرت سے پوچھا اے رسول خدا آپ انہی بیوی کو گھریوں نہیں لے جاتے۔ فرمایا ابھی مہر کارو پیہ نہیں ہے۔ حضرت عائشہ فرماتی تھیں کہ ابا جان نے آنحضرت کو ساڑھے بارہ اوقیہ (میرا مہر ادا کرنے کو) دیا۔ تب حضرت نے اسے ہمارے ہاں بھیجا۔

(تاریخ ائمہ مصنفہ سید علی حیدر نقوی ص ۱۴)

مطبوعہ موجی دروازہ لاہور

لمحہ فکریہ :-

ہم نے خوف طوالت کی وجہ سے چند حوالوں پر اکتفا کیا جن میں شیعہ اکابرین نے اس بات پر وضاحت کی ہے :-



مذکورہ حوالہ جات سے مندرجہ ذیل امور

ثبات ہوئے

۱۔ سیدہ عائشہ ام المومنین رضی اللہ عنہا کا عقد چھ یا سات سال کی عمر میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوا۔ اور ۹ سال کی عمر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے زفات فرمایا۔

۲۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات میں سے سوائے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے کوئی باکرہ (کنواری) بیوی نہ تھیں۔

۳۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال شریف کے وقت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی عمر سترہ برس تھی۔

(مروج الذهب للمسعودی جلد ۲ ص ۲۸۷)

۴۔ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا عقد باوجود کم سن ہونے کے صرف اس لیے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تاکہ سیدہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے وصال شریف کا جو آپ پر غم ہے وہ دور ہو سکے۔

۵۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا حق مہر بھی خود ادا کیا۔



لمحہ فکریہ :-

قارئین کرام! ذرا انصاف فرمائیں کہ نجفی شیعہ نے مطلقہ کہہ کر جو سیدہ عائشہ صدیقہ ام المومنین رضی اللہ عنہا کی شان میں اتہا و رجہ گستاخی کی ہے۔ سب کراس کے اعتقاد میں طبقات ابن سعد کوئی معتبر کتاب نہیں ہے۔ تو پھر اس کا حوالہ دے کر مائی صاحبہ رضی اللہ عنہا کے مطلقہ ہونے کا وہ ثبوت پیش کر رہا ہے۔ حالانکہ اس کے اپنے مسلک کی معتبر کتب کے حوالہ جات آپ ابھی ملاحظہ فرما چکے ہیں جن میں صان لفظوں میں موجود ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ازواج میں سوائے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے کوئی بھی آپ کی کنواری زوجہ محترمہ نہ تھیں۔

تو میں اب نجفی صاحب سے پوچھتا ہوں کہ جتنی تمہاری کتابوں کے میں نے حوالہ جات پیش کیے ہیں کیا وہ سب کے سب غلط ہیں۔ اور ان کے تمام مصنفین کذاب ہیں۔ لیکن یہ تم ان کے حق میں کبھی بھی کہنے کے لیے تیار نہیں ہو تو پھر تم کو کیا حق حاصل ہے کہ ایک غلط اور بے اصل روایت جس کے مادی اتہائی مجہول الحال ہیں کو لے کر تم ام المومنین کی شان میں گستاخی کر رہے ہو۔ اگر تمہارے پاس کوئی سچائی ہے تو پھر میں تمہیں چیلنج کرتا ہوں کہ ہماری کتب تو کیا اپنی شیوہ کتب سے ہی ایک صحیح اور مرفوع ایسی روایت پیش کرو جس میں طبقات ابن سعد کی روایت کی تائید موجود ہو تو میں آپ کو منہ مانگا انعام پیش کروں گا۔



گنج شمس کی فلق نسیم

حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی بوقت

نکاح عمر کتنی تھی

سہم مسموم فی جواب نکاح ام کلثوم :-

بی بی عائشہ کی عمر وقت ہجرت اور شادی سترہ سال تھی۔

بیانہ - اسما دینت ابی بکر وقت ہجرت ۲۷ برس کی تھی۔ ثبوت ملاحظہ ہو۔

۱۔ اہل سنت کی معتبر کتاب الاصابۃ فی تمیز الصحابہ جلد ۲ ص ۲۲۵

۲۔ اہل سنت کی معتبر کتاب اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ جلد ۷ ص ۹ ذکر اسما دینت ابی بکر دونوں کتابوں کی عبارت ملاحظہ ہو۔

قَالَ أَبُو نَعِيمٍ اَصْفَهَا نِي وَلِدْتُ قَبْلَ الْهِجْرَةِ
بِسَبْعٍ وَعِشْرِينَ سَنَةً۔

ترجمہ - اسما دینت ابی بکر ہجرت مدینہ سے ستائیس سال قبل پیدا ہوئیں۔ اسما دینت ابی بکر سے ان کی چھوٹی بھین حضرت عائشہ دس سال چھوٹی تھیں۔

ثبوت ملاحظہ ہو۔

اہل سنت کی معتبر کتاب "اکمال فی اسما الرجال" صاحب المشکوٰۃ ولی الدین ص ۳

وَهِيَ اكْبَرُ مِنْ اخْنَتِهَا عَائِشَةَ بِعَشْرِ سِنِينَ وَ

مَاتَتْ بَعْدَ قَتْلِ ابْنِهَا بِعَشْرَةِ اَيَّامٍ وَلَهَا

مِائَةِ سَنَةٍ. وَ ذَلِكْ سَنَةٌ ثَلَاثَةٌ وَ
سَبْعِينَ بِمَكَّةَ.

ترجمہ۔ اسماء بنت ابی بکر اپنی بھین عائشہ سے عمر میں دس سال بڑی تھیں۔ اپنے
بیٹے عبداللہ کے قتل کے دس دن بعد عمر سو سال وفات پائی ان کی وفات
مکہ میں ۳۷ھ میں ہوئی۔

نوٹ۔ اگر ۳، ہجری میں اسماء سو سال کی تھی۔ تو وقت ہجرت وہ یقیناً ۲ سال کی
تھی۔ اور اسماء دس برس عائشہ سے بڑی ہے۔ پس وقت ہجرت عائشہ، ۱ سال کی تھی۔

رسم مسوم فی جواب نکاح ام کلثوم مصنفہ

غلام حسین نجفی ص ۱۵-۱۵۱

جواب ۱۔ رسم مسوم کے مصنف نجفی شیعہ کا سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی عمر شریف
کو زیر بحث لانے کے دو مقاصد ہیں۔ ایک یہ کہ ثابت کیا جائے کہ اہل سنت
کے نزدیک جو حضرت عائشہ کی بوقت نکاح چھ سات برس کی عمر تھی۔ غلط اور بے بنیاد
ہے۔ اسی مقصد کے ضمن میں وہ مائی صاحبہ رضی اللہ عنہا کے حضور گستاخیاں بھی درج
کرنا چاہتا ہے۔ تاکہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بیٹی ہونے کی وجہ سے ان کی کوئی
فضیلت ثابت نہ ہونے پائے۔ دوسرا مقصد اس کا یہ ہے کہ حضرت علی مرتضیٰ
کی ایک اور صاحبزادی حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی شادی کم عمری میں حضرت
فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے ثابت کرنا اہل سنت کی غلطی ہے۔ اور اسی ضمن میں
یہ مسئلہ پیش آتا ہے کہ کیا کم سنی میں بچی کی شادی ہو سکتی ہے۔ یا نہیں۔ کیونکہ اہل
سنت حضرت عائشہ صدیقہ کی شادی اور جنابہ ام کلثوم کی شادی کم عمری میں ثابت
کر کے اسے شرعاً جائز قرار دیتے ہیں۔ لہذا نجفی کو یہ بات پسند نہ آئی۔ اس نے
مائی صاحبہ رضی اللہ عنہا کی کم عمری میں شادی پر اعتراض کر کے یہ بتلانا چاہا، کہ

جب ان کی کم عمری میں شادی پر ام کلثوم کی کم عمری کی شادی کو قیاس کیا جاتا ہے۔ تو یہ قیاس ہی غلط ہے۔ کیونکہ مائی صاحبہ رضی اللہ عنہا کی عمر بوقت شادی، ابرس تھی۔ جس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ ام کلثوم کی شادی کا معاملہ بھی درست نہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ مائی صاحبہ کی عمر کے بارے میں اس نجفی شیعہ نے جو کچھ لکھا۔ وہ دراصل غلام احمد پرویز علیہ ما علیہ کے مضمون کی چوری کی ہے۔ پرویز ایسا معروف و مشہور منکر حدیث ہے کہ جس کو تمام فرق اسلامیہ بعد اہل تشیع خارج از اسلام قرار دیتے ہیں۔ ”معراج النسایت“ نامی اپنی ایک تصنیف میں اس نے یہ موضوع چھیڑا۔ نجفی سے اور نہ کچھ بن سکا۔ تو اس کی کتابوں سے حوالہ جات اور مضمون چرا کر اپنی تصنیف میں جمع کر کے بڑی بینگ لگائی۔ کسی نے صحیح کہا ہے کہ بوقت ضرورت گدھا بھی باپ بنا لیا جاتا ہے۔ اس گدھے باپ کے نجفی بیٹے نے کیا اوصاف اجداد پائے۔ اور کیا خوبیاں پائیں۔ نجفی کو چونکہ مائی صاحبہ رضی اللہ عنہا کی تنقیص مقصود ہے۔ چاہے کہیں سے میسر آئے۔

قارئین کرام! نجفی نے ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کی رپورٹ کی کتاب سے چرا کر، عمر شریف بوقت نکاح جو ۱۷۔ برس لکھی۔ اس کے دو حوالہ جات دکر کئے۔ ایک حوالہ اسد الغابہ اور دوسرا حوالہ الاصابۃ سے۔ ان دونوں حوالوں سے ہمیں کیا اختلاف ہو سکتا ہے۔ کیونکہ ان سے مائی صاحبہ رضی اللہ عنہا کی عمر بوقت نکاح، اسال ثابت ہونے کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ بلکہ ایک منطقی اور قیاسی طریقہ سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ جس کو ہم کئی ایک طریقوں سے قابل استدلال نہیں سمجھتے۔

وجہ اول: ایک حوالہ صاحب مشکوٰۃ علامہ ولی الدین کا دیا گیا تھا۔ جو انہوں

نے ”الاکمال فی اسماء الرجال“ میں ذکر کیا جس صفحہ سے یہ حوالہ درج کیا گیا ہے۔ وہاں علامہ موصوف نے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کی مختلف سوانح درج کی ہے۔ جس میں ضمناً یہ مذکور ہے کہ حضرت اسماء عمر میں حضرت عائشہ سے دس سال بڑی تھیں جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ بوقت ہجرت اور بوقت شادی ان (عائشہ رضی اللہ عنہا) کی عمر ۱۸ سال کی تھی۔ کیونکہ بوقت ہجرت حضرت اسماء کی عمر ۲۲ برس تھی۔ لہذا دس سال کم کریں۔ تو ۱۸ سال باقی رہ جاتے ہیں اور یہی عمر حضرت عائشہ کی بوقت نکاح تھی الخ

مذکورہ کتاب میں اگر اس صفحہ کو دیکھا جائے جس میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حالات زندگی مختصر طور پر انہی نے بیان کئے۔ تو وہاں صاف صاف عبارت موجود ہے۔

وَبَقِيَتْ مَعَهُ تِسْعَ سِنِينَ وَمَاتَ عَنْهَا وَلَهَا ثَمَانِيَةٌ عَشَرَ سَنَةً قَلَمَ يَتَزَوَّجُ بِكِغَيْرِهَا

مشکوٰۃ شریف ص ۱۱۲ مطبوعہ مکتبہ مصطفائی لاہور

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت میں ۹ سال تک رہیں۔ جب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے انتقال فرمایا۔ تو اُن وقت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ۱۸ برس کی تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سوا کسی کنواری عورت سے شادی نہ کی۔

امام علامہ ولی الدین کی اس عبارت سے صراحتاً معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے وقت مائی صاحبہ ۱۸ برس کی تھیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ۱۱ ہجری میں ہوتا ہے۔ لہذا بوقت ہجرت مائی صاحبہ (۱۸ - ۱۱) = ۷ سال کی تھیں۔ اسی عمر پر چہور اہل سنت و اہل تشیع کا اتفاق ہے۔

باقی رہی یہ بات کہ ایک ہی مصنف کی ایک ہی کتاب میں مائی صاحبہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں دو متضاد روایتیں کیوں ہیں۔ تو اس کا جواب یہ ہوگا کہ تناقض دراصل کاتب کی غلطی کا نتیجہ ہے۔ وہ یوں کہ امام ولی الدین نے جب حضرت اسماء کی عمر کا ذکر کرتے ہوئے لکھا۔ وَهِيَ أَكْبَرُ مِنْ أُخْتَيْهَا عَائِشَةَ وَعَشْرَ مِائِينَ۔ یعنی حضرت اسماء اپنی بھین حضرت عائشہ سے بیس سال بڑی تھیں۔ اس عبارت میں ”عَشْرَ مِائِينَ“ کاتب کی غلطی سے ایسا لکھا گیا۔ اصل عبارت ”عَشْرِينَ سَنَةً“ تھا۔ کیونکہ اس عبارت کو مصنف کی اصلی عبارت قرار دینا عقلاً و نقلاً محال ہے۔ جبکہ وہ خود صراحت کر رہے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بوقت وصال مائی صاحبہ ۱۸ برس کی تھیں۔ اور ۹ سال کی عمر میں ان سے حضور کا زفاف ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال مبارک ۳۰ سالہ میں ہوا۔ اس حساب سے بوقت نکاح مائی صاحبہ رضی اللہ عنہا کی عمر ۶۔ ۷ سال سے زائد نہیں ہوگی۔ یہ مفہوم تب ہی درست ہو سکتا ہے۔ جب ”عَشْرِينَ سَنَةً“ ہو۔ اس حساب سے حضرت اسماء کی عمر مائی صاحبہ کی عمر سے بیس سال زیادہ ہوگی۔ اور بوقت ہجرت حضرت اسماء چونکہ ۲۰ برس کی تھیں۔ لہذا مائی صاحبہ کی عمر صرف ۷ سال کی تھی۔

لہذا ثابت ہوا کہ ”عَشْرَ مِائِينَ“ کاتب کی غلطی ہے۔ مصنف رحمۃ اللہ علیہ کا اپنا کلمہ نہیں۔ ورنہ کس طرح یاد رکھا جاسکتا ہے کہ مصنف خود اپنی تردید بھی کریں۔ اور جمہور اہل سنت اور تشیع کی تردید بھی کریں۔

وجہ دوم:

اکمال فی اسماء الرجال میں علامہ ولی الدین سے جو روایت منقول ہے۔ وہ چونکہ بے سند ہے۔ لہذا ایسی بے سند روایت کا کسی مستند اور مرفوع روایت

سے ہرگز تقابل نہیں کیا جاسکتا۔ صحاح ستہ میں بہت سی مسند مرفوع روایات سے ثابت ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی بوقت شادی ۶ یا ۷ سال کی تھی۔ خود مائی صاحبہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت صحیحہ ہے کہ میرے عقد کے وقت میری عمر ۶ سال کی تھی اور بوقت نکاح ۹ برس تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے وقت میں ۱۸ سال کی تھی۔ بخاری و مسلم شریف کی عبارت ملاحظہ ہو۔

مسلم شریف :

أَحَدُ ثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا أَبُو مَعَاوِيَةَ
عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ قَالَ وَحَدَّثَنَا ابْنُ
نُمَيْرٍ وَاللَّفْظُ لَهُ قَالَ نَاعِبَةٌ عَنْ هِشَامٍ
عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ تَزَوَّجَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا بِنْتُ سِتِّ سِنِينَ وَبَنِي
يُ وَأَنَا بِنْتُ تِسْعٍ. وَحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حَمِيدٍ قَالَ أَنَا
عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَنَا مَعْمَرُ بْنُ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ
أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَزَوَّجَهَا وَهِيَ بِنْتُ
سَبْعِ سِنِينَ وَزُفَّتْ إِلَيْهِ وَهِيَ بِنْتُ تِسْعِ سِنِينَ وَ
لَعَبَّهَا مَعَهَا وَمَاتَ عَنْهَا وَهِيَ بِنْتُ ثَمَانِ عَشْرَةَ.

مسلم شریف جلد اول ص ۲۵۷ باب جواز
تزوج الاب اکبر الصغیرہ۔ مطبوعہ کراچی
اصح المطابع

ترجمہ۔ (بخاری و مسند حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا راوی کہ نبی کریم صلی اللہ

علیہ وسلم نے میرے ساتھ شادی کی اس وقت میری عمر ۶ برس کی تھی۔
اور مجھے جب گھر میں سے گئے تو میں ۹ برس کی تھی۔

(دوسری روایت کے مطابق) حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے
جب حضرت عائشہ صدیقہ سے نکاح فرمایا تو اس وقت وہ عائشہ
صدیقہ سات برس کی تھیں۔ اور پوچھتے زفات ان کی عمر ۹ سال تھی۔
ان کے کھلونے ابھی ان کے پاس ہی تھے۔ اور جب حضور علیہ الصلوٰۃ
والسلام کا وصال ہوا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ۱۸ برس کی تھیں۔
بخاری شریف :-

حدثنا محمد بن يوسف قال حدثنا سفيان عن
هشام عن ابيه عن عائشة - أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ تَزَوَّجَهَا وَهِيَ بِنْتُ مِثِّ سِنِينَ وَأُدْخِلَتْ
عَلَيْهِ وَهِيَ بِنْتُ تِسْعٍ وَمَكَّثَتْ عِنْدَهُ
تِسْعًا.

۱۔ بخاری شریف جلد دوم ص ۱۱۱ باب نکاح

الرجل ولده الصغار مطبوعہ کراچی ص ۱۱۱

۲۔ ابوداؤد شریف جلد اول ص ۲۸۹ کتاب النکاح

مطبوعہ ایچ۔ ایم سعید کراچی

۳۔ ابن ماجہ شریف ص ۱۲۶ باب نکاح

الصغار۔ مطبوعہ سرگودھا۔ طبع جدید۔

ترجمہ۔ (بجذات اسناد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا
سے جب شادی فرمائی تو حضرت عائشہ اس وقت ۶ برس کی تھیں۔

اور جب ان سے زفات ہوا۔ تو ان کی عمر ۹ سال کی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ۹ سال تک رہیں۔ بعد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہو گیا۔

نظر انصاف :

قارئین و ناظرین کرام! اہل سنت کی معتبر اور متداول کتب حدیث سے ہم نے بطور نمونہ دو روایات بمعہ سند ذکر کیں۔ جو مستند ہونے کے علاوہ مرفوع بھی ہیں ایسی مستند مرفوع روایات کے مقابلہ میں نجفی خطبلی نے حوالہ پیش کیا جس کی سند بھی مذکور نہیں۔ پھر اس حوالہ سے اس بات کہ حضرت عائشہ کی عمر بوقت شاری ۱۰ برس تھی۔ ترجیح دینا کہاں کا انصاف ہے۔ لیکن عقل و دانش سے کام لینا مقصود ہو۔ تو پھر اس کی امید ہو سکتی ہے۔ جب عقل کی آنکھ تعصب کی پیٹی باندھ لینے سے اندھی ہو جائے۔ اور دانش کے صفحات پر ویز کے سپرد کر دیئے جائیں۔ تو پھر ان کے ناکارہ ہونے پر بھی کوئی داویلا نہیں ہو سکتا جس طرح بچھو کو ڈنگ مارنے سے کام، بھڑکوانٹے سے واسطہ اور کتے کو بھونکنے سے سروکار یونہی اس نا عاقبت اندیش کو چاہ ضلالت و دلالت میں ڈوبنے کا شوق۔ کون روک سکتا ہے؟ جبکہ اللہ تعالیٰ ہی کسی کی بد نصیبی اور بے عزتی کے اسباب متیا کر دے۔ علامہ رومی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب لکھا ہے

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد

میلش اندر طعنہ پا کان کند

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی تنقیص شان اور سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے بارے میں بنتِ فاطمہ ہونے سے انکار اور پھر ان کا فاروق اعظم کی

عقد زوجیت میں آنے سے انکاریہ ہیں اصل مقاصد نجفی خطی کے۔ اس کی تحریرات شنیعہ اور استدلالات فاسدہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بارگاہ رب العزت میں اسے حاضر ہونے کا کوئی یقین نہیں۔ ورنہ وہ ایسی حرکات سے اجتناب کرتا۔ ہم جب ان کی کسی کتاب سے ان پر کوئی اعتراض کرتے ہیں تو نجفی کا اکثر و بیشتر یہ جواب ہوتا ہے کہ یہ سنا اور غیر مرفوع حدیث ہمارے سیئے حجت نہیں۔ اور اس روایت کے فلاں راوی مجہول، متروک یا کذاب وغیرہ ہیں۔ لیکن حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی عمر کے بارے میں خود ایسی باتیں پیش کرتا ہے جن کی نہ کوئی سند نہ کوئی صراحۃً اس مضمون پر دلالت کرنے والے الفاظ بلکہ چاروں چار ایک محدث کا قول ہی ہو سکتا ہے جو کاتب کی غلطی کی وجہ سے غلط چھپ گیا جس کی رخصت ہم پچھلے اوراق میں کر چکے ہیں۔ تو اگر نجفی اپنے قواعد و ضوابط کو پیش نظر رکھ کر ان الفاظ کو پرکھتا تو یقیناً انہیں قابل استدلال نہ سمجھتا۔ لیکن تبرا بازی کا بہانہ کیسے ملتا۔ جو گھٹی میں پڑا ہوا ہے خدا سمجھے ایسے تبرا بازوں کو۔

وجہ سوم:

اہل تشیع کو جس قدر قابل قبول وہ روایات ہیں جو ان کی کتب میں ہیں۔ اس قدر وہ روایات نہیں ہو سکتیں جو اہل سنت کی کتب میں پائی جاتی ہیں۔ اس حقیقت کے پیش نظر تو نجفی کو چاہیے تھا کہ اگر ہماری کسی کتاب میں ایسی روایت ملی جو بانی صاحبہ کی بوقت شادی عمر، ابر میں بتاتی ہے اور اس کے مقابلہ میں جب ان کی خود اپنی معتبر اور مستند کتابوں میں ان کی اس وقت عمر ۶-۷ سال تحریر ہے۔ تو انہی روایات کو قابل یقین سمجھتا۔ جو ان کے مذہب کی کتب میں

ہیں لیکن یہاں ایسا ہرگز نہ ہوا۔ بلکہ ایک سنی کے قول کو جو بے سند اور کاتب کی غلطی کے احتمالات قویہ رکھتا ہے۔ اس پر نازاں اور خوش ہوتا اس بات کا غماز ہے کہ اس کو محض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، آپ کی ازواج مطہرات، آپ کی اولاد امجاد اور دیگر صحابہ کرام پر تبرّ ابازی سے کام ہے۔ پرویز کی لتب سے ایسا سامان ہاتھ آئے۔ کسی سنی کے بے اصل قول سے غذا مل جائے۔ پس سمجھو کہ اس کی خواہشات عجیبہ پوری ہوئی۔ تو پھر یہی کہا جائے گا۔ جس کا کھائی اسی پر بھونکیں۔

ترا کھائی اور تیرے غلاموں سے الجھیں
ہیں منکر عجب کھانے غرائے واسے

جیکہ دونوں مکتبہ فکر کی کتب معتبرہ میں یہ بات وضاحت و صراحت کے ساتھ مذکور ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی شادی کے وقت عمر ۶ سال کی تھی۔ اور نخصتی ۹ سال کی عمر میں ہوئی۔ تو اس کا صاف صاف مطلب یہی ہوا کہ اس عمر پر دونوں گروہ متفق و متحد ہیں۔ لہذا اس کی مخالفت محض ہٹ دھرمی ہوگی۔ اور شرمی قسمت کی علامت کے سوا کچھ نہیں۔ اگر کسی قاری کے ذہن میں یہ بات آئے کہ اہل سنت کی مشہور و معروف کتب سے حوالہ تو ذکر ہو گیا۔ لیکن اہل تشیع کی کسی کتاب کا حوالہ مذکور نہ ہوا۔ تو ہم اس بات کے پیش نظر چند کتب کے حوالہ جات پیش کر دیتے ہیں۔ ملاحظہ ہوں۔

وَالثَّالِثَةُ عَائِشَةُ بِنْتُ أَبِي بَكْرٍ تَزَوَّجَهَا بِمَكَّةَ
وَهِيَ بِنْتُ سَبْعٍ وَلَمْ يَتَزَوَّجْ بِكَرًّا غَيْرَهَا وَ
دَخَلَ بِهَا وَهِيَ بِنْتُ سَبْعٍ لِسَبْعَةِ أَشْهُرٍ مِّنْ
مَّقْدَمِهِ الْمَدِينَةَ وَبَقِيَتْ إِلَى خِلَافَةِ معاوية .

۱- اعلام الورای باعلام الہدی لابی علی فضل بن
حسن طبری شیعی ص ۱۴۸ ذکر ازواج البنی صلی اللہ

علیہ وسلم - مطبوعہ بیروت طبع جدید

۲- مناقب آل ابی طالب مولفہ ابن شہر

آشوب جلد اول ص ۵۹ افضل فی اقربانہ الخ

مطبوعہ قم جدید

۳- مروج الذهب للمسعودی جلد دوم ص ۲۸۴

ذکر سنتہ اربع و خمین - مطبوعہ بیروت جدید

۴- منتخب التواریخ مولفہ ہاشم بن محمد علی

خراسانی ص ۲۱ فصل چہارم - مطبوعہ تہران جدید

ترجمہ - حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج میں سے تیسری زوجہ حضرت عائشہ صدیقہ

رضی اللہ عنہا ہیں۔ جو ابوبکر صدیق کی دختر نیک اختر تھیں۔ حضور صلی اللہ علیہ

وسلم نے ان سے مکہ میں ہجرت سے قبل شادی کی۔ اس وقت ان

کی عمر سات برس کی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ازواج مطہرات میں

صرف یہی ایک کنواری تھیں۔ رخصتی اور زفاف کے وقت حضرت

عائشہ کی عمر ۹ سال تھی۔ یہ ہجرت مدینہ کے سات مہینہ بعد کا واقع

ہے۔ امیر معاویہ کے دور خلافت تک زندہ رہیں۔

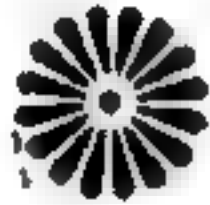
دس ہزار روپیہ نقد العام :

نجفی شیعی نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی عمر بوقت شادی ۷ برس

ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ اور منٹا یہ بھی ثابت کیا کہ یہ بوقت شادی مطلقہ

تھیں یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد زوجیت میں آنے سے قبل کسی اور کے نکاح میں تھیں۔ وہاں سے طلاق ہو گئی تھی۔ ہم نے ان دونوں لغویات کو رد کر دکھایا ہے۔ آخر میں ہم نجفی شیعہ کو مبلغ دس ہزار روپیہ نقد انعام کی پیش کش کرتے ہیں۔ کہ جس طرح ہم نے باسند اور مرفوع روایات سے ثابت کیا ہے کہ اہل سنت اور اہل تشیع کے نزدیک مائی صاحبہ کی بوقت شادی پچیس سال عمر تھی۔ اسی طرح مندو مرفوع روایت سے یہ ثابت کر دکھایا جائے کہ مائی صاحبہ رضی اللہ عنہا کی عمر بوقت شادی ۱۷ برس کی تھی۔ اور یہ کہ وہ مطلقہ تھیں۔ ہماری طرف سے یہ کھلا چیلنج ہے کہ کوئی شیعہ ذاکر و مجتہد اگر ہماری اس پیش کش کو مبعہ شرائط مذکورہ پورا کر دے۔ تو بموجب اعلان رقم مذکورہ بطور انعام پیش کر دی جائے گی۔

فَإِنْ لَّمْ تَفْعَلُوا وَلَكِنْ تَفْعَلُوا خَافَتْهُمُ النَّارُ الَّتِي وَقُودُهَا
النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ أُعِدَّتْ لِلْكَافِرِينَ



نحوی شیعہ کی اہم و اہم

اعتراض :-

غلام حسین نحوی شیعہ نے اپنی کتاب ہمسوم فی جواب نکاح ام کلثوم کے صفحہ ۲۵۴ تا ۲۶۲ جو سات صفحات کا ہے کیے ہیں۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ سیدہ ام کلثوم بنت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی عمر ۱۸ سالہ میں گیارہ برس تھی، اور حقوق زوجیت کے لیے ایسی عمر نامناسب نہیں ہوتی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو یہ جواب کیوں دیا۔ کہ وہ صبیۃؑ ہے کیونکہ صبیۃؑ شیر خوار بچی کو کہتے ہیں گیارہ سال کی لڑکی کو صبیۃؑ نہیں کہتے۔ لہذا اثبات ہوا کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ام کلثوم بنت فاطمہ سے عقد نہیں کیا بلکہ کسی اور ام کلثوم سے عقد کیا ہوگا۔

جواب اول :-

جبکہ معتبر کتب شیعہ کی مستند روایات میں اس بات کی تصدیق موجود ہے کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے وصال شریف کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنی بیٹی ام کلثوم کو اپنے گھر لے آئے۔ تو ان روایات کی موجودگی میں نحوی صاحب کو اس نکاح کا انکار کر کے اپنے بڑوں پر تنقید نہیں کرنی چاہیے تھی۔ جبکہ ناسخ التواریخ میں اس بات کی تردید یوں موجود ہے کہ بچی کہہ کر یہ ثابت کرنا کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ

کی ان سے اولاد کیسے ہو سکتی ہے یہ غلط ہے بلکہ صاحب ناسخ التواریخ نے لکھا کہ میرا فیصلہ یہ ہے کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی شہادت کے وقت ان کی عمر بیس سال تھی۔ جس کا واضح معنی یہ ہے کہ سیدہ ام کلثوم بنت فاطمہ رضی اللہ عنہما کا عقد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے تقریباً ۱۱-۱۲ سال کی عمر میں ہوا۔ لہذا اصل عبارت ملاحظہ فرمائیں۔

ناسخ التواریخ :-

ابو محمد در کتاب الامامہ حدیث می کند کہ امیر المومنین علیہ السلام ام کلثوم را با عمر بن الخطاب کاہن بست مکن چوں صغیرہ بود نتوانست با او ہم بستر گشت و پیش از آنکہ با او طریقی مضاجعت بسیار و مقتول گشت و این سخن بنزد بندہ درست نشود چہ روزی کہ عمر مقتول گشت ام کلثوم کمتر از بیست سال نہ داشت۔

(ناسخ التواریخ مصنفہ میرزا محمد تقی سپہر

جلد اول ص ۲۴۴ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ :- ابو محمد نے کتاب الامامت میں ایک روایت نقل کی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے نکاح کر کے حق مہر مقرر کر لیا۔ لیکن چونکہ وہ کم سن اور صغیرہ تھیں اس لیے حقوق زوجیت ادا کرنے کی نوبت نہیں آئی۔ اور اس سے پہلے کہ حقوق زوجیت ادا کرنے کی نوبت آتی حضرت عمر رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے مصنف کہتا ہے کہ میرے نزدیک یہ بات سچی نہیں ہے کیونکہ جس دن فاروق اعظم رضی اللہ عنہ شہید

ہوئے اس دن سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی عمر بیس سال تھی۔
 مرزا محمد تقی صاحب ناسخ التواریخ نے اس بات کو ثابت کر دیا کہ ام کلثوم
 بنت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا عقد تو عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ساتھ متفق علیہ ہے
 مگر یہ کہنا کہ ان کے کم سن اور صغیر ہونے کی وجہ سے قبل دخول (حقوق زوجیت)
 عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا وصال ہو گیا۔ غلط ہے کیونکہ حضرت عمر فاروق
 رضی اللہ عنہ کے وصال کے وقت ان (سیدہ ام کلثوم) کی عمر بیس سال تھی۔
 جبکہ صاحب ناسخ التواریخ کو بھی تو معلوم ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے
 عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو لفظ صبیۃؓ کہا کہہ کر عذر پیش کیا ہے اور لفظ صبیۃؓ
 کو شیر خوار بچی کو کہتے ہیں۔

لہذا اثبات ہوا کہ لفظ صبیۃؓ سے استدلال کرتے ہوئے سیدہ
 ام کلثوم بنت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے عقد کا انکار کرنا
 تاریخی حقائق کو مسخ کرنے کے برابر ہے۔

صرف اسی بات پر افسوس رہنا کہ لفظ صبیۃؓ چونکہ شیر خوار بچی کو کہتے
 ہیں اس لیے عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے سیدہ ام کلثوم کے عقد کو ثابت کرنا یہ
 غلط ہے۔ یہ بھی کبھی صاحب کی لغات عرب سے عدم توجہی کا نتیجہ ہے ورنہ
 لغت عرب میں جیسے لفظ صبیۃؓ کا اطلاق شیر خوار بچی پر آتا ہے اسی طرح
 جاریہٗ بچہ پر کیا جاتا ہے۔ حالانکہ جاریہٗ بچہ پوری جوان عورت کو کہا
 جاتا ہے۔ جیسا کہ عرب کی سب سے بڑی اور معتبر لغت لسان العرب
 میں یوں موجود ہے

لسان العرب :-

والجارية صبيّةٌ يقال للجارية
صبيّةٌ۔

(لسان العرب مصنف ابی الفضل جمال الدین

مصری جلد الرابع عشر ص ۴۵ مطبوعہ

بیروت طبع جدید)

ترجمہ :- جاریہ صبیّہ (بھی) ہوتی ہے اور جاریہ کو صبیّہ کہا جاتا ہے۔

لہذا اثبات ہوا کہ جاریہ پر بھی لفظ صبیّہ بولا جاتا ہے باقی یہ بات
کہ جاریہ کا کیا معنی ہے تو اس کا معنی بھی اسی کتاب سے ملاحظہ فرمائیں۔

لسان العرب :-

والجاريةُ الفتية من النساء

(لسان العرب جلد الرابع عشر ص ۴۳ مطبوعہ بیروت)

ترجمہ :- جاریہ جوان عورت کو کہتے ہیں۔

لہذا باوجود اتنی بڑی شہادت کے پھر بھی کوئی نہ تو اپنے بڑوں کی کتب
پر اعتماد کرے اور نہ ہی لغت عرب پر اعتبار کرے اس کا علاج قہری کر
سکتی ہے اللہ تعالیٰ بخفی صاحب کو حق سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

فاعتبروا یا اولیٰ الابصار

ۛ

ساری محبت کا سبب

یہ ہے کہ ام کلثوم بنتِ فاطمہ و علی کا نکاح حضرت عمر فاروق سے ہوا اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ان میں کوئی دشمنی نہ تھی بلکہ محبت و پیار کے بند مہنوں میں جکڑے ہوئے تھے اور یہ نکاح اس کی اعلیٰ دلیل ہے۔ اس نکاح کے ثبوت کے لیے اہل سنت اور اہل تشیع کی صحیح اور مستند روایات ان گنت ہیں۔

بحث چہارم:

نکاح ام کلثوم کے متعلق شیوہ گوئی کے حیلہ جات
حیلہ اول:

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ام کلثوم کا عقد فاروق اعظم
سے بے بسی اور مجبوری سے کیا تھا

جس کی دلیل یہ روایات ہیں ۔

مجالس المؤمنین:

روایت عا:

در کتاب استغاثہ وغیرہاں مسطور است کہ چون عمر بن خطاب جہت
ترویج خلافت فاسدہ و خود داعیہ تزویج ام کلثوم دختر حضرت امیر
نمود و آن حضرت جہت اقامت حج مکرر اظہار اباداقتناع
نمود آخر عمر عباس را نزد خود طلبید و سوگند خوردہ گفت کہ اگر علی را بامادی
من راضی نمی سازی آنچه در دفع او ممکن باشد خواہم کرد۔ و منصب ستایہ
حج و زمزم را از تو خواہم گرفت عباس طاعت نمود کہ اگر ای نسبت واقع
نشود آن نقطہ غلیظہ ترکیب چناناں امرنا صواب خواہد شد۔ از حضرت
امیر علیہ السلام التماس و الحاح نمود کہ ولایت نکاح آن مطہرہ مظلومہ را
باد تنویض نماید و چون مبالغہ عباس در آن باب از حد گزشتہ آن حضرت

از روئے اکرا دساکت شد۔ تا آنکہ عباس از خود از نکاب نزویج
اد نمود

(مجلس المومنین جلد اول ص ۱۸۲ مطبوعہ تہران ایڈیشن
۱۳۵۵ھ قصہ نزویج ام کلثوم)

ترجمہ: کتاب استغاثہ اور دیگر کتب میں لکھا ہوا ہے۔ کہ جب عمر بن خطاب
رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت فاسدہ کو رواج دینے کے لیے ام کلثوم
بنت علی رضی اللہ عنہ سے شادی کرنا چاہی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ
نے اتمام حجت کے لیے اس پر رضامندی سے انکار کر دیا۔ تو آخر کار
حضرت عمر نے حضرت عباس کو بلوایا۔ اور قسم کھا کر کہا۔ کہ اگر وہ علی،
کو میرے داماد بننے پر تم راضی نہ کرو گے۔ تو پھر مجھ سے اس کے خلاف
جو کچھ ہوا کر گزروں گا۔ اور حاجیوں کی ماورسانی اور زمزم کی ڈیوٹی تجھ
سے واپس لے لی جائے گی۔ حضرت عباس نے غور کیا۔ کہ اگر یہ عقد
نہ ہوا۔ تو یہ تندہ خواہیسا کر گزرے گا۔ (معاذ اللہ جس کی دھمکی دی ہے۔
تو عباس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منت و سماجیت کے
ساتھ التماس کی۔ کہ پاکیزہ اور مظلومہ دختر کی شادی کی ولایت مجھے
سپرد کر دیں۔ جب حضرت عباس نے اس معاملہ میں بہت اصرار
کیا۔ تو حضرت علی نے مجبوراً خاموشی اختیار کی۔ حتیٰ کہ حضرت عباس
نے خود اپنی مرضی سے یہ نکاح کر دیا۔

روایت ۲:

فروع کافی:

عَنْ زَرَارَةَ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي نَزْوِيجِ

أَمَّ كَلْثُومٌ فَقَالَ إِنَّ ذَلِكَ أَقْوَلُ حَرْجٍ
غُصْبَتَاهُ۔

(۱) (فروع کافی نوکثوری جلد دوم ص ۱۴۱ طبع قدیم)
(۲) (فروع کافی جلد پنجم ص ۲۴۶ کتاب النکاح باب تزویج
ام کلثوم۔ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ: زرارہ نے روایت کی۔ کہ امام جعفر رضی اللہ عنہ سے ام کلثوم کے
نکاح کے متعلق دریافت کرنے پر آپ نے فرمایا۔ یہ سب سے پہلی
شرم گاہ ہے۔ جو ہم سے چھین گئی۔

روایت ۳:
فروع کافی:

عَنْ هُشَامِ بْنِ سَالِمٍ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ
قَالَ لَمَّا خَطَبَ إِلَيْهِ قَالَ لَهُ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ إِثْمًا
صَبِيحَةً قَالَ فَلَقِيَ الْعَبَّاسَ فَقَالَ لَهُ مَا لِي أَبِي بَاسٍ قَالَ فَمَا
ذَلِكَ قَالَ خَطَبْتُ إِلَى ابْنِ أَخِيكَ فَرَدَّنِي أَمَا وَاللَّهِ لَا يُعِيدُنِي
رَمَزَةً وَلَا أَدْعُكُمْ مُكْرَمَةً إِلَّا هَدَمْنَاهَا وَلَا قِيَمَنَ
عَلَيْهِ شَاهِدِينَ بِأَنَّهُ سَرَقَ وَلَا قَطْعَنَ يَمِينَهُ فَأَتَاهُ الْعَبَّاسُ
فَاخْبَرَهُ وَسَأَلَهُ أَنْ يَجْعَلَ الْأَمْرَ إِلَيْهِ فَبَعَلَهُ إِلَيْهِ۔

(۱) (فروع کافی جلد دوم ص ۱۴۱ طبع قدیم مکتبہ)
(۲) (فروع کافی جلد پنجم ص ۲۴۶ کتاب النکاح باب
تزویج ام کلثوم۔ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ: ہشام بن سالم نے حضرت امام جعفر سے روایت کی کہ حضرت علی سے ام کلثوم کا رشتہ مانگا گیا تو آپ نے فرمایا وہ ابھی نابالغ ہے کہا، پھر عمر حضرت عباس سے ملے۔ اور پوچھا کیا مجھ میں کوئی نقص ہے؟ عباس نے پوچھا کیا بات ہے؟ کہنے لگے تمہارے بھتیجے سے رشتہ طلب کیا ہے۔ اور انہوں نے انکار کر دیا۔ خدا کی قسم! میں زمزم کی ذمہ داری واپس لے لوں گا۔ اور جملہ اعزازات ختم کر دوں گا۔ اور ”علی“ کے خلاف چوری کے جرم میں دو گواہ بنا کر اس کے ہاتھ کٹوا دوں گا۔ حضرت عباس حضرت علی رضی اللہ عنہما کے پاس آئے۔ اور سب کچھ کہہ سنایا۔ اور درخواست کی کہ یہ معاملہ آپ میرے سپرد کر دیں۔ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کے سپرد کر دیا۔

جیلہ کا جواب: یہ حیلہ گستاخی اہل بیت کی اعلیٰ مثال ہے

جہاں تک مسئلہ نکاح ہونے کا ہے۔ وہ تو ان روایات میں ثابت ہو چکا ہے۔ کہ ام کلثوم بنت علی کا نکاح حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے یقیناً ہوا ہے۔ لیکن اس بیان میں بعض عمر رضی اللہ عنہ کو ان شیطانی فطرت کا لازم تھا۔ جس کی بنا پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر اس نکاح کے سلسلہ میں دھونس اور رعب خلافت کے حربے استعمال کرنے کے الزامات لگائے گئے۔ لیکن ان ظالموں نے عداوتِ عمر کی رو میں بگڑ کر ”ام کلثوم اور حضرت علی“ کی جو توہین کی۔ وہ بھی قابلِ شرم ہے۔ ”ام کلثوم“ کے عقد ہو جانے کو ”شرمگاہ چھین جانے“ سے تعبیر کیا۔ یہ الفاظ اگر کسی معمولی عورت کو کہے جائیں۔ تو وہ بھی برداشت نہ کر سکے

چہ جائے کہ اس پاک دامن اور پاک باز ”دختر علی“ کے متعلق جس کی والدہ کی طہارت اور عفت پر زمانہ گواہ ہے۔ اس پر یہ الفاظ بولے جائیں۔ کیا ان الفاظ سے عرش الہی نہ کانپے گا۔ اور خدا کی پھٹکار کہنے والے پر نہ پڑے گی۔ پھر ان ناہنجار اور ناعاقبت شناس ظالموں نے یہ الفاظ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کر دیئے۔

”شرم تم کو ملگا نہیں آتی“

دوسری طرف حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو اس مقام پر اتنا بے بس اور مجبور ثابت کیا گیا۔ کہ انہیں ڈرا دھمکا کر اور جبر و اکراہ سے اس بات پر آمادہ کرایا گیا۔ حتیٰ کہ وہ اپنی نخت جگر کو بیاہ دینے کے سوا کوئی چارہ نہ پاسکے کیا اللہ الغالب“ انہی کے حق میں نہیں! اور کیا خود حضرت علیؑ نے یہ نہ فرمایا کہ ”اگر تمام عرب میرے مقابل میں آجائے۔ تو میں ان سے نہیں ڈروں گا۔ اور حتیٰ الامکان ان کی گردنیں اڑا دوں گا۔ بلکہ بیٹی کی شادی کا معاملہ ایسا ہے۔ کہ عام آدمی اپنی جان کی بازی تو لگا سکتا ہے۔ لیکن بیٹی کو زبردستی بیاہنے کی اجازت نہیں دے سکتا۔ تو جبر و اکراہ کا حیلہ حضرت علیؑ کو م اللہ وجہہ کی انتہا درجہ کی توہین کے مترادف ہے۔ اور اس قسم کی مثالیں شیعہ لوگوں سے ہی مل سکتی ہیں۔

اس کے برخلاف حقیقت یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی دختر نیک اختر کی جو شادی فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے ساتھ کی۔ وہ شرعی قانون پر عمل کرنے کے لیے کی۔ ملاحظہ ہو۔ فروع کافی کی عبارت۔ جو عقدا مکتوم کے ذکر میں درج کی گئی ہے۔

فروع کافی:

کَتَبَ عَلِيُّ بْنُ أَسْبَاطٍ إِلَى أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ

فِي أَمْرِ بَنَاتِهِ وَأَنَّهُ لَا يَجِدُ أَحَدًا مِثْلَهُ فَكَتَبَ

إِلَيْهِ أَبَوْ جَعْفَرَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَيَهْمْتُ مَا ذَكَرْتُ
مِنْ أَمْرِ بَنَاتِكَ وَأَنَّكَ لَا تَجِدُ أَحَدًا مِثْلَكَ
وَلَا تَنْتَظِرُ فِي ذَلِكَ رَحِمَكَ اللَّهُ فَإِنَّ رَسُولَ
اللَّهِ صَلَّى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا جَاءَكُمْ مَنْ تَرْضَوْنَ
خُلُقَهُ وَدِينَهُ فَزَوِّجُوهُ وَإِلَّا تَفْعَلُوا تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي
الْأَرْضِ وَفَسَادٌ كَبِيرٌ.

(فروع کافی جلد دوم ص ۱۴۱ مطبوعہ نوکشتور طبع قدیم)
(فروع کافی جلد ۵ ص ۴۴ کتاب النکاح باب نکاح ام کلثوم
آخر منہ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ: علی بن اسباط نے امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کو اپنی لڑکیوں کے
بارے میں پوچھا۔ اور اسے اپنے بیٹا کوئی رشتہ بچیوں کے
لیے نہ مل سکا تھا تو اسے امام موصوف نے لکھا۔ میں سمجھ گیا کہ تمہیں
اپنے مرتبہ کا داماد میسر نہیں آ رہا۔ مگر تم اسی بات کا انتظار مت کرو۔
اللہ تم پر رحم کرے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ کہ جب تمہارے
پاس رشتہ کے لیے ایسا شخص آجائے۔ جس کے اخلاق اور دین کو
تم پسند کرتے ہو۔ تو اس سے شادی کر دو۔ وگرنہ زمین میں بہت بڑا
فساد اور فتنہ برپا ہو جائے گا۔

اس حدیث کو ام کلثوم کے عقید میں درج کرنے کا مطلب بالکل ظاہر ہے۔
کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ چونکہ حضرت عمر دینداری اور اخلاقی قدروں کو اچھا سمجھتے
تھے۔ اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر عمل کرتے ہوئے رشتہ دے دیا۔
اور فتنہ و فساد سے بچ گئے۔

جواب (۲) معتبر شیعہ مجتہدین کے نزدیک غیر سید کا نکاح سید زادی

سے ہو سکتا ہے۔ اس پر ان کے دلائل

تفسیر لوامع التنزیل

در اینجا دلالت می کند که دختر والا نسب و عالی حسب و خلیل منصب،
بدنی ذات اگرچه در اصل غلام زنگی و حبشی باشد و ادن جائز است۔
ایں احد مطاعن اسلام است۔ چنانچہ خود اعز و اسلام ایں قبیح و مشکو
میدانند۔ بل میگویند که علمائے مسلمانان تجویز کرده اند که بنکاح میبدهند
دختر سادات بنی فاطمه را که اولاد رسول باشد بعام آدمی اگرچه شرابی
قمار باز کم ذات و غلام حبشی و ذلیل صفات ابا و جدا باشد در ایں عقل
تفکر میکنند۔ جواب اول عن الذات العقل و مجموع نقل بل بالضرورة ثابت و مقطوع
است۔ کہ ہمہ آدمیان من حیث الذات متحد اند۔ پس شطعی بودن ایں
کفایت و مماثلت ذاتی در ایشان ثابت و ثبوت ایں مناکح در بین خود
ایشان لازم و ثابت باشد و از اینجا در حدیث مرتضیٰ علی علیه السلام
آمده۔ "اِنَّ النَّاسَ مِنْ جِهَةِ الْقَبَائِلِ اَبْنَاءُ اَبُو نَاعْلَمٍ وَ اَلْاُمَمُ حَقَوَاءُ"
(دوسرے صفحہ پر آگے چل کر لکھا ہے) پس دختر عالی دینا با نفل مومن
با نیوجہ ہم جائز شد۔ و آیه فَاِذَا انْفَضَّ فِي الصُّوْرِ فَلَا اَنْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ
وَلَا يَتَسَاءَلُوْنَ۔ یعنی بعد نفع صور انساب و القاب در خلق باقی
نمی ماند و از ان پرکشش شود پس ثابت شد ہمہ ایں گمان بے مغز است
جواب ثالث آنچہ در ملت اعتبار دارد و اتحا و دین توحیدین ان کح

والنکوح چہ اعتبار دارد و چہ کفر و ایمان ضدین اند با ہم جمع عند النقل و نقل
نمی شوند و از نقل ہمیں وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكِينَ کافی است
پس عند اللہ ہمہ عباد و در عبیدیت مساوی چنانچہ نزو اقا ہر غلام و کنیز
بیشیت غلامی مساوی اند۔

(تفسیر لوامع التنزیل جلد دوم ص ۵۷، ۵۸ مطبوعہ لاہور اول
درجہ از نکاح عالی بدانی متحد ملت)

ترجمہ: اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اعلیٰ نسب و حسب اور بلند مرتبہ والی خاتون
کو حبشی سیاہ غلام کے عقد میں دینا جائز ہے۔ اور یہ بات اسلام پر
ایک طعن سے کم نہیں۔ جیسا کہ اسلام کے سرکردہ لوگ بھی اسے برا اور
قابل نفرت سمجھتے ہیں۔ بلکہ کہتے ہیں کہ مسلمان علماء اس بات کو جائز
سمجھتے ہیں کہ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی اولاد میں سے دختران
نیک اختر کی شادی عام آدمی سے چاہے وہ نثرابی، جواری، کم ذات
حبشی غلام اور کینہہ صفات ہو۔ ہو سکتی ہے۔ (اس کا جواب یہ ہے)
جواب ۱:

عقلاً اور نقلاً بلکہ ضرورتاً یہ بات ثابت اور یقینی ہے کہ تمام آدمی باعتبار
ذات ایک ہی ہیں۔ لہذا باعتبار ذات تمام افراد انسان کا ہم مثل ہونا
اس کو جائز سمجھتا ہے کہ اس قسم کے رشتے ان میں لازمی ہونے چاہئیں
حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اسی مقام کے مناسب ایک حدیث بھی
ہے۔ ”تمام انسان آدم و حوا کی اولاد ہونے کے اعتبار سے ایک دوسرے
کے ”کنو“ ہیں۔“ (آگے چل کر یہ کہا)

لہذا عال نسب کی خاتون کا نکاح ادنیٰ مومن سے اسی وجہ سے جائز ہوا۔

اسی طرح قرآن پاک کی آیت ہے: ”جب صور پھونکا جائے گا“ تو اس دن کوئی نسب نہ ہوگا۔ اور نہ اس کے بارے میں لوگوں سے سوال ہوگا، لہذا ثابت ہوا کہ تمام خدشات کھوکھلے ہیں۔ (جواب اختصار بیان تہیں کیا)۔
جواب ۳:

ملت اسلامیہ میں دین کا اتحاد میاں بیوی کے درمیان لازمی بات ہے۔ کیونکہ کفر و ایمان دونوں ضد ہیں۔ عقلاً و نقلاً دونوں جمع نہیں ہو سکتیں۔ آیہ کریمہ ”مشرکین سے نکاح مت کرو“ اس کی تائید کے لیے کافی ہے۔ لہذا اللہ کے نزدیک اس کے تمام بندے بندگی میں برابر ہیں۔ جس طرح ایک اقد کے نزدیک غلام اور لونڈی غلامی کے اعتبار سے، مساوی ہیں۔

مذکورہ روایت سے مندرجہ ذیل امور صراحتاً ثابت ہوئے

- ۱۔ اولاد آدم ہونے میں سید اور غیر سید سب برابر ہیں۔
- ۲۔ اعلیٰ حسب و نسب والی خاتون کی شادی ادنیٰ ذات کے آدمی سے خواہ وہ عیشتی ہی کیوں نہ ہو۔ جائز ہے۔
- ۳۔ علمائے اسلام کا فیصلہ ہے کہ اولاد و فاطمہ رضی اللہ عنہا کی دختران کا نکاح عام مسلمان آدمی سے جائز ہے۔
- ۴۔ جب صور پھونکا جائے گا۔ تو تمام حسب و نسب ختم ہو جائیں گے۔ لہذا عقد کے لیے ان کی اہمیت بے معنی ہے۔
- ۵۔ نکاح میں رکاوٹ اختلاف دین ہے۔ یعنی مسلمان اور کافر آپس میں بیاہ شادی نہیں کر سکتے۔ جس کو لائنہ کحوالمشرکین میں اللہ نے بیان فرمادیا۔

ہے۔ اس کے علاوہ دونوں مسلمان ہوں۔ تو کوئی شرط اور پابندی ممانعت نہیں۔
جس کی بنا پر نکاح نہ ہو سکتا ہو۔

خلاصہ کلام:

اہل تشیع کو یہ اعتراض تھا۔ کہ سید زادی کا غیر سید سے نکاح جائز نہیں۔ لہذا سیدہ
ام کلثوم سے عمر فاروق کا نکاح ماننا غلط ہے۔
حوالہ مذکورہ سے انہیں یہ اعتراض کرنے کا کوئی حق نہیں رہتا۔ کیونکہ جب از روئے
قرآن و حدیث اور ارشاد علی رضی اللہ عنہ یہ بات درست اور جائز ہے۔ کہ یہ رشتہ ہو
سکتا ہے۔ تو پھر اعتراض کیسا؟ کیونکہ اولاد آدم ہونے اور دین اسلام کے پیرو ہونے
کے اعتبار سے حسب و نسب کا لحاظ بے کار ہے۔ اور موراسرافیل کے وقت رہی
ہی کس بھی نکل جائے گی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے صاف صاف فرما دیا۔ در لا انساب
بینہم۔ مزید سنئے۔

فروع کافی:

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَنِ السَّلَامِ قَالَ الْكُفُّوْنَ اَنْ تَكُوْنَ
عَفِيفًا.

(فروع کافی جلد ۵ ص ۲۴۷ کتاب النکاح باب الکفو)

مطبوعہ تتران طبع جدید، طبع قدیم جلد دوم ص ۱۴۱

ترجمہ: یعنی امام محمد باقر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کفو یہ ہے۔ کہ آدمی پاکدامن
اور پاکباز ہو۔

ان تمام باتوں سے معلوم ہوا۔ کہ رشتہ و نا طر میں ہاشم و غیر ہاشم کا فرق بے کار ہے
لہذا شیعہ لوگ کس منہ سے داماد علی رضی اللہ عنہ پر اعتراض کرتے ہیں۔ کہ وہ بنی ہاشم

میں سے نہ تھے۔ جب کہ خود ان کی کتب کہہ رہی ہیں۔ کہ قریش بنی ہاشم سے نکاح کر سکتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب حسب و نسب اور دین و اسلام کے اعتبار سے صاحب عزت و وقار تھے۔ تو پھر ان کے ساتھ ام کلثوم بنت علیؑ کی شادی ان کے لیے کیوں پریشانی کا سبب بنی ہوئی ہے۔

سید زادی کے غیر سید سے جواز عقد پر ایک دلیل نکاح ام کلثوم بھی ہے۔

مسالك الانام:

وَزَوْجَ لَتَيْبَةَ ابْنَتِ عُمَانَ وَزَوْجَ ابْنَتِ زَيْنَبِ ابْنِ الْعَاصِ بْنِ
الرَّيْبِ وَلَيْسَا مِنْ بَنِي هَاشِمٍ وَكَذَلِكَ زَوْجُ عَلِيٍّ ابْنَتُهُ ثُمَّ كَثُرَ
مِنْ عُمَرَ وَتَزَوَّجَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَمْرِو بْنِ عُمَانَ زَوْجَةً ابْنَتَهُ
الْحُسَيْنِ وَتَزَوَّجَ مَعْصَبُ بْنُ الزُّبَيْرِ ابْنَتَهُ سَكِينَةَ وَزَوْجَهُ
مِنْ غَيْرِ بَنِي هَاشِمٍ۔

(مسالك الانام شرح شرائع الاسلام کتاب النکاح باب لواحق العقد جلد اول)
ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ایک بیٹی کی شادی حضرت عثمان سے
اور دوسری بیٹی زینب کی ابوالعاص بن ربیع سے کی۔ حالانکہ یہ
دونوں بنی ہاشم میں سے نہ تھے۔ اسی طرح حضرت علیؑ نے اپنی بیٹی ام کلثوم
کا نکاح حضرت عمر سے کیا۔ اور عبداللہ بن عمرو بن عثمان کے ساتھ
فاطمہ بنت حسین کی شادی ہوئی۔ اور سکینہ بنت حسین کی شادی مصعب
بن زبیر سے ہوئی۔ یہ سب کے سب غیر بنی ہاشم تھے۔

خلاصہ کلام:

یہ ہے۔ کہ شیوخ حضرات کے شیخ زین الدین احمد العالی المعروف بالشہید ثانی نے مذکور کلام میں جس وضاحت سے یہ مسئلہ بیان کر دیا ہے۔ ذکر سید زادی کا نکاح غیر سید سے ہوا۔ اور آئندہ کے لیے بھی جائز ہے۔ اس کے بعد کسی وضاحت کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ لہذا معلوم ہوا۔ کہ شیوخ حضرات کا اعتراض دراصل اپنی کتابوں سے لاعلمی کی دلیل ہے۔ کاش وہ اپنی کتب کا مطالعہ کرتے اور پھر اس قسم کے اعتراض کی گنجائش نہ پاتے۔

جلد دوم:

”ام کلثوم“ نامی عورت جو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے عقد میں

آئیں۔ وہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیٹی تھیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیٹی نہ تھیں۔ لہذا حضرت علی کی بیٹی ہونے کے جو ثبوت و واقعات پیش ہوئے۔ خود بخود غلط ہو گئے۔

جواب ۷:

سب سے پہلی بات تو یہ ہے۔ کہ کسی معتبر کتاب میں فاروق اعظم کے عقد میں آنے والی ام کلثوم کا بنت ابو بکر ہونا ثابت نہیں۔ اور اگر بقرض محال ہو بھی تو استبعاد کی مذکورہ عبارت کا کیا معنی ہوگا۔ عبارت ملاحظہ ہو۔

لَمَّا نَزَلَ عُمَرُ إِلَى امِّ كَلْثُومٍ فَاسْتَلَقَ بِهَا الْبَيْتَ ۖ ”جب عمرؓ خطاب فوت ہوئے۔ حضرت علیؓ ان کی بیوی ام کلثوم کے پاس تشریف لائے۔ اور انہیں اپنے گھر لے گئے۔ کیونکہ اگر بیٹی ابو بکر کی تھیں۔ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ پر ان کی بیٹی، کو اپنے گھر کیوں لائے؟ اور بقول شیوخ جب ابو بکر اور علی رضی اللہ عنہما کے درمیان

دشمنی تھی۔ ترکیا کوئی دشمن اپنے دشمن کی بیٹی اپنے گھرے جانا پسند کرے گا؟ پھر میں صاف صاف کہتا ہوں۔ کہ اگر واقعی ام کلثوم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیٹی تھیں۔ تو تم اسے شیعو! حضرت علی کرم اللہ وجہہ یاد دیگر ائمہ اہل بیت میں سے کسی کا قول اس بارے میں صراحت سے دکھا سکتے ہو؟ لیکن میں دعویٰ سے ہتا ہوں۔ کہ تم ایڑی چوٹی کا زور بھی لگاؤ۔ تو پھر بھی ایک حوالہ پیش نہیں کر سکو گے۔

وضاحت:

طبقات ابن سعد:

ام کلثوم بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا نکاح پہلے در طلحہ بن عبید اللہ بن عثمان سے ہوا۔ جب حضرت طلحہ در جنگ جمل میں شہید ہو گئے تو پھر ان کا نکاح ایک اور طلحہ نامی شخص سے ہوا۔ یعنی طلحہ بن عبید اللہ بن عبد الرحمن، لہذا ان کا نکاح حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے ہرگز ثابت نہیں۔

(طبقات ابن سعد جلد ۸ ص ۲۶۲ مطبوعہ بیروت)

جواب ۷:

آنحضرت راد و دختر است یکے رقیہ کبریٰ کنناہ بام کلثوم کہ در لرے عمر بن خطاب بود۔

(طراز المذہب مظہری ص ۳۳)

ترجمہ: حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی دو بیٹیاں تھیں۔ ایک ”رقیہ کبریٰ“ جن کی کنیت ”ام کلثوم“ تھی۔ جو کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے گھر بحیثیت زوجہ تھیں۔

جواب ۳:

عَنْ جَعْفَرِ بْنِ أَبِيكَ قَالَ مَا نَتَّ أُمُّ كَلْثُومٍ بِنْتُ عَلِيٍّ وَابْنَهَا
زَيْدُ بْنُ عَمْرٍاءَ بْنِ الْخَطَّابِ فِي سَاعَةٍ وَاحِدَةٍ -

(تہذیب الاحکام جلد ۹ ص ۳۶۳ باب میراث الغری

والہمدوم۔ طبع جدید)

ترجمہ: امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ اپنے والد گرامی سے روایت کرتے ہیں۔
کہ ام کلثوم جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی تھیں۔ اور ام کلثوم
کا بیٹا زید بن عمر، یہ دونوں ماں بیٹا ایک ہی دن ایک ہی وقت
فوت ہوئے۔

اس روایت کا راوی اور مروی عنہ دونوں اہل بیت کے سرتاج۔ لہذا اس
سے بڑھ کر قابل وثوق اور کونسی روایت ہوگی۔ تو حسب خود گھروالے مانتے اور
کہتے ہیں۔ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی ام کلثوم کی شادی حضرت عمر بن
خطاب رضی اللہ عنہ سے ہوئی۔ اور پھر ان کے ماں "زید"، بیٹا بھی پیدا ہوا
آخر کار دونوں ماں بیٹے ایک ہی دن خدا کو پیارے ہو گئے۔ اس وضاحت کے
بعد اگر پھر بھی کوئی شور مچائے۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عقد میں حضرت علی
کی بیٹی ام کلثوم نہ تھی۔ بلکہ ابو بکر صدیق کی دختر ام کلثوم تھی۔ تو ایسے شخص کی ہرٹ
دھرمی اور بے وقوفی میں کیا شک ہو سکتا ہے۔ لہذا تحقیق سے ثابت ہو گیا
کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی دختر ام کلثوم کی شادی حضرت فاروق اعظم سے
سے ہوئی تھی۔ نہ کہ وہ ام کلثوم جو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیٹی تھیں۔

جواب ۴: جیل اول اور جیل دوم خود آپس میں متعارض ہیں۔ کیونکہ جیل اول میں

جیلہ گروں نے مانا تھا کہ ام کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہ ہی کی شادی عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے ہوئی تھی لیکن بوجہ مجبوری۔ اور دوسرے جیلہ میں صاف انکار کہ یہ خاتون ”دختر علی“ نہیں بلکہ ”دختر صدیق“ تھیں۔ اگر دختر صدیق تھیں۔ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مجبور ہو کر شادی کر دینے کا کونسا لگ بھگ بتا ہے۔ دراصل یہ لوگ جیلے بہانوں سے جان چھڑاتے ہیں۔ لیکن چھوٹی نہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ ام کلثوم رضی اللہ عنہ دختر علی رضی اللہ عنہ ہی کی شادی برضا و رغبت حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے ہوئی۔ اور ان سے اولاد بھی ہوئی۔

ایک مغالطہ:

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جب سید نہ تھے۔ تو سید زادی سے ان کا نکاح کیسے صحیح ہو سکتا ہے۔

دوسرا یہ کہ جب ام کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہا نابالغہ تھیں۔ تو پھر ان سے عمر بن خطاب کا نکاح جو اس وقت چالیس برس کے تھے۔ کیسے ممکن ہے۔؟
جواب:

جہاں تک پہلے مغالطہ کا معاملہ ہے۔ اس کا تفصیلی جواب آپ پڑھ چکے۔ ”دفعہ کافی ص ۱۴ کتاب النکاح“ باب آخر من مطبوعہ نوکشتور طبع قدیم، دفعہ کافی جلد پنجم ص ۲۴۵ کتاب النکاح باب آخر من مطبوعہ تہران طبع جدید میں مذکور ہے فَتَرَیْشَ یَتَزَوَّجُ مِنْ بَنَاتِ هَٰئِلٍ۔ قریش بنی ہاشم سے نکاح کر سکتے ہیں۔ فاروق اعظم قریشی تو یقیناً ہیں۔ دوسرا مغالطہ غلط فہمی پر مبنی ہے۔ کیونکہ شادی کے لیے مرد اور عورت کی عمر کا کوئی تعین نہ شیعہ مذہب میں اور نہ ہی سنی مذہب میں ہے۔ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

سے عقد فرمایا۔ تو اس وقت سیدہ عائشہ کی عمر سات سال اور رخصتی کے وقت نو برس تھی۔ "حیات القلوب جلد دوم ص ۱۰۳" ملاحظہ ہو۔

حیات القلوب:

عائشہ دختر ابوبکر بود۔ و حضرت اوراد مکہ خواستگاری نمود۔ در وقتیکہ ہفت سال بود۔ وزن باکرہ بغیر از او نزدیک نہ فرمودہ۔ و چوں ہفت ماہ از دخول مدینہ مشرق گذشت حضرت اوراد زفات نمود و در اُن وقت نہ سال بود۔

حیات القلوب جلد دوم ص ۱۵۳ باب پنجاہ و دوم

عدوزنان آنحضرت مطبوعہ نوکشور لکھنؤ طبع قدیم۔
ترجمہ: حضرت عائشہ، ابوبکر صدیق کی دختر تھیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ میں ان سے شادی کی۔ جب کہ اس وقت ان کی عمر سات سال تھی۔ اور ان کے علاوہ کوئی عورت آپ نے کنواری نہ کی جب مدینہ منورہ گئے ہوئے سات ماہ گزر گئے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے زفات فرمایا۔

جب کہ حلت و حرمت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ ہمارے لیے مشعل راہ ہے۔ تو پھر اس شادی پر اعتراض کیوں کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سات سال کنواری سے جو شادی کی وہ ناجائز تھی؛ اگر وہ جائز سمجھتے ہو۔ اور یقیناً جائز ہے بھی۔

تو پھر ام کلثوم بنت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی صغریٰ میں فاروق اعظم سے شادی کیونکر محل اعتراض ٹھہری۔

تمہاری عقل مقدم نہیں۔ اسوہ رسول اور سیرت مبارکہ کو اولیت ہے۔

ہوش سے کام لو۔ اور آخرت کے سنوارنے کی فکر کرو۔

أَلَيْسَ مِنْكُمْ رَجُلٌ زَانِدٌ

گھر کا بھیدی:

معتبر شیو مورخ مرزا تقی لکھتا ہے عمر رضی کی طرف سے طلب رشتہ پر علی رضی نے ام کلثوم کا ان سے عقد کر دیا اور کہا کہ جب جوان ہوگی تو آپ کے لیے ہی ہوگی۔ (پوری پیچھے عبارت گزر چکی)۔ ناسخ التواریخ تاریخ خلفاء، جلد دوم ص ۲۹۶۔ گھر کا بھیدی نکا ڈھائے۔

ام کلثوم بنت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے متعلق

تحقیقی بحث

ام کلثوم بنت ابوبکر صدیق کا ہمیں انکار نہیں۔ ہم یہ ثابت کرتے ہیں۔ کہ ام کلثوم نامی دو عورتیں دو مختلف والدین کی بیٹی تھیں۔ ایک ام کلثوم کے والد ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور والدہ حبیبہ بنت خارجہ خنزرجیہ ہیں۔ اور دوسری ام کلثوم کے والد حضرت علی رضی اللہ عنہ اور والدہ سیدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا ہیں۔ لیکن جہاں تک عمر بن خطاب کی بیوی بننے والی ام کلثوم کا معاملہ ہے۔ تو وہ یقیناً حضرت عائشہ اور جناب فاطمہ زہرا کی دختر تھیں۔ ام کلثوم بنت ابوبکر صدیق کو عمر بن خطاب نے پیام نکاح بھیجا۔ لیکن ان کے انکار کرنے پر نکاح ہوا نہیں تھا۔ اس سلسلہ میں دو حواہجات ہمارے سامنے ہیں۔

تاریخ طبری:

قَالَ الْمَدَائِنِيُّ وَخَطَبَ أُمَّ كَلْثُومٍ بِنْتَ أَبِي بَكْرٍ وَهِيَ

صَغِيرَةً وَأَرْسَلَ فِيهَا إِلَى عَائِشَةَ فَقَالَتْ لَا مَرْءَ إِلَيْكَ
فَقَالَتْ أُمُّ كَلثُومٍ لَا حَاجَةَ لِي فِيهِ فَقَالَتْ لَهَا عَائِشَةُ
تَرْغَبِينَ عَنْ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ قَالَتْ نَعَمْ إِنَّهُ خَشَنُ
الْعَيْشِ شَدِيدٌ عَلَى النِّسَاءِ .

(۱) ابن ابی حدید شرح، نیج البلاغہ جلد ۲ ص ۱۵۷ بڑا سار

فی حوادث صدرت من المرائج مطبوعہ

بیروت)

(۲) تاریخ طبری جلد ثالث جز ۵ ص ۱ بیروت)

ترجمہ: مدائنی نے کہا کہ حضرت عمر بن خطاب نے ام کلثوم بنت ابوبکر کا
رشتہ مانگا۔ ان کی عمر بہت کم تھی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو پیغام
رشتہ بھیجا۔ تو حضرت عائشہ نے فرمایا۔ وہ اہل معاطر میں خود مختار ہے۔
پھر ام کلثوم نے کہا۔ مجھے عمر بن خطاب کے ساتھ نکاح کی کوئی
ضرورت نہیں۔ کیونکہ وہ اپنی بیویوں کے ساتھ برتاؤ میں سخت ہیں۔

المعارف:

وَأَمَّا أُمُّ كَلثُومٍ بِنْتُ أَبِي بَكْرٍ فَخَطَبَهَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ
إِذْ عَائِشَةُ قَالَتْ لَهَا وَكَرِهَتْ أُمُّ كَلثُومٍ فَاحْتَالَتْ
لَهَا حَتَّى امْسَكَ عَنْهَا .

(المعارف لابن قتیبة ص ۷۷ مطبوعہ مصر تحت

اولاد صدیقی)

ترجمہ: ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی دختر ام کلثوم کا رشتہ بذریعہ عائشہ صدیقہ،

عمر بن خطاب نے مانگا۔ حضرت عائشہ نے اس میں کچھ غور فرمایا۔
اور ام کلثوم نے اس کو اچھا نہ سمجھا۔ لہذا حیلہ دیہانہ سے انکار
کر دیا۔ اور عمر بن خطاب نے بھی ارادہ ترک کر دیا۔

ان دونوں روایتوں سے صریح اتنا ثبوت ملتا ہے۔ کہ ام کلثوم بنت
ابوبکر صدیق کا رشتہ حضرت عمر بن خطاب نے مانگا تھا۔ لیکن یہ رشتہ ہوا نہ
تھا۔ اور جس ام کلثوم کا رشتہ فاروق اعظم سے ہوا۔ وہ یہ نہ تھیں۔ بلکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ
کی بیٹی تھیں۔

اس کی تائید کتب شیعہ میں بھی بڑی وضاحت کے ساتھ پائی جاتی ہے
جیسا کہ مرزا تقی میر شیعہ مؤرخ نے اپنی شہرہ آفاق تاریخ بنام ناسخ التواریخ میں
اس واقعہ کو بڑی تفصیل کے ساتھ یوں ذکر کیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

ام کلثوم بنت ابی بکر کا رشتہ عمر سے نہیں ہو سکا تھا۔

ناسخ التواریخ؛

و عمر دوزنہ دیگر را خواست از برائے خویش نکاح کند و
ایشان رضا نداند نخست ام ابان دختر عتباہ گفت من عمر را
نخواہم چہ مردی در شمت نموی و ترش رویی بود و بد روئی
ز ناں در بہ بند و بعاث سخت گیر و دوم ام کلثوم دختر ابو بکر و او
بسال کثر عائشہ بود عمر کس بعائشہ فرستاد و او را خواتنا رشتہ عائشہ
پندیرفت و گفت از بہر خواہر من شوئے میکو ترا از تو کجا بدست شود
از آن سوئے چوں ای سخن بام کلثوم مکشوف داشت سخت
بگریست و گفت من اور را بشوئے نخواہم۔

دناسخ التواریخ تاریخ خلفاء جلد سوم ص ۵۶

ترجمہ: (حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی اٹھ ازواج اور ان کی اولاد کے ذکر کے بعد مرزا تقی شیوہ مورخ نے لکھا کہ) حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے دو اور عورتوں سے نکاح کرنے کا ارادہ کیا مگر انہوں نے رضامند نہ ہوئی۔ ایک ام ابان دختر عتبہ ہے جس نے کہا کہ عمر رضی اللہ عنہ اگر میں نہیں چاہتی کیونکہ وہ سخت مزاج و سخت گیر ہیں۔ بیویوں پر دروازہ بند اور معاش کو سخت رکھتے ہیں۔ دوسری ام کلثوم دختر ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ جو عمر میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے چھوٹی تھیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کے ہاتھ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے عقد کرنے کا پیغام بھیجا جسے سیدہ نے قبول فرمایا۔ اور کہا مجھے اپنی بہن کے لیے آپ سے بڑھ کر بہتر اور نیک شوہر کون ہو سکتا ہے؟

دوسری طرف یہ خبر ام کلثوم دختر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوئی تو وہ سخت گریہ کناں ہوئیں۔ اور کہیں انہیں شوہر بنانا پسند نہیں کرتی۔

نوٹ:

اسی مقام پر شیوہ مورخ مرزا تقی نے اس سے اگے واقعہ کو یوں ذکر کیا ہے۔ اور جب عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو یہ معلوم ہوا کہ ام کلثوم بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے عقد کرنے سے انکار کر دیا تو انہوں نے اگر عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو یوں مشورہ دیا۔

اگر زنی با ادب خواہی ام کلثوم دختر علی علیہ السلام را نکاح کن کہ پروردہ علی وفاطمہ است و نثر ادا از رسول خداست و از و نہ

ترجمہ: یعنی اگر آپ کسی باادب عورت سے نکاح کرنا چاہتے ہیں تو پھر ام کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہ سے نکاح کریں کیونکہ وہ حضرت علی اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہما کی پروردہ ہیں اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے قریبی تعلق رکھتی ہیں۔

تو اس طرح عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بجائے ام کلثوم بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ام کلثوم بنت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے عقد کر لیا۔

لمحہ فکریہ:

شیعہ مؤرخ تقی میر کی اتنی بڑی تصریح کے بعد بھی اگر کوئی شیعہ یہی رٹ لگاتا رہے کہ وہ ام کلثوم بنت علی المرتضیٰ نہ تھیں۔ بلکہ ام کلثوم بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھیں تو اس کی ہٹ دھرمی کا کیا علاج ہو سکتا ہے؟ حقیقت یہ ہے۔ کہ ام کلثوم بنت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عقد میں کسی سستی یا شیعہ مولوی اور محدث کو کوئی اختلاف نہیں سوائے اس بات کے کہ شیعہ عوام یہ سمجھتے ہیں کہ اگر ہم یہ مان لیں تو پھر ہمارے سب مسلک کا دیوالیہ نکل جاتا ہے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

ام کلثوم بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا مزید تعارف

ام کلثوم بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ یہ وہی خوش قسمت خاتون ہیں۔ جن کی ولادت سے قبل ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کی پیدائش کی خبر دی تھی۔ ملاحظہ ہو۔

نسب القریش:

أُمُّ كَلْثُومٍ بِنْتُ أَبِي بَكْرٍ وَ أُمُّهَا حَبِيبَةُ بِنْتُ خَارِجَةَ
 ابْنِ زَيْدِ بْنِ أَبِي زُهَيْرٍ مِّنْ أَبْنَى الْحَارِثِ بْنِ النُّزْرَةِ وَ
 أُمُّ كَلْثُومٍ بِنْتُ أَبِي بَكْرٍ هَذِهِ الَّتِي قَالَ أَبُو بَكْرٍ
 لِعَالِشَةَ بِنْتِهَا حِينَ حَضَرَتْهُ الْوَفَاةُ إِنَّمَا
 هُمَا أَخْرَاكِ وَ أَخْتَاكِ قَالَتْ عَالِشَةُ هَذِهِ أَسْمَاءُ
 قَدْ عَرَفْتُهَا فَمِنْ الْآخِرَى قَالَ ذُو لُطَيْنٍ بِنْتُ خَارِجَةَ
 قَدْ أَلْقَى فِي حَلْدِي أَنَّهَا جَارِيَةٌ فَكَانَتْ كَمَا قَالَ
 وَلَدَتْ بَعْدَ مَوْتِهِ .

کتاب "نسب القریش" لابی عبد اللہ المصعب

الزبیری ص ۲۶۸ تحت ولد تیم بن مرہ

ترجمہ: ام کلثوم دختر ابو بکر صدیق جن کی والدہ کا نام حبیبہ بنت خاریجہ تھا
 یہ وہی ام کلثوم ہیں جن کے بارے میں ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ
 نے بوقت وفات حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو فرمایا تمہارے
 دو بھائی اور دو بہنیں ہیں۔ حضرت عائشہ نے عرض کی۔ ایک بہن
 "اسماء" تو مجھے معلوم ہے۔ دوسری کون ہے؟ فرمایا حبیبہ بنت
 خاریجہ (جو ابو بکر کی زوجہ ہیں) کے شکم میں جو بچہ ہے، اس کے متعلق
 میرے دل میں یہ بات ڈال دی گئی ہے۔ کہ یہ بچی ہے۔ تو جس
 طرح ابو بکر نے فرمایا۔ ایسے ہی ان کی وفات کے بعد بچی ہی
 پیدا ہوئی۔

ام کلثوم بنت صدیق کی شادی،

جب یہ بات واضح ہو گئی۔ کہ ام کلثوم بنت صدیق رضی اللہ عنہ کی خواستگاری تو عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کی۔ لیکن نکاح ہو سکا۔ اب دیکھنا یہ ہے۔ کہ ان کی شادی کس سے ہوئی؟ تو اس کی وضاحت ”طبقات ابن سعد“ میں یوں مذکور ہے۔

طبقات ابن سعد:

أُمُّ كَلثُومٍ بِنْتُ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ بْنِ أَبِي قُحَافَةَ بْنِ عَامِرٍ الْخَثْعَمِيِّ وَأُمُّهَا حَبِيبَةُ بِنْتُ خَارِجَةَ بْنِ زَيْدٍ الْخَثْعَمِيِّ طَلَحَةُ بْنُ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عُثْمَانَ بْنِ عَمْرِو بْنِ كَعْبٍ قَوْلَتْ لَهُ زَكْرِيَّا وَيُوسُفُ مَاتَ صَغِيرًا وَعَالِيشَةُ بِنْتُ طَلَحَةَ قُتِلَ عَنْهَا طَلَحَةُ بْنُ عُبَيْدِ اللَّهِ يَوْمَ الْجَمَلِ ثُمَّ تَزَوَّجَتْ أُمُّ كَلثُومٍ بَعْدَ طَلَحَةَ بْنَ عُبَيْدِ اللَّهِ عَبْدَ الرَّحْمَنِ ابْنَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي رَبِيعَةَ بْنِ الْمُخِيزَةِ قَوْلَتْ لَهُ الْأَحْوَلُ مُوسَى وَأُمُّ حَمِيدٍ وَ أُمُّ عُثْمَانَ .

(طبقات ابن سعد جلد ۱ ص ۲۶۲)

ترجمہ: ام کلثوم بنت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ان کی والدہ کا نام حبیبہ بنت خارجہ تھا۔ ان کی شادی ابتدا میں طلحہ بن عبید اللہ بن عثمان بن عمرو کے ساتھ ہوئی۔ جن کے ہاں ان سے دو بچے پیدا ہوئے۔ زکریا اور یوسف (یوسف کا بچپن میں انتقال ہو گیا تھا) اور عالیشہ بنی طلحہ۔

جنگِ جبل کے دن طلحہ شہید ہو گئے۔ پھر ان کے بعد ام کلثوم بنت صدیق رضی اللہ عنہ کی شادی عبدالرحمن ابن عبداللہ کے ساتھ ہوئی۔ ان کے ہاں انہوں نے دھول، موسے، ام حمید، اور ام عثمان کو جنم دیا۔

خلاصہ کلام:

مذکورہ حوالہ جات سے تین باتیں ثابت ہوئیں۔

۱۔ ہم پر جو الزام لگایا جاتا ہے۔ کہ تمہاری کتابوں میں ام کلثوم بنت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا عقد حضرت عمر بن خطابؓ سے ثابت ہے۔ یہ الزام سراسر غلط اور لغو محض ہے۔

۲ ہمارے کتب میں ان کا نکاح طلحہ بن عبید اللہ سے پھر ان کے بعد عبدالرحمن سے ہوا۔ جن کے ہاں ان سے اولاد بھی ہوئی۔

۳۔ اگر شیعہ لوگ یہ ثابت کرتے ہیں۔ کہ حبس ام کلثوم کی شادی عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے ہوئی تھی۔ وہ بنت صدیق تھیں۔ تو پھر انہیں یہ بھی ثابت کرنا پڑے گا۔ کہ ان کی والدہ کا نام ”فاطمہ بنت رسول اللہ“ تھا۔ نہ کہ ”حبیبہ بنت خارجہ“ تھا۔ تو تمہارے بس میں نہیں۔ کہ یہ بات ثابت کر سکو۔ تمہارے حسد و بغض نے کیا کیا گلی کھلائی۔ اسی بغض و عداوت کی وجہ سے تم نے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر لعن طعن جائز رکھا۔ اور اسی وجہ سے جناب رقیہ اور ام کلثوم کو جو کہ یکے بعد دیگرے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عقد میں آئیں۔ تم نے بنات رسول ماننے سے انکار کر دیا۔ اور بغضِ ناروق کی وجہ سے ”ام کلثوم بنت علی المرتضیٰ“ کو ان

کے عقد سے خارج کر دیا؛
جیلہ دوم؛

علی مرتضیٰ نے ایک حنفی ام کلثوم کی ہم شکل بنا کر زہاروق
رضی اللہ عنہ کے عقد میں دے دی تھی۔ فیاللعجب۔

الوارثہما نیہ:

إِنَّ الْمَقِيدَ رَفَعَهُ إِلَى عَمْرَيْنِ أَيْدِيَهُ قَالَ قُلْتُ لِأَبِي
عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِنَّ النَّاسَ يَحْتَجُّونَ عَلَيْنَا
أَنَّ أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ زَوْجَ فَلَانَا ابْنَتَهُ
أُمَّ كَلْثُومٍ وَكَانَ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَتَكِشًا فَجَلَسَ
وَقَالَ أَتَقُولُونَ إِنَّ عَلِيًّا عَلَيْهِ السَّلَامُ أُنْكَرَ
فُلَانًا ابْنَتَهُ أَنَّ قَوْمًا يَزْعُمُونَ ذَلِكَ مَا
يَهْتَدُونَ إِلَى سَوَاءٍ السَّبِيلِ وَلَا الرِّشَادِ ثُمَّ
صَفَّقَ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِيَدِهِ وَقَالَ سُبْحَانَ اللَّهِ
مَا كَانَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَتَدْرَأُ
أَنْ يَحُولَ بَيْنَهُ وَبَيْنَهَا كَذِبُوا لَمْ يَكُنْ مَا قَالُوا
إِنَّ فَلَانًا خَطَبَ أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ ابْنَتَهُ أُمَّ كَلْثُومٍ
فَأَبَى عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَ لِلْعَبَّاسِ وَاللَّهُ لَكِنْ
لَمْ تُزَوِّجْنِي لِأَنْتَ زَعَمْتَ مِنْكَ التَّيْمَانِيَّةَ
وَزَمَزَمَ فَأَتَى الْعَبَّاسُ عَلِيًّا عَلَيْهِ السَّلَامُ
فَكَتَمَهُ فَاتَتْ الْعَبَّاسُ فَلَمَّا رَأَتْ

اُٹے۔ کیا یہ سب باتیں ایک »جنیہ« کے متعلق تھیں۔ ایک ناری کے ہاں انسان سے بچہ پیدا ہو سکتا ہے۔ کیونکہ اختلاف جنس مانع حمل ہوتا ہے۔ پھر بیٹا کیسے پیدا ہو گیا۔ پھر یہ بھی کہ جنیہ مذہب یسودیہ تھی۔ مسلمانوں کے امیر کا عقد یسودیر سے کیا جا رہا ہے۔ پھر اس کا نماز جنازہ بھی پڑھا گیا۔ اور وہ واپس اہل نجران کے پاس چلی گئی۔ حضرت علی ام کلثوم کو گھر لے آئے۔ اور بنی ام کلثوم کو چھپا رکھا تھا۔ یہ وہی تھی۔ یا کوئی اور تھی۔؟

اس جیلہ میں پہلے حیلوں کی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ، ان کی دختر ام کلثوم رضی اللہ عنہا، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور نہ جانے کن کن کی توہین کے پہلو نکلتے ہیں۔ خدا عقل دے۔ اور توبہ نصیب فرمائے۔

فصل سوم

آل عثمان اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی
اہلیت اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے رشتہ داری

رشتہ اول : دامادی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم :

تمام صحابہ کرام میں سے صرف اور صرف حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو یہ اعزاز حاصل ہے۔ کہ انہیں دامادی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد دیگرے دو مرتبہ حاصل ہوئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک دختر سیدہ رقیہ تھیں۔ ان کی وفات کے بعد دوسری صاحبزادی سیدہ ام کلثوم سے شادی ہوئی۔ شیعہ حضرات یہاں بھی پریشان ہیں۔ کہ حضرت عثمان کو یہ اعزاز مل گیا۔ اسی لیے وہ سرے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صرف ایک ہی صاحبزادی مانتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک ہی دختر سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا، تھیں۔ جب ان کے علاوہ آپ کی کوئی بیٹی نہ تھی۔ تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بغیر کسی کی دامادی کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ لہذا ہم کتب شیعہ سے یہ ثابت کریں گے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک نہیں بلکہ چار صاحبزادیاں تھیں۔ اور ان میں سے دو کا عقد کے بعد دیگرے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے ہوا

دلائل تعدد بنات رسول

قرآن سورة احزاب

یا ایہا النبی قل لا زواجک وبناتک ۔

ترجمہ : اے پیغمبر! گو مرزنانِ خود را و مرد و دخترانِ خود را ۔

(منہج الصادقین جلد ۱، ص ۳۳۲)

معلوم ہوا نبی علیہ السلام کی ایک سے زائد بیٹیاں تھیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی چارواجنزادیاں

حضرت خدیجہ کے لہن سے تھیں

شیعہ کتب سے وزنی دلائل

اصول کافی:

وَتَزَوَّجَ خَدِيجَةَ وَهُوَ ابْنُ بِنْتِ وَ
 عِشْرَتَيْنِ سَنَةً فَوَلِدَ لَهَا مِنْهَا قَبْلَ مَبْعَثِهِ
 الْقَاسِمُ وَرُقَيَّةٌ وَزَيْنَبُ وَأُمُّ كُلثُومٍ
 وَوَلِدَ لَهَا بَعْدَ الْمَبْعَثِ الطَّيِّبُ وَالطَّاهِرُ
 وَالْفَاطِمَةُ عَلَيْهَا السَّلَامُ

(اصول کافی جلد اول ص ۴۳۹ کتاب الحجۃ باب مولد النبی

صلی اللہ علیہ وآلہ ووفاتہ مطبوعہ تہران طبع جدید۔)

(اصول کافی مترجم جلد اول ص ۵۴۴ مطبوعہ کراچی)

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے بیس سال سے زائد عمر میں شادی کی۔ اور ان کے بطن سے قبل بعثت ”قاسم“ رقیہ، زینب، ام کلثوم، پیدا ہوئے۔ اور بعثت کے بعد مدطیب، طاہر اور فاطمہ، پیدا ہوئے۔

نوٹ:

”اصول کافی“ شیعوں حضرات کے ہاں ایسی بلند پایہ کتاب ہے۔ جس کے بارے میں ”امام غائب امام مہدی“ نے فرمایا: ”الکافی کاف لشیعتنا“ ہمارے شیعوں کے لیے ”کافی“، کافی ہے۔ بلکہ ان کے نزدیک اس کا درجہ قرآن سے بھی بڑھ کر ہے۔ کیونکہ کثیر روایات ایسی ہیں۔ جن میں اس بات کی صراحت ہے۔ کہ موجودہ قرآن نامکمل ہے۔ ہم اس کو انشاء اللہ تحریف القرآن“ کے باب میں ذکر کریں گے۔

تو اس معتبر کتاب کی روایت سے ثابت ہوا کہ آپ کی حضرت خدیجہ کے بطن سے چار صاحبزادیاں تھیں۔ اور تین صاحبزادے تھے۔ اس تعداد میں کوئی اختلاف ذکر نہیں کیا۔ اگر اختلاف ذکر کیا۔ تو اس بارے میں کہ بعثت سے قبل اور بعثت کے بعد کون کون پیدا ہوئے۔ ایک روایت میں قبل بعثت ”قاسم، رقیہ، زینب، ام کلثوم، طیب، طاہر، پیدا ہوئے۔ اور بعد بعثت صرف حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا پیدا ہوئیں۔

حیات القلوب:

در قرب الانساب معتبر از حضرت صادق روایت کرده است کہ
از برائے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم از خدیجہ متولد شدند۔ طاہر و
قاسم و فاطمہ، ام کلثوم و زقیہ و زینب۔

(حیات القلوب جلد دوم ص ۱۰۲۶ باب پنجاہ
دیکم مطبوعہ نو کشور طبع قدیم)

ترجمہ: قرب الانساب میں معتبر اسناد کے ساتھ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ
سے روایت کیا گیا ہے۔ کہ حضرت خدیجہ الکبریٰ کے بطن اقدس
سے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ اولاد پیدا ہوئی۔ طاہر، قاسم،
فاطمہ، ام کلثوم، زقیہ، زینب رضی اللہ عنہم۔

مرآت العقول:

قَالَ ابْنُ شَهْرٍ اشْوَبٍ فِي الْمُنَاقِبِ وَلِدَ مِنْ خَدِيجَةَ
الْقَاسِمُ وَعَبْدُ اللَّهِ وَهُمَا الطَّيِّبُ وَالطَّاهِرُ وَارْبَعُ بَنَاتٍ
زَيْنَبُ، رُقَيْيَّةٌ وَامُّ كُلْثُومٍ وَهِيَ أَمِينَةٌ وَفَاطِمَةُ
(مرآت العقول جلد ۱ ص ۲۵۲)

ترجمہ: ابن شہر آشوب نے "المناقب" میں کہا۔ کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا
سے یہ اولاد پیدا ہوئی۔ القاسم و عبد اللہ انہی دونوں کو الطاہر اور
الطیب بھی کہتے ہیں۔ اور چار صاحبزادیاں۔ زینب و رقیہ و
ام کلثوم (جن کو آمنہ بھی کہتے ہیں) اور فاطمہ۔

حیات القلوب:

و مشہور آنست کہ دختران آنحضرت چہار نفر بودند۔ و ہمد از خدیجہ
بوجود آمدند، اول زینب و حضرت پیش از بعثت و حرام شدن
دختر بکافران دادن اورا بابی العاص بن زبیع تزویج نمود۔

(حیات القلوب جلد دوم ص ۱۰۲ باب ۵)

مطبوعہ نو لکھنؤ طبع قدیم)

ترجمہ: اور مشہور یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیاں چار تھیں۔
اور یہ تمام حضرت خدیجہ کے ہاں پیدا ہوئیں۔ ان میں سے پہلی
حضرت زینب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل اور کافروں
کے ساتھ شادی بیاہ حرام ہونے سے قبل ”ابوالعاص بن زبیع“
کی زوجیت میں تھیں۔

منشی الامال:

حضرت ام المؤمنین خدیجہ رضی اللہ عنہا سے حضور کی

صاحبزادیاں چار ہوئیں جن میں سے دو یکے بعد دیگرے عثمان غنی
کے عقد میں آئیں:

در قرب الاسناد از صادق علیہ السلام روایت شدہ است۔
کہ از برائے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم از خدیجہ متولد شدند
طاہر و قاسم و قاطر ام کلثوم و رقیہ و زینب و تزویج نمود قاطر را

بحضرت امیر المومنین وزینب را بابی العاص بن الرزيع كذا زبنی امیر بود
وام کلثوم را بعثمان بن عفان و پیش از آنکه بنحان عثمان برود رحمت الہی
واصل شد و بعد از او حضرت رقیہ را باو تزویج نمود۔

(۱) (منتہی الامال مصنفہ شیخ عباس قمی جلد اول ص ۱۲۵ در بیان

احوال اولاد امجاد آنحضرت فصل ہشتم باب اول

مطبوعہ ایران)

(۲) (بالفاظ مختلفہ مروج الذهب جلد دوم ص ۲۹۱

(مسعودی)

ترجمہ: قرب الاسناد میں امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت
کی گئی ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت خدیجہ سے یہ
اولاد پیدا ہوئی۔ طاہرہ، قاسم، فاطمہ، ام کلثوم، رقیہ، زینب حضرت
فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حضرت
زینب کی ابو العاص بن رزيع کے ساتھ ہوئی۔ جو بنی امیہ سے تھا۔
اور ام کلثوم کا نکاح حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے ہوا۔ لیکن رخصتی
سے قبل انتقال فرما گئیں۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت
رقیہ کی ان سے شادی کر دی۔

حاشیہ منتہی الامال:

تزویج زینب بابی العاص پیش از بعثت و حرام شدن دختر بکاوان
بود۔ و از زینب امامہ دختر ابو العاص بوجود آمد۔ و حضرت امیر المومنین
علیہ السلام بعد از فاطمہ سلام اللہ علیہا بمقتضائے وصیت اں مخدرہ

اور ان زوج فرمود۔ و نقل شدہ کہ ابوالعاص در جنگ بدر اسیر شد و
 زینب قلاوہ کہ حضرت خدیجہ باوداودہ بود بنزد حضرت رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم فرستاد برائے فداے شوہر خود چوں حضرت نظرش
 قلاوہ افتاد خدیجہ را یاد نمود۔ و رقت کرد و از ماہ طلب نمود
 کہ فداے اورا بنجشد و ابوالعاص را با قلاوہ کند صحابہ چہیں
 کردند۔ حضرت از ابوالعاص شرط گرفت کہ چوں بکے برگردد۔ زینب
 را بخدمت آنحضرت فرستد۔ او بشرط خود وفا نمود۔ زینب را فرستاد۔
 بعد از آن خود بمدینہ آمد و مسلمان شد و زینب در مدینہ سال ہفتم
 و بقول در سال ہشتم ہجرت برحمت ایزدی واصل شد۔

حاشیہ منتهی الامال جلد اول ص ۱۲۵۔ باب اول
 فصل ہشتم

ترجمہ: حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی ثنادی ابوالعاص کے ساتھ بعثت
 سے قبل اور حرمت نکاح با کافراں سے قبل ہوئی تھی۔ ان کے ہاں
 در امامہ، پیدا ہوئی۔ جس سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضرت
 فاطمہ رضی اللہ عنہا کے انتقال کے بعد ان کی وصیت کے مطابق نکاح
 کیا تھا۔ اور نقل کیا گیا ہے۔ کہ ابوالعاص غزوہ بدر میں قیدی
 ہو گیا۔ تو حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے وہ بارے کر حضور کی
 بارگاہ میں بھیجا۔ جو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے انہیں دیا تھا۔
 تاکہ فدیہ کے طور پر اسے لے کر ان کے خاوند ابوالعاص کو
 رہا کر دیا جائے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر اس بار پر
 پڑی۔ تو حضرت خدیجہ یاد آ گئیں۔ اور آپ ابدیدہ ہو گئے۔

صحابہ کرام سے فرمایا۔ کہ ابوالعاص کا فدیہ معاف کر کے بلا فدیہ اُس سے رہا کر دو۔ صحابہ نے ایسے ہی کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوالعاص سے وعدہ لیا۔ کہ جب مکہ جاؤ گے۔ تو زینب کو میرے پاس بھیجنا ابوالعاص نے اپنی شرط (وعدہ) کو پورا کیا۔ اور حضرت زینب کو حضور کے پاس بھیجا۔ اسی کے بعد یہ خود بھی مدینہ آگیا اور مسلمان ہو گیا۔ حضرت زینب مدینہ منورہ میں ساتویں یا آٹھویں سال ہجرت میں انتقال فرما گئیں۔

حیات القلوب :-

چوں فاطمہ علیہا السلام اُن حضرت را دید گریست فرمود کہ چہ چیز ترا بنگریہ آوردہ است ای دختر محمد صلی اللہ علیہ وسلم فاطمہ فرمود کہ عائشہ نام ماورِ مرا بردارد و ناقص دکی مرتبہ نسبت داد پس حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم در خشم شد و گفت بس کن حمیرا کہ خدا برکت می دہند نہ نے را کہ شوہر بسیار دوست میدارد و بسیار فرزند آورد و خدیجہ اورا خدا رحمت کند از من ظاہر مطہر را بہم رسانید کہ او عبد اللہ بود و قاسم را آورد و زکیہ و فاطمہ و زینب و ام کلثوم از وہم رسید خدا رحم ترا عقیقہم گردانید کہ بیچ فرزند از تو بہم نمی رسد۔

(حیات القلوب جلد دوم ص ۵۱ مطبوعہ)

(لکھنؤ طبع قدیم باب فضائل خدیجہ)

ترجمہ: جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ تو رونا شروع کر دیا۔ پوچھا۔ تمہیں کس نے رلایا۔ عرض کی۔ عائشہ

نے میری والدہ کا نام لے کر ان کے نقص بیان کئے۔ اور کم مرتبہ کہا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غصہ آگیا۔ اور فرمایا۔ حمیرا چپ ہو جاؤ۔ اللہ تعالیٰ اس عورت کو برکتوں سے نوازتا ہے۔ جو شوہر کی خدمت گزار ہو۔ اور خاوند سے محبت کرنے کے ساتھ ساتھ صاحبِ اولاد کثیر ہو۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اللہ انہیں غرقِ رحمت فرمائے۔ ان کے بطن سے طاہر اور مطہر (عبد اللہ) پیدا ہوئے۔ اور قاسم کو اس نے جنا۔ رقیہ، فاطمہ، زینب، ام کلثوم بھی اسی سے پیدا ہوئیں اللہ نے تیرے رحم کو بانجھ بنایا۔ جس سے کوئی اولاد نہ ہوئی۔

تفسیر :-

اس دلیل میں ”ملا باقر مجلسی شمس“ نے اپنی تیرائی عادت کے مطابق ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں زبانِ طعن دراز کی۔ جو کسی شخص پر مخفی نہیں۔ لیکن اس خبیث باطنی کے باوجود ہم جس موضوع پر گفتگو کر رہے ہیں وہ بالکل صاف اور کھلے الفاظ میں اس نے بیان کر دیا۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چار صاحبزادیاں تھیں۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہ کی فضیلت اس وجہ سے بیان کی۔ کہ وہ پانچ چھ بچوں کی ماں بنی تھیں۔ جن میں چار لڑکیاں اور باقی لڑکے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ”ازمن طاہرو مطہر ہم رسانید، وغیرہ سے یہ بات بھی بالکل عیاں ہے کہ آپ کی یہ سب اولاد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد میں آنے کے بعد ہوئی۔ نہ کہ حضرت خدیجہ پہلے خاوند سے پیدا شدہ اولاد ساتھ لائی تھیں۔

ذبح عظیم: امام حسین کی حنتی خالائیں

عَنْ رَبِيعَةَ السُّعَدِيِّ قَالَ أَتَيْتُ حَذِيفَةَ فَسَأَلْتُهُ مِنْ
أَشْيَاءَ فَقَالَ اسْمِعْ مِنِّي وَعِيهِ وَيْلُكَ النَّاسُ إِنِّي
رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَسَمِعْتُهُ بِأُذُنِي وَقَدْ
جَاءَ الْحُسَيْنُ عَلَى الْمَشِيرِ فَجَعَلَهُ عَلَى مَنْكَبِيهِ ثُمَّ قَالَ
أَيُّهَا النَّاسُ هَذَا الْحُسَيْنُ خَيْرُ النَّاسِ جَدًّا أَقْبَدَةً جَدُّهُ
رَسُولُ اللَّهِ سَيِّدُ وَلَدِ آدَمَ وَجَدَّتُهُ خَدِيجَةُ سَابِقَةً
الْإِيمَانِ مِنْ كُلِّ الْأُمَّةِ وَهَذَا الْحُسَيْنُ خَيْرُ النَّاسِ
خَالًا وَخَالَتًا وَخَالَهُ عَبْدُ اللَّهِ وَابْرَاهِيمُ وَخَالَتُهُ
زَيْنَبُ وَرُقَيْيَةُ وَأُمُّ كُلثُومُ وَهَذَا الْحُسَيْنُ خَيْرُ النَّاسِ
عَمًّا وَعَمَّةً وَعَمَّتُهُ جَعْفَرُ وَعَقِيلُ وَعَمَّتُهُ أُمُّ
هَانِي وَهَذَا الْحُسَيْنُ خَيْرُ النَّاسِ أَبًا وَأُمًّا وَأَخًا
وَأُخْتًا أَبَوُهُ عَلِيُّ وَ أُمُّهُ فَاطِمَةُ وَأَخُوهُ الْحَسَنُ
وَأُخْتُهُ زَيْنَبُ وَأُمُّ كُلثُومُ ثُمَّ وَضَعَهُ
عَنْ مَنْكَبِيهِ فَأَجْلَسَهُ فِي جَنْبِهِ فَقَالَ أَيُّهَا
النَّاسُ هَذَا الْحُسَيْنُ جَدُّهُ فِي الْجَنَّةِ وَجَدَّتُهُ
فِي الْجَنَّةِ وَعَمَّتُهُ فِي الْجَنَّةِ وَأَبَوَاهُ فِي الْجَنَّةِ
وَأَبَوُهُ فِي الْجَنَّةِ وَأُمُّهُ فِي الْجَنَّةِ وَأَخُوهُ فِي
الْجَنَّةِ وَأُخْتَاهُ فِي الْجَنَّةِ وَهُوَ فِي الْجَنَّةِ

(ذبح عظیم ۲۴ مصنف سید اولاد حیدر ملہو و لاہور طبع جدید)

ترجمہ: ربیعہ سعدی کہتے ہیں۔ میں نے حذیفہ رضی اللہ عنہ سے چند مسائل پوچھے
 حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ سنو اور یاد رکھو اور لوگوں کو بھی بتا دینا۔
 میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہوئے
 اپنے کانوں سے سنا۔ امام حسین رضی اللہ عنہ منبر پر آئے۔ نو حضور
 صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنے کندھوں پر بٹھالیا۔ پھر آپ نے فرمایا
 لوگو! یہ میرا حسین تمام لوگوں سے بہتر ہے۔ اس کے تانا جیسا کوئی نانا
 نہیں۔ اور اس کی نانی جیسی کوئی نانی نہیں۔ اس کا تانا اللہ کا رسول اولاد
 آدم کا سردار ہے۔ اور اس کی نانی خدیجہ ہے۔ جسے تمام امت میں
 سے ایمان لانے میں سبقت حاصل ہے۔ یہ حسین ماموں اور خالہ کے
 اعتبار سے لوگوں سے بہتر ہے۔ اس کے ماموں عبداللہ اور ابراہیم
 اور اس کی خالائیں زینب، رقیہ۔ ام کلثوم ہیں۔ اور یہ حسین چچا اور پھوپھی
 کے اعتبار سے بھی سب سے بہتر ہے۔ اس کے چچا جعفر و عقیل اور
 اس کی پھوپھی ام ہانی ہیں۔ یہ حسین باپ، ماں اور بہن بھائیوں کے
 اعتبار سے بھی لوگوں سے افضل ہے۔ اس کا باپ علی اس کی ماں فاطمہ
 اور اس کا بھائی حسن اور اس کی بہنیں زینب و ام کلثوم ہیں۔ یہ کہہ کر کندھے
 سے نیچے اتارا۔ اور اپنے پہلو میں بٹھالیا۔ پھر فرمایا۔ لوگو! یہ وہ حسین
 ہے۔ کہ جس کا تانا، تانی، ماموں، خالائیں، چچے، پھوپھی، باپ، ماں
 بھائی اور دونوں بھینس جنتی ہیں۔ اور یہ خود بھی جنتی ہے۔

تحفہ العوام:

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى الْقَاسِمِ وَالطَّاهِرِ ابْنَيْ نَبِيِّكَ اللَّهُمَّ صَلِّ
عَلَى رَقِيَّةَ بِنْتِ نَبِيِّكَ وَالْعَنْ مَنْ أَدَّى نَبِيَّكَ فِيهَا اللَّهُمَّ
صَلِّ عَلَى أُمَّ كَلْثُومٍ بِنْتِ نَبِيِّكَ وَالْعَنْ مَنْ أَدَّى
نَبِيَّكَ فِيهَا.

(تحفہ العوام حصہ اول باب ۱۱۳ مطبوعہ
نوٹکشور لکھنؤ۔)

ترجمہ: اے اللہ! قاسم اور طاہر پر رحمت بھیج۔ جو دونوں تیرے نبی
کے بیٹے ہیں۔ اے اللہ! حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دختر رقیہ پر
رحمت نازل فرما۔ اور جس نے تیرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بیٹی کے معاملہ میں
تکلیف دی اس پر لعنت فرما۔ اے اللہ! کَلْثُوم بنت رسول پر رحمت فرما اور اس کے معاملہ
میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھ دینے والے پر لعنت فرما

تنبیہ:

اس عبارت میں جو سیدہ رقیہ اور سیدہ ام کلثوم کے معاملہ میں آپ کو
تکلیف دینے والے پر اللہ کی لعنت ذکر ہوئی۔ اس مقام پر ایک مفہوم
توضیح لوگوں نے بیان کیا۔ کہ دراصل حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو اس
بددعا کا مصداق بنایا گیا۔ وہ اس طرح کہ یہ دونوں شاہزادیاں یکے بعد دیگرے ان کے
عقد میں آئیں۔ اور عثمان غنی نے دونوں کو تکلیف وہ حالات میں رکھا۔ اور
اذیت پہنچاتے رہے۔ لیکن یہ بات عقلاً نقلاً ہر طرح باطل ہے۔ عقلاً اس لیے

کہ اگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے واقعہ پہلی بیوی حضرت رقیہ کو تنگ کیا ہوتا تو انہی کی دوسری بہن حضرت عثمان کے عقد میں کب آتی؟ کیا کوئی اپنی ایک بیٹی کی دکھ بھری زندگی دیکھ کر دوسری بیٹی کو انہی حالات میں زندہ ناپسند کرتا ہے؟ عقل اسے گوارہ نہیں کرتی۔ تو اگر واقعی جناب رقیہ حضرت عثمان کے گھراذیت میں زندگی بسر کرتیں۔ تو ان کی وفات کے بعد ام کلثوم ان کے عقد میں نہ دی جاتیں۔

نقلاً اس لیے ناممکن کہ جنگ تبوک کے موقع پر تمام صحابہ میں سے بڑھ کر حضرت عثمان نے مجاہدین کے لیے مالی امداد کی جس کی خوشی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں فرمایا: ”کہ عثمان کو روبرو۔“ ایسے مال خرچ کرنے کی وجہ سے اب کوئی عمل نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ جب یہ خوشخبری حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں ارشاد فرمادی۔ تو اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ عثمان غنی رضی اللہ عنہ ہیں۔ اور عنتی پر لعنت بھیجنا خود اپنا منہ کالا کرنا ہے۔

پھر اس لیے بھی کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضرت عثمان کو جواباً بکرو عمر رضی اللہ عنہما سے افضل کہا۔ تو نفیلت کی وجہ بھی یہی بیان فرمائی۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یکے بعد دیگرے دو صاحبزادیاں انہیں عطا فرمائیں۔ اور شیخین اس سے محروم رہے۔ لہذا شیعہ لوگوں کا مذکورہ مطلب نکالنا سراسر جہالت اور تعصب ہے۔

دوسرا مفہوم یہ ہو سکتا ہے کہ جو شخص ان دو صاحبزادیوں کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیاں ہونے سے انکار کر کے باعث اذیت بنے۔ ان پر اللہ کی پھٹکار۔ کیونکہ بیٹیاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اور منسوب کسی اور طرف کر دیں۔ کیا اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم رنجیدہ خاطر نہ ہوں گے۔ اور جس نے

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اذیت دی۔ وہ واقعی لعنتی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں۔ اب
تم اسے شیعوں! خود سوچو۔ کہ سیدہ رقیہ اور سیدہ ام کلثومؓ کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دختر زہراؓ
کا کون قائل ہے۔ جو اس کا قائل آگے پر اللہ رب العزت اس کے حبیب
صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام دنیا والوں کی لعنت۔ لعنت۔ لعنت۔
انوار نعمانیہ:

رقیہ اور ام کلثوم حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پہلے
شوہروں سے نہیں بلکہ آپ کے لطف سے حضور صلی علیہ وسلم کے
گھر پیدا ہوئیں اور عثمان کے عقد میں آئیں۔

انوار نعمانیہ:

أَقُولُ الْأَخْتَانِ اللَّتَانِ تَزَوَّجَهُمَا مُثَّانُ إِحْدَاهُمَا رَقِيَّةٌ تَزَوَّجَهَا عُمَةُ
ابْنُ أَبِي لَهَبٍ لَعَنَهُ اللَّهُ فَطَلَّقَهَا قَبْلَ أَنْ يَدْخُلَ بِهَا
وَلَحِقَهَا مِنْهُ أَذًى فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
اللَّهُمَّ سَيِّطُ عَلَى عُنْيَةٍ كَلْبًا مِّنْ كَلْبِهَا فَتَنَّا وَلَهُ الْقَسَدُ
مِنْ بَيْنِ أَصْحَابِهِ وَتَزَوَّجَ بَعْدَهُ بِالسَّيِّئَةِ عُمَةُ
بْنُ عُمَانَ فَنَوَلَدَتْ لَهُ عَبْدَ اللَّهِ وَمَاتَ صَغِيرًا نَقَرَهُ
دِيكَ عَلَى عَيْنَيْهِ فَمَرِضَ وَمَاتَ وَتُوفِّيَتْ بِالسَّيِّئَةِ
زَمَنَ بَدْرٍ فَتَخَلَّفَ عُمَانُ عَلَى دَفْنِهَا وَمَنْعَهُ ذَلِكَ
أَنْ يَشْهَدَ بَدْرًا فَقَدْ كَانَ عُمَانُ هَاجِرًا إِلَى الْحَبَشَةِ وَ
مَعَهُ رَقِيَّةٌ وَالْأُخْرَى أُمُّ كُلْثُومٍ تَزَوَّجَهَا أَيْضًا عُمَانُ

بَعْدَ اخْتِنَارِ قِيَّةٍ وَتَوْقِيَّتٍ عِنْدَهُ وَقَدْ اخْتَلَتْ الْعُلَمَاءُ
 لِاخْتِلَافِ الرِّوَايَاتِ فِي اَنْتَهُمَا هَلْ هُمَا مِنْ بَنَاتِ النَّبِيِّ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ خَدِيجَةَ أَوْ اَنْتَهُمَا رَسَائِلُهُ
 مِنْ خَدِيجَةَ مِنْ أَحَدِ زَوْجِيهَا الْأَوَّلَيْنِ فَإِنَّهُ أَوَّلًا فَتَدُ
 تَزَوَّجَهَا عَتِيقُ بْنُ الْعَامِدِ الْمَعْزُومِي فَقَوْلَتْ لَهُ
 جَارِيَّةٌ ثُمَّ تَزَوَّجَهَا أَبُو هَالَةَ الْأَسَدِيُّ فَقَوْلَتْ
 لَهُ هُنْدُ بْنُ أَبِي هَالَةَ ثُمَّ تَزَوَّجَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهَذَا الْاِخْتِلَافُ لَا أَثَرَهُ لِأَنَّ عُثْمَانَ
 فِي زَمَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ كَانَ مِمَّنْ أَظْهَرَ
 الْإِسْلَامَ وَأَبْطَنَ النِّفَاقَ وَهُوَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ
 كَانَ مُكَلَّفًا يَطْرَءُ الْإِذَا مَرَّ كَحَالِنَا نَحْنُ أَيْضًا وَكَانَ يَمِيلُ إِلَى
 مَوَاصِلَةِ الْمُنَافِقِينَ يَجَاءُ الْإِيْمَانِ الْبَاطِنِي مِنْهُمْ مَعَ أَنَّهُ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَوَارِءُ الْإِيْمَانِ الْوَاقِعِي لَكَانَ أَفْكَرًا
 قَلِيلًا فَإِنَّ أَغْلَبَ الصِّحَابَةِ كَانُوا عَلَى النِّفَاقِ -

(الوارنعمانیہ جلد اول ص ۸۔ طبع جدید مطبوعہ ایران)

تبریز تذکرہ نور محمدی

(الوارنعمانیہ ص ۲۶ مطبوعہ تہران) طبع قدیم

ترجمہ: میں کتابوں میں۔ جن دو بہنوں سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے
 شادی کی تھی۔ ان میں ایک کا نام رقیہ تھا۔ اس سے پہلے عترة
 بن ابولہب، لعنة اللہ نے شادی کی تھی۔ وہی سے قبل نہیں طلاق
 دے دی۔ اس سے حضرت رقیہ کو بہت تکالیف پہنچا پڑیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لیے کہا تھا۔ اے اللہ! اپنے کتوں میں سے کوئی کتا اس پر مسلط کر دے۔ تو اس کے دوستوں کے درمیان سے اس کو شیر نے پھاڑ کھایا اس کے بعد مدینہ میں پھران کی شادی حضرت عثمان بن عفان سے ہوئی۔ (لفظ مدینہ یا تو مصنف کی کم علمی کی وجہ سے لکھا گیا۔ یا کاتب نے ہمو ا ایسا کر دیا۔ کیونکہ حضرت عثمان ہجرت حبشہ کے بعد مدینہ آئے۔ اور ہجرت حبشہ کے وقت حضرت رقیہ ان کے ساتھ تھیں۔ ان کا عقد مکہ میں ہوا تھا) حضرت عثمان کے عقد میں آنے کے بعد ان کے ہاں ایک بچہ ”عبد اللہ“ پیدا ہوا۔ چھوٹی عمر میں مرغ نے آنکھ میں چونچ ماری جس سے بیمار ہو کر فوت ہو گیا۔ حضرت رقیہ کا زمانہ غزوہ بدر میں انتقال ہوا۔ ان کی تیمارداری پھر دفن کفن کی وجہ سے حضرت عثمان اسی غزوہ میں شریک نہ ہو سکے۔ حضرت عثمان کے ہجرت حبشہ کے وقت جناب رقیہ ان کے ساتھ تھیں۔ دوسری کا نام ام کلثوم تھا۔ ان سے بھی حضرت عثمان نے سیدہ رقیہ کے بعد شادی کی۔ ان کا انتقال بھی حضرت عثمان کی زوجیت میں ہی ہوا۔

روایات کے اختلاف کی بناء پر علماء کا اس بارے میں اختلاف ہوا کہ کیا یہ دونوں (رقیہ، ام کلثوم) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیاں تھیں۔ اور آپ کے ہاں جناب خدیجہ سے پیدا ہوئیں۔ یا یہ کہ حضرت خدیجہ کے پہلے دو خاوندوں سے تھیں۔ اور صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھران کی پرورش ہوئی۔ کیونکہ حضرت خدیجہ نے پہلے ”عقیق بن عامر مخزومی“ سے نکاح کیا۔ اس سے

ایک لڑکی ہوئی۔ پھر ابو ہالہ اسدی،، سے شادی ہوئی۔ اس کے گھرانے کے بطن سے ”ہند بن ابی ہالہ، کا تولد ہوا۔ ان دونوں کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آئیں۔ لیکن اس اختلاف کا عثمان غنی کے ہاں دونوں یکے بعد دیگرے آنے پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔ عثمان ان لوگوں میں سے تھے (معاذ اللہ) جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بظاہر مسلمان اور باطن میں منافقین تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اسلام کے ظاہری احکام کے مکلف تھے۔ جیسا کہ ہم ہیں۔ اور آپ منافقین کے دلی طور پر مومن ہو جانے کے خیال سے ان سے میل جول رکھتے تھے۔ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم حقیقی ایمان کا ارادہ فرماتے۔ تو بہت تھوڑے خالص مومن نکلتے۔ صحابہ کی اکثریت آپ کے زمانے میں منافق تھی۔

(العیاذ باللہ)

مذکورہ عبارت سے مندرجہ ذیل امور

ثابت ہوئے

۱۔ نعمت اللہ حجازی کے فتویٰ کے مطابق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دو صاحبزادیاں (رقیہ، ام کلثوم) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عقد میں آئیں۔

۲۔ یہ دونوں عقد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد ہوئے۔

نقل کی گئی ہے۔ جن لوگوں نے بیعت رضوان میں شرکت کی ان میں سے کوئی بھی دوزخ میں نہیں جائے گا، اس کا کیا معنی ہوگا؟

لہذا میں شیعوں حضرات سے درخواست کرتا ہوں کہ اس قسم کے "تیرائی"، علماء سے بیزاری کرو۔ اور اللہ تعالیٰ کے قول اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پر ایمان لاتے ہوئے اپنی عاقبت ستوارو۔

مرآت العقول:

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ أَوَّلُ مَنْ وُلِدَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَكَّةَ قَبْلَ الذُّبُورَةِ الْقَاسِمُ وَيَكْنَى بِهِ شَمَزَيْبُ ثُمَّ رُقَيْةٌ ثُمَّ فَاطِمَةُ ثُمَّ أُمُّ كُلثُومٍ ثُمَّ وَلَدَتْهُ فِي الْإِسْلَامِ عَبْدُ اللَّهِ فَسُمِّيَ الطَّيِّبُ وَالطَّاهِرُ وَأُمُّهُمْ جَمِيعًا خَدِيجَةُ بِنْتُ خُوَيْلِدٍ۔ (مرآة العقول جلد ۱ ص ۲۵۲)

ترجمہ: حضرت ابن عباس نے فرمایا اعلان نبوت سے قبل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں سب سے پہلے قاسم پیدا ہوئے جن سے آپ کی کنیت ابوالقاسم ہے پھر زینب پھر رقیہ پھر فاطمہ اور پھر ام کلثوم پیدا ہوئیں۔ اور ظہور اسلام کے بعد عبد اللہ (جن کا نام طیب ہے) اور طاہر پیدا ہوئے اور ان سب کی والدہ خدیجہ بنت خویلد ہیں۔

وَقَالَ شُرَاشُوبٌ وَلِدَ مِنْ خَدِيجَةَ الْقَاسِمُ وَعَبْدُ اللَّهِ وَهِيَ الطَّاهِرُ وَالطَّيِّبُ وَارْبِعُ بَنَاتٍ زَيْنَبُ وَرُقَيْةٌ وَأُمُّ كُلثُومٍ وَهِيَ أَمْنَةُ وَفَاطِمَةُ۔

”المناقب“ میں ابن شراشوب نے کہا کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے ”قاسم و عبد اللہ“ پیدا ہوئے جنہیں طیب و طاہر

بھی کہتے ہیں اور چار بیٹیاں زینب، رقیہ، ام کلثوم (جن کا نام آمنہ بھی ہے) اور فاطمہ رضی اللہ عنہن۔

قَالَ الْفَرَطِيُّ اجْتَمَعَ أَهْلُ الثَّقَلِ عَلَى أَثْنِهَا وَلِدَتْ لَهُ أَرْبَعُ بَنَاتٍ كُلُّهُنَّ أَدْرَكْنَ الْإِسْلَامَ وَهَاجَرْنَ زَيْنَبُ وَرُقِيَّةُ وَأُمُّ كَلْثُومٍ وَفَاطِمَةُ۔ (مرآة العقول ص ۲۵۲ جلد اول)

ترجمہ: قرطبی نے کہا کہ اہل نقل اس بات پر متفق ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں حضرت خدیجہ کے بطن سے چار بیٹیاں پیدا ہوئیں سب مسلمان تھیں۔ اور تمام نے ہجرت بھی کی۔ زینب، رقیہ، ام کلثوم اور فاطمہ رضی اللہ عنہن۔

فروع کافی: بی بی علیہ السلام ایک سے زائد بیٹیوں کے باپ تھے،

عَنْ حَمَّادِ بْنِ عِيسَى عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ سَمِعْتُهُ يَقُولُ قَالَ أَبِي مَا زَوَّجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَائِرَ بَنَاتِهِ وَلَا تَزَوَّجَ شَيْئًا مِنْ نِسَائِهِ عَلَى الْكُثْرِ مِنْ إِثْنِ عَشْرَةَ أَوْ قِيَّةً وَنِشْ وَالْأَوْقِيَّةُ أَرْبَعُونَ ذِرْهَمًا وَالنِّشْ عِشْرُونَ ذِرْهَمًا۔

(فروع کافی جلد دوم ص ۱۵۶ نوکشور)

ترجمہ: امام جعفر صادق فرماتے ہیں کہ میں نے امام باقر سے سنا۔ وہ کہہ رہے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تمام بیٹیوں اور بیویوں کا حق مہر ساڑھے بارہ اوقیہ سے زیادہ نہ باندھا۔ ایک اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے۔ یعنی ۵۰ درہم۔

عَنْ حَمَّادِ بْنِ عُسْمانَ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبَا بَنَاتٍ۔

(۱) (فروع کافی جلد دوم نو کشور طبع قدیم)

(۲) (فروع کافی جلد ۶ ص ۵ کتاب العقیدہ باب

فصل البنات مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ: امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم چند بیٹیوں کے باپ تھے۔

أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْعَاصِمِيُّ عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ عَنْ عَلِيٍّ بْنِ أَصْبَاطٍ
عَنْ أَبِيهِ عَنِ الْجَارِ وَدِّ بْنِ الْمُسَدِّ قَالَ قَالَ لِي أَبُو عَبْدِ اللَّهِ
عَلَيْهِ السَّلَامُ بَلَغَنِي أَنَّهُ وَلِدَ لَكَ ابْنَةً وَأَنَّكَ تَسْخَطُهَا
وَمَا عَلَيْكَ مِنْهَا رِيحَانَةٌ تَشْتَهَا وَقَدْ كُفِّتَ رِيقُهَا وَقَدْ
كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبَا بَنَاتٍ۔

(۱) (فروع کافی جلد دوم ص ۲۵۶ مطبوعہ نو کشور طبع قدیم)

(۲) (فروع کافی جلد ۶ ص ۵ کتاب العقیدہ باب فضل البنات

مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ: امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مجھے معلوم ہوا کہ اسے جارود بن منذر تیری ایک ہی بیٹی ہے۔ اور تو اسے اچھی نہیں سمجھتا۔ اور تجھے اس سے کوئی خوشبودار نس نہیں۔ وہ اپنا رزق کھائے گی۔ حالانکہ اگر لڑکی ایسی ہی نکمی اولاد ہوتی۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی بیٹیوں والے نہ ہوتے آپ بیٹیوں والے تھے۔

استبصار:

عَنْ يَزِيدَ بْنِ خَلِيفَةَ قَالَ كُنْتُ عِنْدَ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ
فَسَأَلَهُ كَجُلٍّ مِنَ الْمُتَمِيمِينَ فَقَالَ يَا أَبَا عَبْدِ اللَّهِ أَتُصَلِّيُ النِّسَاءُ

عَلَى الْجَنَازَةِ قَالَ فَقَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ فِيهَا هَذَرٌ دَمَ الْمُغِيرَةِ بْنِ أَبِي الْعَاصِ وَحَدَّثَ حَدِيثًا طَوِيلًا وَإِنْ زَيْنَبُ بِنْتُ النَّبِيِّ عَلَيْهَا السَّلَامُ تَوَفِّيَتْ وَإِنْ فَاطِمَةُ عَلَيْهَا السَّلَامُ خَرَجَتْ فِي نِسَائِهَا فَصَدَّتْ عَلَى أُخْتِهَا.

(کتاب الاستبصار جلد اول ص ۲۲۵) (تذیب الاحکام جلد ۱ ص ۱۶۱)

باب عدة البناء مطبوعہ تہران طبع جدید

(کتاب الاستبصار جلد اول ص ۲۸۵) کتاب الجنائز

باب الصلاة على خاتمة معصاة مطبوعہ تہران طبع جدید

ترجمہ: یزید بن خلیفہ کہتا ہے کہ میں امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے پاس تھا۔ تو ایک قمی آدمی نے پوچھا کیا عورتیں نماز جنازہ پڑھ سکتی ہیں؟ امام جعفر نے جواب دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مغیرہ بن ابوالعاص کا خون ضائع ہونے کی بات فرما رہے تھے۔ اس پر امام مہموم نے لمبی حدیث بیان کی۔ اور فرمایا کہ حضرت زینب بنت رسول خدا کا جب وصال ہوا تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے دیگر عورتوں کے ساتھ اپنی بہن کی نماز جنازہ پڑھی۔
مجمع البیان؛

مساجد میں عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور ان کی زوجہ

رقیہ بنت رسول بھی شامل تھیں۔

فَخَرَجَ إِلَيْهَا سِتْرًا أَحَدَ عَشَرَ رَجُلًا وَارْبَعُ نِسْوَةٍ وَهُمْ

عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ وَأَمْرَأَتُهُ رُقَيْةُ بِنْتُ رَسُولِ اللَّهِ وَ
 الزَّبِيرُ بْنُ الْعَوَّامِ وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْعُودٍ وَهَذِهِ
 هِيَ الْهَجْدَةُ الْأُولَى - (تفسیر مجمع البیان جلد دوم جزء سوم ص ۳۳۳ مطبوعہ تہران)
 ترجمہ: حبشہ کی طرف پوشیدہ طور پر ہجرت کرنے کے لیے ۳ مرد اور ۳ عورتیں
 نکلیں۔ جن میں سے حضرت عثمان بن عفان اور ان کی بیوی سیدہ رقیہ
 بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی تھے یہ سب سے
 پہلی ہجرت تھی۔

فیض الاسلام: بقول شیعہ محقق عثمان رضی اللہ عنہ یحییٰ بن فضال

ہیں کیونکہ ان کے عقد میں پہلے پہلے دو دختران رسول آئیں

پس خویشاوندی عثمان از ابو بکر و عمر بہ پیغمبر نزدیک تر است
 و بہ دامادی پیغمبر مرتبہ سے یا فتہ ای کہ ابو بکر و عمر نیاقتند عثمان
 رقیہ و ام کلثوم را بنابر مشہور دختران پیغمبر اند بہم سری خود دداؤد و
 دداؤل رقیہ را و بعد از چند گاہ کہ آن مظلومہ وفات نمود ام کلثوم را
 بجائے خواہر بادادند۔

(شرح، منہج البلاغہ فارسی فیض الاسلام خطبہ

۱۴۳ ص ۵۲۸ مطبوعہ تہران)

ترجمہ: حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ باعتبار قربت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے
 اتنے قریب ہیں کہ اتنی قربت ابو بکر صدیق اور عمر بن خطاب کو بھی
 حاصل نہیں۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا داماد بن کر وہ مرتبہ پایا۔ جو

ابو بکر و عمر کو نہ ملا۔ حضرت عثمان نے سیدہ رقیہ اور ام کلثوم سے شادی کی۔ جو مشہور روایات کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیاں تھیں۔ پہلے سیدہ رقیہ سے شادی ہوئی۔ اور ان کی وفات کے بعد ان کی ہم شیرہ ام کلثوم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عقد میں آئیں۔

بقول شیعہ محقق حضرت عثمان شیعین کی نسبت نسب

میں نبی علیہ السلام کے زیادہ قریب ہیں

حضرت عثمان کی نسب یہ ہے عثمان بن عفان بن ابی العاص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف، تو عبد مناف رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے تیسرے دادا ہیں۔ کیونکہ آپ کا نسب ہے۔ محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب۔

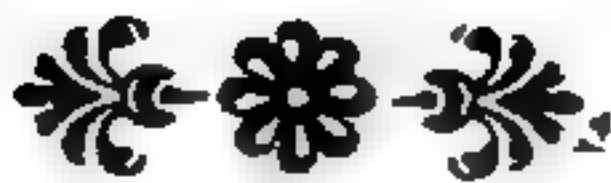
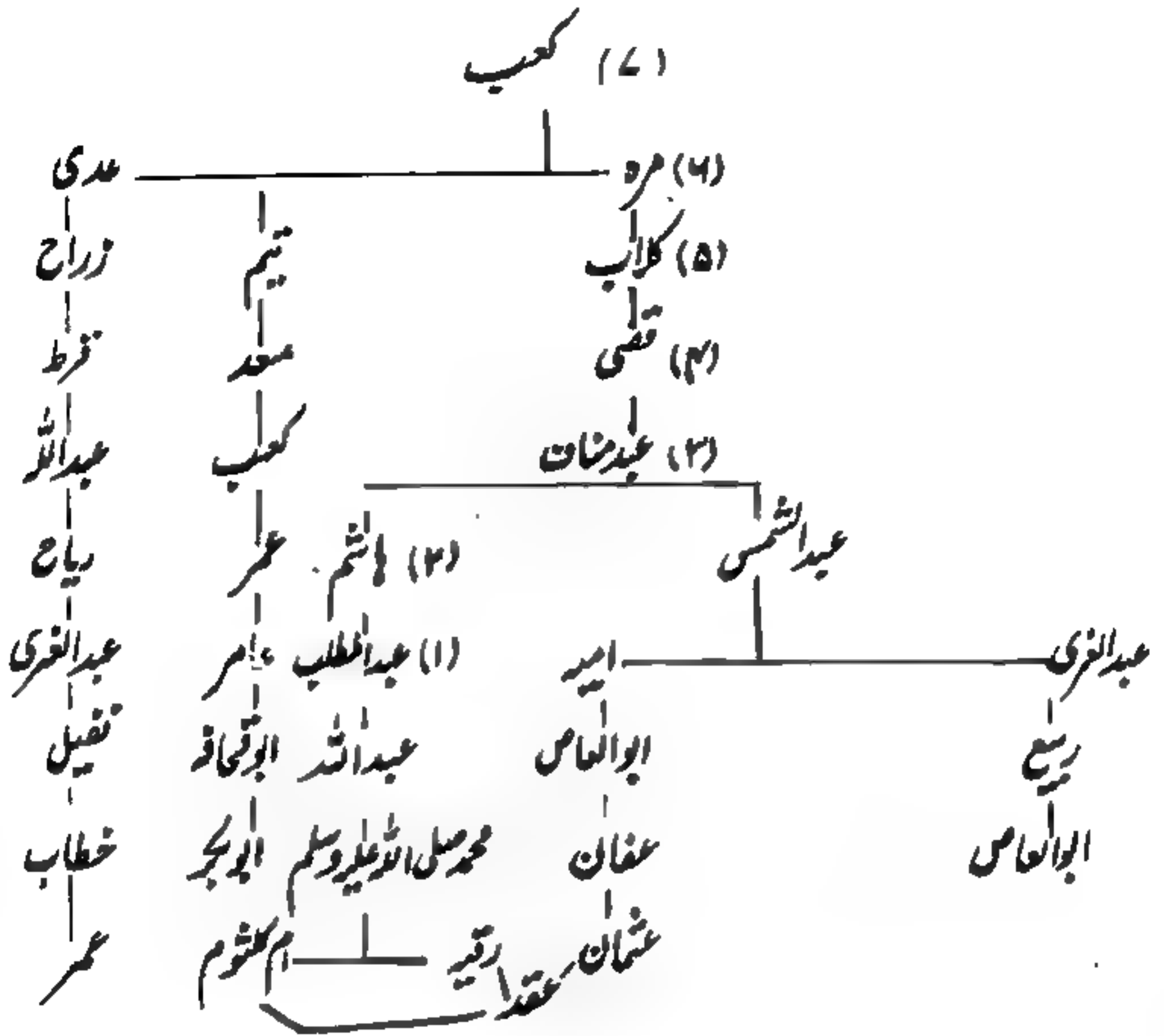
اور ابو بکر کی نسب یہ ہے۔ ابو بکر بن ابی قحافہ عثمان بن عامر بن عمر بن کعب بن سعد بن تیمم بن مرہ بن کعب۔ اور مرہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا چھٹا دادا ہے۔ اور عمر فاروق کی نسب یہ ہے۔ عمر بن خطاب بن نفیل بن عبد العزیٰ بن رباح بن عبد اللہ بن قریظ بن زراح بن عدی بن کعب اور کعب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتواں

دادا ہے۔ ۱۲

یعنی عثمان غنی نبی علیہ السلام کے تیسرے دادا پر ابو بکر صدیق چھٹے اور عمر فاروق ساتویں دادا پر نبی علیہ السلام کے ساتھ نسب میں مل جاتے ہیں۔

(فیض الاسلام شرح، نہج البلاغہ ص ۵۲۹)

(اسی حقیقت کو ہم نے درج ذیل نقشہ میں بیان کر دیا ہے۔)



مجالس المؤمنین :

نبی نے اپنی بیٹی عثمان کو دی اور علی رضی اللہ عنہ نے عمر رضی اللہ عنہ کو دی۔
اگر نبی دختر عثمان داد ولی دختر عمر فرستاد۔

(مجالس المؤمنین جلد اول ص ۲۴۰ مطبوعہ تہران)

سن طباعت ۱۳۵۷ھ توقف امیر المؤمنین

فی محاررہ القوم طبقہ دوم تقریر لطیف فی علم

ترجمہ: اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی لڑکی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے
عقد میں دی۔ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی عمر بن خطاب
رضی اللہ عنہ کے نکاح میں دی۔

حیات القلوب :

عثمان غنی کی دامادی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق امام جعفر صادق کا فتویٰ

وعیاشی روایت کردہ است کہ از صادق علیہ السلام پرسیدند

کہ آیا حضرت رسول دختر خود را بعثمان داد حضرت فرمود کہ بلی۔

ترجمہ :

عیاشی نے روایت کی کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے

پوچھا گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی عثمان غنی رضی اللہ عنہ

کے ساتھ بیاہی تھی۔ حضرت امام صادق نے فرمایا۔ ہاں ضرور

بیاہی تھی۔

التنبیہ والاشراف:

رقیہ بنت رسول سے عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر عبد اللہ نامی لڑکا ہوا

وَكَانَ لَهُ مِنَ الْبَنِينَ تِسْعَةٌ عَبْدُ اللَّهِ الْأَكْبَرُ تَوَفَّى
وَلَهُ مِنَ الْعُرُسِ سِتٌّ مِنْ بَنَاتِ رُقَيْيَةَ بِنْتِ رَسُولِ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى مَا قَدْ بَيَّنَّا.

ترجمہ: حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے نو لڑکے تھے۔ ایک ”عبد اللہ اکبر“
تھا جو چھ برس کی عمر میں فوت ہو گیا۔ جس کی والدہ سیدہ رقیہ تھیں۔ جو
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دختر تھیں۔ جیسا کہ ہم ذکر کر چکے ہیں۔
(التنبیہ والاشراف للمسعودی ص ۲۵۵ تحت ذکر
خلافت عثمان)

عثمان بوجہ تیمارداری بنت رسول بدر سے غیر حاضر ہوئے مگر
انہیں بدر کا حصہ اور اجر ملا

عُمَانُ بْنُ عَفَّانَ تَخَلَّفَ عَنْ بَدْرِ لِمَرْحَلَةِ رُقَيْيَةَ
بِنْتِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَضَرَبَ لَهُ
بِسَهْمِهِ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ رَاجِرِي؟ قَالَ وَابِرَكَ
(التنبیہ والاشراف للمسعودی ص ۲۰۵
تحت السراشراث)

ترجمہ: حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ غزوہ بدر سے بوجہ تیمارداری سیدہ رقیہ بنت رسول اللہ کے گھر رہ گئے۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مالِ غنیمت کا حصہ انہیں دیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے پوچھا۔ مجھے ثواب بھی ملے گا؟ فرمایا۔ ہاں ضرور ملے گا۔

ابن حدید: قول نبی اگر میری تعمیری بیٹی ہوتی تو وہ بھی عثمان کو

دے دیتا۔ اسی لیے عثمان غنی کو ذوالنورین کہتے ہیں)

قَالَ شَيْخُنَا أَبُو عُمَانَ وَلَمَّا مَاتَتِ ابْنَتَانِ تَحْتَ
عُمَانَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا صَحَابِيَهُ مَا
تَنْتَظِرُونَ لِعُثْمَانَ إِلَّا أَبُو آيْمٍ إِلَّا أَخَوَايُمُ زَوْجَتُهُ
ابْنَتَيْنِ وَلَوْ أَنَّ عِنْدِي ثَالِثَةٌ لَفَعَلْتُ نَارًا وَلِذَلِكَ
سَمَّيْتُ ذَا النُّورَيْنِ۔

(شرح، منج البلاغہ ابن ابی حدید جلد ۲ ص ۲۶)

بیروت بڑا سائز۔ المفاضلۃ بین بنی عبد

شمس وہی بنی ہاشم

ترجمہ:

ہمارے شیخ ابو عثمان نے کہا جب حضرت عثمان کے عقد میں
یکے بعد دیگرے آنے والی دونوں بیویاں فوت ہو گئیں۔ تو
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو فرمایا۔ تم عثمان کے لیے کس چیز
کا انتظار کرتے ہو۔ کیا کسی بیوہ کے بھائی کا یا باپ کا! میں نے اپنی

دو بیٹیوں (رقیہ ام کلثوم) کا عقد اس سے کیا۔ اگر میرے پاس تیسری بھی ہوتی تو اس کی شادی بھی اس سے کر دیتا۔ راوی کہتے ہیں۔ اسی لیے عثمان کو ”ذوالنورین“، دو نوروں والے کہتے ہیں۔

مروج الذهب: بنت رسول سے عثمان کے دولڑکے ہوئے

وَكَانَ لَهُ مِنَ الْوَلَدِ عَبْدُ اللَّهِ الْأَكْبَرُ وَعَبْدُ اللَّهِ الْأَصْفَرُ
أُمُّهُمَا رُقَيْةُ بِنْتُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔
تذکرہ: حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دو صاحبزادے، عبد اللہ الاکبر،
عبد اللہ الاصفر، تھے۔ ان دونوں کی والدہ کا نام سیدہ رقیہ تھا۔ جو
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی تھیں۔

(مروج الذهب للمسعودی جلد دوم ص ۲۳۱)

ذکر خلافت عثمان بن عفان نسبہ

ابن شہر آشوب:

وَأَوْلَادُهُ وَلِيدٌ مِنْ خَدِيجَةَ النَّاسِمْ وَ
عَبْدُ اللَّهِ وَهُمَا الظَّاهِرُ وَالطَّيِّبُ وَآرَبَةُ
بَنَاتِ زَيْنَبَ وَرُقَيَّةُ وَأُمُّ كَلْثُومٍ وَهِيَ
أَمِيَّةٌ وَفَاطِمَةُ

(مناقب آل ابی طالب مصنفہ ابن شہر آشوب جلد اول

ص ۱۶۱ باب ذکر سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فصل فی اقربائہ

و خدامہ مطبوعہ قم خیابان طبع جدید)

ترجمہ: جناب خدیجہ رضی اللہ عنہا سے دو لڑکے ہوئے۔ تاسم اور عبد اللہ
جن کو طیب و طاہر بھی کہتے ہیں۔ اور بیٹیاں چار تھیں۔ زینب، رقیہ
ام کلثوم اور فاطمہ۔

بغض عثمان اور اس کا خوفناک انجام

بعض لوگ جب مذکورہ دلائل کے سامنے عاجز آجاتے ہیں تو کہہ دیتے ہیں کہ
ہاں ہماری کتابوں میں یہ بات واقعی موجود ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے یکے بعد دیگرے
اپنی دو صاحبزادیوں کا عقد عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے کر دیا لیکن اس کے باوجود عثمان غنی
(رضی اللہ عنہ) نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی اولاد طاہرہ کے دشمن تھے اور اسی وجہ

سے انہوں نے ظن کیا آپ کی جڑی کو نشیہ کر دیا۔ لہذا ثابت ہوا کہ وہ فاسق و فاجر تھے۔
معاذ اللہ اور ان کو دانا اور رسول ہونے کا کوئی فائدہ حاصل نہ ہوا۔
شیعو! تمہیں ایسے خبیث عقائد کے انجام سے متنبہ ہونا چاہیے کہ تمہاری کتب
میں یوں موجود ہے۔

ارشاد القلوب:

وَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّكُمْ أَمْسَرَاءُ
رَحِمَتِي بِتَرْكِ رِيْجِ فَا سِقٍ وَهِيَ مُنَاجَاةٌ جَلِيسَتُ
فِي النَّارِ. وَإِذَا مَاتَتْ فَمَنْ عَرَفَ قَدَّ بَرَفًا سَبْعِينَ
بَابًا مِنَ الْعَذَابِ وَإِنْ قَالَتْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ
لَعَنَهَا كُلُّ مَلَكٍ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ وَ
غَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهَا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَكَتَبَ اللَّهُ
عَلَيْهَا فِي كُلِّ يَوْمٍ قَوْلِيكَ سَبْعِينَ خَلِيَّتَهُ
وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَنْ زَوَّجَ كَرِيْمَتَهُ بِفَاسِقٍ نَزَلَ
عَلَيْهِ كُلُّ يَوْمٍ أَلَمٌ لَعْنَةٌ وَلَا يُصْعَدُ لَهُ عَدَلٌ
إِلَى السَّمَاءِ وَلَا يُسْتَجَابُ لَهُ دُعَاؤُهُ وَلَا يَقْبَلُ
مِنْهُ صَرْفٌ وَلَا عَدْلٌ.

(ارشاد القلوب جلد اول ص ۱۷۷ الباب الحادی

والخمسون فی اخبار عن النبی والائمہ

مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ: نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کسی عورت فاسق کے ساتھ نکاح کرنے

پر راضی ہو جائے وہ منافق ہے۔ لہذا وہ جہنم میں ڈال دیا جائے گی اور
بسبب وہ مر جائے گی تو اس کی قبر میں شتر دروازے عذاب کے کھول
دیئے جائیں گے اگرچہ وہ کمر بھی پڑھتی ہو زمین و آسمان کے درمیان
کے فرشتے اسی پر لعنت کرتے ہیں۔ دنیا اور آخرت میں۔ اور ہر دن اور
رات میں اللہ تعالیٰ اس کے اعمال نامے میں شتر گناہ لکھتا ہے۔

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس آدمی نے اپنی پاکدامنہ لڑکی کا فاسق
کے ساتھ عقد کر دیا اس پر ہر دن میں ہزار دفعہ لعنت نازل ہوتی ہے
اور اس کا کوئی عمل آسان کی طرف نہیں چڑھتا اور نہ ہی اس کی کوئی دعا قبول
ہوتی ہے۔ اور نہ ہی اس سے کوئی معاوضہ قبول کیا جائے گا۔

مذکورہ حدیث سے ثابت ہوا کہ عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو فاسق و فاجر کہنے والا
نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی اولاد طاہرہ کا سب سے بڑا موزی اور گستاخ ہے
کیونکہ مذکورہ حدیث میں جو فاسق و فاجر کو بیٹی دینے والے اور اسی عورت کے
متعلق جو فاسق و فاجر کے ساتھ نکاح کرنے پر رضامند ہو جائے وہ عید آئی ہے
اس کے مستحق اس موزی اور گستاخ کے نزدیک نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی
صاحبزادیاں بھی بنتی ہیں۔ معاذ اللہ

شیعو! غور کرو اور ہوش سے کام لو۔ تمہارے اسی خود ساختہ عقیدے کا
انجام کیا ہونے والا ہے۔

ع۔ اہل بیت پاک سے گستاخیاں بے باکیاں
لعنت اللہ علیکم دشمنانِ اہل بیت

فاعتبروا یا اولیٰ الامر

خصال شیخ صدوق:

وَأَمَّا عَقُوقُ الْوَالِدَيْنِ فَقَدْ أَنْزَلَ اللَّهُ فِي كِتَابِهِ
التَّيْبَتِ أَوَّلِيَّ بِالْمُسْتُمْرِينَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ وَأَزْوَاجَهُ
أُمَّهَاتُهُمْ فَعَقُّوا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فِي ذُرِّيَّتِهِ وَعَقُّوا أُمَّهَاتَهُمْ خَدِيجَةَ فِي
ذُرِّيَّتِهَا.

(خصال شیخ صدوق جلد دوم ص ۱۲۲ باب السبعة ترجیحاً
الناس علیٰ یوم القيمة بسبع خصال ملبو تہران
طبع جدید)

ترجمہ: (کبیرہ گناہوں میں سے) والدین کی نافرمانی ہے۔ تحقیق نازل کیا اللہ تعالیٰ
نے اپنی کتاب میں ”نبی صلی اللہ علیہ وسلم مومنوں سے ان کی جانوں
سے بھی قریب ہیں اور آپ کی بیویاں مومنوں کی مائیں ہیں“ پس
ان لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی آپ کی اولاد کے
بارے میں اور نافرمانی کی اپنی ماں حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی
ان کی اولاد کے بارے میں۔

حاصل کلام:

شیخ صدوق نے کبیرہ گناہوں کی تعداد سات بیان کی جن میں سے ایک والدین
کی نافرمانی ہے۔ جس کی تفسیر اس نے یوں کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت خدیجہ
الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی اولاد کے بارے میں نافرمانی کرنا یعنی ان کی اولاد نہ سمجھنا جس

کا واضح مفہوم یہ ہے کہ جو لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سوائے فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے دوسری صاحبزادیوں کا انکار کرتے ہیں وہ کبیرہ گناہ کے مرتکب ہیں۔ اور ان کی سزا قتل و زنا کی سزا کی مثل قرار پائی کیونکہ جس طرح قتل و زنا گناہ کبیرہ ہے اسی طرح بنات رسول کا انکار بھی گناہ کبیرہ ہے۔

آخری گزارش اور کھلا پہنچ:

ہم نے مذکورہ ان گنت ثبوت اور وہ بھی کتب شیعہ سے پیش کئے۔ جن سے یہ بات صراحتاً ثابت ہو گئی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چار صاحبزادیاں (صلی) حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے تھیں۔ ان حوالہ جات میں سے اگر کوئی شیعہ ایک حوالہ بھی غلط ثابت کر دے۔ ہم اسے دس ہزار روپیہ نقد انعام پیش کریں گے۔ لیکن ہمارا دعویٰ یہ ہے۔ تمام شیعہ مل کر بھی ان حوالہ جات میں سے ایک بھی غلط ثابت نہیں کر سکتے۔

لہذا گزارش ہے۔ کہ جب تمہاری کتب سے ثابت ہو گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ چاروں صاحبزادیاں آپ کی صلی صاحبزادیاں ہیں۔ اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے چاروں پیدا ہوئیں۔ تو تمہیں اسے شیعو! اب انکار نہیں کرنا چاہیے کیونکہ اس سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت ہوتی ہے۔ اور آپ کی اذیت باعث عذاب الہی ہے۔

إِنَّ الْذِّبْنَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ
فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا
مُّهِينًا.

جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو تکلیف دیتے ہیں ان پر دنیا اور آخرت

میں اللہ کی لعنت۔ اور اللہ نے ان کے لیے رسوا کن عذاب تیار کر رکھا ہے۔

واللہ یهدی من یشاء الى صراط مستقیم
وما علینا الا البلیغ المبین

سوال ۱: اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیاں چار تھیں۔ تو بوقت مباہلہ نجران کے عیسائیوں کے مقابلہ میں انہیں بھی ساتھ لائے۔ حالانکہ اسی وقت آپ کے ساتھ سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کیلی ہی تھیں۔ سوال ۲:

آیت تطہیر کے نزول کے وقت جب آپ نے اپنی چادر میں چند حضرات کو پیٹا۔ اور پھر جن کے بارے میں فرمایا۔ ”یہ میرے اہل بیت ہیں“ ان میں بھی صرف حضرت فاطمہ بنت جنت سیدہ زہراء رضی اللہ عنہا ہی تھیں۔ لہذا بتلایا جائے کہ اگر حضرت فاطمہ کے علاوہ آپ کی دیگر تین صاحبزادیاں بھی تھیں۔ تو انہیں ان دو مواقع پر شریک کیوں نہ کیا گیا؟ جواب:

آیت مباہلہ سورہ احزاب کے آخر میں نازل ہوئی۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مباہلہ سے واپس تشریف لائے۔ تو آیت تطہیر نازل ہوئی۔ جیسا کہ منتخب التواریخ ص ۶۱ باب اول طبع بہرہ میں مذکور ہے۔

منشی الامال؛

حضرت رسول در روز مباہلہ بیرون آمد و عباتی پوشیدہ بود از موئے سیاہ

ترجمہ: حضرت زینب کا سن سات یا آٹھ ہجری مدینہ میں انتقال ہوا۔۔۔۔۔ اور سیدہ رقیہ کا مدینہ میں غزوہ بدر کے دنوں میں انتقال ہوا۔ سیدہ ام کلثوم کے بارے میں کہتے ہیں کہ سات ہجری میں اللہ کو پیاری ہو گئیں۔ مولف کہتا ہے کہ جو بات روایات سے ظاہر ہوئی کہ سیدہ ام کلثوم کی شادی اور وفات سیدہ رقیہ کی شادی اور وفات سے پہلے ہوئی۔ یہ زیادہ صحیح اور قوی ہے

منہی الامال:

در منہی الامال جلد اول ص ۱۲۵ پر مذکور ہے۔

فقیر گوید آنچه مشہور است و مورخین نوشتہ اند نزدیک ام کلثوم بعثمان بعد از وفات رقیہ است۔ در قیہ در سال دوم ہجری در هنگامی کہ جنگ بدر بود وفات کرد۔

در منہی الامال جلد اول ص ۱۲۵۔ باب اول فصل ہشتم

مطبوعہ ایران۔ در بیان احوال اولاد امجاد آنحضرت

ترجمہ: منہی الامال کا مصنف کہتا ہے کہ مشہور مورخین کی تحریر کے مطابق بات یہ ہے کہ سیدہ ام کلثوم کی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ شادی سیدہ رقیہ کی وفات کے بعد ہوئی۔ سیدہ رقیہ نے دو ہجری غزوہ بدر کے موقع پر انتقال فرمایا۔

خلاصہ کلام:

خلاصہ دونوں سوالات کے جواب کا یہ ہے کہ جس وقت آیت مباہلہ اور آیت تطہیر نازل ہوئیں۔ ان تین صاحبزادیوں میں سے اس وقت کوئی بھی زندہ نہ تھی۔

جب ان کا وصال ہو چکا تھا۔ کسی کا سر، کسی کا سر، یا سر میں تو یہ سلسلہ کے واقعات میں کیسے شریک ہو سکتی تھیں۔

سوال ۵۷:

ہم مانتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیاں چار تھیں۔ لیکن سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ دوسری بیٹیاں حضرت خدیجہ کی تھیں یعنی حضرت خدیجہ کے پہلے خاوندوں سے تھیں۔ اور ان تین نے صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر پرورش پائی۔ جس کی بنا پر انہیں آپ کی بیٹیاں کہا جاتا ہے۔ لیکن صلیبی یا حقیقی بیٹیاں نہیں تھیں۔

جواب:

اس سوال کے اندر دراصل بغض عثمان رضی اللہ عنہ مخفی ہے۔ یکے بعد دیگرے دو بیٹیوں کا حضرت عثمان کی زوجیت میں آنا ایک ایسا فخر ہے۔ جو کسی دوسرے صحابی کو نصیب نہ ہوا۔ شیعہ چونکہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو (معاذ اللہ) منافق، کافر، مرتد اور یہودی وغیرہ گردانتے ہیں۔ اسی لیے ان کے گھر آنے والی عورتوں کو کب یہ لوگ عقیدت کی نظر سے دیکھ سکتے ہیں۔ اگر ان دونوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی صلیبی بیٹی مان لیں۔ تو ان کے ساتھ عقیدت رکھنا لازم اور پھر یہ دونوں جس کی زوجہ بنیں اسے بھی قابل احترام سمجھنا پڑتا ہے۔ لیکن یہ سب کچھ انہیں گوارا نہیں اس لیے صاف انکار کر دیا۔ کہ حضرت عثمان کے عقد میں آنے والی دو عورتیں (رقیہ، ام کلثوم) خدیجہ کی پہلے خاوندوں کی بیٹیاں تھیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صرف حقیقی بیٹی ایک ہی جناب فاطمہ تھیں۔ لیکن انصاف پسند شخص جانتا ہے۔ کہ ہم گزشتہ اوراق میں خوران کی کتب سے ثابت کر چکے ہیں کہ یہ تین (رقیہ، ام کلثوم، زینب) بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صلیبی بیٹیاں تھیں۔ اس موضوع پر مزید کچھ کہنا حاصل ہو گا۔

سوال ۴: اگر چاروں بیٹیاں حقیقی تھیں۔ تو ان کا کفار سے رشتہ کیوں کیا گیا؟

جواب ۴:

اس سوال کے جواب سے قبل ایک بات میں ان سے پوچھنا چاہتا ہوں۔ کہ بالقرض اگر یہ تین بیٹیاں حضور کی پرورش میں رہیں حقیقی نہ تھیں۔ تو ریبہ ہونے کے اعتبار سے ان کا رشتہ کفار سے تمہارے نزدیک جائز ہے؟

جواب ثانی:

درحقیقت یہ سوال عبرت اور باطل ہے۔ کیونکہ قبل بعثت ایسے رشتوں کی ممانعت نہیں تھی۔ بلکہ اسلام کے ابتدائی ایام میں بھی مسلم اور غیر مسلم کے درمیان رشتہ ہوتا رہا جب ”لَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكِينَ حَتَّىٰ يُوْمِنُوا“ آیت نازل ہوئی۔ تو کفار کے ساتھ رشتہ ناٹ منع ہو گیا۔

مجمع البیان:

وَاحْتُلِفَ فِي كَيْفِيَةِ عَرْضِهِمْ فَقِيلَ بِالتَّزْوِيجِ وَكَانَ يَجُوزُ فِي شَرْعِهِ تَزْوِيجُ الْمُؤْمِنَةِ مِنَ الْكَافِرِ وَكَذَا يَجُوزُ أَيْضًا فِي مَبْدَعِ الْإِسْلَامِ وَقَدْ ذَوَّبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنْتَهُ مِنْ أَبِي الْعَاصِ بْنِ الرَّبِيعِ قَبْلَ أَنْ يُسْلِمَ ثُمَّ نَسَخَ - (تفسیر مجمع البیان جلد سوم جزء پنجم ص ۱۴۳ مطبوعہ تہران سورۃ ہود

ذیرآیت قال يقوم هو لا بنتی الایۃ)

ترجمہ: لوط علیہ السلام کا اپنی بیٹیوں کو کفار پر پیش کرنا۔ اس بارے میں کہا گیا ہے۔

کہ یہ بطریقہ نکاح تھا۔ کیونکہ اس شریعت میں مومن عورت کا کافر مرد سے نکاح جائز تھا۔ ابتدائے اسلام میں بھی یہ طریقہ رہا۔ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی زینب کی شادی ابوالعاص بن زبیع سے کی۔ حالانکہ وہ اس وقت مسلمان نہ ہوا تھا۔ پھر یہ حکم منسوخ ہو گیا۔

حیات القلوب:

حضرت پیش از بعثت وحرام شدن دختر بکافراں داؤن اور ازینب) بابوالعاص بن زبیع تزویج نمود۔

(حیات القلوب جلد ۲ ص ۱۵۲ طبع قدیم مطبوعہ نو کشور)

باب پنجم ویکم ذکر اولاد امجاد آنحضرت

ترجمہ: بعثت سے قبل اور حرمت کے احکام اترنے سے قبل حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی زینب کی شادی ابوالعاص بن زبیع سے کی تھی۔

نتیجہ:

ان اعتراضات و سوالات کے لغو اور باطل ہونے کے بعد ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیاں چار تھیں۔ اور چاروں حقیقی تھیں۔

شتر دوم

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا پوتا امام حسین رضی اللہ عنہ کا داماد تھا۔

ثبوت ۱: وَتَزَوَّجَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ وَبْنُ عُثْمَانَ فَاطِمَةَ بِنْتَ

الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ .

(شرح پنج ابلاغہ ابن حدید جلد ۲ ص ۲۵۹ مطبوعہ بیروت
بڑا سا بڑی شرح کتابہ الی معاویہ و بیان مناکحات بنی ہاشم
و بنی عبد شمس)

ترجمہ: (بنی ہاشم اور بنی عبد شمس کے درمیان ہونے والی رشتہ داریوں میں سے ایک
رشتہ یہ بھی تھا) عبد اللہ بن عمرو بن عثمان نے امام حسین رضی اللہ عنہ کی دختر سیدہ
فاطمہ بنت حسین سے شادی کی۔

نوٹ:-

”ابن حدید معتزلی“ نے اس مقام پر عثمان غنی کی اہل بیت کے ساتھ دو رشتہ داریوں
کا ذکر کیا ہے۔ (۱) خود و اما رسول (۲) ان کا پوتا و اما حسین۔

مسالک الافہام:-

ثبوت نمبر:-

تَزَوَّجَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَمْرِو بْنِ عُثْمَانَ فَاطِمَةَ بِنْتَ
الْحُسَيْنِ..... وَكُلُّهُمْ مِنْ غَيْرِ بَنِي هَاشِمٍ۔

(مسالک الافہام شرح شرائع الاحکام جلد اول باب لواحق العبد

ترجمہ: (بنی ہاشم نے جو رشتے غیر بنی ہاشم میں کیے۔ ان میں ایک رشتہ یہ ہے)۔
عبد اللہ بن عمرو بن عثمان نے فاطمہ بنت حسین سے شادی کی۔

مقابل الطالبین:-

ثبوت نمبر:-

وَأُمُّهُ فَاطِمَةُ بِنْتُ الْحُسَيْنِ كَانَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَمْرِو تَزَوَّجَهَا

بَعْدَ وَفَاةِ الْحَسَنِ بْنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ .
(مقاتل الطالبین مصنفہ ابو الفرج اصفہانی شیعہ ص ۲۴ تذکرہ

محمد بن عبد اللہ بن عمر و مطبوعہ بیروت)

ترجمہ: محمد کی والدہ فاطمہ بنت حسین سے عبد اللہ بن عمر نے نکاح کیا تھا۔ اور
یہ نکاح حسن بن حسن بن علی بن ابوطالب کی وفات کے بعد ہوا تھا۔

سبب نکاح :-

مقاتل الطالبین :-

إِنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ الْحَسَنِ لَمَّا خَطَبَهَا عَبْدُ اللَّهِ ابْتُ أَنْ
تَتَزَوَّجَهُ فَحَلَفَتْ أَقْبَاهَا أَنَّ تَتَزَوَّجَهُ وَقَامَتْ فِي
الشَّمْسِ وَالَّتِ لَا تَبْرَحُ حَتَّى تَتَزَوَّجَهُ فَكَرِهَتْ فَاطِمَةُ أَنْ
تَخْرُجَ فَتَزَوَّجَتْهُ .

(مقاتل الطالبین ص ۲۴ مطبوعہ بیروت تذکرہ محمد بن

عبد اللہ بن عمر :-)

ترجمہ: جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پوتے عبد اللہ نے فاطمہ بنت حسین
کا رشتہ مانگا۔ تو انہوں نے انکار کر دیا۔ اس انکار پر فاطمہ کی والدہ نے
قسم اٹھائی۔ کہ یہ شادی ضرور ہوگی۔ ورنہ میں سورج کے سامنے دھوپ
میں کھڑی رہوں گی۔ اور یہاں سے ہرگز نہ ہٹوں گی۔ تو فاطمہ نے اس
بات کو بُرا جانا۔ کہ دھوپ میں کھڑی کھڑی میری ماں مرجائے۔ اس
یہ شادی پر رضامند ہو گئی۔ اور شادی ہو گئی۔

— — —

ثبوت نسب۔

ناسخ التواریخ۔

وبعد از حسن مشنی فاطمہ بجمالہ نکاح عبد اللہ بن عمرو بن عثمان بن عفان درآمد

(ناسخ التواریخ جلد ۶ کتاب دوم ص ۵۳)

ترجمہ: حسن مشنی کی وفات کے بعد فاطمہ بنت حسین نے عبد اللہ بن عمرو بن عثمان بن عفان سے شادی کر لی۔

رشتہ سوم

امام حسن رضی اللہ عنہ کی پوتی سے عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پوتے کا

عقد ہوا۔

نسب قریش :- وَكَانَتْ أُمُّ الْقَاسِمِ بِنْتُ الْحَسَنِ بْنِ الْحَسَنِ
عِنْدَ مَرْوَانَ بْنِ أَبَانَ بْنِ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ فَوَلَدَتْ لَهُ
مُحَمَّدَ بْنَ مَرْوَانَ ثُمَّ خَلَفَ عَلَيْهَا حُسَيْنُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ
عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ الْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَتَوَقَّيْتُ عَنْدَهُ
وَلَيْسَ لَهَا مِنْهُ وَلَدٌ۔

(کتاب نسب قریش جلد ثانی ص ۵۳ تذکرہ ام کلثوم)

ترجمہ: سیدنا حسن بن حسن کی بیٹی ”ام قاسم“ مروان بن ابان بن عثمان غنی کے
نکاح میں تھیں۔ ان کے ہاں اس سے ”محمد بن مروان“ پیدا ہوا۔ پھر
ان کا نکاح حسین بن عبید اللہ بن عباس سے ہوا۔ وہیں

فوت ہو گئیں۔ لیکن ان کے ہاں کوئی بچہ نہ پیدا ہوا۔

خلاصہ:-

سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کی پوتی "ام قاسم"، کے ساتھ حضرت عثمان کے پوتے "مروان بن ابان"، کا عقد ہوا۔

رشتہ چہارم

امام حسین رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی سے عثمان غنی کے پوتے کا عقد ہوا۔
ثبوت نمبر:-

طبقات ابن سعد:- سَكِينَةُ بِنْتُ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ
..... وَأُمُّهَا الزُّبَابُ بِنْتُ إِمْرَأَةَ الْقَيْسِ بْنِ عَدِيٍّ
... تَزَوَّجَهَا مُصْعَبُ بْنُ الزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ ابْنُ تَكْرَمَةَ قَوْلَهُ
لَهُ فَاطِمَةُ تُشْرَقُ قَتْلَ عَنْهَا فَخَلَفَ عَلَيْهَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَانَ
بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَوْلَهُ تِلْكَ عُثْمَانُ الَّذِي يَقْتُلُ لَهُ قَرِينٌ
وَحَكِيمًا وَدَرِيحَةً فَهَلَكَ عَنْهَا فَخَلَفَ عَنْهَا زَيْدُ بْنُ عَمْرٍو
بْنُ عُثْمَانَ بْنِ عُمَانَ النُّزَ.

(طبقات ابن سعد جلد ہشتم ص ۴۶۵ تذکرہ سکینہ)

(بنت الحسین)

ترجمہ: امام حسین رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی "سکینہ" جن کی والدہ رباب بنت امری القیس تھیں۔ ان سے مصعب بن زبیر بن عوام نے شادی

کی۔ ان سے ان کے ہاں ایک رطلی ”فاغمرہ“ پیدا ہوئی۔ پھر وہ شہید ہو گئے۔ اس کے بعد ”سیدہ سکینہ“، عبد اللہ بن عثمان بن عبد اللہ کے عقد میں آئیں۔ ان سے یہ اولاد ہوئی۔ عثمان (حن کو قرین کہا جاتا تھا۔) حکیم اور ربیعہ۔ اس کے بعد ان کی تیسری شادی زید بن عمرو بن عثمان سے ہوئی (بعض اہل علم نے کہا ہے۔ کہ زید بن عمرو کے فوت ہو جانے کے بعد ”اصح ابن عبد العزیز بن مروان“ سے سکینہ بنت حسین، کی شادی ہوئی۔)

ثبوت نسب طرہ۔

کتاب نسب قریش۔

وَزَيْدُ بْنُ عَمْرٍو بْنِ عُثْمَانَ بْنِ عَمَّانَ هَذَا هُوَ الَّذِي كَانَتْ عِنْدَهُ سَكِينَةُ بِنْتُ حُسَيْنٍ فَهَلَكَ عَنْهَا فَوَرَّثَتْ۔

(کتاب نسب قریش جلد ۴ ص ۱۰۲)

ترجمہ: زید بن عمرو بن عثمان یہ وہی ہیں۔ جن کے عقد زوجیت میں بنت حسین سیدہ سکینہ تھیں۔ زید کا انتقال ہوا۔ اور وہ ان کی وارث بنیں۔

رشتہ پنجم

حضرت عثمان کے رطلے ”آبان“ کی شادی جعفر طیار کی پوتی سے ہوئی:

المعارف۔

وَكَانَتْ عِنْدَهُ أُمُّ كَلْثُومٍ بِنْتُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ جَعْفَرٍ الْخَوَّ

ترجمہ: ابان بن عثمان کے نکاح میں ام کلثوم بنت عبد اللہ بن جعفر تھی۔

(المعارف لابن قتیبة منذ ۲۱ مطبوعہ دار المعارف
قاہرہ مصر)

رشتہ ششم

حسین کریمین و اما د عثمان غنی رضی اللہ عنہ

مناقب آل ابی طالب۔

هَذِكْرُ الْحُسَيْنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ خُطْبَةُ الْحَسَنِ عَائِشَةَ وَ
فَعَلَمَهُ۔ (مناقب آل ابی طالب جلد ۲ ص ۲۹ مطبوعہ قم خیابان

طبع جدید۔ فی المفردات من مناقبہ علیہ السلام)

ترجمہ: امام حسن رضی اللہ عنہ نے عائشہ بنت عثمان کی خواستگاری کی۔ اور
رشتہ ہو گیا۔

مناقب

لَقَدْ إِنَّهُ كَانَ الْحُسَيْنُ تَرْفَعُ لِعَائِشَةَ بِنْتِ عُثْمَانَ۔

(مناقب آل ابی طالب جلد ۲ ص ۴۰)

ترجمہ: امام حسن رضی اللہ عنہ کے بعد امام حسین رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان غنی
رضی اللہ عنہ کی بیٹی دو عائشہ سے شادی کی۔

رشتہ ہفتم: عثمان غنی ماں باپ دونوں کی طرف سے بالترتیب

چھٹی اور پانچویں صلب پر حضور سے مل جاتے ہیں)

مروج الذهب۔

هُوَ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ بْنِ أَبِي الْعَاصِ بْنِ أُمَيَّةَ بْنِ عَبْدِ الشَّمْسِ

..... وَ يُكْنَى بِأَبِي عَبْدِ اللَّهِ وَأَبِي عَمْرٍو وَالْأَخْلَبُ مِنْهُمَا
 أَبُو عَبْدِ اللَّهِ - وَأُمُّهُ أَرْوَى بِنْتُ كُرَيْزِ بْنِ جَابِرِ بْنِ
 حَبِيبِ بْنِ عَبْدِ شَمْسٍ الْخَزَّجِيِّ.

(مروج الذهب جلد دوم ص ۳۳۱ مطبوعہ بیروت)

ذکر خلافت عثمان بن عفان

حاصل ترجمہ: حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے باپ اور والدہ دونوں کا سلسلہ
 نسب ”عبد شمس“ پر مل جاتا ہے۔ اور عبد شمس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے
 پر وادار حضرت ہاشم، کا حقیقی بھائی ہے۔ لہذا عثمان غنی چوتھے
 درجے میں نسب کے اعتبار سے حضور سے جاتے ہیں؛

فیض الاسلام:-

در حالی کہ تو از جهت خویشی بر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم از انہما نزدیک تری
 چون عثمان پس عرفان بن ابی العاص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف می باشد
 و عبد مناف جد سوم حضرت رسول محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن
 ہاشم بن عبد مناف۔

(شرح نہج البلاغہ فارسی فیض الاسلام ص ۵۲۸ خطبہ

۳۴ کی شرح مطبوعہ تہران)

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جناب عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ آپ
 باعتبار قرابت ابو بکر و عمر سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زیادہ قریب ہیں۔
 کیونکہ حضرت عثمان اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم تیسرے وادے میں
 جاتے ہیں۔

رشتہ ششم

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بھانجے تھے۔ اور

عثمان غنی کی نانی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی تھیں۔

المستدرک:-

قَالَ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ بْنِ أَبِي الْعَاصِ بْنِ أُمَيَّةَ
..... وَأُمُّ عُثْمَانَ أُرْوَى بِنْتُ كُرَيْزٍ وَ
أُمُّ أُرْوَى أُمُّ حَكِيمٍ وَ هِيَ الْبَيْضَاءُ عَمَّةُ رَسُولِ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

(المستدرک جلد سوم ص ۹۶)

ترجمہ: حضرت عثمان بن عفان کی والدہ ارؤی بنت کریز ہیں۔ اور
عثمان کی نانی و ام حکیم، جن کو ابیضاء، بھی کہتے ہیں حضور صلی اللہ
علیہ وسلم کی رگی پھوپھی تھیں۔

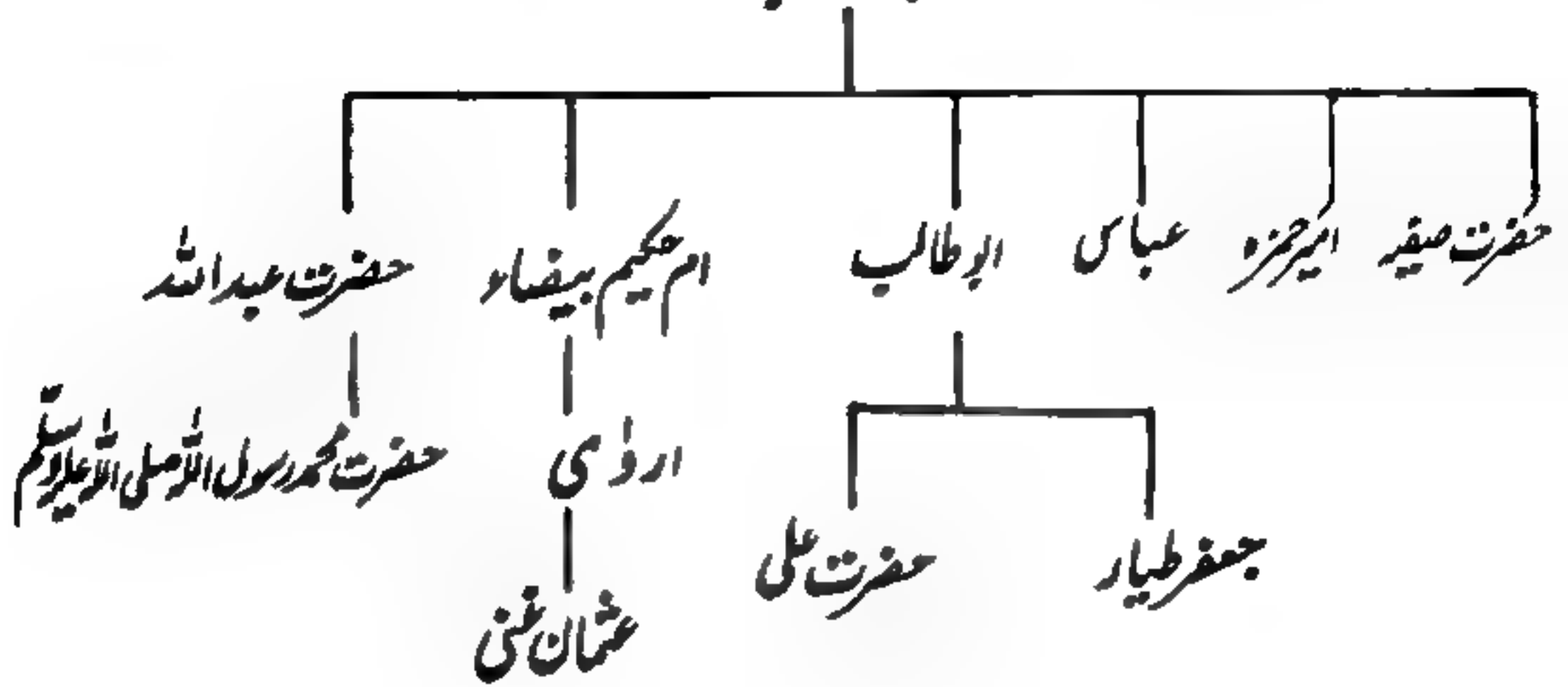
نوٹ:-

ام حکیم البیضاء بنت عبد المطلب اور صفیہ دونوں حقیقی ہمشیرگان ہیں۔ لہذا
حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی والدہ ”ارؤی“ کی حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا حقیقی خالہ
ہوئیں۔ اسی طرح حضرت عثمان کی والدہ، عبداللہ بن عبد المطلب اور عباس بن
عبد المطلب اور حمزہ بن عبد المطلب کی سگی بھانجی ہوئی۔ اور والدہ عثمان ”ارؤی“ کے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت جعفر طیار اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی پھوپھی زاد بہن ہونے کی وجہ سے خود حضرت عثمان ان کے بھائی جیسے ہوئے۔ اور یہ حضرات حضرت عثمان کے ماموں ہوئے۔

نقشہ ملاحظہ ہو۔
عبدالمطلب

عبدالمطلب



باب دوم

نبی اور آل نبی سے خلفاء ثلاثہ کے

خوشگوار تعلقات

اس باب میں چار فصلیں ہیں۔

پہلی فصل شرعی مسائل میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مشاورت

دوسری فصل ملکی مسائل میں مشاورت کے بیان میں

تیسری فصل میں رشتہ فاطمہ کے متعلق حضرت علی کے حق میں خلفائے ثلاثہ کی کوشش اور چوتھی فصل میں نبی و آل نبی پر صحابہ ثلاثہ کی قربانیاں بیان ہوں گی۔

شیعہ حضرات کی یہ کوشش رہتی ہے کہ عوام میں کچھ ایسی باتیں پھیلائی جائیں جن کے

ذریعہ وہ سمجھیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور خلفائے ثلاثہ کے درمیان اختلافات کی وسیع علیحدگی

تھی ان کا باہمی کوئی رابطہ نہ تھا اور وہ ایک دوسرے کے دلی مخالفت اور دشمن تھے۔ ان میں

باہمی یمن دین، گنت گرو اور دیگر معاشرتی اور سیاسی اتحاد کی کوئی علامت نہ تھی۔ خلفائے ثلاثہ

(معاذ اللہ) اہل بیت کے بھی سخت دشمن تھے اور انہیں ایک آنکھ دیکھنا پسند نہ کرتے

تھے۔ وغیرہ وغیرہ

یہ شیعہ حضرات کا پر دہ پیگند ہے جو سرسری غلط اور بے بنیاد ہے۔ خود حضرت علی

رضی اللہ عنہ کے خطبات میں اس کی تردید موجود ہے اور شیعہ کتب میں یہاں تک مذکور ہے کہ حضرت

علی رضی اللہ عنہ کا مقام خلفائے ثلاثہ کے دور میں قاضی القضاۃ کا مقام تھا جیسا کہ حضرت بن

عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے "قال عمر علی اقضانا" حضرت عمر رضی اللہ عنہ

فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ہم میں سب سے زیادہ اور بڑے قاضی ہیں۔

(امالی طوسی جلد اول ص ۲۵۶ مطبوعہ نعت اشرف طبع جدید)

بلکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فرمودات کو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اپنے لیے رہنما اصول سمجھتے تھے۔ متعدد کتب شیعہ میں یہ روایت موجود ہے:

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ
عَلَيْهِ السَّلَامُ بِعَمْرِ بْنِ الْخَطَّابِ ثَلَاثُ شُرَائٍ حَفِظْتُهُنَّ
وَعَمِلْتُ بِهِنَّ كَفَتْكَ مَا سِوَاهُنَّ وَإِنْ تَرَكَتَهُنَّ
لَمْ يَنْفَعَكَ شَيْءٌ سِوَاهُنَّ قَالَ وَمَاهُنَّ يَا أَبَا الْحَسَنِ
قَالَ إِقَامَةُ الْحُدُودِ عَلَى الْقَرِيبِ وَالْبَعِيدِ وَالْحُكْمُ
بِكِتَابِ اللَّهِ فِي الرِّضَا وَالسَّخِطِ وَالْقَسْرُ بِالْعَدْلِ
بَيْنَ الْأَحْمَرِ وَالْأَسْوَدِ فَقَالَ لَهُ عُمَرُ لَعَمْرِي لَقَدْ
أَوْجَزْتَ وَابْلَغْتَ -

(۱۔ تہذیب الاحکام مصنف ابی جعفر طوسی شیعہ جلد ۶ ص ۲۲۷)

باب ادا اب الاحکام طبع جدید تہران -

۲۔ مناقب ابن شہر آشوب شیعہ جلد دوم ص ۱۴۷ فصل فی

المسابقة بالحزم وترك المداينة مطبع علیہ قم ایران

(طبع جدید)

ترجمہ : امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ تین باتوں کو اگر تم یاد کرو اور ان پر عمل پیرا ہو جاؤ تو پھر کسی دوسری چیز کی تمہیں ضرورت نہیں اور اگر تم ان کو چھوڑ دو اور ان پر عمل نہ کرو تو ان کے بغیر کوئی چیز تمہیں نفع نہ دے گی۔ حضرت عمر نے پوچھا اے ابوالحسن!

وہ کیا ہیں۔ فرمایا:

- ۱۔ قریب و بعید پر حدود اللہ قائم کرنا۔
 - ۲۔ خوشی اور غمی میں کتاب اللہ سے فیصلہ کرنا۔
 - ۳۔ سیاہ و سپید کے درمیان بلا امتیاز عدل و انصاف کرنا۔
- یہ سن کر حضرت عمرؓ نے کہا بخدا: آپ نے مختصر اور فصیح و بلیغ کلام فرمایا۔

حاصل کلام:

اس روایت نے مذکورہ پر پگینڈا کی واضح الفاظ میں تردید کر دی جو کسی ذی عقل پر معنی نہیں مزید اس روایت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت فاروق اعظم سے کسی قدر علوم پیار و محبت تھا اگر ان حضرات کا باہمی علوم نہ ہوتا تو نہ ہی حضرت علی رضی اللہ عنہ ایسی جامع نصیحت فرماتے اور نہ ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسے صدقِ دل سے قبول کرتے۔ فاروق اعظم ترقیبہ اس نصیحت کو جامع فصاحت و بلاغت مان رہے ہیں کیوں کہ انہیں حضرت علی کے کلام اور خصوص پر یقین تھا۔

فصل اول

شرعی مسائل میں خلفائے ثلاثہ کی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مشابہت

خلافت صدیقی میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ مجلس افتاء کے
رکن تھے

حوالہ نمبر ۱:

وَكَانَ مَنْ يُؤْخَذُ عَنْهُ الْفِقْهُ فِي أَيَّامِ أَبِي بَكْرٍ

عَلَى ابْنِ أَبِي طَالِبٍ وَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ وَ مُعَاذَ بْنِ
الْجَبَلِ وَ ابْنِ بَنِي كَعْبٍ وَ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ وَ عَبْدَ اللَّهِ
بْنَ مَسْعُودٍ -

(تاریخ یعقوبی مصنفہ احمد بن ابی یعقوب بن جعفر عباسی الشیبی)

جلد دوم ص ۱۳۸ طبع جدید مطبوعہ بیروت آخر ایام

(الحج بکر)

ترجمہ : حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں فقہی مسائل میں ان حضرات
سے مشورہ لیا جاتا تھا۔ علی بن ابی طالب، عمر بن خطاب، معاذ بن جبل، ابی بن
کعب، زید بن ثابت اور عبداللہ بن مسعود رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

خلاصہ :

احمد بن ابی یعقوب نے اس بات کی تصدیق کی ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے
فقہی مشیروں میں ایک حضرت علی بھی تھے بلکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تو خلفائے ثلاثہ میں مفتی اعظم
تھے۔ اس کے لیے حوالہ جات آچے ہیں۔

سیدنا ابوبکر نے فرمایا علی کی مٹھی نبی علیہ السلام کی مٹھی کے

حوالہ نمبر ۲ : برابر ہے۔

عَنْ شَيْخِهِ الشَّيْخِ الْمَيْسَرَةِ أَبِي عَلِيٍّ الْحَسَنِ بْنِ
مُحَمَّدٍ الطُّوسِيِّ عَنِ الشَّيْخِ السَّعِيدِ الْوَالِدِ
.... عَنْ حَبِشِيِّ بْنِ جَنَادَةَ قَالَ كُنْتُ جَالِسًا عِنْدَ
أَبِي بَكْرٍ فَأَتَاهُ نَجْلٌ فَقَالَ يَا خَلِيفَةَ رَسُولِ اللَّهِ
إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ وَعَدَنِي أَنْ يَحْشُوَ لِي ثَلَاثَ حِثْيَاتٍ
مِنْ تَمْرٍ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ ادْعُوْنِي عَلَيَّاءَ فَجَاءَهُ

عَلَى فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ يَا أَبَا الْحَسَنِ إِنَّ هَذَا يَذْكُرُ أَنَّ
رَسُولَ اللَّهِ وَعَدَهُ أَنَّ يَحْثُولَهُ ثَلَاثَ حِثِّيَّاتٍ مِنْ
تَمْرِ فَأَحْثُهَا لَهُ فَحَثَّاهُ ثَلَاثَ حِثِّيَّاتٍ مِنْ تَمْرِ
فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ عُدُّوْهَا فَوَجَدُوا فِي كُلِّ حِثِّيَّةٍ
سِتِّينَ تَمْرَةً فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ صَدَقَ رَسُولُ اللَّهِ سَمِعْتُهُ
كَيْلَةَ الْهَجْرَةِ وَنَحْنُ خَارِجُونَ مِنْ مَكَّةَ إِلَى الْمَدِينَةِ
يَقُولُ يَا أَبَا بَكْرٍ كَفَى وَكَتُ عَيْتِي فِي الْعَدْلِ سَوَاءٌ

د امالی شیخ ابی جعفر الطوسی اشعری جلد اول ص ۶۶ - ۶۷ طبع نجف اشرف

ترجمہ: حبشی بن خثادہ نے کہا کہ میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک آدمی آیا اور اس نے کہا اے رسول اللہ کے خلیفہ! حضور نے مجھے تین مٹھی کھجوریں دینے کا وعدہ فرمایا تھا لیکن بوجہ وصال آپ ایفائے عہد نہ کر سکے، تو ابوبکر صدیق نے فرمایا کہ حضرت علی کو بلاؤ حضرت علی آگئے۔ ابوبکر صدیق نے کہا اے ابوالحسن! یہ شخص کہتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے تین مٹھی کھجوریں دینے کا وعدہ فرمایا تھا تو اب تم اسے مطلوبہ کھجوریں دے دو۔ حضرت علی نے تین مٹھی کھجوریں اس سائل کو دے دیں۔ پھر ابوبکر صدیق نے ان کھجوروں کو گنوا یا تو ہر مٹھی میں ساٹھ کھجوریں نکلیں۔ یہ دیکھ کر حضرت ابوبکر صدیق نے کہا۔ ہجرت کی رات جب میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے مدینہ جا رہے تھے تو میں نے آپ کی زبان اقدس سے یہ سنا تھا "میرا ہاتھ اور علی کا ہاتھ عدل میں برابر ہیں" واقعی حضور نے سچ فرمایا تھا۔

حضرت عمرؓ نے اِسلام کرنے والے کو حضرت علیؓ کے مشورہ سے
حوالہ نمبر ۳ : جلا دیا۔

أَبُو عَلِيٍّ الْأَشْعَرِيُّ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ الْكُوفِيِّ عَنِ الْعَبَّاسِ
ابْنِ عَامِرٍ عَنْ سَيِّفِ بْنِ عُسَيْرَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ
الْعَزْرِيِّ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ
يَقُولُ وَجِدَ نَجْلٌ مَعَ رَجُلٍ فِي أَمَارَةٍ عُمَرَ فَهَرَبَ
أَحَدُهُمَا وَأُخِذَ الْآخَرُ فَجِيئَ بِهِ إِلَى عُمَرَ فَقَالَ لِلنَّاسِ
مَا تَرَوْنَ قَالَ فَقَالَ هَذَا إِصْنَعُ كَذَا وَ قَالَ هَذَا
إِصْنَعُ كَذَا قَالَ فَقَالَ مَا تَقُولُ يَا أَبَا الْحَسَنِ قَالَ
أَضْرِبْ عُنُقَهُ فَضْرِبَ عُنُقَهُ قَالَ ثُمَّ أَرَادَ أَنْ يَحْمِلَهُ
فَقَالَ لَهُ أَنَّهُ قَدْ بَقِيَ مِنْ حُدُودِهِ شَيْءٌ قَالَ آتَى
شَيْءٌ بَقِيَ قَالَ ادْعُ بِحَطِيبٍ فَدَعَا عُمَرُ بِحَطِيبٍ فَأَمَرَ
بِهِ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَأُحْرِقَ بِهِ -

۱۔ فروع کافی جلد ۷، ص ۱۹۹ کتاب الحدود باب

الحمد فی اللواط مطبوعہ تہران طبع جدید

۲۔ الاستبصار جلد چہارم ص ۲۱۹ کتاب الحدود

باب اللواط مطبوعہ تہران

ترجمہ : امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت
میں دو مردوں نے باہم لواطت کی۔ ان میں سے ایک بھاگ نکلا اور دوسرا پکڑا
گیا۔ اسے حضرت عمر کے پاس لایا گیا۔ حضرت عمر نے لوگوں سے ان کی سزا
کے بارے میں دریافت کیا۔ لوگوں نے مختلف آراء دیں۔ پھر حضرت علی رضی

اللہ عزہ سے پوچھا تو آپ نے فرمایا اس کی گردن اڑا دو۔ اس پر مل ہوا۔ پھر جب لاش اٹھانے لگے تو حضرت علی نے کہا بٹھریاؤ۔ ابھی اس کی سزا کچھ باقی ہے پوچھا کیا باقی ہے۔ فرمایا ایندھن منگواؤ۔ حضرت عمر نے ایندھن منگوا یا حضرت علی نے اسے اس ایندھن کی آگ میں جلانے کا حکم دیا اور اسے جلایا گیا۔

دور عثمانی میں حضرت علی نے بحیثیت قاضی ایک آدمی کی قصاصاً حوالہ نمبر ۴ : آنکھ نکال دی۔

عَلِيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ ابْنِ فَضَالٍ عَنْ سُلَيْمَانَ
الذُّهَانِ عَنْ رُفَاعَةَ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ
قَالَ إِنَّ عُثْمَانَ أَقَاهُ نَجَلٌ مِنْ قَيْنٍ بِمَوْلَى لَهُ فَتَدَّ
لَطَمَ عَيْنَهُ فَأَنْزَلَ الْمَاءَ فِيهَا وَهِيَ قَائِمَةٌ لَيْسَ
يُبْصِرُ بِهَا شَيْئًا فَقَالَ لَهُ أُعْطِيكَ الدِّيَةَ فَأَبَى قَالَ
فَأَرْسَلَ بِهِمَا إِلَى عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَقَالَ احْكُمْ
بَيْنَ هَذَيْنِ فَأَعْطَاهُ الدِّيَةَ فَأَبَى قَالَ فَلَمْ يَزَالُوا
يُعْطُونَهُمْ حَتَّى أَعْطَوْهُ دِيَّتَيْنِ قَالَ فَقَالَ لَيْسَ
أُرِيدُ إِلَّا الْقِصَاصَ قَالَ فَدَعَا عَلِيٌّ عَلَيْهِ السَّلَامُ
بِمَرْأَةٍ فَحَمَاهَا ثُمَّ دَعَا بِكُرْسِيِّ فَبَلَّهَ ثُمَّ جَعَلَهُ
عَلَى أَشْغَارِ عَيْنَيْهِ وَعَلَى حَوَالِيهَا ثُمَّ اسْتَقْبَلَ
بِعَيْنَيْهِ عَيْنَ الشَّمْسِ قَالَ وَجَاءَ بِالْمَرْأَةِ فَقَالَ
انْظُرْ فَنَظَرَ فَذَابَ الشَّحْمُ وَبَقِيَتْ عَيْنُهُ قَائِمَةٌ
وَذَهَبَ الْبَصَرُ -

(دفعہ کافی جلد ہفتم ص ۳۱۹ کتاب الدیات باب ان الجروح قصاص مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ : حضرت امام جعفر صادق سے روایت ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس قبیلہ قیس کے ایک شخص نے اپنے مولیٰ کو ساتھ لے کر شکایت کی کہ اس مولیٰ نے میری آنکھ پھوڑ دی ہے۔ آنکھ کی بنیائی جاتی رہی ہے۔ اس میں پانی بھر گیا ہے لیکن آنکھ (ڈھیلا) باقی ہے۔ حضرت عثمان نے مصالحت کا خاطر اسے دیت دلوانے کو کہا لیکن اس نے دیت لینے سے انکار کر دیا تو آپ نے ان دونوں کو حضرت علی کے پاس فیصلہ کے لیے بھیجا۔ حضرت علی نے بھی مصالحت کے طور پر دیت دلانا چاہی لیکن اس غلام نے پھر انکار کر دیا حتیٰ کہ دو گنی دیت لینے پر بھی راضی نہ ہوا وہ صرف قصاص کا مطالبہ کر رہا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک شیشہ منگوا یا۔ پھر سوتی کپڑے کا ایک ٹکڑا منگوا یا۔ اسے ترکہ کے اس کے مولیٰ کی آنکھ کے ارد گرد لپیٹا۔ پھر اس کی آنکھ کو سورج کی ٹیکہ کے سامنے کیا اور شیشہ منگوا کر کہا دیکھو اس نے دیکھا تو آنکھ کی چربی پھیل گئی اور بنیائی جاتی رہی لیکن آنکھ (ڈھیلا) ضائع نہ ہوئی۔

حوالہ نمبر ۵ :

مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى عَنْ أَحْمَدَ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ يُونُسَ
ابْنِ الْحَارِثِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْعَدَنِيِّ
عَنْ أَبِيهِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَبِيهِ
عَلَيْهِمَا السَّلَامُ قَالَ أَتَى عُمَرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ وَ قَدْ نِكَحَ
فِي ذُبْرِهِ فَهَمَّ أَنْ يَجْلِدَهُ فَقَالَ لِلشُّهُودِ رَأَيْتُمُوهُ
يَدْخُلُ كَمَا يَدْخُلُ الْمَيْلُ فِي الْمَكْحَلَةِ فَقَالُوا نَعَمْ
فَقَالَ لِعَلِيٍّ عَلَيْكَ السَّلَامُ مَا تَرَى فِي هَذَا فَطَلَبَ

الْفَعْلَ الَّذِي نَكَحَهُ فَلَمْ يَجِدْهُ فَقَالَ عَلَيَّ عَلَيْهِ السَّلَامُ
أَنِّي فِيهِ أَنْ تَضْرِبَ عَنْقَهُ قَالَ فَأَمَرِي بِهِ فَضَرَبَتْ عَنْقَهُ
ثُمَّ قَالَ فَخَذُّوهُ قَدْ بَقِيتَ لَهُ عَقُوبَةٌ أُخْرَى قَالُوا
وَمَا هِيَ قَالَ ادْعُوا بَطْنِي مِنْ حَطِيبٍ فَدَعَا بِطْنِي
مِنْ حَطِيبٍ فَلَفَّ فِيهِ ثُمَّ أَخْرَجَهُ فَأَحْرَقَهُ بِالنَّارِ.

(فروع کافی جلد پنجم ص ۱۹۹، کتاب الحمد و باب الحمد فی اللواطۃ)

(مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ : امام جعفر صادق اپنے والد امام باقر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ ایک
آدمی حضرت عمر کے پاس لایا گیا جس کے ساتھ دبیر میں وطی (لواطت) کی گئی تھی
حضرت عمر نے اس کو کوڑے لگانے کا ارادہ فرمایا۔ گواہوں سے پوچھا۔ تم
نے کیا اس کی حالت ایسی ہی دیکھی۔ جس طرح سرسروانی میں سلائی ہوتی ہے۔
گواہوں نے کہا جی حضور ہم نے اسی طرح دیکھا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ
نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اس بارے میں رائے دریافت کی تو حضرت علی
رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس کے ساتھ بد فعلی کرنے والے کو بلاؤ لیکن وہ نہ مل سکا
حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا میری رائے یہ ہے کہ اس کی گردن اڑا دو
لہذا اس کے مطابق اس کی گردن اڑا دی گئی پھر حضرت علی نے فرمایا ابھی اس
کی منہ کچھ باقی ہے۔ لوگوں نے پوچھا وہ کیا؟ فرمایا لکڑیوں کا ایک گٹھا لاؤ
گٹھا لایا گیا۔ آپ نے فرمایا اس کو اس گٹھے میں پیٹ کر باہر لے جا کر آگ
لگا دو۔ اسے پھر جلادیا گیا۔

حوالہ نمبر ۶ : حضرت عمرؓ نے علی المرتضیٰؓ کے شراب سے شرابی کو اتنی کوڑے لگائے

عَلِي بْنِ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عِيْسَى عَنْ يُوْنُسَ
عَنْ اَبِي بَصِيْرٍ عَنْ رَافِعِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ
قُلْتُ لَهُ كَيْفَ كَانَ يَجْلِدُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَقَالَ كَانَ يَضْرِبُ بِالتِّعَالِ
وَيَزِيْدُ كُلَّمَا اُتِيَ بِالشَّارِبِ ثُمَّ لَمَّا يَزِلُّ النَّاسُ
يَزِيْدُونَ حَتَّى وَقَفَ عَلَى ثَمَانِيْنَ اَشَارَ بِذَلِكَ عَلَيَّ
عَلَيْهِ السَّلَامُ عَلَى عُمَرَ فَرَضِيَ بِهَا -

(فروع کافی جلد ۱، ص ۱۴۲ کتاب الحدود ما يجب فيه

الحد في الشراب - مجلہ تہران - طبع جدید)

ترجمہ : ابوبصیر نے حضرت امام جعفر صادقؓ سے دریافت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
شرابی کو کس طرح مد لگایا کرتے تھے تو فرمایا آپ جوتی سے مارا کرتے تھے ۔
پھر جب لوگ باز نہ آئے تو آپ نے سزائیں اضافہ کرنا شروع کر دیا ۔ حتیٰ کہ
اسی کوڑوں پر دم لگے ۔ اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ
عنہ کو اسی سزا کا اشارہ کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس پر راضی ہو گئے ۔

حوالہ نمبر ۷ :

مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى عَنْ أَحْمَدَ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَلِيٍّ بْنِ
الْحَكَمِ عَنْ مُوسَى بْنِ نَكْرِ عَنْ ذَرَّاءَ قَالَ سَمِعْتُ
أَبَا جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَقُولُ إِنَّ الْوَكِيْدَ بْنَ عَقْبَةَ

حَدَّثَنَا شُهَدَاءُ عَلَيْهِ بِشُرْبِ الْخَمْرِ قَالَ عُثْمَانُ لِعَلِيٍّ
عَلَيْهِ السَّلَامُ اقْضِ بَيْنَهُ وَبَيْنَ هَؤُلَاءِ الَّذِينَ
نَعَمُوا أَنَّهُ شَرِبَ الْخَمْرَ فَأَمَرَ عَلِيٌّ عَلَيْهِ السَّلَامُ
فَجُلِدَ بِسَوْطٍ لَهُ سَبْعَتَا أَرْبَعِينَ جَلْدَةً .

(فروع کافی جلد ہفتم ص ۲۱۵ کتاب الحدود باب ما يجب

فيه الحد في الشراب مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ : ذراہ کتاب ہے کہ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو کہتے سنا کہ ولید بن عقیقہ
کے خلاف جب شراب پینے کی گواہی دی گئی تو حضرت عثمان نے حضرت علی کو اس
کے (ولید بن عقیقہ) اور اس کے اوپر شراب پینے کی گواہی دینے والوں کے
مابین فیصلہ کرنے کو کہا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے دو شاخہ کوڑے
سے چالیس کوڑے لگوائے۔

حوالہ نمبر :

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَنَانَ قَالَ قَالَ أَبُو عَبْدِ
اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ الْحَدُّ فِي الْخَمْرِ إِنْ شَرِبَ مِنْهَا
قَلِيلًا أَوْ كَثِيرًا قَالَ ثُمَّ قَالَ أَتَى عُمَرُ بِقَدَامَةِ
ابْنِ مَطْعُونٍ وَ قَدْ شَرِبَ الْخَمْرَ وَ قَامَتْ عَلَيْهِ
الْبَيْتَةُ فَسَالَ عَلِيًّا عَلَيْهِ السَّلَامُ فَأَمَرَهُ أَنْ يَجْلِدَهُ
ثَمَانِينَ فَقَالَ قَدَامَةُ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ لَيْسَ
عَلَيَّ حَدُّ أَنَا مِنْ أَمَلٍ هَذِهِ الْآيَةُ « لَيْسَ عَلَى
الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جُنَاحٌ فِيمَا

طَعِمُوا“ قَالَ فَقَالَ عَلِيُّ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَسْتُ مِنْ
أَهْلِهَا إِنَّ طَعَامَ أَهْلِهَا لَهُمْ حَلَالٌ لَيْسَ يَأْكُلُونَ
وَلَا يَشْرَبُونَ إِلَّا مَا أَحَلَّهُ اللَّهُ لَهُمْ ثُمَّ قَالَ عَلِيُّ
عَلَيْهِ السَّلَامُ إِنَّ الشَّارِبَ إِذَا شَرِبَ لَمْ يَدْرِ مَا
يَأْكُلُ وَلَا مَا يَشْرِبُ فَاجْلِدُوهُ ثَمَانِينَ جَلْدَةً

۱۔ فروع کافی جلد نمبر ۷ ص ۲۱۶ کتاب الحدود باب ما يجب

فیه الحد فی الشراب۔ مطبوعہ تہران طبع جدید

۲۔ مناقب ابن شہر آشوب جلد نمبر ۱ ص ۳۶۶ مطبوعہ قم طبع جدید

فی قضایاہ فی عہد الشانی -

ترجمہ : امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھوڑی سی یا زیادہ شراب میں حد ہے۔
راوی کہتا ہے کہ امام موصوف نے فرمایا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس قدامہ
بن مظعون کو شراب نوشی کے جرم میں پیش کیا گیا۔ اس پر گواہ بھی تھے تو حضرت
عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا تو آپ نے اسی کو ڈسے
لگانے کا حکم دیا۔ قدامہ نے کہا یا امیر المؤمنین مجھ پر حد نہیں لگتی کیوں کہ میں اس
آیت کے مطابق معاف شدہ ہوں ”ایمان والوں اور نیک کام کرنے والوں
پر کوئی گرفت نہیں اس پر جو انہوں نے کھایا“ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ سن
کر فرمایا تو اس آیت والوں میں سے نہیں ہے کیوں کہ اس آیت کے مصداق
لوگوں کا کھانا ان کے لیے حلال تھا۔ وہ اللہ کے حلال کیے بغیر نہ کھاتے تھے
نہ پیتے تھے۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا جب کوئی شخص شراب پی
لیتا ہے اور اسے شراب پی کر یہ علم نہ ہو کہ اس نے کیا کھایا یا پیا تو اسے اتنی
کوڑے لگاؤ۔

شیخین نے حضرت علی کے مشورے سے ایک شرابی کی غدر خواہی پر
حوالہ نمبر ۹، اس پر حد جاری نہ کی۔

عَبِي بَنِ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ اَبِيهِ عَنِ ابْنِ قَضَالٍ عَنْ اَبِي
بَكْرِ عَنْ اَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ شَرِبَ
رَجُلٌ الْخَمْرَ عَلَى عَهْدِ اَبِي بَكْرٍ فَرَفَعَ اِلَى اَبِي بَكْرٍ
فَقَالَ لَهُ اَشْرَبْتَ خَمْرًا قَالَ نَعَمْ قَالَ وَ لِمَ وَ هِيَ
مُحَرَّمَةٌ قَالَ فَقَالَ لَهُ الرَّجُلُ اِنِّي اسَلَمْتُ وَ حَسَنَ
اسْلَامِي وَ مَنْزِلِي بَيْنَ ظَهْرٍ اِنِّي قَوْمٌ يَشْرَبُونَ الْخَمْرَ
وَ يَسْتَعْلُونَهَا وَ لَوْ عَلِمْتُ اَنَّهَا حَرَامٌ اجْتَنَبْتُهَا
فَالْتَقَتِ ابُو بَكْرٍ اِلَى عُمَرَ فَقَالَ مَا تَقُولُ فِي امْرِ هَذَا
الرَّجُلِ؟ فَقَالَ عُمَرُ مُعْضَلَةٌ وَ لَيْسَ لَهَا اِلَّا اَبُو
الْحَسَنِ قَالَ فَقَالَ ابُو بَكْرٍ اُدْعُ لَنَا عَلِيًّا فَقَالَ عُمَرُ
يُوْتِي الْجَمْعَ فِي بَيْتِهِ فَتَأْمَنُ وَ الرَّجُلُ مَعَهُمَا وَ
مَنْ حَضَرَهُمَا مِنَ النَّاسِ حَتَّى اتُوا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ
عَلَيْهِ السَّلَامُ فَاخْبَرَاهُ بِقِصَّةِ الرَّجُلِ وَ قَصَّ الرَّجُلُ
قِصَّتَهُ قَالَ فَقَالَ اَبْعَثُوا مَعَهُ مَنْ تَيَدُّوْرُ بِهِ عَلَى
مَجَالِسِ الْمُهَاجِرِيْنَ وَ الْاَنْصَارِ مَنْ كَانَ تَلَا عَلَيْهِ
اَيَّةَ التَّحْرِيمِ فَلْيَشْهَدْ عَلَيْهِ فَفَعَلُوا ذَلِكَ بِهِ
فَلَمْ يَشْهَدْ عَلَيْهِ اَحَدٌ بِاَنَّهُ قَرَأَ عَلَيْهِ اَيَّةَ التَّحْرِيمِ
فَخَلَّى عَنْهُ وَ قَالَ لَهُ اِنْ شَرِبْتَ بَعْدَهَا اَقَمْنَا
عَلَيْكَ الْحَدَّ - دَفْرُوعُ كَافِي جِلْدِ مَغْنَمٍ ص ۲۱۹ - ۲۱۷ كِتَابُ الْحُدُودِ

باب ما يجب فيه الحد في الشراب مطبوعه تهران

(طبع جدید)

ترجمہ : امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ایک شخص نے شراب پی اس کو ابو بکر صدیق کے پاس فیصلہ کے لیے لایا گیا۔ آپ نے پوچھا اے شخص تو نے شراب پی ہے کہا ہاں۔ پوچھا کیوں پی حالانکہ وہ حرام ہے کہنے لگا کہ میں نیا نیا مسلمان ہوا ہوں اور صدق دل سے اسلام لایا ہوں لیکن میرا گھرانہ لوگوں کے گھروں میں ہے جو شراب پیتے ہیں اور اس کو حلال سمجھتے ہیں۔ اگر مجھے اس کے حرام ہونے کا علم ہوتا تو ہرگز نہ پیتا حضرت ابو بکر نے حضرت عمر کی طرف دیکھا اور پوچھا کہ اس کا فیصلہ ہونا چاہیے حضرت عمر نے کہا یہ ایک سنجیدہ مسئلہ ہے اس کو صرف حضرت علی ہی حل کریں گے ابو بکر صدیق نے کہا کہ پھر حضرت علی کو یہاں بلاؤ۔ عمر کہنے لگے نہیں بلکہ ہمیں ان کے گھر جانا چاہیے۔ چنانچہ یہ دونوں حضرات بمعہ اس آدمی اور حاضرین کے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے۔ ابو بکر و عمر نے اس شخص کا تمام عقدہ کہہ سنایا اور اس آدمی نے بھی اپنی آپ بیتی کہی۔ حضرت علی نے فرمایا اس کے ساتھ دو چار آدمی بھیجوتا کہ وہ مہاجرین و انصار کے مجمع میں اس کے بارے میں پوچھیں کہ کیا تم میں سے کسی نے شراب کی حرمت والی آیت اس مرد کو سنائی ہے تاکہ ان کی گواہی ہو جائے چنانچہ ایسا کیا گیا اور کوئی بھی ان میں سے گواہ نہ نکلا حضرت علی نے فرمایا اسے چھوڑ دیا جائے اور اسے کہا اگر تم نے اس کے بعد شراب پی تو ہم تمہیں کوڑے لگائیں گے۔

امالی طوسی :

فَقَالَ عُمَرُ لَا عِشْتُ فِي أُمَّةٍ كُنْتُ فِيهَا يَا أَبَا الْحَسَنِ

(امالی طوسی جلد دوم ص ۹۲ مطبوعہ قم طبع جدید)

ترجمہ : حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں ایسی امت میں رہنا گوارا نہیں کرتا جن میں
اے ابوالحسن ! آپ نہ ہوں۔

ناظرین کرام ! آپ اندازہ فرمائیں کہ ایک دوسرے کو انتہائی مفید مشوروں سے نوازنا
اور دلی دعائیں دینا کیا دشمنوں کا یہ طریقہ ہوتا ہے یا کہ مخلص اور بانی دوستوں کا ؟ آپ یقیناً یہی
فیصلہ کر پائیں گے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور خلفائے ثلاثہ رضوان اللہ علیہم کے درمیان ایک
دوسرے کے ساتھ بے پناہ محبت و عقیدت تھی اور بغض و عناد کے واقعات ان شیعہ لوگوں
کے خود ساختہ ہیں جن کی نہ کوئی حقیقت ہے اور نہ ہی بنیاد ہے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

ایک شبہ کا ازالہ : کیا خلفاء ثلاثہ شرعی مسائل حل نہیں کر سکتے
تھے۔

ان حوالہ جات کے ضمن میں ایک شبہ کیا جاسکتا ہے کہ مذکورہ حوالہ جات شیعہ لوگوں نے
اپنی کتب میں بایں نیت درج کیے ہیں کہ خلفائے ثلاثہ میں مختلف مقدمات کے فیصلہ کرنے کی
اہلیت نہ تھی اور وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے محتاج تھے تو گویا اس سے یہ ثابت کرنا چاہتے
ہیں کہ حضرت علی کے سوا باقی خلفاء (معاذ اللہ) خلافت کے منصب کے اہل نہ تھے۔ اسی مقصد
کو اجاگر کرنے کی خاطر بعض جگہ شیعہ کتب میں ایسے الفاظ بڑھا بھی دیے گئے۔ لہذا قارئین کرام
کے سامنے اس شبہ کو دور کرنے کے لیے خود انہی کی کتابوں سے چند حوالہ جات پیش کر رہا ہوں
جو اس کا جواب ہوں گے۔

بقول امام جعفر
جواب : اللہ اس کی رحمت اور اس کے فرشتے عمر کی زبان پر بولتے ہیں۔
ہم اس بات کو تسلیم ہی نہیں کرتے کہ خلفائے ثلاثہ میں مسائل اسلامیہ کے حل کرنے کی
اہلیت نہ تھی خاص کر علیؑ ثانی کہ جن کی ذات سے مذکورہ حوالہ جات لے لی ہیں۔ انہی کے متعلق
کتب شیعہ میں یہ عبارت موجود ہے۔

إِنَّ السَّيِّئَةَ تَنْطِقُ عَلَى لِسَانِ عُمَرَ۔

(اجتاج طبری جلد دوم ص ۲۴۴ مصنفہ احمد بن علی طبری طبع جدید)

(مطبوعہ نجف اشرف)

ترجمہ : بے شک سیکھنے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زبان پر ناطق ہے۔

اس روایت کے حاشیہ پر یوں لکھا ہے :

إِنَّ الْحَقَّ تَنْطِقُ عَلَى لِسَانِ عُمَرَ وَإِنَّ مَلَكًا يَنْطِقُ

عَلَى لِسَانِهِ وَغَيْرِهِ ذَٰلِكَ - قال فی تلخیص الشافی ص ۲۴۴

یعنی حضرت عمر کی زبان پر حق بولتا ہے اور فرشتہ عمر کی زبان پر بولتا ہے۔

شیعہ حضرات کی معتبر کتب سے یہ ثابت ہوا کہ حضرت عمر کی زبان پر حق اور فرشتہ بولتا

ہے اور امام محمد باقر رضی اللہ عنہ نے ان روایات کی تصدیق ان الفاظ سے کی ہے :

لست بمنکر فضل عمر لکن ابا بکر افضل من عمر

امام باقر رضی اللہ عنہ نے یہی کو فرمایا کہ تو نے جو یہ کہا کہ حق، عمر کی زبان پر بولتا ہے اور

اس سے ان کی فضیلت بیان کی لیکن فضیلت میں یاد رکھو۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت

عمر رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر ہیں۔ امام باقر رضی اللہ عنہ کی اس شہادت کے بعد اب یہ کیسے کہا جاسکتا

ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو (معاذ اللہ) مسائل شرعیہ کے جواب نہیں آتے تھے۔

جواب : دعا رسول اے اللہ عمر کو مسلمان کر کے اسلام کی مدد فرما ،

ابن حنبلہ معتزلی شیعہ نے حضرت فاروق اعظم کی شان میں ایک روایت نقل کی ملاحظہ ہو
فَخَرَجَ إِلَيْهِ خُبَابٌ فَقَالَ الْبَشِيرُ يَا عُمَرُ فَإِنِّي أَرَجُو أَنْ
تَكُونَ دَعْوَةَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَكَ
الْكَفَالَةُ فَإِنَّهُ لَمُرِّيذٌ يَدْعُو مِنْذُ الْكَفَالَةِ اللَّهُمَّ ارْجُو
الْإِسْلَامَ يَوْمَ بَيْنِ الْخَطَابِ -

(شرح نوح البلاغ ابن حنبلہ جلد اول ص ۵۹ القول فی

الحکایات الدالۃ علی ہیبة عمر بطبرست

طبع جدید)

ترجمہ : حضرت خباب رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا اے
عمر! خوشخبری ہو مجھے امید ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آج رات میرے
لیے دعا کی اور تو آپ کی دعا کی قبولیت کا منظر ہو گا۔ آپ لگاتار دعا کرتے رہے
اے اللہ! عمر بن خطاب کے ذریعہ اسلام کو عزت و غلبہ عطا فرما۔

اس حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بابرکت وجود
اسلام کو عزت و غلبہ عطا فرمایا کیوں کہ حضرت عمر کے لیے یہ دعا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کی تھی
یوں تو ہر نبی مستجاب الدعوات ہوتا ہے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مستجاب الدعوات ہونا ہم
تم سب کو مسلم ہے تو جب دعائے پیغمبر سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسلام کو مستحکم اور مضبوط
کرنے والے بنے تو پھر یہ کیوں کر کہا جاسکتا ہے کہ اسلام کو تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے
بابرکت وجود سے استحکام عطا ہوا لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اسلام کے مسائل کا علم نہیں
تھا اور آپ معاذ اللہ اس میں نااہل تھے۔ اس قسم کا عقیدہ شیعہ لوگوں کا ہی ہو سکتا ہے کسی

خادم اہل بیت اور امتی رسول کا ایسا عقیدہ ہونا ناممکن ہے ۔
فاعتبروا یا اولی الابصار

جواب ۳: خدانے فاروق اعظم کی رائے کے مطابق قرآن اتارا

جنگِ بدر کے قیدیوں کا جب مسئلہ درپیش ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں مشورہ طلب کیا۔ فرمایا۔ بعض نے فدیہ لے کر چھوڑ دینے کا مشورہ دیا لیکن حضرت عمر اور سعد بن معاذ رضی اللہ عنہما نے انہیں قتل کر دینے کا مشورہ دیا لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دیگر صحابہ کرام کے مشورہ کے مطابق ان سے جزیہ لے کر چھوڑ دیا تو یہ آیت نازل ہوئی :

لَوْلَا كِتَابُ مِنَ اللَّهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيمَا أَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ۔ (پٹ ع الانفال)

یعنی اگر تحریر خدا پہلے سے نہ ہو گئی ہوتی تو جو کچھ تم نے یا ہے اس کے بارے میں تم پر بڑا سخت عذاب واقع ہوتا ۔
(ترجمہ مقبول احمد شعیبی)

قرآن پاک کی اس آیت کی تفسیر میں ملاحظہ فرمائیے کہ اللہ کا شافی لکھا ہے :
وہ روایت آمدہ کہ حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم فرمود کہ اگر عذاب فروغ آمدی
غیر عمر و سعد بن معاذ اداں نجات نیا فتنہ دی زیرا کہ ایں ہر دو قتل کفار راضی بودند
نہ باخذ خدا ۔

۱۔ (تفسیر منہج الصادقین جلد چہارم ص ۲۲۰ مطبوعہ تہران ۔

۲۔ (شرح نہج البلاغہ ابن عدیہ جلد ۲ ص ۳۵۳ فی اختلاف

الصحابۃ فی اساری بدر)

ترجمہ : ایک روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اگر اللہ کا عذاب

اترنا تو عمر بن خطاب اور سعد بن معاذ کے بغیر کوئی نجات نہ پاتا کیوں کہ ان دونوں نے ان قیدیوں کو قتل کرنے پر رضامندی ظاہر کی تھی نہ کہ قیدیہ لینے پر۔

حاصل کلام یہ کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی رائے بارگاہ الہی میں مقبول تھی لہذا ثابت ہوا کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے مسائل شرعیہ کے حل کی عظیم اہلیت عطا فرمائی تھی۔ لہذا یہ کہنا سراسر غلط اور لغو ہے کہ آپ مسائل شرعیہ کے حل کرنے کے سلسلہ میں نا اہل تھے۔ جنہیں صاحب الرائے اللہ اور اس کا رسول کہیں اور جن کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہاں تک فرمادیں کہ اگر عذاب الہی اترنا تو عمر اور سعد کے بغیر کوئی نہ بچتا۔ کیا ان کی رائے اور اہلیت میں کوئی شک ہو سکتا ہے؟

فصل دوم

خلفائے ثلاثہ کی ملکی مسائل میں حضرت علی رضی اللہ عنہ مشاورت

ملکی معاملات میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خلفائے ثلاثہ کا مشیر رہنا بھی کتب شیعہ سے ثابت ہے۔ چنانچہ رومیوں سے آغاز جنگ حضرت عمر نے حضرت علیؑ کے مشورے سے کیا تاریخ یعقوبی،

أَرَادَ أَبُو بَكْرٍ أَنْ يَغْزِيَ الرُّومَ فَشَاوَرَ جَمَاعَةً مِنْ
أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ فَقَدَّمُوا وَآخَرُوا فَأَشَارَ عَلِيٌّ
ابْنُ أَبِي طَالِبٍ فَأَشَارَ أَنْ يَفْعَلَ فَقَالَ إِنَّ فَعَلْتَ
ظَفَرْتَ فَقَالَ بَشَّرْتَ بِخَيْرٍ۔

(تاریخ یعقوبی ص ۱۳۲ طبع جدید بیروت۔ تحت ایام ابی

بکر)

ترجمہ: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جنگ روم کا ارادہ کیا اور صحابہ کرام سے مشورہ طلب کیا تو انہوں نے تقدیم و تاخیر کے شوق سے دیے حضرت علی بن ابی طالب سے مشورہ طلب کیا تو انہوں نے فرمایا لڑو۔ اگر جنگ کرو گے تو کامیاب ہو جاؤ گے تو ابوبکر صدیق نے کہا۔ آپ نے بڑی اچھی خوش خبری دی ہے۔
 نہج البلاغہ: عمر روم پہلے تو علیؑ نے فرمایا:

مِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَقَدْ شَاوَدَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ
 فِي الْخُرُوجِ إِلَى غَزْوِ الرُّومِ إِنَّكَ مَتَى تَسِرْ إِلَى
 هَذَا الْعَدُوِّ يَنْتَفِيسُكَ فَتَلْقَهُمْ فَتَنْكَبُ لَا تَكُنْ لِلْمُسْلِمِينَ
 حَافِئَةً دُونَ أَقْصَى بِلَادِهِمْ لَيْسَ بَعْدَكَ مَرْجِعٌ
 يَرْجِعُونَ إِلَيْهِ فَأَبْعَثْ إِلَيْهِمْ رَجُلًا مُحَرِّبًا وَ أَحْفِزًا
 مَعَهُ أَهْلَ الْبَلَاءِ وَ النَّصِيحَةِ فَإِنَّ أَظْهَرَ اللَّهِ قَذَاكَ
 مَا تُحِبُّ وَإِنْ تَكُنِ الْآخِرَى كُنْتَ رِذَاً لِلنَّاسِ وَ
 مَثَابَةً لِلْمُسْلِمِينَ -

(نہج البلاغہ خطبہ نمبر ۱۳۴ ص ۱۹۳ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ: جب خلیفہ ثانی نے روم پر چڑھائی کا ارادہ کیا اور آپ سے بھی مشورہ لیا تو آپ نے فرمایا اب اگر تو خود دشمن کی طرف کوچ کرے اور شکوہ و مخدول ہو جائے تو یہ سمجھ لے کہ مسلمانوں کو ان کے اقصائے بلاد تک پناہ نہ ملے گی اور تیرے بعد ایسا کوئی مرجع نہ ہوگا جس کی طرف وہ رجوع کریں لہذا تو دشمنوں کی طرف اس شخص کو بھیج جو آزمودہ کار ہو اور اس کے ماتحت ان لوگوں کو روانہ کر جو جنگ کی سختیوں کے متحمل ہوں اپنے سردار کی نصیحت کو قبول کریں۔ اب اگر خدا نے غلبہ نصیب کیا تب تو یہ وہی چیز ہے جسے

تو دوست رکھتا ہے اور اگر اس کے خلاف ظہور میں آیا تو ان لوگوں کا مددگار
اور مسلمانوں کا مزاحم تو ہی بن جائے گا۔

(نیزنگ فصاحت ترجمہ نہج البلاغہ ص ۱۹۰ مطبع یوسفی دہلی)

نہج البلاغہ :

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَقَدْ اسْتَشَارَ عُمَرُ بْنُ
الْخَطَّابِ فِي الشُّعُوبِ لِقَتَالِ النَّزْرِ بِنَفْسِهِ
إِنَّ هَذَا الْأَمْرَ لَمْ يَكُنْ نَصْرُهُ وَلَا خُذُّ لَانَّهُ بِكَثْرَةِ وَلَا
بِقِلَّةٍ وَهُوَ دِينُ اللَّهِ الَّذِي أَظْهَرَ وَجَنْدُهُ الَّذِي
أَعَدَّهُ وَآمَدَهُ حَتَّى بَلَغَ مَا بَلَغَ وَطَلَعَ حَيْثُ طَلَعَ
وَنَحَنُ عَلَى مَوْعُودٍ مِنَ اللَّهِ وَاللَّهُ مُنَجِّرٌ وَعَدِيدٌ وَ
نَاصِرٌ جُنْدِيهِ وَمَكَانُ الْبَيْتِ بِأَمْرِ مَكَانِ النِّظَامِ
مِنَ الْخِزْنِ يَجْمَعُهُ وَيُفْتِتُهُ فَإِنَّ الْقَطْعَ النِّظَامُ تَفَرَّقَ
الْخِزْنُ وَذَهَبَ ثُمَّ لَمْ يَجْتَمِعْ بَعْدَ أَفْيَرِهِ أَبَدًا
وَ الْعَرَبُ الْيَوْمَ وَإِنْ كَانُوا قَلِيلًا فَهُمْ كَثِيرُونَ
بِالْإِسْلَامِ عَزِيزُونَ بِالْاجْتِمَاعِ فَكُنْ قَطْبًا وَاسْتَدِرْ
الرِّيحَ بِالْعَرَبِ وَاصِلُهُمْ دُونَكَ نَارُ الْحَرْبِ فَإِنَّكَ
إِنْ شَخَصْتَ مِنْ هَذِهِ الْأَرْضِ انْتَقَضَتْ عَلَيْكَ الْعَرَبُ
مِنْ أَطْرَافِهَا وَأَقْطَارِهَا حَتَّى يَكُونَ مَا تَدْعُ وَدَائِرُكَ
مِنَ الْعَوْدَاتِ أَهْمَرُ إِلَيْكَ مِمَّا بَيْنَ يَدَيْكَ .

إِنَّ الْأَعَاجِمَ إِنْ يَنْظُرُوا إِلَيْكَ عَدَاً يَقُولُوا
هَذَا أَصْلُ الْعَرَبِ فَإِذَا اقْتَطَعْتُمُوهُ اسْتَرْحَتُمُ

فَيَكُونُ ذَٰلِكَ أَشَدَّ لِكَلْبِهِمْ عَلَيْكَ وَطَعْمِيهِمْ فَيْكَ

(نسخ البلاغہ خطبہ ۱۴۶ ص ۲۰۳ مطبوعہ میرورت۔ طبع جدید چھٹا سائز)

ترجمہ : جب خلیفہ ثانی نے بھی سپاہ کے مقابلہ میں خود جانا چاہا اور اس امر میں حضرت علیؑ مشورہ لیا تو آپؑ نے فرمایا ”دین اسلام کا غالب آجانا اور مغلوب ہو جانا کچھ سپاہ کی کثرت و قلت پر منحصر نہیں۔ یہ اسلام اس خدا کا دین ہے جس نے اس کو تمام ادیان و مذاہب پر غالب کیا ہے اور سپاہ اسلام اس خدا کی فوج ہے جس نے اس کی ہر جگہ مواد اعانت کی۔ اسے ایک بلند مرتبہ پر پہنچایا۔ ان کا آفتاب وہاں طالع ہو گیا جہاں ہونا لازم تھا ہم لوگ اس وعدہ خداوندی پر کامل یقین کے ساتھ ثابت ہیں جو اس نے خلیفہ اسلام کے بارے میں فرمایا ہے شک وہ اپنے وعدوں کا وفا کرنے والا ہے۔ وہ اپنی سپاہ کا مددگار ہے۔ دین اسلام کے بزرگ اور صاحب اختیار کا مرتبہ رشتہ مروارید کی مانند ہے جو موتی کے داول کو ایک جگہ جمع کر کے باہم پیوست کر دیتا ہے۔ اگر یہ رشتہ ٹوٹ جائے تو تمام دانے متفرق ہو کر کہیں کہیں بکھر جائیں گے پھر اجتماع کامل نصیب نہ ہوگا آج کے مذاہل عرب اگرچہ قلیل ہیں لیکن اسلام کی شوکت انہیں کثیر ظاہر کر رہی ہے یہ اپنے اجتماع کی وجہ سے یقیناً دشمن پر غالب ہوں گے۔ اب تو ان کے لیے قطب آسیا بن جا اور آسیائے جنگ کو گروہ عرب کے ساتھ گردش دے اور اپنے سوا کسی دوسرے شخص کے ماتحت بنا کر انہیں لڑائی کی آنچ سے گرم کر دیں کہ اگر تو مدینہ سے باہر چلا گیا تو عرب کے قبیلے اطراف و اکناف سے ٹوٹ پڑیں گے اس وقت پیچھے رہ جانے والی عورات سپاہ کی عظمت و تہ پر اس شئی سے مقدم ہو جائے گی جو تیرے سامنے (جنگ فارس) موجود ہے اور دوم یہ امر ہے کہ جب ایرانی کل کو تجھ کو دیکھیں گے تو آپس میں یہی

کہیں گے کہ بس یہی ان عربوں کا سردار ہے اگر تم نے اسے کانٹ چھانٹ دیا تو پھر راحت ہی راحت ہے۔ بے شک یہ اقوال تیری لڑائی پر انہیں حریف کر دیں گے۔ وہ تیری گرفتاری کی حد سے بڑھی ہوئی طمع کریں گے۔
(نیزنگ فصاحت ترجمہ نیچ البلاغہ ص ۱۰۳ مطبع یوسفی دہلی)

کتب شیعہ کی مذکورہ عبارات سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے :

- ۱۔ خلفائے ثلاثہ اسلامی سلطنت کی ترقی اور ملکی استحکام کے لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ہر مسئلہ میں اپنا مشیر خاص بناتے تھے اور ان کے صاحب مشورہ پر عمل کرتے تھے۔
- ۲۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ خلفائے ثلاثہ کو دست مشورہ دینے کے بعد فرماتے یہ مشورہ تمہاری بھلائی کا آئینہ دار ہے۔ تمہیں خوشخبری ہو۔
- ۳۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو مسلمانوں کا ماویٰ و مرکز سمجھتے تھے اور ان کی آخری تنائیں ان سے وابستہ فرماتے تھے۔
- ۴۔ روم و ایران کی جنگ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ذاتی شمولیت کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پسند نہ فرمایا کیوں کہ اس میں شرکت کے نتیجے میں اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ جام شہادت نوش فرمایا لیتے تو اس سے عالم اسلام اور مسلمانوں کو ناقابلِ برداشت صدمات کا سامنا کرنا پڑتا۔
- ۵۔ خلیفہ ثانی کی فتوحات کو حضرت علی رضی اللہ عنہ خدا و رسول کی فتوحات سمجھتے تھے۔ اسی لیے فرمایا خدا اپنے وعدہ کو لازماً پورا فرمائے گا اگرچہ آپ خود میدان جنگ میں نہ بھی جائیں کیونکہ یہ حق و باطل کا معرکہ ہے اور اللہ تعالیٰ آپ کے قلیل لشکر کے ذریعہ ہی حق کو باطل پر غالب کر دے گا۔

حاصل کلام :

متذکرہ بالا امور سے ہمیں اس بات کا روز روشن کی طرح ثبوت ملتا ہے کہ خلفائے

ثلاثہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ باہم یک جان اور دو قالب تھے۔ حضرت علی کی پر خلوص دعائیں، صائب مشورے، باہم شیر و شکر ہونا، ایک ہی لڑی میں مروارید کے کمرے موتیوں کی طرح پرویا ہوا ہونا میرہ امور میں جن سے ان کی باہمی عداوت اور حسد و بغض کے قصے لغویات اور کجواسات کے سراپا کچھ نہیں رہ جاتے۔ یہ مدعی لاکھ برا چاہے تو کیا ہوتا ہے

وہی ہوتا ہے جو منظورِ خدا ہوتا ہے

یہ تو تھا ان حضرات کی تصویر کا صحیح رخ جو کسی صاحبِ بصیرت سے مخفی نہیں رہ سکتا اور اگر وہ رخ پیش کیا جائے جو ان حضرات کے ازلی دشمن، تیرائی محب اور نام نہاد مومن پیش کرتے ہیں جو خود انہی کی کتب سے ہم ذکر کر چکے ہیں۔ تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایک دوسرے کے شدید دشمن اور ایک دوسرے کے ساتھ سخت بغض و عناد رکھتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ (معاذ اللہ) حالانکہ اس ساتھ ساتھ ہی اوپر ذکر کیے گئے حوالہ جات بھی تو ان کی کتب کے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ خلفائے ثلاثہ کے مشیر مذہبی و سیاسی امور تھے بلکہ ان کا ہی فیصلہ قابل عمل ہوتا تھا اور اس پر عمل کی بدولت مسلمانوں کے کامیابی نے قدم چمے۔

اگر بغرضِ محال یہ مان لیا جائے کہ ان حضرات کے درمیان عداوت و بغض تھا تو خصوصاً حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ ہر ایسا حربہ استعمال کرتے جس سے انہیں تکلیف پہنچتی تو ایسے دشمن کو جنگِ روم میں جانے سے روکنا کیسی دشمنی تھی؟ اگر حقیقت حال یہی ہوتی تو حضرت علی انہیں باصرہ و جنگ میں بھیجتے۔ پھر ان کی شہادت کی خبر سن کر خوشی کے تقاریر بجاتے لیکن معاملہ بالکل برعکس ہے حضرت عمر جانا چاہتے ہیں اور حضرت علی ان کے جانے کو ملکی، ملی اور اسلامی نقصان بتا رہے ہیں اور ان نقصانات کے پیش نظر انہیں روک رہے ہیں۔ ان سب باتوں کو جان لینے اور سمجھ لینے کے بعد ہر صاحبِ ایمان یہی فیصلہ کرے گا کہ خلفائے ثلاثہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہم باہمی اللہ تعالیٰ کے اس فرمان ”رحمہم“ کی جتنی جاگتی تصویر تھے۔ بغض و عناد و بغاوت تو ان کے دہم و گمان میں بھی نہ آتے تھے۔

تحقیقی بحث

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ساتھ عداوت

کے جوش میں نجفی صاحب نے کتب شیعہ کو اہل سنت

کی طرف منسوب کر دیا۔

غلام حسین نجفی شیعہ نے مذکورہ تلوک و تعلقات کو بے بنیاد ثابت کرنے کے لیے چند شیعہ کتب سے حوالہ جات پیش کیے اور انہیں اہل سنت کی کتب قرار دیا ظاہر ہے شیعہ کتابوں سے حوالہ جات پیش کر کے سینوں پر اتمام حجت کرنا حماقت ہے اور شیعہ کتب کو سینوں کی طرف منسوب کرنا ستم بالائے ستم ہے۔

سہم مسموم :-

ہمارے نبی پاک اپنی کافر قوم سے مل کر ایک جگہ میں شریک ہوئے تھے۔
ثبوت ملاحظہ ہو۔

۱۔ اہل سنت کی معتبر کتاب مروج الذهب ص ۲۹۳ جلد سوم ذکر شہودہ الفجار

۲۔ اہل سنت کی معتبر کتاب تاریخ یعقوبی ص ۱۳ جلد دوم ذکر الفجار۔

إِنَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ شَهِدَ يَوْمَ حَرْبِ الْفُجَّارِ فَلَمْ
يَزَلْ يَحْضُرُ حَتَّى فَتَحَ عَلَيْهِمْ

ترجمہ:- (جنگ نجار کفار مکہ نے ایک دوسری کفار قوم کے ساتھ لڑی تھی اور نبی پاک نے اٹھارہ سال کی عمر میں اپنی کافر قوم کی حمایت میں اس جنگ میں شرکت فرمائی تھی اور رسول اللہ کے وجود کی برکت سے آنجناب کی کافر قوم نے دشمن پر فتح حاصل کی تھی۔

نوٹ

کافر قوم کے ساتھ اس جنگ میں نبی کریم کی شرکت سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حضور کو اس قوم کے کفر اور بدکرداری سے بھی محبت تھی۔ اسی طرح جناب امیر نے جناب عمر کو بعض جنگوں میں مشورہ دیا تو اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ آنجناب کو بھی جناب عمر کی غیر اسلامی حرکات سے محبت تھی بلکہ جس طرح نبی پاک نے اس جنگ میں اس لیے شرکت کی تاکہ اپنی قوم کے غریب عوام کی حفاظت کریں۔ اسی طرح جناب امیر نے مشورہ اس لیے دیا تاکہ غریب مسلمانوں کی حفاظت کر سکیں۔

جواب: (ہم مسموم مصنفہ غلام حسین نجفی شیوہ ص ۴۰۲)

نجفی صاحب کی اس سعی لا حاصل کا کتاب باب یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے جناب علی رضی اللہ عنہ سے مشورہ لینے اور جناب علی رضی اللہ عنہ کے عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو مشورے دینے سے ان کے درمیان محبت ثابت نہیں ہوتی اور جناب عمر فاروق (بزرگم نجفی صاحب) اپنی غیر اسلامی حرکات سے بری الذمہ ثابت نہیں ہو سکتے جیسا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کفار کے ساتھ مل کر جنگ میں شریک ہونے سے کفار کافر اور بدکرداری پسندیدہ قرار نہیں پاسکتی نجفی صاحب بے چارے کو اہل سنت کی کوئی کتاب تو مل نہ سکی۔ بدحواسی میں اپنی ہی کتابوں کو سنیوں کے سرٹھ دیا اور بڑے دھوم دھڑے سے دعویٰ کر دیا کہ دیکھو اہل سنت کی معتبر کتب مروج الذہب اور تاریخ یعقوبی میں مذکور ہے۔

کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کفار کے ساتھ مل کر جنگ میں حصہ لیا۔ اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جناب عمرؓ کو مشورہ دے دیا۔ اس سے کوئی محبت ثابت ہوتی ہے؟

ایک جھوٹ کو سچ ثابت کرنے کے لیے کئی اور جھوٹوں کا سہارا لینا پڑتا ہے۔ یہی حال نجفی صاحب کا ہے۔ اس جھوٹ کو ثابت کرنے کے لیے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے درمیان بعض وعناد تھا یہ جھوٹ بولا کہ مذکورہ کتابیں اہل سنت کی ہیں۔ اس جھوٹ کا پول کھولنے کے لیے نجفی صاحب کے اکابر کی عبارات پیش کی جاتی ہیں۔ جس سے واضح ہو جائے گا کہ یہ کتابیں اہل سنت کی ہیں یا اہل تشیع کی؟ لیجئے ملاحظہ فرمائیے:-

شیعہ علماء کے نزدیک مرجع الذہب

اہل تشیع کی کتاب ہے۔

(۱) مشاہیر دانشمندان اسلام:-

شیخ و بزرگ تاریخ نگاران و مستند اہل جناب ابوالحسن علی بن حسین بن علی مسعودی ہندی عالمی بزرگوار و نورانی کہ اور علامہ در قسم اول از خلاصۃ الرجال ذکر کردہ و گفتہ کہ برائے او کتابیست در اہانت و غیراں کہ از آنست کتابے در اثبات وصیت حضرت علی بن ابی

طالب علیہ السلام داواست صاحب کتاب "مروج الذهب".....
 علامہ مجلسی در مقدمہ و پیش گفتار بحار فرمودہ و مسعودی را نجاشی و زہر ستش از
 راویان شیعہ شمرده و گفته اوراست کتاب "اثبات التوحید علیٰ
 بنی ابی طالب علیہ السلام"، و کتاب "مروج الذهب"، و رسال
 ۲۳۲ برابر (تلخ) از دنیا رفت و بعضی ہم گفته اند تا سال ۲۴۵ برابر
 (شعبہ) زلیست نمود

و گاہی مسعودی نزد عامہ (اہل سنت) گفته می شود بانی عبد اللہ محمد بن
 عبد اللہ بن مسعود بن احمد فقیہ شافعی شاگرد قتال مروزی شارح مختصر
 مزنی کہ در سال ۴۲۸ تقریباً در مصروفات نمود

(مشاہیر دانشمندان اسلام ترجمہ الکنی و الالقاب
 ۳۱ لیف شیخ عباس قمی شیعہ ص ۲۲۱ - تذکرہ مسعودی
 مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ بدیع و بزرگ اور مستند تاریخ نگاروں میں سے ابو الحسن علی بن حسین بن
 علی مسعودی ہڈی ہے۔ جو بڑا بزرگ اور نورانی عالم تھا۔ اس کج علامہ
 نے اپنی کتاب خلاصۃ الرجال کی قسم اول (ثقلہ لوگوں میں) میں شمار کیا
 ہے۔ اور کہا کہ اس (مسعودی) کی مسئلہ امامت وغیرہ میں کتابیں ہیں۔
 ان میں سے ایک حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے اثبات وصیت
 کے بارے میں ہے۔ اور یہی (مسعودی) "مروج الذهب" کا
 منصف ہے۔

علامہ مجلسی نے بحار الانوار کے مقدمہ اور پیش لفظ میں تحریر کیا ہے
 کہ مسعودی کو نجاشی نے اپنی "زہر ست"، میں شیعہ راویوں میں شمار

کیا ہے۔ اور یہ بھی کہا ہے کہ مسعودی کی ایک کتاب اثبات الوصیۃ
علی بن ابی طالب علیہ السلام ہے اور ایک ”مروج الذهب“ اس
نے ۳۲۳ھ میں انتقال کیا۔ اور بعض نے کہا کہ ۳۴۵ھ ہجری تک
زندہ رہا۔

اور کبھی ایک مسعودی اہل سنت کے ہاں بھی شمار کیا جاتا ہے مگر
اور نام سے) ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ بن مسعود بن احمد فقیہ
شافعی فعال مروزی شارح مختصر مرنی کا شاگرد جنہوں نے تقریباً
۳۲۸ھ میں مصر میں وفات پائی۔

۲۔ منتخب التواریخ :-

یہ از علمائے معروف عجم در بارہ مسعودی صاحب مروج الذهب
گویدہ اشعی بنود بعلت آنکہ در اخبار خلفائے بنی عباس وغیرہم اقتصار
بر مثالب و عیوب و طعن و لعن نکرده است و از محاسن اعمال آنان
نہی بر شمرده با آنکہ مسعودی مردی شیعی و امامی بود۔

(منتخب التواریخ مصنفہ ہاشم بن محمد علی خراسانی
مقدمہ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ :- عجم کے ایک مشہور عالم نے مروج الذهب کے مصنف مسعودی
کے بارے میں کہا کہ وہ شیعہ نہ تھا۔ اس لیے کہ اس نے خلفائے
بنی عباس وغیرہ کے عیوب و مثالب اور طعن پر اقتصار نہیں
کیا بلکہ ان کے محاسن بھی بیان کیے ہیں باوجودیکہ مسعودی شیعہ اور
امامی آدمی تھا۔

شیعہ علماء کے نزدیک ”تاریخ یعقوبی“، بھی شیعوں

کی کتاب ہے

مشاہیر دانشندان اسلام :-

امدین ابی یعقوب بن وہب بن واضح کاتب و نویسنده عباسی و شیعہ

امامی است..... و در سیاحتش کتاب بلدان را تالیف

کرد تاریخی و از دنیا م تاریخ یعقوبی و غیر اینها در سال ۲۸۴

وفات نمود۔ و مشاہیر دانشندان اسلام جلد چہارم ص ۳۵۸

ترجمہ احمد بن ابی یعقوب بن وہب بن واضح عباسی و در کامورخ ہے اور امامی شیعہ

ہے اس نے دنیا کے ممالک کا تاریخ و تاریخ یعقوبی کے نام سے تصنیف کی۔

لمحہ فکریہ :-

قارئین گرامی دیکھا آپ نے شیعہ لوگ عداوت صحابہ میں کس قدر

اندھے بہرے اور حق ناشناس ہو چکے ہیں؟ بخشی صاحب نے

خلیفہ دوم و امام علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ

پر زبان طعن دراز کرنے کے لیے حقائق سے چشم پوشی کرتے ہوئے

تاریخ یعقوبی اور مروج الذهب کو اہل سنت کی کتاب میں قرار دیا۔ اور

بدترین تھوٹ کے مرکب ہو کر اپنے چہرہ پر سیاہی ملی۔ حالانکہ

ان دونوں مذکورہ کتابوں کے مصنفین یکے شیعہ امامی تھے۔ عیا کر آپ

حوالہ جات ملاحظہ فرمائیے۔

براہموبے جاتے صتب کا۔ یہ انسان کو کہیں کا نہیں چھوڑتا۔ نجفی جی عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ساتھ بغض و عناد اس قدر رکھتے ہیں کہ اسی جوش میں اپنے ائمہ اور مستند مورخین کو بھی سستی ثابت کر گئے اور دروغ گوراء حافظ بن شد، کے مطابق یہ بھول گئے کہ شیعوں کا عقیدہ تو سنیوں کے متعلق یہ ہے کہ وہ گتے، خنزیر اور حرامی سے بھی بدترین ہیں (معاذ اللہ)

قارئین! ایسے ضمناً آپ کو یہ حوالہ بھی ہم چلتے چلتے نوٹ کر دیتے چلیں وہو ہذا۔

جامع الاخبار :-

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ نُوْحًا أَدْخَلَ فِي السَّفِينَةِ
الْكَلْبَ وَالْخِنْزِيرَ وَلَمْ يَدْخُلْ فِيْهَا
وَلَدَ الزَّانَا وَالشَّاصِبُ أَشَدُّ مِنْ
وَلَدِ الزَّانَا.

جامع الاخبار مصنفہ شیخ صدوق ص ۱۸۵ الفصل

السابع والعشرون والماتہ مطبوعہ

نجف اشرف

ترجمہ :- امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی کشتی میں کتے اور خنزیر کو تو سوار کر لیا مگر ولد زنا کو سوار نہ کیا اور نا صبی دسٹی اولد زنا سے بھی برا ہے۔

اہل سنت کے متعلق تو شیعہ حضرات کی سیاہ زبانیں ہمیشہ سے زہرا گنتی

رہی ہیں۔ نجفی صاحب نے حد کر دی کہ اپنے قلعی باطنی کے جوش میں اپنے بڑوں کو بھی سوراہتے اور حرامزادے ہونے کا مرتبہ تو کجا، اس سے بھی بڑے مرتبہ اور اعزاز سے نواز دیا۔ کتا پاگل (باڈلا) ہو جائے تو اپنے بیگانے کی تمیز کب کرتا ہے؟ سب کو کاٹنے دوڑتا ہے۔

بریں عقل و دانش بیاید گر لیت

درہم مسموم، میں نجفی صاحب نے جس قدر گندی زبان استعمال کی ہے اور قلم کو نجاست آلود کیا ہے۔ ہم چاہتے تو ترکی بہ ترکی جواب دے سکتے تھے۔ مگر ہم نے حتی المقدور اخلاقی پہلو کو مدنظر رکھا ہے۔ اور اپنے جوابات کو گالی گولج کی بجائے حقائق و دلائل سے مبرہن کیا ہے۔

ہم نجفی صاحب سے گزارش کریں گے کہ زبان و قلم کو نجاست آلودہ کرنے سے آپ کو کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ نہ تو آپ اس طرح فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی شان میں کمی لاسکتے ہیں اور نہ ہی انہیں علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے گھر دامادی سے خارج کر سکتے ہیں۔ جو ہونا تھا وہ ہو چکا۔ خلافت راشدہ کا زمانہ گزر گیا۔ اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو اللہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ نسبت دامادی بھی عطا فرمادی۔ اب تمہارے سر پٹنے سے کیا فائدہ؟ ہنڈیا جوش مارتی ہے تو اپنے ہی کنارے جلاتی ہے۔ کسی کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔

خدا تعالیٰ شیعوں کو تیرہ بازی کیلئے اپنی عاقبت خراب کرنے سے بچائے آمین۔

قاعتبر وایا اولی الایصار

فصل سوم

سید فاطمہ کے رشتہ میں خلفائے ثلاثہ کا حضرت علی کے حق میں ایتار اور
کوشش :

حوالہ : ا

کشف الغمہ :

إِنَّ أَبَا بَكْرٍ وَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا كَانَا ذَاتَ يَوْمٍ
جَالِسَيْنِ فِي مَسْجِدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ
سَلَّمَ وَ مَعَهُمَا سَعْدُ بْنُ مُعَاذٍ الْأَنْصَارِيُّ ثُمَّ
الْأَوْسِيُّ فَتَذَاكَرُوا أَمْرَ فَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَامُ
بِنْتِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ فَقَالَ
أَبُو بَكْرٍ قَدْ خَطَبَهَا الْأَشْرَافُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ فَقَالَ إِنَّ أَمْرَهَا إِلَى رَبِّهَا إِنْ
شَاءَ أَنْ يُزَوِّجَهَا ذَوْجَهَا وَإِنْ عَلَيَّ ابْنُ أَبِي
طَالِبٍ لَمْ يَخْطُبْهَا مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَ سَلَّمَ وَ لَمْ يَذْكُرْ مَالَهُ وَ لَا آدَاهُ يَمْنَعُهُ مِنْ
ذَلِكَ إِلَّا قَلَّةٌ ذَاتِ الْيَدِ وَ إِنَّهُ لَيَقَعُ فِي نَفْسِي
إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَ جَلَّ وَ رَسُولَهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ
إِنَّمَا يَحْسَبَانِهَا عَلَيْهِ - قَالَ ثُمَّ أَهْبَلَ أَبُو بَكْرٍ عَلَى

عمر بن الخطاب و علی سعد بن معاذ رضی اللہ
 عنہم فقال ہذا لکم فی الیقلم الی علی بن
 ابی طالب علیہ السلام حتی نذکر لہ ہذا فان
 منعه قلت ذات الید واسیناہ و اسعنائہ فقال
 لہ سعد بن معاذ و فقتک اللہ یا ابا بکر فما
 زلت موقفا قوموا بنا علی بركة اللہ و بمنہ
 قال سلمان الفارسی فخرجوا من المسجد و
 التمسوا علیا فی منزله فلم يجدوه و کان
 یضع بیبر کان لہ الماء علی نخل رحیل
 من الانصار بأجرة فانطلقوا نحوه فلما نظر
 الیہم علی علیہ السلام قال ما وراکم و ما
 الذی جئتم لہ فقال ابو بکر یا ابا الحسن
 انہ لم یبق خصلة من خصال الخیر الا و لك
 فیہا سابقہ و فضل و انت من رسول اللہ صلی
 اللہ علیہ و سلم بالمكان الذی قد عرفت
 من القرابة و المحبة و السابقہ و قد خطب
 الاشراف من قریش الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 و سلم ابنتہ فاطمة علیہا السلام فردمہم
 و قال ان امرہا الی ربہا ان شاء ان یروجہا
 زوجہا فما یمنعک ان تذکرہا لرسول اللہ صلی
 اللہ علیہ و سلم و تخطبہا منہ فانی لا رجو

أَنْ يَكُونَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ وَرَسُولُهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّمَا يَحِبُّسَانَهَا عَلَيْكَ قَالَ فَتَغَرُّرْتُ عَيْنَا عَلَيَّ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِالدُّمُوعِ وَقَالَ يَا أَبَا بَكْرٍ لَقَدْ هَيَّجَتْ مِنِّي سَاكِنًا وَآيَقَظَتْنِي لِأَمْرٍ كُنْتُ عَنْهُ غَافِلًا وَاللَّهُ إِنَّ فَاطِمَةَ لَمَوْضِعَ رَغْبَةٍ وَمَا مِثْلِي قَعَدَ عَنْ مِثْلِهَا غَيْرَ أَنَّهُ يَمْنَعُنِي مِنْ ذَلِكَ قَلَّةُ ذَاتِ الْيَدِ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ لَا تَقُلْ هَذَا يَا أَبَا الْحَسَنِ فَإِنَّ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا عِنْدَ اللَّهِ تَعَالَى وَعِنْدَ رَسُولِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَهَبَاءٍ مَمْنُونَةٍ۔

(۱) کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ جلد اول ص ۳۵۲-۳۵۳ مطبوعہ تہران، طبع

(۲) تاریخ التواتر جلد ۹ ص ۳۴۹ حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ تہران طبع جدید

(۳) بحار الانوار جلد ۱۳ ص ۱۳۸ مطبوعہ تہران جدید باب تزویجہا۔

ترجمہ : ایک دن ابوبکر صدیق اور عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما مسجد نبوی میں بیٹھے ہوئے تھے ان کے ساتھ حضرت سعد بن معاذ انصاری اسی بھی تھے۔ حضرت فاطمہ بنت رسول کی بات زیر بحث آئی۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا بہت سے سرگروہ لوگوں نے فاطمہ کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو کی لیکن آپ نے سب کو یہی جواب دیا کہ اس بچی کا معاملہ اللہ کے پرہیزگاروں نے جہاں چاہا اس کا نکاح ہوگا اور حضرت علی بن ابوطالب نے اپنے لیے نہ تو حضرت فاطمہ کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا اور نہ ہی اس کا تذکرہ کیا۔ میرے رائے میں اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ ”علی“ خالی ہاتھ تھے اور میرے دل میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ”علی“ کیلئے

یہ رشتہ چھوڑ رکھا ہے پھر ابو بکر صدیق حضرت عمر بن خطاب اور سعد بن معاذ رضی اللہ عنہما کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کیا تم میرے ساتھ اس مسئلہ کی خاطر حضرت علی کے پاس چلو گے تاکہ انہیں کچھ کہیں؟ اگر ان کو تنگدستی نے اس سے روک رکھا ہے تو ہم ان کی ہر ممکن مدد کریں گے۔ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ابو بکر اللہ نے تمہیں ہمیشہ سے ایسے نیک کاموں کی توفیق دے رکھی ہے۔ اللہ کی برکت اور احسان کے ساتھ اٹھو اور چلو۔ سلمان فارسی کہتے ہیں ہم مسجد نبوی سے نکلے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تلاش کیا لیکن وہ گھر پر نہ ملے۔ آپ ان دنوں اپنے اونٹ کے ذریعہ اجرت پر ایک انصاری کے کھجوروں کے باغ کو پانی دے رہے تھے۔ اس لیے اس طرف چل پڑے۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انہیں دیکھا تو کہا تمہاری کیا خواہش ہے اور تم کیوں آئے ہو؟ ابو بکر صدیق نے کہا اے ابوالحسن! اچھی خصلتوں میں سے کوئی ایسی نہیں جس میں آپ سب سے آگے نہ ہوں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں بوجہ قرابت، محبت اور اولیت کے جو آپ کا مقام ہے آپ اس سے بخوبی آگاہ ہیں۔ قریش کے سرکردہ لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت فاطمہ کا رشتہ طلب کیا لیکن آپ نے سب کو جواب دے دیا اور فرمایا اس کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے جس سے چاہے گا شادی ہو جائے گی تو تم کیوں نہیں یہ رشتہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مانگتے مجھے امید ہے کہ اللہ اور اس کے رسول نے یہ رشتہ تمہارے لیے روک رکھا ہے۔ یہ سن کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی آنکھیں آنسوؤں میں ڈوب گئیں اور کہا اے ابو بکر! تو نے میرے خوابیدہ خیالات جگا دیے اور جس کام سے میں غافل تھا اس کی بیداری عطا کر دی۔ جناب فاطمہ واقعی موضع رغبت ہیں اور مجھ جیسا اس رشتہ سے کب انکاری ہو سکتا ہے

لیکن تنگدستی نے مجھے باندھ رکھا ہے۔ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سُن کر فرمایا :
اے ابوالحسن ! یہ نہ کہو۔ دنیا اور اس کی ہر چیز اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ
وسلم کے نزدیک کوئی چیز نہیں۔

حوالہ نمبر ۲ : علیؑ کو رشتہ فاطمہؑ ملنے پر شیخین بہت زیادہ خوش ہوئے۔

ابو بکر صدیق، عمر بن الخطاب اور دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مشورہ پر جب
حضرت علیؑ کرم اللہ وجہہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہ کی خواستگاری کے
یہ تشریف لے گئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ رشتہ انہیں عنایت فرمادیا تو حضرت علی
رضی اللہ عنہ اس کے متعلق خود فرماتے ہیں :

قَالَ عَلِيٌّ فَخَرَجْتُ مِنْ عِنْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُسْرِعًا وَأَنَا لَا أَعْقِلُ فَرَحًا وَسُرُورًا
فَأَسْتَقْبِلُنِي أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَا
مَا وَرَأَاكَ فَقُلْتُ ذَوَّبَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ابْنَتَهُ فَاطِمَةَ وَأَخْبَرَنِي أَنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ
ذَوَّبَنِيهَا مِنَ السَّمَاءِ وَهَذَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَارِجٌ فِي إِثْرِي لِيُظْهِرَ ذَا الْحِجَّةِ
بِحَضْرَةِ النَّاسِ فَرِحًا بِذَلِكَ فَرَحًا شَدِيدًا وَرَجَعَا
مَعِيَ إِلَى الْمَسْجِدِ فَمَا تَوَسَّطْنَاهُ حَتَّى لَحِقَ بِنَا رَسُولُ
اللَّهِ وَآنَ وَجْهَهُ لِيَتَهَلَّلَ سُرُورًا وَفَرَحًا -

۱۔ کشف الغمہ فی معرفۃ الانبیا جلد اول ص ۲۵۸ مطبوعہ تبریز۔

۲۔ تاریخ التواریخ زندگانی فاطمہؑ ص ۲۶ طبع تہران

ترجمہ : حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے ہو کر جلدی سے باہر نکلا تو خوشی و فرحت اندازہ سے زیادہ تھی۔ سب سے پہلے مجھے ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما ملے۔ پوچھا کیا خبر ہے؟ میں نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی فاطمہ کا رشتہ مجھے دینا منظور کر لیا ہے اور یہ بھی بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان پر اس کی شادی تمہارے ساتھ کر دی ہے اور ابھی تھوڑی دیر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی تشریف لائے ہیں تاکہ لوگوں کے سامنے اس کا اظہار فرمائیں۔ دونوں اس خبر کو سن کر بہت زیادہ خوش ہوئے اور میرے ساتھ مسجد میں واپس لوٹے۔ ابھی ہم مسجد کے درمیان نہ پہنچے تھے کہ اتنے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے اور آپ کا چہرہ خوشی سے دھک رہا تھا

خلفائے ثلاثہ کو نبی پاک علیہ السلام نے اپنی بیٹی فاطمہ کے عقد کا گواہ بنایا

کشف الغمۃ،

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں جلوہ فرما ہوئے تو اس کی کیفیت حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

كُنْتُ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَغَشِيَهُ
الْوَحْيُ فَلَمَّا آفَاقَ قَالَ لِي يَا أَنَسُ أَتَدْرِي مَا جَاءَنِي
بِهِ جِبْرِيلُ مِنْ عِنْدِ صَاحِبِ الْعَرْشِ قَالَ قُلْتُ
اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ قَالَ أَمَرَنِي أَنْ أَزُوجَ فَاطِمَةَ
مِنْ عَلِيٍّ فَأَنْطَلِقَ فَأَدْعُ لِي أَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ
وَعَلِيًّا وَطَلْحَةَ وَالزُّبَيْرَ وَبَعْدَهُمْ مِنْ
الْأَنْصَارِ قَالَ فَأَنْطَلَقْتُ فَدَعَوْتُهُمْ لَهُ فَلَمَّا أَنْ

أَخَذُوا مَجَالِسَهُمْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ الْحَمْدُ لِلَّهِ إِلَى آخِرِ الْخُطْبَةِ ثُمَّ رَأَيْتُ
أُشْهِدُكُمْ أَنِّي قَدْ زَوَّجْتُ فَاطِمَةَ مِنْ عَلِيٍّ عَلَى
أَرْبَعِ مِائَةِ مِثْقَالِ فِصَّةٍ وَكَانَ غَائِبًا قَدْ
بَعَثَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ فِي حَاجَةٍ
ثُمَّ أَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِطَبَقٍ
فِيهِ بُسْرٌ فَوَضَعَ بَيْنَ أَيْدِينَا ثُمَّ قَالَ رَأَيْتُمْ هَذَا

۱۔ کشف الغم فی معرفۃ اللہ جلد اول ص ۳۴۹، تذکرہ امام علی مرتضیٰ

بجاء الانوار جلد ۱ ص ۱۰۰ طبع قدیم

ترجمہ : میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ عالیہ میں موجود تھا۔ وحی اترا نا شروع ہوئی جب سلسلہ
وحی مکمل ہوا تو آپ نے مجھے فرمایا۔ انس! کیا تم جانتے ہو کہ جبریل اللہ رب العرش
سے کیا پیغام لایا؟ میں نے عرض کی اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں فرمانے لگے
حکم ملا ہے کہ فاطمہ کی شادی علی سے کہ دوں۔ تم جاؤ اور ابو بکر، عمر، عثمان، علی
طلحہ اور زبیر اور اسنے ہی انصار بلا لاؤ۔ فرماتے ہیں میں چلا گیا اور انہیں لے کر
حاضر خدمت ہوا۔ جب یہ سب حضرات آگئے تو آپ نے ”الحمد للہ سے
آخر تک خطبہ پڑھنے کے بعد فرمایا میں تمیں اس بات کا گواہ بناتا ہوں کہ میں نے
فاطمہ کی شادی علی سے چار سو مِثْقَالِ چاندی (حق مہر) کے عوض کر دی ہے۔
حضرت علی کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کام کے لیے بھیجا ہوا تھا۔ بعد میں آپ
نے کعبہ کے دروں کا ایک تنہا لے کر تقسیم فرمایا اور فرمایا۔ کھاؤ! مبارک ہوا

نبی پاک علیہ السلام نے سید فاطمہ کا ہمیشہ خریدنے کیلئے ابو بکر صدیق کا

جلال العیون: انتخاب فرمایا

پس دو کت ازاں دراہم برگرفت و بابکر داد فرمود کہ برو یہ باز۔ و از ہر اے
فاطمہ بگیر آنچه اورا در کار است از جامہ و اساس البیت عمار بن یاسر و معی
از صحابہ از پے او فرستاد و صمگلی بیازار در آمد پس ہر یک از ایشاں چیزی
را کہ اختیاری کردند بابکر می نمودند و بمصلحت او میخریدند۔

۱۔ (جلال العیون جلد اول ص ۷۹) مطبوعہ تہران زندگانی فاطمہ زہرا

۲۔ تاریخ التواریخ زندگانی فاطمہ ص ۵۴ طبع تہران

۳۔ بیت الاحزان ص ۳۲ (عباس قی) طبع اصفہان

۴۔ جاراں نور جلد ۲ ص ۱۲۰ تاریخ فاطمہ زہرا مطبوعہ تہران طبع جدید طبع قدیم ص ۳۹ جلد ۱

ترجمہ: ان دراہم میں سے مٹھی بھر آپ نے لیے اور ابو بکر کو دے کر فرمایا بازار جاؤ اور
فاطمہ کی خاطر جو کچھ کپڑے اور گھریلو ساز و سامان درکار ہو لے آؤ۔ عمار بن یاسر
اور کچھ اور صحابہ کرام کو ان کے پیچھے بھیجا۔ تمام بازار گئے اور ہر ایک نے اپنی
پسندیدہ چیز کو خریدنے کے لیے ابو بکر کو کہا اور ان کی رضامندی سے ان سب
نے خریداری کی۔

مذکورہ حوالہ جات مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے

۱۔ تمام صحابہ کرام میں سے سب سے سید حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو بناب فاطمہ کے
ساتھ شادی کے لیے جس شخصیت نے کہا وہ ابو بکر صدیق تھے۔

۲۔ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس معاملہ میں سعد بن معاذ اور قاضی عظیم کو اپنا مشیر بنایا۔

۳۔ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اس ارادے پر شاباش کی اور تعریفی کلمات کہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسے نیک کاموں کی انجام دہی کے لیے پہلے ہی توفیق عطا فرمائی ہے۔

۴۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو معلوم تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اب تک اس معاملہ میں خاموشی اختیار کرنا صرف تنگدستی کی وجہ سے ہے جس میں انہوں نے ان کی حتی القدر امداد کرنے کی ضمانت اٹھائی۔

۵۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ جب اس معاملہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے در دولت پر حاضر ہوئے تو ان کے واپس آنے تک ابوبکر صدیق اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہما باہر کھڑے انتظار کرتے رہے۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ باہر تشریف لائے اور مقصد کی برآری کا کہا تو دونوں حضرات انتہائی خوش ہوئے۔

۶۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ اور علی رضی اللہ عنہ کے عقد کے وقت غفلت سے ثلاثہ کو بلوایا تا کہ اس عقد کے یہ گواہ بنیں۔

۷۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لیے ساز و سامان خریدنے کے لیے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو منتخب فرمایا اور ان کے ساتھ جانے والے دیگر صحابہ کرام کو ہدایت فرمائی کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی مرضی کے خلاف خرید و فروخت نہ کرنا۔

لمحہ فکریہ :

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اس اہم موقع پر جو بے مثال خدمات پیش کیں اس کی نظیر

نہیں ملتی۔ دراصل یہ ان کی کوششوں کا نتیجہ تھا کہ اہل بیت رضوان اللہ علیہم کے اولیوں پر دوسے کا وجود قائم ہوا جس ذات کی اس خاندان کی بنیاد فراہم کرنے میں اتنی ماسعی جمیلہ ہوں وہ کب سوچ سکتا ہے کہ یہ پروانہ پھلے اور نہ پھولے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خودی بات کی ذمہ داری اٹھانا دونوں کے درمیان ایک لازوال محبت کی علامت ہے اسی وجہ سے رشتہ ملنے پر ابو بکر صدیق اور فاروق اعظم رضوان اللہ علیہم کو انتہائی خوشی ہوئی۔ لہذا معلوم ہوا کہ ان حضرات کے درمیان غصبِ خلافت اور باغِ فدک کے تمام افسانے خود شیعہ لوگوں کے گھڑے ہوئے ہیں کیوں کہ یہ حقیقت ہے کہ نہ تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے خلافت کے غاصبانہ اسر پر کبھی ناراضگی کا اظہار کیا اور نہ ہی کبھی لوگوں کو اس کے خلاف اکسایا اور نہ ہی ”باغِ فدک“ کی واپسی کا تقاضا کیا حتیٰ کہ اپنی خلافت کے وقت بھی یہ باغ آپ نے واپس نہ لیا جب کہ نہ ابو بکر موجود تھے اور نہ ہی عمر فاروق رضی اللہ عنہ۔ معلوم ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے فیصلہ کو بالکل صحیح اور حق سمجھتے تھے۔



فصل چہارم

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کی اہل بیت پر

اصحاب ثلاثہ کی قربانیاں

(سفر ہجرت میں یار غار کی قربانیاں اور نبی کی تواضعیں)

حوالہ نمبر ۱۰۔

بحار الانوار۔

إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى أَوْحَى إِلَى النَّبِيِّ يَا مُحَمَّدُ إِنَّ
الْعَلِيَّ الْأَعْلَى يَقْرَأُ عَلَيْكَ السَّلَامَ وَيَقُولُ
لَكَ إِنَّ أَبَا جَهْلٍ وَالْأَمْلَأَ مِنْ قُرَيْشٍ قَدْ
كَتَبُوا يُرِيدُونَ قَتْلَكَ وَآمَرَكَ
أَنْ تُسَيِّتَ عَلَيَّ فِي مَوْضِعِكَ وَقَالَ إِنَّ مَنَزِلَتَهُ
مِنْكَ مَنَزَلَةٌ إِسْمَاعِيلَ الذَّبِيحِ مِنْ
إِبْرَاهِيمَ الْخَلِيلِ يَجْعَلُ نَفْسَهُ لِنَفْسِكَ فِدَاءً
وَرُوحَهُ لِرُوحِكَ وَقَتَاءً وَآمَرَكَ
أَنْ تَسْتَصْحِبَ أَبَا بَكْرٍ فَيَأْتِيَهُ إِنْ
النَّسَكَ وَسَاعَدَكَ وَوَاظَرَكَ وَشَبَّتْ
عَلَى مَا يُعَاهِدُكَ وَيُعَافِدُكَ كَانَ فِي

الْجَنَّةِ مِنْ رُقَّتَائِكَ وَفِي عُرْفَاتِهَا مِنْ
 خُلَصَائِكَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
 وَآلِهِ لِعَلِيِّ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَرْضَيْتَ أَلْتَ
 أُطْلَبَ فَلَا أُوجَدُ وَتُوجَدُ فَلَعَلَّهُ أَنْ يُبَادِرَ
 إِلَيْكَ الْجَهَّالُ فَيَقْتُلُوكَ قَالَ بَلَى يَا رَسُولَ
 اللَّهِ رَضِيتُ أَنْ تَكُونَ رُوحِي وَنَفْسِي فِدَاءً
 لِأَخِي لَكَ أَوْ قَرِيبٍ أَوْ لِبَعْضِ الْحَيَوَانَاتِ
 تَمَتُّهُنَّهَا وَهَلْ أَحَبُّ الْحَيَاةِ إِلَّا
 لِخِذْمَتِكَ وَالتَّسَرُّفِ بَيْنَ أَمْرٍ
 وَنَهْيٍ وَ لِمَحَبَّةِ أَوْلِيَاءِكَ وَنُصْرَةِ
 أَصْفِيَائِكَ وَمَجَاهِدَةِ أَعْدَائِكَ لَوْلَا
 ذَلِكَ لِمَ أَحْبَبْتَ أَنْ أَعِيشَ فِي هَذِهِ الدُّنْيَا
 سَاعَةً وَاحِدَةً قَبْلَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ عَلَى عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ
 فَقَالَ لَهُ يَا أَبَا حَسَنِ هَذَا قَرَأَ عَلَى حَكَّ لَا مَكَّ
 هَذَا الْمَوْجِدُونَ بِاللَّوْحِ الْمَحْشُوظِ وَقَرَأُوا
 عَلَى مَا آخَذَ اللَّهُ لَكَ مِنْ شَرَابِهِ فِي دَارِ
 الْقَرَارِ مَا لَمْ يَسْمَعْ بِمِثْلِهِ السَّامِعُونَ وَلَا رَأَى
 مِثْلَهُ الرَّائُونَ وَلَا خَطَرَ مِثْلَهُ بِبَالِ الْمُتَفَكِّرِينَ
 ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ لِعَلِيِّ
 بَكْرُ أَرْضَيْتَ أَنْ تَكُونَ مَعِيَ يَا أَبَا بَكْرٍ

تَطْلُبُ لِمَا أَطْلَبَ وَتُعْرِفُ بِأَنَّكَ أَنْتَ الَّذِي
تَحْرُسُ نَفْسَكَ يَا أَدْعِيهِ فَتَحْمِلُ عَنِّي
أَنْوَاعَ الْعَذَابِ قَالَ أَبُو بَكْرٍ يَا رَسُولَ
اللَّهِ أَمَا أَنَا لَرُعِشْتُ عُمَرَ الدُّنْيَا أَعَذَّبَ
فِي جَسَدِهَا أَشَدَّ عَذَابٍ لَا يَنْزِلُ عَلَى
مَوْتٍ مُرِيحٍ وَلَا مَنَهِجٍ مَتِيئٍ وَكَانَ
ذَلِكَ فِي مَحَبَّتِكَ لَكَانَ ذَلِكَ أَحَبَّ إِلَيَّ مِنْ
أَنْ أَنْتَمَ فِيهَا وَأَنَا مَالِكٌ لِجَسَدِي
مَمْلُوكٌ مَلُوكِيهَا فِي مَخَالَفَتِكَ وَهَلْ
أَنَا وَمَالِي وَلَدِي إِلَّا فِدَاكَ فَقَالَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ لَا
جَرَمَ أَنتَ أَطْلَعَهُ اللَّهُ عَلَى قَلْبِكَ
وَوَجَدَ مَا فِيهِ مُوَافِقًا لِمَا جَرَى
عَلَى لِسَانِكَ جَعَلَكَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ السَّمْعِ
وَالْبَصَرِ وَالرَّأْسِ مِنَ الْجَسَدِ وَمَنْزِلَةِ
الرُّوحِ مِنَ الْبَدَنِ.

۱- (بحار الأنوار جلد ۱۹ ص ۸۱)

باب الحجۃ ومباہیہا، مطبوعہ

تہران طبع جدید

۲- (تفسیر امام حسن عسکری ص ۲۳۱)

مطبوعہ لکھنؤ طبع قدیم

ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نزول فرمائی۔ (وحی کے الفاظ بیان کرتے ہوئے جبریل نے کہا۔) سب سے اعلیٰ اور بزرگ اللہ تعالیٰ نے آپ کو سلام اکا کہا ہے۔ اور فرمایا کہ ایوبہل اور دیگر قریش کے سرداروں نے آپ کو قتل کرنے کی خفیہ تدبیر بنالی ہے۔ (اس لیے اللہ تعالیٰ نے) آپ کو کہلا بھیجا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو اپنے تر پر سلا دو اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت علی کا مقام و مرتبہ آپ کے ساتھ ایسا بنایا ہے جیسا حضرت اسماعیل ذبیح کا حضرت ابراہیم خلیل کے ساتھ تھا۔ وہ (علی) اپنی جان تم پر وار دے گا۔ اور اپنی روح کو تمہاری بقا اور حفاظت کے لیے وقت کر دے گا۔ اور اللہ تعالیٰ نے یہ بھی کہا ہے کہ حضرت ابوبکر کو (ہجرت کے لیے) اپنے ساتھ لے جانا۔ اگر وہ تم سے مانوس رہے۔ اور تمہارا بازو نہیں را اور بوجھ بٹائیں۔ اور آپ کے ساتھ معاہدہ کی پابندی کریں۔ اور ڈٹے رہیں۔ تو جنت میں آپ کے رفقاء کے ساتھ وہ بھی جائیں گے۔ اور جنت کے اعلیٰ درجات میں آپ کے مخلص احباب کے ساتھ وہ بھی ہوں گے۔ (اس کے بعد جبریل واپس ہو گئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کیا تمہیں یہ منکوبہ ہے کہ لوگ قتل کرنے کی غرض سے مجھے تلاش کریں۔ اور میں تو انہیں نہ مل سکوں۔ بلکہ میری جگہ تم انہیں مل جاؤ۔ اور عین ممکن ہے کہ وہ جاہل لوگ میری طرف پک پڑیں۔ اور تمہیں قتل کر دیں؟ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اس بات پر بالکل رضامند ہوں کہ میری جان آپ پر آپ کے کسی بھائی پر یا آپ کے کسی جانور پر قربان ہو جائے۔ جو جانور آپ کو کسی قسم کا نفع دیتا ہو۔ میں تو

صرف آپ کی خدمت کرنے کے لیے زندہ ہوں اور آپ کے احکامات کی بجا آوری میرا مقصد زندگی ہے۔ آپ کے دوستوں سے محبت، آپ کے پسندیدہ حضرات کی مدد اور آپ کے دشمنوں کے خلاف زور آزمائی کے لیے میری زندگی وقف ہے مگر ان باتوں میں سے ایک بھی نہ ہو۔ تو میں ایک لمحہ کے لیے بھی زندہ رہنا پسند نہ کروں گا۔

تب حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور فرمایا اے علی لوح محفوظ کے نوکلوں نے تیری گفتگو سنی۔ اور مجھے یہ بتلایا کہ تمہارے (یعنی حضرت علی) کے لیے اللہ تعالیٰ نے دارالقرار میں ایسا اجر و ثواب مقرر کر دیا ہے جو کسی سننے والے نے آج تک نہ سنا۔ اور نہ ہی اس جیسا کسی نے دیکھا۔ اور نہ ہی غور و فکر کرنے والوں نے اس کی حقیقت پائی۔

اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے فرمایا اے ابو بکر کیا تم اس بات کے خواہش مند ہو کہ جس طرح کفار و مشرکین بوجہ تبلیغ مجھے دھونڈتے پھرتے ہیں۔ اسی طرح تم ان کے مطلوب ہو جاؤ۔ اور وہ بخوبی جان جائیں کہ میری ان تمام تبلیغی باتوں کے متحرک تم ہی ہو۔ پھر تم مختلف مصائب و تکالیف میں (میری طرف سے) پڑ جاؤ۔

یہ سن کر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ! میرا تو یہ عقیدہ ہے۔ کہ اگر مجھے تاقیامت عمر عطا ہو۔ اور اتنی طویل عمر لگاتار دکھوں اور مصیبتوں میں رہوں نہ آرام کی موت آئے۔ اور نہ اور کسی قسم کی راحت میسر آئے۔ لیکن یہ سب سختیاں اور دکھ صرف اور صرف آپ کی محبت کی پاداش میں ہوں۔ تو یہ سب کچھ مجھے اتنا عزیز ہے کہ میں اس کے بدلے زندگی کی خوشگواہی کبھی قبول نہ کروں گا۔ اور اگر مجھے تمام دنیا کے بادشاہوں کی حکومتیں اور بادشاہی مل جائے۔ لیکن صرف آپ کی مخالفت

کی بنا پر۔ تو میں اُس کو ٹھوکر مار دوں گا۔ حضور امیں، میری اولاد، میرے والدین اور میرا سب کچھ آپ پر قربان ہے۔

یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صدیق اکبر سے فرمایا۔ اے صدیق! اللہ رب العزت نے مجھے تیرے قلب کی گہرائیوں میں بستے خیالات سے آگاہی فرمادی۔ یہ حقیقت ہے کہ جو کچھ تم نے زبان سے کہا۔ وہی تمہارے دل میں ہے اللہ تعالیٰ نے میرا تیرا تعلق اس طرح بنا دیا ہے کہ جس طرح جسم انسانی کے ساتھ آنکھ، کان اور سر کا تعلق ہے اور اس طرح کہ جس طرح بدن اور رُوح ایک دوسرے سے متعلق ہیں۔

اس حوالہ سے درج ذیل امور ثابت ہوئے۔

۱۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خالق کائنات نے بذریعہ وحی یہ ارشاد فرمایا کہ بوقت ہجرت اپنے ساتھ اپنے مخلص ساتھی اور گہرے دوست صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے جانا۔

۲۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جنت کے اعلیٰ درجات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوں گے۔

۳۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس امر کا اقرار کیا۔ کہ آپ کی محبت کی خاطر مجھے طویل مصائب اور پریشانیاں تنگ کریں۔ تو اس کو اپنے لئے سعادت سمجھوں گا۔ اور انہیں گلے لگاؤں گا۔

۴۔ روئے زمین کی بادشاہی، مال و دولت کی فراوانی بھی اگر آپ کے ساتھ رشتہء محبت و الفت کے منقطع کرنے پر ملے۔ تو مجھے ان کو چھوڑ کر آپ کی محبت میں رہنا مرغوب و مطلوب ہے، چاہے کچھ بھی ہو جائے۔

۵۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے اس عہد و پیمان ظاہری اور ان کے دلی کیفیت کی برابری کے پیش نظر اللہ تعالیٰ نے صدیق اکبر اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے

ما بین تعلق کا فیصلہ لیں تب لایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جسم اور صدیق اکبر اس کے کان، آنکھ اور سر کی مانند ہیں آپ بمنزلہ بدن اور صدیق بمنزلہ روح کے ہیں۔
خلاصہ کلام۔

اللہ تعالیٰ کا علم ازلی ہے۔ اس نے اپنے ازلی علم سے بذریعہ وحی اپنے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بار اور دوست بنا دیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا جناب صدیق کو بار مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بنا دینا محض زندگی تک نہ تھا۔ بلکہ اس امر کی بھی صراحت کر دی کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جنت کے اعلیٰ درجات میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحب بھی ہوں گے۔

ناظرین! آپ کسی کی طرف داری سے قلع نظر کرتے ہوئے صرف اس واقعہ کو مد نظر رکھ کر اپنے دل سے پوچھیں کہ جس عظیم شخصیت کو اللہ رب العزت کے حکم سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایسے مشکل ترین سفر میں ساتھ لے جا رہے ہیں۔ جس میں ہر طرح کے خدشات موجود تھے۔ بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی صاف صاف فرمایا تھا کہ بوقت ہجرت میرا ہم سفر بننا گویا اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنے سے کم نہیں۔ اور عین ممکن ہے کہ قتل بھی کر دیئے جاؤ۔ تو ایسے سفر میں بلا لیت و حل شریک سفر ہو جانا خلوص و عقیدت کے اعلیٰ معیار کا ایک عظیم نمونہ ہے۔ اور ایسا اُسی سے متوقع ہو سکتا ہے۔ جو خلوص دل سے بہرہ ور ہو۔ اللہ تعالیٰ نے یہ اعزاز اس سفر میں صرف اور صرف صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو ہی عطا فرمایا۔

سفر ہجرت کے واقعات کو دیکھئے۔ تو وہ باتیں جو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صدیق اکبر سے فرمائی تھیں ان سے واسطہ پڑا۔ اسی کتاب (بخاری الاوار) میں مذکور ہے۔ کہ کفار مکہ کو بخوبی علم تھا کہ اس کٹھن سفر میں اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی ساتھی ہو سکتا ہے۔ تو وہ صرف ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی ہیں اور پھر اس کی ایک اور

قطعی صورت کفار مکہ کے سامنے اس وقت آگئی۔ جب ایک ماہر کھوجی نے انہیں بتلایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک اور آدمی بھی ہے۔ جس کے پاؤں کے نشانات کو میں بخوبی پہچانتا ہوں۔ یہ خود قحافہ ہے۔ یا قحافہ کا بیٹا ابوبکر ہے۔

(بحار الانوار جلد ۹ ص ۸۰۔ باب الهجرة الخ مطبوعہ تہران طبع جدید)

نوٹ:

خوب ذہن نشین رہے کہ اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے ملا باقر مجلسی نے ”اگر مکہ کے جو الفاظ بڑھائے ہیں۔ یہ اس کے اپنے اختراع اور گھڑے ہوئے ہیں۔ کیونکہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے حد اہل تشیع کا ایک مرغوب خلق ہے۔ لہذا اس کا اظہار کئے بغیر یہ نہیں رہ سکتے تھے ورنہ جہاں تک واقعات ہجرت کا معاملہ ہے۔ تو پورے سفر ہجرت میں حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سے کوئی ایسی حرکت سرزد نہ ہوئی۔ کہ جس کی بنا پر آپ کو معاہدہ کی خلاف ورزی کرنیوالا ثابت کیا جاسکے۔ بلکہ اس کے خلاف معاہدہ سے کہیں بڑھ کر اہل بیت صدیق نے اپنی خدمات سرانجام دیں۔ سامان ہجرت کی بہم رسانی صدیق اکبر اور ان کے اہل و عیال نے سرانجام دی۔ غار ثور میں قیام کے دوران ضروریات زندگی کو وہاں تک پہنچانے والے بھی صدیق اکبر کے گھرانے کے افراد تھے ان کے غلام عامر بن نفیرہ، ان کی بیٹی اسماء اور ان کے بیٹے عبداللہ مکہ کی تازہ صورت حالات سے آگاہی کرتے رہے یہ سب کچھ کس لیے تھا؟

ایک ہذیان:-

اہل تشیع دیرینہ بغض و عداوت کی بنا پر واقعہ ہجرت میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بارے میں طنز پر اعتراض کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ غار میں قیام کے دوران ابوبکر سخت بے چین ہو گئے تھے۔ اور معاذ اللہ چاہتے تھے کہ کسی نہ کسی طرح کفار سے مل جائیں۔ لیکن اس خواہش کا پورا ہونا نظر نہ آتا تھا وغیرہ وغیرہ۔ یہ اعتراض اور اس

قسم کے دیگر اعتراضات جیسا کہ میں عرض کر چکا ہوں۔ ان کے حسد و بغض کا نتیجہ ہیں۔ ورنہ اللہ رب العزت جل و علا جن کے متعلق اپنے کلام میں ان الفاظ سے تسلی دے رہو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی غار ثور میں صدیق اکبر کو فرمائے گئے: "لَا تَحْزَنُ إِنَّ اللَّهَ مَعَ تَائِبٍ نَكِرٍ" اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ اس تسلی کے بعد کسی قسم کا اضطراب کیونکر ہو سکتا تھا۔ ہمدردی اللہ تعالیٰ کے محبوب کی اور معیت خداوند ذوالجلال کی ہو تو پھر یہ چینی کہاں کی؟ یہ تسلی بھرے الفاظ اور معیت باری تعالیٰ کا مژدہ بھی صرف حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ملا۔ کسی دوسرے امتی کو یہ اعزاز نہ مل سکا۔

ایک وضاحت:

چلتے چلتے ایک امر کی بھی وضاحت کر دی جائے۔ تو بہتر ہوگا کہ وہ یہ کہ حزن و ملال سے تسلی دینا اس کا تقاضا یہ ہے کہ حزن و ملال کا وجود ہو۔ یعنی صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر پریشانی طاری ہوئی تھی جس کو مذکورہ قرآنی الفاظ سے دور کر دیا گیا۔ آخر یہ پریشانی کیوں ہوئی؟ تو اس سلسلہ میں گزارش ہے کہ انسانی فطرت و طبیعت کا تقاضا یہ ہے کہ جب کسی مد مقابل یا دشمن کا غلبہ ہوتا دکھائی دے تو خوف و پریشانی آہی جاتی ہے۔ یہ کوئی عیب یا نقص نہیں ہے خود حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے بستر میں آرام کرنے کا حکم دیا۔ تو علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی سلامتی کا عہد لیا تھا۔ جب سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے سلامتی کا عہد دیدیا۔ تو حضرت علی نے خوشی میں تبسم فرمایا۔ عبارت

ملاحظہ ہو۔

بحار الانوار:

فَقَالَ عَلِيٌّ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَوْ تَسْلِمَنَّ
بِمَبِيتِي هُنَاكَ يَا نَبِيَّ اللَّهِ قَالَ نَعَمْ

فَتَبَسَّ عَلَيَّ عَلَيْهِ السَّلَامُ ضَاحِكًا
وَ أَهْوَى إِلَى الْأَرْضِ سَاجِدًا شُكْرًا
لَمَّا أَنْبَاهُ بِهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَآلِهِ مِنْ سَلَامَتِهِ .

(بحار الانوار جلد ۱۹ ص ۶ مطبوعہ تہران - طبع جدید)

ترجمہ: جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بستر میں رات گزارنے کا حجت
علی کو حکم دیا، تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضور سے درخواست کی۔
کہ کیا آپ اس بات کی ضمانت اور سلامتی کی ذمہ داری لیتے ہیں۔ کہ
میری رات بخیر و عافیت بسر ہو جائیگی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
ہاں یہ سن کر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ماسے خوشی کے منہس پڑے
اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اپنی سلامتی کی خبر سن کر بطور شکرانہ
زمین پر سجدہ رہ نہ ہو گئے۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بھی کفار کی طرف
سے خوف و حزن کا احساس رکھتے تھے۔ تبھی تو آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے تسلی
مل جانے پر بہت خوش ہوئے۔ تو اگر اس واقعہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ پر کوئی
اعتراض نہیں ہو سکتا۔ تو پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر اعتراض کیوں جبکہ
بات دونوں کی ایک جیسی ہی ہے۔

ان حقائق کے باوجود پھر بھی اگر کوئی حسد و بغض کا مارا وہی راگ الا پتا پھرے
اور سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی ذات مقدسہ پر تبرہ بازی کرتا رہے۔ اور ہڈیاؤں
کیفیت میں یہ کہتا پھرے۔ کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اُن عہد و بیان میں بالکل
مخلص نہ تھے۔ جو انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ باندھے۔ تو میں ایک

سر شخص کو چیلنج کرتے ہوئے کہتا ہوں کہ کوئی ایک ایسی حدیث صحیح کسی کتاب سے دکھا دو جس میں مذکور ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے بعد کسی وقت اور کسی کے سامنے یہ فرمایا ہو کہ ابو بکرؓ نے مجھ سے کئے گئے وعدے نہیں نبھائے اور سفر ہجرت میں بے وفائی کا مظاہرہ کیا تو میں اس ہر ایک شخص کو مرنے مانگا انعام دوں گا۔

مذکورہ واقعہ میں خاص کردہ الفاظ کہ جن میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کہا تھا، ”میرے مال باپ، میرا ساز و سامان اور میری تمام ملکیت حضور پر قربان“ یہ ایسے صدق و خلوص کے آئینہ دار ہیں کہ انہیں پڑھ کر ہر ذی عقل و ہوش بے ساختہ کہہ اٹھتا ہے کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور ان کے اہل و عیال کو دوران ہجرت جو خدمات سرانجام دینا نصیب ہوئیں وہ انہی کا حق تھا۔

این سعادت بزور بار و نیست

تانه بخشند خدائے بخشنده !

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

حبش تبوک کے لیے عثمان غنی کی فقیہ المثل مالی

امداد اور زبان رسالت سے جنت کی بشارت

حوالہ نمبر ۲۔

ناسخ التواریخ :-

چوں پیغمبر لختے تبریض جہاد سخن کرد۔ در موم مدینہ حبش باوید گشت۔
 لاجرم عثمان بن عفان کرایں وقت دوست شتر و دست اوقیہ سیم
 از بہر تجارت بشام بساز کرده بود بتماست بحضرت رسول آورد و
 برائے تجہیز لشکر پیش خدمت داشت پیغمبر فرمود۔ لَا يَبْرُكُ عُثْمَانُ
 مَا عَمِلَ بَعْدَ هَذَا و بروایتی سی صد شتر با ساز و برگ و
 ہزار مثقال زبر سرف حاضر کرد و پیغمبر فرمود۔ اللَّهُمَّ اَدْخِلْ عَثْرَ
 عُثْمَانَ فَاِيَّاهُ دَاخِلٌ و نیز گفتہ انداز سی ہزار تن لشکر کہ سفر تبوک کردہ
 بود و پھر را عثمان تجہیز کرد و علماء عامہ از بہر اچہیں حدیث کند کہ پیغمبر
 فرمود مَنْ جَاهَزَ جَيْشَ الْعُسْرَةِ فَلَهُ الْجَنَّةُ فَجَاهَزَهَا عُثْمَانُ۔
 عمر بن خطاب گوید کہ من با خود اندیشیدم کہ امروز برابر ابو بکر سبقتی گرم
 و یک تیمہ مال خود را بحضرت رسول بروم تا کار شکر بسازد و فرمود یا بن
 الخطاب! از بہر اہل خود چہ ذخیرہ نہادہ ای؟ عرض کردم ہم بدین
 مقدار برائے اہل خویش گذاشتہ ام۔ ای ہنگام ابو بکر رسید و اندوختہ
 خویش را بتماست پیش داشت پیغمبر فرمود۔ از برائے اہل خود چہ

نہادہ ای؟ عرض کرشاذ اَخَذْتُ اللّٰهُ وَرَسُولَہُ یعنی خدا و رسول
را از بہر ایشاں ذخیرہ نہادہم۔ عمر گفت۔ اسے ابو بکر! بیچگاہ بر تو پیشانی توانستم
گرفت۔

دناخ التواریخ جلد ۳ ص ۱۸۴ زندگانی رسول صلی اللہ

علیہ وسلم مطبوعہ تہران طبع جدید

ترجمہ۔ غزوہ تبوک کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سامان جنگ اور دیگر ضروریات
کی فراہمی کے لیے لوگوں کو جوش و لالیاہ جس کی وجہ سے شہر مدینہ میں اس پر
عمل درآمد کے لیے خوب جوش و خروش پیدا ہوا۔

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس اس وقت بائیس اونٹ اور
بائیس اوقیہ سونا چاندی تھی جو انہوں نے شام کی طرف تجارت کی غرض سے
تیار کر رکھا تھا۔ یہ تمام سامان انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں
لا حاضر کر دیا۔ تاکہ شکر اسلام کی تیاری میں صرف ہو سکے۔ اس امداد کو دیکھ
کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان کے بارے میں فرمایا۔ اس کے
بعد عثمان جو بھی عمل کرے گا۔ اسے کچھ نقصان نہ پہنچا سکے گا۔ یعنی
یہ اس عمل کی بنا پر جنتی ہو گئے۔ چاہے اب کچھ کرتے پھرے!

ایک اور روایت کے مطابق حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے
تین سو اونٹ بمعہ ساز و سامان کے لے لے ہوئے اور ایک ہزار مثقال
سونا حضور کی خدمت میں پیش کیا۔ اس پر آپ نے دعا مانگی۔

وہ اسے اللہ میں عثمان سے راضی ہوں۔ تو بھی راضی ہو جا،

یہ بھی کہا گیا ہے۔ کہ تیس ہزار کے اسلامی شکر کہ جس نے غزوہ تبوک میں
شرکت کی اس میں دو حصوں یعنی بیس ہزار سپاہیوں کی خوراک و

ضروریات کی ذمہ داری حضرت عثمان نے اٹھالی۔ اور علمائے کرام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے یہ الفاظ بھی ذکر کئے: ”جس نے جیش العسرة (یعنی غزوہ تبوک) کے لیے سامان جنگ اور ضروریات میں مسلمانوں کی مدد کی۔ اس کے لیے جنت واجب ہے۔ اس پر حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے یہ سب کچھ کیا،“

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ میں غزوہ تبوک کے وقت اپنے طور پر یہ سوچ رہا تھا۔ کہ میں مالی طور پر مدد دینے میں آج ابو بکر سے بڑھ جاؤں۔ تو اس خیال کے مطابق میں نے اپنا اُدھا مال و متاع حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر کیا۔ تاکہ آپ شکر پر صرف فرمائیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجھ سے دریافت فرمایا۔ اے ابن خطاب! اپنے گھر والوں کے لیے کیا کچھ چھوڑ آئے ہو؟ عرض کیا۔ حضور جتنا حاضر خدمت کر دیا اتنا ہی گھر میں چھوڑ آیا ہوں۔ اسی دوران حضرت ابو بکر صدیق بھی آگئے۔ اور اپنی تمام پونجی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ڈھیر کر دی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دریافت کیا۔ اپنے گھر والوں کے لیے کیا چھوڑا ہے؟ عرض کی۔ ان کے لیے اللہ اور اس کے رسول کا عظیم الشان ذخیرہ چھوڑ کر آیا ہوں۔ یہ سن کر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بولے۔ اے ابو بکر! کسی میدان میں بھی میں تجھ سے آگے نہیں بڑھ سکتا۔

مذکورہ حوالہ سے یہ امور ثابت ہوئے۔

- ۱۔ جنگ تبوک کے موقع پر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی مالی معاونت پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں فرمایا کہ حضرت عثمان کے اس عمل کے بعد وہ جو بھی عمل کریں۔ وہ انہیں نقصان نہ پہنچائے گا۔ یعنی ان کا حساب نہ ہوگا۔ اور نہ ہی جنت میں جانے سے رکاوٹ بنے گا۔
- ۲۔ ان کی مالی امداد کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے یہ دعا مانگی ہے
اللہ اے عثمان سے راضی ہوں۔ تو بھی راضی ہو جا،
- ۳۔ سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے تمام اثاثہ کا نصف حصہ لاکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیش خدمت کر دیا۔ جس سے ان کی فایت عقیدت و محبت کا اظہار ہوتا ہے۔ اور اسلام سے وابستگی کا پتہ چلتا ہے۔
- ۴۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ وہ عظیم المرتبت شخصیت ہیں کہ اپنے تمام گھروار کے اثاثہ کو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اشارے پر حاضر خدمت کر دیا۔ عشق صادق اور محبت کامل کا یہی تقاضا ہوتا ہے کہ آدمی اپنے محبوب کو راضی کرنے کے لیے سب کچھ قربان کر دینے کو تیار ہو جاتا ہے۔ اسکا وجہ ہے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنے خیالات و عقیدت کا اظہار یوں کیا۔ اے ابوبکر۔ آج مجھے یقین کامل ہو گیا کہ عشق و محبت کے میدان میں کسی صورت میں بھی میں تمہیں اپنے پیچھے نہیں چھوڑ سکتا۔ یہ تمہارا ہی حصہ ہے کہ اس میدان میں تم فرد بے مثل ہو۔ تمہارا مقابلہ غیر متوقع ہے۔



خلاصہ کلام:-

درج بالا امور کا خلاصہ کچھ یوں کہا جاسکتا ہے۔ کہ حضرات خلفائے ثلاثہ رضوان اللہ علیہم نے بارگاہ رسالت میں ایسی عظیم مالی قربانیاں دیں۔ جس کی مثال دیگر صحابہ کرام سے نہیں مل سکتی۔ انہی عظیم خدمات کے صلہ میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے حق میں اپنی خوشنودی کا اظہار فرما کر اللہ سے دعا و خوشنودی مانگی۔ اور اس قربانی کی مقبولیت اور عظمت کے پیش نظر آپ نے یہاں تک فرما دیا کہ عثمان کا اُتدہ کا کوئی عمل ان کے حاصل شدہ مراتب میں کمی کا سبب نہ بن سکے گا۔ تو جس شخصیت کے اعمال کا حساب و کتاب بقول مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ بھی از روئے فضل و کرم نہیں لے گا۔ ان کے اعمال کی باز پرس ایک گھسا پٹا ذکر کرنا شروع کر دے تو بجز اس کے ہم کیا کہہ سکتے ہیں کہ ایسے بد بخت نے خود اپنا ہی نامہ اعمال بیاہ کیا ہے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے اجر و ثواب اور ان سے خوشنودی رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں فرق نہیں آسکتا۔

اس کے علاوہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی قربانیاں اتنی عظیم تھیں کہ فاروق اعظم بھی ان کی ہمسری نہ کر سکے۔ صدیق اکبر کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے والہانہ عقیدت و محبت کا اس واقعہ میں کتنا عظیم ثبوت ہے۔ کہ عرض کرتے ہیں۔ حضور گھر کا سامان زلیست اور مال و زر تو سب کا سب حاضر خدمت کر دیا لیکن پھر بھی خسارے اور نقصان میں نہیں ہوں۔ کیونکہ کائنات کا والی اور خلاق دو جہاں یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ اور پروردگارِ عالم میرے گھر موجود ہیں۔ مجھے تو ان سے عقیدت و محبت ہے مجھے تو ان کی معیت و صحبت چاہیے۔ مال و دولت آپ پر کیا بلکہ آپ کے ادنیٰ تعلق دار پر بھی قربان ہے۔ پھر بھی اگر کوئی ازلی بد بخت ان کے بارے میں

یہ کہتا پھرے۔ کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے دختر رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ خاتون جنت کا ”باغ فدک“، ان سے تحصیل کیا تھا۔ تو اس کا یہ کہنا کہاں تک درست ہو سکتا ہے؟ حالانکہ اہل تشیع کی معتبر کتاب ”ناسخ التواریخ تاریخ الخلفاء جلد اول ص ۱۵۱ اور حق المیقین ص ۱۲۷، پر مذکور ہے۔

”ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا سے کہا: پیغمبر آخر الزمان کی تخت جگر! میرا تمام بازو سامان تم پر قربان تمہیں اس میں ہر طہ تصرف کرنے کا اختیار ہے۔ میں تو حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم مخالفت سے ڈرتا ہوں۔ وہ حکم یہ ہے کہ ہم گروہ انبیاء دنیوی وراثت نہیں چھو اوصحاب کا عمل یہ تھا کہ باغ فدک کو آپ نے اپنا ذاتی مال نہیں بنایا تھا۔ تاکہ اس وراثت جاری ہو سکے“

یہی وجہ ہے۔ کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے باغ فدک کی آمدنی اہل بیت فقراء و مساکین کے لیے وقف کر دی تھی۔ اگر وہ قبضہ کرنا چاہتے۔ تو اس کی آمدنی کو اپنے تصرف میں لاتے۔ جب آپ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو حقیقت سے آگاہ کیا۔ تو سیدہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا نے اس باغ کی حصول سے دست بردار فرمائی۔ اور رضامند ہو گئیں۔

حوالہ نمبر ۳۔

مجمع البیان :-

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَالِهِ وَسَلَّمَ جَالِسًا مَعَ حَفْصَةَ فَتَشَاجَرَا
بَيْنَهُمَا فَقَالَ لَهَا هَلْ لَكَ أَنْ أَجْعَلَ بَيْنِي

وَبَيْنَكَ رَجُلًا قَالَتْ نَعَمْ فَأَرْسَلَ إِلَى عُمَرَ
فَلَمَّا آتَى دَخَلَ عَلَيْهِمَا قَالَتْ لَهَا تَكَلَّمِي
فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ تَكَلَّمِي وَلَا تَقُلْ إِلَّا
حَقًّا فَرَفَعَ عُمَرُ يَدَهُ فَوَجَّأَ وَجْهَهَا ثُمَّ
رَفَعَ يَدَهُ فَوَجَّأَ وَجْهَهَا فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ كُفِّتَ فَقَالَ
عُمَرُ يَا عَدُوَّةَ اللَّهِ النَّبِيُّ لَا يَمُوتُ إِلَّا
حَقًّا وَالَّذِي بَعَثَهُ بِالْحَقِّ لَوْ لَا مَجْلِسُهُ مَا
رَفَعْتُ يَدِي حَتَّى تَمُوتِي۔

(۱) (تفسیر مجمع البیان جلد ۲ جزء ۱ ص ۳۵۳ مطبوعہ

تہران طبع جدید)

(۲) تاریخ التواریخ حضرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

جلد ۳ ص ۱۱۱ و قانع سال نهم ہجرت مطبوعہ تہران

طبع جدید)

ترجمہ :- حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک دفعہ حضور
صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی زوجہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما کے درمیان
کچھ اختلاف سارو نما ہو گیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا اگر
میں کسی مرد کو اپنے اور تمہارے درمیان ثالث مقرر کروں۔ تمہیں
منظور ہوگا۔ کہا۔ ہاں یا رسول اللہ! آپ نے کسی کو حضرت عمر رضی اللہ
عنہ کی طرف بھیجا۔ تاکہ انہیں بکالائے۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ
حاضر خدمت ہوئے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب حفصہ سے فرمایا

کہو کیا بات ہوئی؟ حضرت حفصہ کہنے لگیں حضور! آپ فرمائیں۔ لیکن
 سچ ہی بیان فرماتا۔ (یہ جملہ سن کر) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے زور سے
 حفصہ کے چہرے پر ہاتھ مارا۔ کہ انہیں اس سے بہت درد ہوا۔ پھر دوسرا
 طمانچہ مارا۔ اس کے ساتھ ہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر کو
 رک جانے کا حکم دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حفصہ سے کہا۔ اے دشمن
 خدا! اللہ کا پیغمبر کبھی بھی حق کے سوا گفتگو نہیں کرتا۔ خدا کی قسم کہ جس نے حضور
 صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا۔ اگر یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی
 معقل پاک نہ ہوتی (اور آپ جلوہ فرمانہ ہوتے) تو میں تجھے آٹا مارتا۔ کہ تو
 ختم ہو جاتی۔

لمحضر فکر یہ :-

آپ خود فرمائیں۔ کہ جو شخص اپنی اولاد کو آپ رسول سکھانے کی خاطر اس قدر
 سزا دینے کا اعلان کرتا ہو۔ کہ جان سے اردوں گا۔ ایسے شخص کی عقیدت اور محبت
 پر کون حوت زنی کر سکتا ہے؟ اور ایسا شخص اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا بدخواہ اور
 دشمن کیونکر ہو سکتا ہے؟ لہذا معلوم ہوا۔ کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے نزدیک
 اپنی اولاد اپنے مال و دولت اور اپنی جان کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے مقابلہ کوئی
 اہمیت نہ تھی۔ پھر بھی اگر کوئی بد بخت ایسی شخصیت کے بارے میں برا بازیا کرے۔ تو اس
 سے بڑھ کر دشمن خدا اور دشمن رسول کون ہو گا۔ اللہ تعالیٰ سمجھ عطا فرما دے۔



حوالہ نمبر (۴)۔

مناقب ابن شہر آشوب۔

الْقَالَ قَتَانِي عَنْ الْوَلِيدِ بْنِ مَسْلَمٍ عَنْ حَنْظَلٍ : تَأْتِي
سَفِيَانُ عَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ قَالَ لَقَاءَ دُونَ عُمَرَ
بُنِ الْخَطَّابِ الدَّوَاوِينَ بَدَأَ بِالْحَسَنِ وَبِالْحُسَيْنِ
عَلَيْهِمَا السَّلَامُ فَصَلَا حُجْرَهُمَا مِنَ السَّمَاءِ
فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ ثَقِفْتُمَاهُمَا عَلَى وَلِيٍّ
صُحْبَةٍ وَهِيَ جُرَّةٌ دُونََهُمَا فَقَالَ عُمَرُ
اسْكُتْ لَا أَمَرَ لَكَ أَبُوهُمَا خَيْرٌ مِنْ أَبِيكَ
وَأُمُّهُمَا خَيْرٌ مِنْ أُمِّكَ

(مناقب آل ابی طالب جلد ۲ ص ۱۱۱ فی اند)

غیر منقول بعد النبی۔ مطبوعہ قمر طبع جدید)

ترجمہ ۱۔ بخلاف اسناد ابن حوشب نے کہا جب حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ
نے مجاہدین کے ناموں کے رجسٹر تیار کیے۔ تو ان میں سرفہرست حضرات
حسنین کریمین کے نام لکھے۔ پھر انہیں اس قدر وافر مال عطا فرمایا کہ ان کے
گھر بھر گئے۔ یہ دیکھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بیٹے عبداللہ نے
ابا جان سے کہا۔ آپ نے مجھ پر ان دونوں صاحبزادوں کو فوقیت
دے دی۔ حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اور ہجرت دونوں میں
میں ان سے اگے ہوں۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے
سے فرمایا۔ تیری ماں نہ رہے چپ ہو جا۔ تیرا باپ ان کے باپ سے

بہتر نہیں۔ اور ان کی والدہ تمہاری والدہ سے کہیں بہتر ہے۔

لمحہ فکر یہ :-

آپ حضرات نے سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے خیالات و ارشادات ملاحظہ فرمائے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد اور اہل بیت سے انہیں کسی قدر عقیدت و محبت تھی۔ اپنی حقیقی اولاد کو بھی ان کی دل جوئی کی خاطر جبرک دیتے ہیں۔ خاص کر حضرت خاتونِ جنت کے متعلق ان کے الفاظ عقیدت و مؤدت کے انتہائی اُمینہ وار ہیں۔ کہ انہیں خود اپنی بیوی یعنی عید اللہ کی والدہ سے کہیں بہتر قرار دے رہے ہیں۔ اور ہر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی عقیدت اہل بیت کا یہ عالم اور ادھر کچھ نام نہاد و مجبان اہل بیت یہ کہتے پھرتے ہیں۔ اور اپنی کتا بوں کو اپنے نامہ اعمال کی طرح سیاہ کرتے پھرتے ہیں۔ کہ ہر نماز کے بعد عمر فاروق رضی اللہ عنہ پر لعنت بھیجنا ضروری ہے (معاذ اللہ!) ان بد زبانون کو کم از کم یہ تو خیال کرنا چاہیے تھا۔ کہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے قلب و جگر میں اہل بیت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے کتنی گہری عقیدت تھی۔ یہ کس قدر ان پر جان تشار تھے۔ آئیے! امام حسین رضی اللہ عنہ سے ہی پوچھیں۔ کہ اسے فرزند رسول حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے بارے میں آپ کے کیا تاثرات و خیالات ہیں۔ کیا تم انہیں اپنا دشمن سمجھتے ہو یا یہی خواہ اور محبت کرنے والا ایک عظیم انسان؟

ناسخ التواریخ :-

ہائے اے ابو عبد الرحمن تو از نصرت من دست باز دار و مرا بحال خویش
باز گزار الا انک بدعائے خیر مرا یاد میکنی بد اں خدا سے کہ جد مرا برسات
فرستادہ اگر پدرت عمر بن الخطاب دریں روزگار مراد ریافتی سر ز یاری

من بزنا فتی و چنانکہ پیش مصطفیٰ پیش من و راستاوی و مرا نصرت دادی۔

دنا سخ التواریخ جلد ۲ ص ۲۵ سخنان ابن عباس

و عبد اللہ باحسین علیہ السلام مطبوعہ کتابخانہ اسلامیہ تہران طبع جدید

ترجمہ :- افسوس! اے ابو عبد الرحمن (عبد اللہ بن عمر)! تو میری مدد سے بھلا کھڑا
ہو۔ اور مجھے اپنے حال پر رہنے دے۔ ہاں میرے حق میں دعا کے خیر
کرتے رہنا۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے میرے تانا حضرت
محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول بنا کر مبعوث فرمایا۔ اگر تمہارے والد
حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ان دنوں مجھے پاتے یعنی وہ زندہ
ہوتے اور میرے ساتھ ہوتے تو میری مدد سے کبھی بھی انکار نہ کرتے۔
اور اسی طرح کہ جس طرح وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دستہ بستہ کھڑے
ہوتے۔ آج میرے سامنے ویسے ہی کھڑے ہوتے۔ اور میری ہر ممکن
مدد کرتے۔

لمحہ فکریہ :-

اوپر ذکر شدہ واقعہ سے خود حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی زبانی یاد رکھ کر کتب
شیعہ کے حوالہ سے ایہ معلوم ہوا کہ جناب امام موصوت، سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو
کس قدر جان نثار مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سمجھتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی جان نثاری
انہیں آج اڑے وقت میں یاد آ رہی تھی۔ اور مارے افسوس کے یہ فرما رہے تھے۔ اے
کاش! آج اگر فاروق اعظم زندہ ہوتے۔ تو ان کا کردار وہی ہوتا جو حضور سرور کائنات
صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں ہوا کرتا تھا۔ یعنی وہ مجھ پر جان و مال کی بازی لگا دیتے۔
لیکن میرا کسی قسم کی تکلیف سے دوچار ہونا گوارا نہ کرتے۔

حوالہ نمبر (۵)۔

منتخب التواریخ۔

روایت نمودہ اند کہ عمر بن خطاب بجمہ اسامہ بن زید پنج ہزار دینار
از بیت المال مقرر کردہ و از برائے پسر خود عبد اللہ دو ہزار دینار۔
عبد اللہ گفت اسامہ را بر من ترجیح دادی و حال آنکہ من از غزوات
حضرت پیغمبر (ص) دیدہ ام آنچه را کہ او ندیدہ مگر گفت بجبت آنکہ پیغمبر (ص)
اورا پذیر تو بیشتر دوست میداشت۔

(۱) منتخب التواریخ ص ۹۴ فصل ہفتم در ذکر خدمت

گزاراں صدیقہ طاہرہ۔ مطبوعہ تہران طبع جدید

(۲) تاریخ التواریخ۔ جلد ۳ ص ۲۶ مطبوعہ

تہران طبع جدید۔

ترجمہ۔ روایت ہے کہ سیدنا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے بیت المال
سے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کے لیے پانچ مزار دینار مقرر
فرمائے۔ اور اپنے حقیقی بیٹے حضرت عبد اللہ کے لیے صرف دو ہزار
دینار مقرر فرمائے۔ حضرت عبد اللہ نے عرض کی۔ ابا جان! آپ نے
اسامہ بن زید کو مجھ پر ترجیح دے دی۔ حالانکہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم
کے ساتھ غزوات میں بھی شریک رہا۔ اور جو کچھ میں نے دیکھا۔ اسامہ
کو وہ دیکھنا نصیب نہ ہوا۔ یہ سن کر حضرت عمر نے فرمایا رسول خدا اسامہ کو
نیرے باپ سے زیادہ دوست رکھتے تھے۔

‡

لمحہ فکریہ :-

مذکورہ واقعہ اس امر کی بین دلیل ہے۔ کہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دل میں کس قدر عظمت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تھی۔ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے جس کو اپنا محبوب بنایا۔ اس کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے حقیقی بیٹے سے بھی زیادہ اہمیت دی۔ اسی اہمیت اور ترجیح کا ثمرہ ہے۔ کہ آپ نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو جو محبوب مصطفیٰ تھے۔ پانچ ہزار دینار عطا کیے۔ اور ان کے مقابلہ میں اپنے بیٹے کو صرف دو ہزار دینار دیئے۔ اور ساتھ ہی وضاحت بھی فرمادی۔ کہ اس اہمیت اور ترجیح کی وجہ کوئی مخصوص بہادری یا دیگر اہم امر نہیں۔ بلکہ وہ میرے نزدیک اس وجہ سے اہم ہیں کہ ان سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم محبت کرتے تھے۔ اور میرا یہ عقیدہ ہے۔ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جس شخص اور چیز سے محبت فرمائیں۔ وہ میرے نزدیک ہر دوسری چیز سے اہم اور راجح ہے۔ تم اگرچہ میرے حقیقی فرزند ہو۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب کا مقابلہ نہیں ہے۔ اندازہ فرمائیں۔ کہ جس شخصیت کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پسندیدہ ہونے کا ثمرہ حاصل ہو۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اسے خود اپنے آپ سے بھی بہتر سمجھتے ہیں۔ اس بہتری کی بنیاد صاف ظاہر کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چاہت اور پسندیدگی ہے۔ تو ایسے آدمی کے نزدیک خود سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت اور دار قلمی کو کون بیان کر سکتا ہے؟ لہذا اس واقعہ کے ضمن میں یہ بات بالکل ظاہر و باہر ہوئی۔ کہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو یہ ثمرہ حاصل رہا۔ کہ انہوں نے حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کے اونٹے ارشاد پر اپنا مال و متاع اور جان تک قربان کرنے سے دریغ نہ کیا۔



ناسخ التواریخ :- ابو بکر نے اپنے کافر بیٹے پر تلوار اٹھالی :-
 بالجملہ در آن گیر و دار عبد الرحمن بن ابی بکر بمیدان آمدہ مبارز خواست ابو بکر
 اہنگ جنگ او کرد تیغ بر او کشید پیغمبر فرمود "يَسْمُ سَيْفَكَ وَ
 اَرْجِعْ اِلَى مَكَانِكَ وَ مَتَّعْنَا بِنَفْسِكَ"
 دناسخ التواریخ جلد اول ص ۳۲ و قانع سال سوم
 مطبوعہ تہران طبع جدید

ترجمہ :- مختصر یہ کہ اس پکڑ دھکڑ کے دوران (جو جنگ احد میں ہوئی) عبد الرحمن
 بن ابی بکر (جو ابھی مشرف باسلام نہ ہوئے تھے) میدان میں نکلا۔ اور
 در مقابل طلب کیا۔ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ جو عبد الرحمن مذکور کے
 والد حقیقی ہیں) نے اس سے جنگ رٹنے کا ارادہ فرمایا۔ اور تلوار نیام
 سے باہر نکال لی۔ یہ دیکھ کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا
 ۔ اے ابو بکر! اپنی تلوار نیام میں ڈال لو۔ اور اپنی جگہ واپس ہو جاؤ۔
 اور ہمیں اپنی ذات و شخصیت سے نفع پہنچاؤ۔

لمحہ فکر یہ :-

اہل تشیع کی معتبر تاریخی کتاب نے اس واقعہ کے ذکر کے ضمن میں یہ بات بالکل
 واضح کر دی کہ اسلام اور بانی اسلام صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت و عقیدت کی بنا پر
 سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنے حقیقی بیٹے کو بھی کوئی اہمیت نہ دی۔ بلکہ عشق و
 محبت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے سرشار صدیق اکبر نے اُسے (حقیقی بیٹے کو) قتل کرنے

کا مصمم ارادہ کر لیا۔ اگر سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم انہیں منع نہ فرماتے تو اس قتل سے انہیں کوئی روک نہ سکتا تھا۔ اسی عشق صادق اور محبت کاملہ کے صلہ میں حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت صدیق کے بارے میں ارشاد ہے: ”اگر میں کسی کو خلیل بناتا تو صدیق اکبر کو بناتا۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔“

ناسخ التواریخ: فرمان نبی ابو بکرؓ نے مجھے زیادہ جانی مالی امن دیا۔

میز فرمود کہ خداوند بخیر کردہ است بندہ را میان دنیا و آخرت و آنچه نزد او بود یعنی از ثواب و نعیم و تقاضا را اختیار کرواں بندہ از آنچه نزد خدا بود۔ ابو بکرؓ گریست و خام از گریہ۔ اور در عجب شدند ہمانا ابو بکرؓ فہم کرد کہ اں بندہ مخیر بنماید است۔ رسول خداؐ فرمود۔

اِنَّ مِنْ اَمَنِ النَّاسِ عَلَيَّ فِي صُحْبَتِيْهِ وَمَالِيْهِ اَبَا بَكْرٍ بِنِ اَبِيْ قُحَافَةٍ وَلَوْ اَتَّخَذْتُ خَلِيْلًا لَّا اَتَّخَذْتُ اَبَا بَكْرٍ خَلِيْلًا۔

د ناسخ التواریخ حالات زندگی حضور علیہ الصلوٰۃ و

والسلام جلد ۲ ص ۱۲۱ مطبوعہ تہران طبع جدید

ترجمہ:- آپ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک بندے کو اس بات کا اختیار دیا ہے کہ دنیا و آخرت میں سے کسی ایک کو پسند کرے اور جو کچھ اللہ کے ہاں ثواب و نعمتیں اور اس کی ملاقات کا حصول ہے۔ تو اس بندہ نے ان میں سے وہ پسند کیا۔ جو اللہ تعالیٰ کے ہاں تھا۔ یہ سن کر حضرت ابو بکر صدیقؓ رو پڑے۔ لوگ یہ دیکھ کر تعجب میں پڑ گئے لیکن یہ حقیقت تھی کہ ابو بکر صدیقؓ رضی اللہ عنہ اس امر کی تہہ تک پہنچ

گئے تھے۔ کہ اس بندہ سے کون مراد ہے۔ جسے اختیار دیا جا رہا ہے۔
 حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”بے شک جس نے
 مجھ پر ایمان لائے اور مالی قربانیاں کرنے میں سب سے سبقت کی۔ وہ
 ابوبکر بن ابوقحافہ ہیں۔ اگر میں کسی کو غلیل بنانا۔ تو وہ یقیناً ابوبکر ہوتے۔ حضرت
 ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے محبت ایک مثالی
 محبت تھی۔ اسی عشق صادق کی بنا پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک
 صحابی کے جواب میں یہ ارشاد فرمایا۔ جب کہ اس نے دریافت کیا۔ کہ یا رسول اللہ
 آپ کے نزدیک محبوب ترین انسان کون ہے؟ فرمایا۔ صدیق اکبر۔ پھر
 سائل نے پوچھا۔ عورتوں میں سے۔ فرمایا۔ عائشہ۔

دما نیخ روضۃ الصفاء جلد دوم ص ۳۸۰

ذکر احوال فاطمہ الانبیاء ص ۱۷۱

مطبوعہ نوکشور

یہ چند واقعات وہ ہیں جن میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ
 کے فضائل معلوم ہوئے۔ چلتے چلتے ایک اودھ واقعہ اور سن لیجئے۔ جس سے معلوم
 ہوگا۔ کہ اللہ رب العزت نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے قلب باکمال میں اپنے حبیب
 صلی اللہ علیہ وسلم کی کس قدر عظمت و دینیت فرمائی تھی۔

ناسخ التواریخ۔

اذا انحضرت مدینہ کئند کفرمود۔

مَا بَيْنَ قَبْرِیْ وَ مَنَبْرِیْ رَوْضَتُهُ مِنْ رَّیَاضِ الْجَنَّةِ وَ مَنَبْرِیْ عَلٰی حَوْضِیْ

در رسول خدا سے چوں بر منبر نشست پاٹے مبارک را بر پایہ سیم می نهاد و ابوبکر

درپایہ سیم می نشست و پائے در دوم می نشست و عمر در دهم می نشست و پائے
را بر زمین می نهاد۔

دنا سخ التواریخ حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم
جلد نمبر سوم ص ۵۴ اوقات مع سال ہشتم
ہجرت۔ مبلوعدہ تہران طبع جدید

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے۔ کہ آپ نے ارشاد فرمایا۔ میری قبر
اور میرے منبر کے درمیان جنت کے باغوں میں سے ایک باغیچہ ہے اور
میرا منبر میرے حوض پر ہے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم منبر شریف پر
تشریف فرما ہوتے۔ تو آپ کے پاؤں مبارک تیسری سیڑھی پر رکھے ہوتے
تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تیسری سیڑھی پر بیٹھتے اور پاؤں
دوسری سیڑھی پر رکھتے۔ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ دوسری
سیڑھی پر بیٹھتے۔ اور ان کے پاؤں زمین پر ہوتے۔

اس واقعہ سے حضرت صدیق اکبر اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا ادب و احترام
کس قدر نمایاں نظر آ رہا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جس سیڑھی پر تشریف فرما ہوتے
صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی عقیدت اور محبت نے یہ گوارا نہ کیا۔ کہ اسی سیڑھی پر بیٹھیں۔ بلکہ
ایک سیڑھی نیچے ہو کر بیٹھتے تھے۔ یہ صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹھنے کی
جگہ ہونے کی وجہ سے تھا۔ ایک چیز کہ جس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عدم موجودگی میں
صدیق اکبر اس پر بیٹھنے کی جسارت بوجہ احترام نہیں کرتے۔ اس سے آپ اندازہ لگائیں
کہ جن حضرات کا تعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبی ہو گا۔ (یعنی آپ کی اہل بیت)
ان سے عقیدت و محبت کا اندازہ کون کر سکتا ہے۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی اس محبت و
عقیدت کو دیکھتے ہوئے کب یہ ممکن کہ ان سے کوئی ایسی بات سرزد ہو۔ جس سے

اہل بیت کرام کا دل دکھے۔ اور اسی طرح جناب صدیق سے یہ کیونکر ممکن کہ آپ اہل بیت کرام کے حقوق کے تحفظ کی بجائے، غصب کریں۔

اس سے معلوم ہوا کہ جس شخص کے دل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر کی اتنی وقعت ہے۔ اس سے ایسے واقعات منسوب کرنا کہ جن سے اہل بیت کے ساتھ ناراضگی اور ان کے حقوق کا غصب معلوم ہوتا ہے۔ سراسر بے بنیاد اور باطل ہیں۔

درناسخ التواریخ، اسے ذکر شدہ اس حوالے سے ایک اور بات بھی ثابت ہوتی ہے۔ آپ کا یہ ارشاد گرامی ہے۔

”وہ میری قبر اور میرے منبر کے درمیان جگہ جنت کا ایک ٹکڑا ہے“ اس ارشاد گرامی سے قبر اور منبر شریف کے درمیان واقعہ ٹکڑہ ارضی کی فیصلیت ذکر ہوئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اقدس کی جگہ تو اس ٹکڑے سے کہیں بہتر ہوئی۔ وہ تو جنت کے اعلیٰ مقامات میں سے ایک بلند ترین مقام ہوگا۔ بلکہ دنیا و مافیہا کی ہر شئی سے افضل و اعلیٰ ہے۔ اہل تشیع کا یہ عقیدہ ہے کہ سیدہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا کی قبر انور ”ریاض الجنۃ“ میں ہے۔ اس لیے جو شخص ان کی قبر انور (ریاض الجنۃ) میں بیٹھ گیا۔ وہ جنت میں بیٹھ گیا۔ اور جنتی ٹھہرا۔ سیدہ خاتون جنت کی قبر کے نزدیک بیٹھنے والا جنتی ہو گیا۔ ہم مانتے ہیں۔ لیکن ذرا ان خوش بخت حضرات کی خوش بختی کا اندازہ لگائیں۔ جنہیں اللہ تعالیٰ نے وہ مقام دیا عطا فرمائی۔ جس پر لاکھوں جنتیں بھی قربان۔ تو کیا وہ وہاں آرام فرمانے کی وجہ سے جنتی نہیں ہو سکتے۔ ہاں یقیناً وہ جنتی ہیں۔ کیونکہ وہ اس شخصیت کے پہلو میں آرام فرمائیں۔ جو کوثر کی قاسم اور مالک ہے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار



باب سوم

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے خاندان کے نبی پاک

صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبی تعلقات

اس باب میں چھ فصلیں ہوں گی۔ فصل اول میں حدیث رسول کی روشنی میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا تعارف۔ فصل ثانی میں خاندان امیر معاویہ کے بنی ہاشم کے ساتھ نسبی تعلقات۔ فصل سوم میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی اہل بیت سے عقیدت اور محبت اور فصل چہارم میں شان معاویہ درنگاہ علی مرتضیٰ فصل پنجم میں امام حسن و امیر معاویہ کی جنگ کی حقیقت اور فصل ششم میں حسنین کی دست معاویہ پر بیعت کا بیان ہوگا۔

فصل اول

تعارف و شان امیر معاویہ از کتب اہل سنت و اہل تشیع

سیدنا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ یوم فتح مکہ کو مشرف باسلام ہوئے۔ اس وقت ان کی عمر اٹھارہ برس تھی۔ بایں وجہ آپ صحابی رسول کے وصف سے مزین ہوئے۔ شرف صحابیت کے ساتھ ”کاتب وحی“ ہونا بھی ان کا اعزاز ہے۔

روایت اول :-

دعاء رسول اے اللہ معاویہ رضی اللہ عنہ کو ہادی اور مہدی بنا

تاریخ بغداد :-

قَالَ سَعِيدٌ وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ فِي
مَعَاوِيَةَ اللَّهُمَّ اجْعَلْهُ هَادِيًا وَاهْدِيهِ .

(تاریخ بغداد جلد اول ص ۲۰۸ مطبوعہ مدنیہ منورہ)

ترجمہ : حضرت سعید رضی اللہ عنہ جو صحابی رسول تھے نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ
علیہ وسلم نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں بایں الفاظ دعا مانگی ۔ اے اللہ
امیر معاویہ کو ہادی بنا۔ اور لوگوں کو اس کے ذریعہ ہدایت فرما۔

روایت دوم :-

نسایہ معاویہ پر لعنت خدا و ملائکہ :-

تاریخ بغداد :-

أَخْبَرَنَا ابْنُ رِزْقٍ قَالَ نَا أَبُو الْحُسَيْنِ أَحْمَدُ بْنُ عُمَرَ ابْنِ
يَحْيَى الْأَدْمِيُّ الْقَبْرِي قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ أَبِي الْعَوَّامِ
قَالَ نَا رِبَاعُ بْنُ الْجَرَّاحِ الْمُؤَصِّلِيُّ قَالَ سَمِعْتُ رَجُلًا
يَسْتَشِلُّ الْمَعَانِي بَيْنَ عِمْرَانَ فَقَالَ يَا أَبَا مَسْعُودٍ إِنَّ عُمَرَ

بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ مِنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ اَبِي سُفْيَانَ : فَغَضِبَ مِنْ ذَلِكَ غَضَبًا
شَدِيدًا وَقَالَ لَا يُقَاسُ بِاصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
أَحَدٌ، مُعَاوِيَةُ صَاحِبُهُ وَصِهْرُهُ وَكَاتِبُهُ وَآمِينُهُ عَلَى
وَحْيِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ وَقَدْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
دَعُوا إِلَى أَصْحَابِي وَأَصْحَابِي فَمَنْ سَبَّهُمْ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللَّهِ
وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ .

(تاریخ بغداد جلد اول ص ۲۰۹ مطبوعہ مدینہ منورہ)

ترجمہ: رباح بن جراح موصی کہتے ہیں میں نے ایک آدمی کو ”معانی بن عمران“
سے سوال کرتے سنا۔ اس نے پوچھا۔ اے ابوسعود! عمر بن عبد العزیز
رضی اللہ عنہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں کیسے ہیں؟ یہ سن
کر درابن عمران، انتہائی غضب ناک ہو گئے۔ اور فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم
کے صحابہ کے ساتھ کسی غیر صحابی کا مقابلہ مت کرو۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی، سائے اور اللہ کی وحی کے کاتب اور امین
تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا ہے۔ کہ میرے کسرال مجھ پر رہنے
دو۔ (یعنی میں تم سے بہتر نہیں سمجھتا ہوں۔ ان پر کوئی الزام نہ دھرو)
جس نے ان میں سے کسی کو بھی گالی دی۔ اُس پر اللہ، فرشتوں اور تمام
لوگوں کی لعنت۔

روایت سوم

البدایۃ والنہایۃ :-

وَقَالَ أَبُو الْقَاسِمِ الطَّبْرَانِيُّ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ
الْقَصِيدَ لَأَنِّي ثَنَّا الشَّرِيفَ عَنْ عَاصِمٍ ثَنَّا عَبْدَ اللَّهِ بْنَ جَعْفَرٍ

بْنِ ابْنِ كَثِيرٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ
 لَمَّا كَانَ يَوْمُ أُمِّ حَبِيبَةَ مِنَ النَّبِيِّ (ص) دَقَّ الْبَابَ دَاقٍ
 فَقَالَ النَّبِيُّ (ص) انْظُرُوا مَنْ هَذَا؟ قَالُوا مَعَاوِيَةُ فَقَالَ
 أَيْ ذُنُوبُهُ فَدَخَلَ وَعَلَى أُذُنِهِ قَلَمٌ يَخْطُ بِهِ فَقَالَ مَا
 هَذَا الْقَلَمُ عَلَى أُذُنِكَ يَا مَعَاوِيَةُ؟ قَالَ قَلَمٌ أَعَدُّتُهُ لِلَّهِ
 وَلِرَسُولِهِ فَقَالَ لَهُ جَزَاكَ اللَّهُ عَنْ نَبِيِّكَ خَيْرًا وَأَلَّهُ مَا
 اسْتَكْتَبْتُكَ إِلَّا بِوُحْيٍ مِنَ اللَّهِ وَمَا أَفْعَلُ مِنْ صَغِيرَةٍ وَلَا
 كَبِيرَةٍ إِلَّا بِوُحْيٍ مِنَ اللَّهِ كَيْفَ بِكَ لَوْ قَمَصَكَ اللَّهُ قَيْصًا
 يَعْنِي الْخِلَافَةَ فَقَامَتْ أُمُّ حَبِيبَةَ فَجَلَسَتْ بَيْنَ يَدَيْهِ
 وَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَإِنَّ اللَّهَ مُقَرِّمُهُ قَيْصًا قَالَ
 نَعَمْ وَلَكِنْ فِيهِ مُنَابٌ وَهَنَاتٌ فَقَالَتْ يَا
 رَسُولَ اللَّهِ فَادْعُ اللَّهَ لَهُ فَقَالَ اللَّهُمَّ اهْدِهِم
 بِالْهُدَى وَجَنِّبْهُمُ الضَّلَالَةَ وَاعْفِرْ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ
 وَالْأُولَى -

(البدایۃ والنہایۃ جلد ہشتم ص ۱۲۰ مطبوعہ بیروت و ریاض)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم جس دن ام حبیبہ
 رضی اللہ عنہا کے گھر تھے کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم
 نے فرمایا۔ دیکھو کون ہے؟ کہا معاویہ ہیں۔ فرمایا اندر آئے دو۔ تو حضرت
 معاویہ کانوں میں قلم رکھے ہوئے اندر آئے جس سے کہتے تھے حضور
 علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پوچھا۔ اسے معاویہ! تیرے کان پر رکھا قلم
 کس مقصد کے لیے ہے؟ عرض کی۔ یہ قلم میں نے اللہ اور اس کے

رسول کے لیے تیار کیا ہے۔ فرمایا۔ اللہ تعالیٰ تیرے نبی کی طرف سے تجھے بہتر جزا عطا کرے۔ خدا کی قسم! میں نے تجھے لکھنا صرف اس لیے سکھایا۔ تاکہ تو اللہ کی وحی لکھے۔ میں چھوٹا موٹا ہر کام اللہ کی وحی سے ہی کرتا ہوں اگر اللہ تمہیں خلافت کی قمیص پہنائے۔ تو اس کے متنازع تیرا کیا خیال ہے۔ ”ام حبیبہ، کھڑی ہوئیں۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیٹھیں۔ اور کہنے لگیں۔ یا رسول اللہ! کیا اللہ تعالیٰ معاویہ کو قمیص پہنائے گا (یعنی خلیفہ بنائے گا)۔ فرمایا۔ ہاں۔ لیکن اس میں تکالیف ہیں۔ ام حبیبہ نے عرض کی۔ حضور! پھر ان کے لیے دعا فرمائیں۔ آپ نے دعا کی۔ اے اللہ! معاویہ کو ہدایت عطا فرما۔ اور بد خلقی سے بچا۔ اور دنیا و آخرت میں اس کی مغفرت فرما۔

روایت چہارم:-

البدایہ والنہایہ:-

وَقَدْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ اللَّهُمَّ
عَلِّمْنِي الْكِتَابَ مَكْنُوكَةً فِي الْبِلَادِ وَفِي الْعَذَابِ .

(البدایہ والنہایہ جلد ۸ ص ۱۶۱)

ترجمہ:-

عمر بن عاص کہتے ہیں۔ میں نے سنا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم امیر معاویہ کے لیے یوں دعا فرما رہے تھے۔ ”اے اللہ! اسے ”الکتاب“ سکھا۔ اور شہروں پر تسلط عطا کر۔ اور عذاب جہنم سے اسے بچا۔



ان چار روایات سے مندرجہ ذیل امور

ثابت ہوئے

- ۱۔ کوئی آدمی (انبیاء کے علاوہ) کتنا صاحب مرتبہ ہو۔ وہ مقام صحابی اور مرتبہ صحابیت تک نہیں پہنچ سکتا۔
- ۲۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جلیل القدر صحابی ہونے کے علاوہ آپ کے سسرال بھی ہیں۔
- ۳۔ آپ نے اپنے صحابہ اور سسرال کو گالی دینے والے اور برا بھلا کہنے والے پر لعنت کی۔ اس پر اللہ اس کے تمام فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت۔
- ۴۔ جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی یا آپ کے سسرال پر لعنت کی۔ اس پر اللہ اس کے تمام فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت۔
- ۵۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو وحی کی کتب کا فریضہ اللہ کے حکم سے عطا فرمایا تھا۔
- ۶۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دور میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو خلافت عطاء ہونے کی بشارت دی تھی۔ گویا آپ نے نوراہی سے ان کی خلافت دیکھ لی تھی۔
- ۷۔ آپ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں دعا کرتے ہوئے فرمایا۔ اللہ تجھے ہدایت دے۔ ہر ردی چیز سے بچائے۔ اور دنیا و آخرت میں معاف کر دے۔
- ۸۔ شرروں پر تسلط ملنے اور عذاب سے محفوظ رکھنے کی بھی اللہ سے ممانعت کی۔

روایت پنجم :-

تفسیر درمنثور :-

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كُنْتُ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعِنْدَهُ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ وَمَعَاوِيَةُ إِذْ أَقْبَلَ عَلَيَّ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِمَعَاوِيَةَ أَتُحِبُّ عَلِيًّا قَالَ نَعَمْ قَالَ إِنَّهَا سَتَكُونُ بَيْنَكُمْ هَنِيئَةً قَالَ فَمَا بَعْدَ ذَلِكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ عَفْوُ اللَّهِ وَرِضْوَانُهُ قَالَ رَضِينَا بِقَضَاءِ اللَّهِ وَرِضْوَانِهِ فَعِنْدَ ذَلِكَ نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا أَقْتَلْتُمُوهُ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيدُ.

(۱) تفسیر درمنثور جلد اول ص ۳۲۲ مطبوعہ بیروت

طبع جدید

(۲) مرآة المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح جلد

ہفتم ص ۲۲۸ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ طتان

ترجمہ :- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے ۔

فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ پاک میں حاضر تھا

حضرت ابو بکر صدیق، عمر فاروق، عثمان غنی اور امیر معاویہ رضی اللہ

عنہم بھی حاضر خدمت تھے۔ اسی اثنا میں علی المرتضیٰ بھی حاضر

بارگاہ ہو گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا

کہ کیا تم حضرت علی رضی اللہ عنہ سے محبت کرتے ہو؟ عرض کیا ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ آپ نے فرمایا عنقریب تمہارے درمیان رٹائی ہو گی۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بعد کیا ہوگا۔ آپ نے فرمایا اللہ کی معافی اور رضا (تمہارے شامل حال ہو جائے گی)۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ ہم اللہ کی قضا (تقدیر) اور رضا پر راضی ہیں اس موقع پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ **وَوَشَاءَ اللَّهُ** **الْأَبَدُ**۔ یعنی اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو وہ آپس میں رٹائی نہ کرتے۔ لیکن اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

خلاصہ کلام :-

جس آدمی کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان اقدس سے مذکورہ اٹھ امور ثابت ہوں۔ اس کے محبوب رسول خدا ہونے میں کیا شک ہو سکتا ہے ؟ پھر اس کا دوزخ سے کیا تعلق ؟ معصوم ہونا تو انبیاء کرام کے ساتھ مستحق ہے۔ امیر معاویہ اگرچہ مقام عصمت نہیں رکھتے لیکن پھر بھی اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی حفاظت میں لے لیا۔ بتقاضائے بشری بالفرض اگر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے کچھ غلطیاں وقوع پذیر ہوئیں۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آغوش عافیت بھی تو اثر رکھتی ہے۔ جب آپ نے ان کے لیے دعائے مغفرت فرمائی۔ جو یقیناً قبول ہوئی۔ تو پھر ایسے مغفور و مرحوم، جلیل القدر صحابی، کاتب دی رضی اللہ عنہ کے متعلق زبان طعن و راز کرنا خود اپنی آخرت برباد کرنا ہے۔ سورج کی طرف تھوکنے سے اپنا منہ گندا ہوتا ہے۔

(امیرت امیر معاویہ کی ایک جھلک کتب شیعہ سے)

جو کچھ پھیلی روایات میں مذکور ہوا۔ وہ تو آپ پڑھ چکے۔ لیکن حوالہ جات ہماری کتب سے تھے۔ آئیے ان شیعہ لوگوں کی کتب سے مذکورہ اوصاف معاویہ کی تصدیق ملاحظہ فرمائیے۔

(اوصاف معاویہ دنیا سے بے غرضی خوف خدا عدل و انصاف مخلوق خدا کی وادری

مروج الذهب وناصح التواریخ :-

مِنْ أَخْلَاقٍ مُّعَاوِيَةٍ وَعَادَاتِهِ - كَانَ أَخْلَاقٌ مُّعَاوِيَةٍ

أَنَّهُ كَانَ يَأْذِنُ فِي الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ خَمْسَ مَرَّاتٍ كَانَ إِذَا صَلَّاهُ
 الْفَجْرَ جَلَسَ لِلْقَاضِ حَتَّى يَفْرُغَ مِنْ قِصَصِهِ ثُمَّ يَدْخُلُ
 بَيْتَهُ بِمَصْحَفِهِ فَيَقْرَأُ آخِرَ آءِةٍ ثُمَّ يَدْخُلُ إِلَى مَنْزِلِهِ
 فَيَأْمُرُ وَتَبْلَى ثُمَّ يُصَلِّي أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ ثُمَّ يُخْرِجُ إِلَى الْمَجْلِسِ
 فَيَأْذِنُ الْخَاصَّةَ الْخَاصَّةَ فَيُحَدِّثُهُمْ وَيُحَدِّثُونَهُ وَ
 يَدْخُلُ عَلَيْهِ وَزُرَّاءُ هَ فَيُكَلِّمُونَهُ فِيمَا يُرِيدُونَ مِنْ
 يَوْمِهِمْ إِلَى الْعِشِيِّ ثُمَّ يُؤْتَى بِالْغَدَاةِ الْأَصْفَرِ وَهُوَ
 فَضْلُهُ عَشَائِهِ مِنْ حِدَى بَارِدٍ أَوْ فَرْجٍ أَوْ مَا يُشَبِّهُهُ
 ثُمَّ تَحَدِّثُ طَوِيلًا ثُمَّ يَدْخُلُ مَنْزِلَهُ لَمَّا آرَادَ أَنْ
 يُخْرِجَ فَيَقُولُ يَا غُلَامُ أَخْرِجِ الْكُرْسِيَّ فَيَخْرِجُ إِلَى الْمَسْجِدِ
 فَيُوضَعُ فَيَسْتَنْدُ ظَهْرَهُ إِلَى الْمُقْصُودَةِ وَ يَجْلِسُ عَلَى
 الْكُرْسِيِّ وَيَقُومُ الْأَحْرَاسُ فَيَتَقَدَّمُ إِلَيْهِ الضَّعِيفُ وَ
 وَالْأَعْرَابِيُّ وَالصَّبِيُّ وَالْمَرْأَةُ وَمَنْ لَا أَحَدَ لَهُ فَيَقُولُ أَعُوذُ
 وَيَقُولُ عُذِّي عَلَى فَيَقُولُ ابْعَثُوا مَعَهُ وَيَقُولُ صِنْعِي فَيَقُولُ
 انْظُرُوا فِي أَمْرِهِ حَتَّى إِذَا الْعَرِيقُ أَحَدٌ دَخَلَ فَجَلَسَ عَلَى
 السَّرِيرِ ثُمَّ يَقُولُ أَتَذْكُرُونَ النَّاسَ عَلَى قَدْرِ مَنَازِلِهِمْ
 وَلَا تَشْغُلُنِي أَحَدٌ عَنْ تَرَدِّدِ السَّلَامِ فَيَقَالُ كَيْفَ أَصْبَحَ
 أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ أَطَالَ اللَّهُ بَقَاةً فَيَقُولُ بِنِعْمَةٍ مِنْ
 اللَّهِ فَإِذَا اسْتَوَوْا جُلُوسًا قَالَ يَا هَؤُلَاءِ إِنَّمَا مُمِيتُكُمْ
 أَشْرَافًا لَا تَكُمُ شَرْفُكُمْ مِنْ دُونِكُمْ بِهَذَا الْمَجْلِسِ ارْفَعُوا إِلَيْنَا
 حَوَائِجَ مَنْ لَا يَصِلُ إِلَيْنَا فَيَقُومُ الرَّجُلُ فَيَقُولُ اسْتَشْهِدْ

فَلَاكَ فَيَقُولُ أَفَرَضُوا لَوْلَدِهِ وَيَقُولُ أَخْرُغَابُ فَلَاكَ عَنْ أَهْلِهِ
فَيَقُولُ تَعَاهِدُوهُمْ وَأَعْطُوهُمْ أَقْضُوا حَوَائِجَهُمْ أَخْذِمُوهُمْ
ثُمَّ يُؤْتَى بِالْغَدَاءِ وَيَحْضُرُ الْكَاتِبُ فَيَقُومُ عِنْدَ رَأْسِهِ وَ
يَقْدِمُ الرَّجُلُ فَيَقُولُ لَهُ اجْلِسْ عَلَى الْمَائِدَةِ فَبِعَ الْمِسْ
يَمْدُ يَدَهُ فَيَأْكُلُ لُقْمَتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا وَالْكَاتِبُ يَقْرَأُ كِتَابَهُ
فَيَأْمُرُ فِيهِ بِأَمْرِهِ فَيَقَالُ يَا عَبْدَ اللَّهِ اعْقَبْ فَيَقُومُ وَيَتَقَدَّمُ
أَخْرَجَتْهُ يَأْتِي عَلَى أَصْحَابِ الْحَوَائِجِ كُلِّهِمْ وَرَبَّمَا قَدِمَ
عَلَيْهِ مِنْ أَصْحَابِ الْحَوَائِجِ أَرْبَعُونَ أَوْ نَحْوَهُمْ عَلَى قَدْرِ
الْغَدَاءِ وَتُقَالُ لِلنَّاسِ أَحْبَبُوا وَافِتْصِرْفُونَ فَيَدْخُلُ مَنْزِلَهُ
فَلَا يَطْمَعُ فِيهِ طَائِعٌ حَتَّى يُنَادِيَ بِالظَّهْرِ فَيُخْرِجُ فَيُصَلِّيُ
ثُمَّ يَدْخُلُ فَيُصَلِّيُ أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ ثُمَّ يَجْلِسُ فَيَأْذُنُ النَّعَاصَةَ
النَّعَاصَةَ فَإِذَا كَانَ الْوَقْتُ وَقَدْ شَتَاءَ أَتَاهُمُ بَزْدُ الْعَارِ
مِنَ الْأَخْبِصَةِ الْيَابِسَةِ وَالْخَشْكَنَاتِ بِرِ وَالْأَقْرَاصِ
الْمَعْجُونَةِ بِالنَّيْنِ وَالشُّكْرِ وَدَقِيقِ التَّمِيدِ وَالْكَمَكِ
الْمُسَمَّنِ وَالْفَنَوَاكِهِ الْيَابِسَةِ وَالْبَدْنَجُورِ وَإِنْ كَانَ وَقْتُ
صَيْفٍ أَتَاهُمْ بِالْفَنَوَاكِهِ الرُّطْبَةِ وَيَدْخُلُ إِلَيْهِمْ وَنَرَاءَهُ
فَيُؤَامِرُ فَنَهُ فِيمَا احْتَاجُوا إِلَيْهِ بَقِيَّةَ يَوْمِهِمْ وَيَجْلِسُ
إِلَى الْعَصْرِ ثُمَّ يَخْدُرُ فَيُصَلِّيُ الْعَصْرَ ثُمَّ يَدْخُلُ إِلَى مَنْزِلِهِ
فَلَا يَطْمَعُ فِيهِ طَائِعٌ حَتَّى إِذَا كَانَ فِي آخِرِ أَوْقَاتِ الْعَصْرِ
خَرَجَ فَجَلَسَ عَلَى سَرِيرِهِ وَيُؤْذَنُ لِلنَّاسِ عَلَى مَنَازِلِهِمْ
فَيُؤْتَى بِالْعَشَاءِ فَيَقْرَأُ مِنْهُ مِقْدَارَ مَا يُنَادِي بِالْغَرْبِ

فَيَخْرُجُ فَيُصَلِّيُهَا ثُمَّ يَصَلِّيُ بَعْدَهَا أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ يَقْرَأُ
 فِي كُلِّ رَكْعَةٍ خَمْسِينَ آيَةً يَجْهَرُ قَارِءٌ وَيَخْفِئُ أُخْرَى ثُمَّ
 يَدْخُلُ مَنْزِلَهُ فَلَا يَطْعَمُ فِيهِ طَائِعٌ حَتَّى يَنَادِيَ بِالْعِشَاءِ
 الْآخِرَةِ فَيَخْرُجُ فَيُصَلِّيُ ثُمَّ يُؤْذَنُ لِلْخَاصَّةِ وَخَاصَّةِ
 الْخَاصَّةِ وَالْوُزَرَءِ وَالْحَاشِيَةِ فَيُؤَامِرُهُ الْوُزَرَءُ
 فِيمَا أَرَادُوا صَدْرًا مِنْ لَيْلَتِهِمْ وَيَسْتَمِرُّ إِلَى ثُلُثِ
 اللَّيْلِ فِي أَخْبَارِ الْعَرَبِ وَأَيَّامِهَا وَالْعَجَبِ وَمُلُوكِهَا
 وَسِيَاسَتِهَا لِرَعِيَّتِهَا وَسِيرِ مُلُوكِ الْأُمَمِ وَحُرُوبِهَا
 وَمَكَائِدِهَا وَغَيْرِ ذَلِكَ مِنْ أَخْبَارِ الْأُمَمِ السَّابِقَةِ
 ثُمَّ تَأْتِيهِ الظُّرُفُ الْغُرَبَاءُ مِنْ عِنْدِ نِسَائِهِ مِنَ الْحُلَى
 وَغَيْرِهَا مِنَ الْعَاكِلِ اللَّطِيفَةِ ثُمَّ يَدْخُلُ فَيَنَامُ ثَلَاثَ
 اللَّيْلِ ثُمَّ يَقُومُ فَيَقْعُدُ فَيُخَضِّرُ الدَّقَائِرَ فِيهَا سِيرَ
 الْمُلُوكِ وَأَخْبَارُهَا وَالْحُرُوبِ وَالْمَكَائِدِ يَقْرَأُ
 ذَلِكَ عَلَيْهِ غُلَمَانٌ لَهُ مَرْتَبُونَ وَتَدْوِي حِكْمَتُهُ
 بِحِفْظِهَا وَقِدَائَتِهَا فَتُسْمَعُ بِسَمْعِهِ كُلُّ لَيْلَةٍ
 جَمَلٌ مِنَ الْأَخْبَارِ وَالسِّيَرِ وَالْأَنْبَاءِ وَ
 أَنْوَاعِ السِّيَاسِيَّاتِ ثُمَّ يَخْرُجُ فَيُصَلِّيُ
 الْمُتَبَّعِ ثُمَّ يَمْشِي فَيَفْعَلُ مَا وَصَفْنَا فِي
 كُلِّ يَوْمٍ .

(۱) مروج الذهب جلد ۲ من اخلاق معاوية

(۲) ناسخ التواريخ زنده گانی حسن مجتبیٰ (۱)

ترجمہ: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے اخلاق و عادات۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا حسن سلوک ایسا تھا۔ کہ آپ چوبیس گھنٹوں میں پانچ مرتبہ اذن ملاقات دیتے۔ نمازِ صبح ادا کرنے کے بعد قصہ گو سے قصہ جات سنتے جب وہ مکمل کر لیتا۔ تو گھر سے منگوا کر قرآن پاک کے کچھ حصہ کی تلاوت فرماتے۔ پھر گھر تشریف لے جاتے۔ اور امر و نہی کرتے۔ پھر چار رکعت (اشراق، چاشت) نفل ادا کر کے مجلسِ خانہ میں تشریف لاتے۔ آپ کے خاص خاص آدمی اگر کچھ سنتے سنتے۔ آپ کے وزراء بھی اس دن کے شام تک کے پروگرام پر گفتگو کرتے۔ اسی کے بعد رات کے کھانے سے کچھ بچی ہوئی اشیاء ہلکا پھلکا ناشتہ کرنے کے لیے لائی جاتیں۔ جس میں بھری یا کسی پرندے یا کسی ایسے حلال جانور کا گوشت ہوتا۔ جس کی طبیعت سرد ہوتی۔ پھر نادیر گفتگو جاری رہتی پھر جب دل چاہا۔ گھر تشریف لے گئے۔ پھر واپس آکر غلام کو کرسی لانے کا کہتے۔ مسجد میں گھر کی طرف پشت کر کے کرسی پر بیٹھ جاتے اس پاس محافظوں کی نگرانی میں آپ کے پاس ضعیف، دیہاتی بچے، عورتیں اور بے سہارا لوگ حاضر ہوتے کوئی کہتا۔ مجھ پر ظلم ہوا۔ آپ فرماتے اس کی مدد کرو۔ کوئی اپنے اوپر زیادتی کی شکایت کرتا تو اس کے ساتھ آدمی بھیجنے کا حکم دیتے۔ دھوکہ دہی ہوتی۔ تو اس پر غور کرنے کا فرماتے۔ جب سائل کوئی نہ رہتا۔ تو آپ اپنی نشست گاہ پر بیٹھ جاتے۔ لوگوں کو ان کی حیثیت کے مطابق بلایا جاتا۔ آپ فرماتے تم میں سے کوئی بھی مجھے کسی سلام دینے والے کا جواب دینے میں روکاؤٹ نہ دینے۔ لوگ دریافت کرتے۔ امیر المومنین نے صبح

کیسی کی؟ اللہ ان کی عمر دراز فرمائے۔ جو اباً فرماتے۔ اللہ کی نعمتوں میں صبح کی۔ جب سب مطمئن ہو کر بیٹھ جاتے۔ تو فرماتے۔ تم اس مجلس میں آنے کی وجہ سے بوجہ ممتاز ہونے کے ذی شرف ہو۔ جو ہم تک نہ پہنچ سکیں۔ ان کی حاجات کا پہنچانا تمہارا کام ہے۔ ایک شخص کھڑے ہو کر کہتا۔ فلاں شہید ہو گیا۔ آپ اس کی اولاد کا وظیفہ مقرر فرما دیتے۔ دوسرا کہتا۔ فلاں آدمی گھر سے غائب ہو گیا۔ آپ اس کے گھر والوں کی امداد و حفاظت کا کہتے۔ حاجات کی برآری اور خدمت کا حکم دیتے۔ پھر کھانا لایا جاتا۔ کاتب آپ کے سر کی طرف کھڑا ہوتا۔ ایک آدمی کو لایا جاتا۔ اسے فرماتے۔ کھانا بھی کھاؤ اور اپنی حاجت بھی بیان کرو۔ دو تین قلمے کھانے تک کاتب اس کے بارے میں آپ کا حکم لکھ لیتا۔ پھر اسے پیچھے کر کے دوسرے کو بلایا جاتا۔ اسی طرح ایک ایک کر کے لوگ آتے رہتے اپنی حاجات بیان کرتے۔ بعض دفعہ ان اکاد کا آنے والوں کی تعداد چالیس تک ہو جاتی۔ کھانا اٹھایا جاتا۔ لوگوں سے اجازت لے کر آپ اپنے گھر واپس آ جاتے۔ حتیٰ کہ کوئی سائل باقی نہ رہتا۔ ظہر کی اذان ہوتی آپ گھر سے نکل کر نماز ادا فرما کر باقی چار رکعت گھر پہنچا دیتے۔ پھر وہ مجلس قضاء ہو، برپا ہوتی۔ خاص اخص لوگوں کو طلب کر لیا جاتا۔ موسم سرما میں حاج کے کھانے یعنی خشک مٹھائیاں، جھکنج، دودھ شکر میں بھگوئی، ہوئی روٹی، میدے اور گھی سے بنے کیک اور دیگر خشک پھل لائے جاتے۔ موسم گرما میں تریبوسے اور پھل لائے جاتے۔ اس دوران وزیر امداد آتے۔ اور باقی امداد دن کے بارے میں احکامات وصول کرتے۔ عرصہ تک یہ سلسلہ جاری رہتا۔ نماز عصر پڑھ کر آپ گھر

تشریف لے جاتے۔ اس وقت تک کوئی حاجت مند باقی نہ رہتا۔
 عصر کے آخری وقت پھر گھر سے نکلتے نشست گاہ پر جلوہ فروز ہوتے۔
 حسبِ حیثیت لوگوں کو بلایا جاتا۔ شام کا کھانا حاضر کیا جاتا۔ اذانِ
 مغرب تک مجلس قائم رہتی لیکن اس نشست میں حاجت مندوں کو نہ بلایا
 جاتا۔ کھانے کے بعد اذانِ مغرب ہوتی۔ اور نماز کے بعد چار رکعت
 نقلِ داوا بین ادا کرتے۔ ان چار رکعتوں میں سے ہر ایک کے اندر
 تقریباً پچاس آیات تلاوت فرماتے۔ قرأت کبھی بلند اور کبھی آہستہ
 فرماتے۔ پھر گھر تشریف لے جاتے۔ اب کوئی انتظار کرنے والا
 باقی نہ رہتا۔ اذانِ عشاء ہوتی۔ نماز پڑھنے سے فراغت کے بعد
 خاص اور خاص الخاص لوگوں۔ وزراء اور درباریوں کو بلایا جاتا۔ یہ
 لوگ رات کی تہائی حصہ تک آپ سے احکامات لیتے۔ رات کے
 تیسرے پہر عرب و عجم کے بادشاہوں، ان کی ملکی سیاست، پہلے
 بادشاہوں کے احوال، ان کی جنگیں، ان کا رعایا سے سلوک اور دیگر
 داستانیں سنی جاتیں۔ پھر گھر کے مغربی طرف زنان خانے سے ملکی
 اور مٹھی غذا لائی جاتی۔ اس کے بعد آپ گھر تشریف لے جاتے۔
 ایک تہائی رات آرام فرماتے۔ پھر اٹھ بیٹھتے۔ دفاتر لائے جاتے۔
 جن میں بادشاہوں کے حالات، سیرت، جنگی تدابیر کو چند کارندے
 پڑھ کر سناتے۔ یہی لوگ ان دفاتر کی حفاظت اور پڑھائی کے ذمہ دار
 تھے۔ یونہی ہر روز بادشاہوں کی سیرت، حالات زمانہ، ان کی جنگی
 تدابیر اور داخلی پالیسیوں کا کچھ حصہ آپ کو سنایا جاتا۔ پھر اٹھ کر نماز
 فجر ادا فرماتے۔ اسی طرح آپ کی روزمرہ زندگی کا معمول تھا۔

خلاصہ کلام :-

جس شخص کے چوبیس گھنٹوں میں سے صرف چار گھنٹے اپنی ذات کے لیے اور بیس گھنٹے مخلوق خدا کی داد رسی، نماز و تلاوت قرآن میں صرف ہوتے ہوں۔ امور مملکت سرانجام دینے میں بسر ہوتے ہوں۔ لازم ہے کہ وہ شخص حقیقت میں خوں خدا سے سشار اور علم قرآن سے بہت زیادہ واقف ہوتا ہے۔ اللہ رب العزت کا ارشاد ہے۔ ”انما یخشى الله من عباده العلماء“، حقیقت میں علماء کو ہی خشیت الہی حاصل ہوتی ہے اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ان اوصاف سے کیوں کر متصف نہ ہوں۔ جب کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے دعا فرمائی۔

”اللہم علمہ الكتاب“، گویا رحمت و دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی قبولیت ہمیں امیر معاویہ کے دور خلافت کے شب و روز بسر کرنے میں نظر آتی ہے۔ اور ان کا قرآن و سنت کے مطابق عدل و انصاف اس کی جیتی جاگتی تصویر ہے۔

یہی وجہ ہے کہ جب ایک مرتبہ کسی نے سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے شکایت کے رنگ میں امیر معاویہ کے بارے میں کہا کہ وہ وتر کی ایک رکعت پڑھتے ہیں۔ تو عبد اللہ بن عباس نے فرمایا۔ ”دع فانه فقیہ“، چھوڑو وہ قرآن و حدیث کی سوجھ بوجھ رکھنے والے ہیں۔ تو جس شخصیت کو امت کا بہت بڑا مجتہد و فقیہ، کہے۔ اس کی فقاہت کا کون اندازہ کر سکتا ہے۔ گویا ان کی فقاہت بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کا اثر تھی۔

ہم شیعوہ حضرات سے انصاف کے نام پر اپیل کرتے ہیں کہ جس مرد کامل کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ”و علم کتاب“ کی دعا مانگی۔ دنیا و آخرت کی دو معافی، طلب کی۔ دو کاتب وحی، ہونے کا اعزاز حاصل ہوا۔ جلیل القدر صحابی نے ”فقیر“

کالقب عطا فرمایا۔ خود تہارے مؤرخ نے اس کے چوبیس گھنٹے گزرنے کی جو تصویر کھینچی۔
ایسی شخصیت کے بارے میں لعن طعن کیسے جائز ہو سکتا ہے؟ ان عبارت کو غور سے
اور بار بار پڑھو۔ اور عمل کرنے کی کوشش کرو۔ شاید دل کے حجاب اٹھ جائیں۔ اور قبر و حشر
کا معاملہ درست ہو جائے۔ اور اللہ اس کے رسول اور تمام مومنین کا لعنت سے
پھٹکارا حاصل ہو جائے۔ وَاللّٰهُ يَهْدِي مَنْ يَّشَاءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ۔

فصل دوم

امیر معاویہ اور ان کے خاندان کے نبی علیہ السلام اور نبی ہاشم سے نبی تعلقا

رشتہ اول

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ تیسرے دادا میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ

جا ملتے ہیں۔ جس کی تفصیل یہ ہے۔

تاریخ بغداد و تاریخ یعقوبی :-

وَمَعَاوِيَةُ بْنُ أَبِي سُفْيَانَ صَخْرِ بْنِ أُمَيَّةَ بْنِ عَبْدِ شَمْسٍ
ابْنِ عَبْدِ مَنَاظٍ بْنِ قُصَيٍّ بْنِ كِلَابٍ يُكْنَى أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ وَأُمُّهُ
هِنْدُ بِنْتُ عُتْبَةَ بْنِ رَبِيعَةَ بْنِ عَبْدِ شَمْسٍ. أَسْلَمَ وَهُوَ

ابْنُ ثَمَّانَ عَشْرَةَ سَنَةً. وَكَانَ يَقُولُ اسْمُكَتُ عَامَ الْقَمْنِيَةِ
وَلَقِيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَضَعْتُ عِنْدَهُ
إِسْلَامِي وَاسْتَكْتَبَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

خلاصہ ترجمہ:

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے چوتھے دادا "عبد مناف" ہیں جو
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تیسرے دادا ہیں۔ ابو عبد الرحمن "امیر معاویہ کی
کنیت تھی۔ ان کی والدہ ہند بنت عتبہ تھیں۔ امیر معاویہ اٹھارہ سال
کی عمر میں اسلام لائے۔ اور خود کہا کرتے تھے۔ میں "عمرۃ القضاہ" کے
سال مسلمان ہوا۔ جب اس موقع پر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
سے ملاقات کی۔ تو بوقت ملاقات اسلام قبول کر لیا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ
وسلم نے مجھے "کاتب دمی" مقرر فرمایا۔

رشتہ دوم:- امیر معاویہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سگے سالہ لگتے ہیں

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی حقیقی ہمشیرہ "ام حبیبہ" حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد
زوجیت میں تھیں۔ جس کی وجہ سے ام حبیبہ رضی اللہ عنہا دوام المؤمنین، ہوئیں۔
اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دو سالہ، ہوئے۔

تاریخ ائمہ:-

"ام حبیبہ" ابوسفیان کی بیٹی "عبد اللہ بن حبش" کی بیوی تھیں۔ سہ
میں ان کا شوہر فوت ہو گیا۔ اس وقت یہ حبشہ میں تھیں۔ آنحضرت
نے نجاشی بادشاہ حبشہ کی معرفت نکاح کا پیغام بھیجا۔ اور سہ

میں یہ مدینہ اگر آنحضرت کی خدمت میں پہنچ گئیں۔ اور ۲۲ھ میں
وفات پائی۔

(تاریخ ائمہ ص ۱۵۰ مکتب خانہ شاہ نجف لاہور
طبع جدید ذکر اہم حبیبہ)

منتخب التواریخ:-

التَّابِعَةُ رَمْلَةٌ الْمَكْنَاةُ بِأُمِّ حَبِيبَةَ بِنْتُ أَبِي سُفْيَانَ -
وخواہر معاویہ است۔ و بعضی اسم اور اہندہ گفتہ اند و اول زوجہ عبداللہ بن حبش
بن رباب بود و در سال ہفتم از ہجرت آل حضرت اور از زوج فرمود
و در سال پہل چہارم ہجری در مدینہ از دنیا رحلت فرمود۔
(منتخب التواریخ مصنف حاج محمد باشم خراسانی ص ۲۲
مطبوعہ تہران)

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ساتویں بیوی رضی اللہ عنہا تھیں۔ ان کی
کنیت ام حبیبہ بنت ابوسفیان تھی۔ امیر معاویہ کی ہم شیرہ تھیں بعض
کہتے ہیں کہ ان کا نام ”ہند“ تھا۔ ابتداء میں یہ عبداللہ بن حبش بن رباب
عقد میں تھیں۔ کہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے شادی کی۔
اور ۲۲ھ ہجری میں انتقال فرمایا۔

ابن شہر آشوب:-

وَأُمُّ حَبِيبَةَ بِنْتُ أَبِي سُفْيَانَ وَاسْمُهَا رَمْلَةٌ وَكَانَتْ هِنْدَ
عَبْدِ اللَّهِ بْنِ حَبِشٍ فِي سِنَةِ سِتٍّ وَبَقِيَتْ إِلَى إِمَارَةِ

مَعَاوِیَۃَ۔

(المناقب ابن شہر آشوب جلد اول ص ۱۶ مطبوعہ قم ایران)

باب ذکر سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، فاقرباۃ

ونحداۃ۔

ترجمہ: ام حبیبہ بنت ابوسفیان بن کا نام ”رطلہ“ ہے یہ ہے یہی تک عبد اللہ بن
جش کے عقد میں تھیں۔ اور امیر معاویہ کے دور خلافت تک زندہ رہیں۔

زینۃ سوم: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی ہمیشہ حضرت علی رضی
کے چچا زاد بھائی کے بیٹے کی بیوی تھی۔

ابن ابی حدید:۔

وَأَرْسَلَ عَبْدَ اللَّهِ بْنُ الْحَارِثِ بْنِ نَوْفَلٍ بْنُ الْحَارِثِ بْنِ عَبْدِ
الْمُطَّلِبِ وَأُمُّهُ هِنْدُ بْنُ أَبِي سَفْيَانَ بْنِ حَرْبٍ إِلَى مَعَاوِیَۃَ۔

(ابن ابی حدید شرح نہج البلاغہ جلد ۴ ص ۸ مطبوعہ بیروت)

بڑا سائز چار جلدوں میں فی ذکر زوجات حسن)

ترجمہ: امام حسن رضی اللہ عنہ نے ”عبد اللہ بن حارث بن نوفل، جن کی

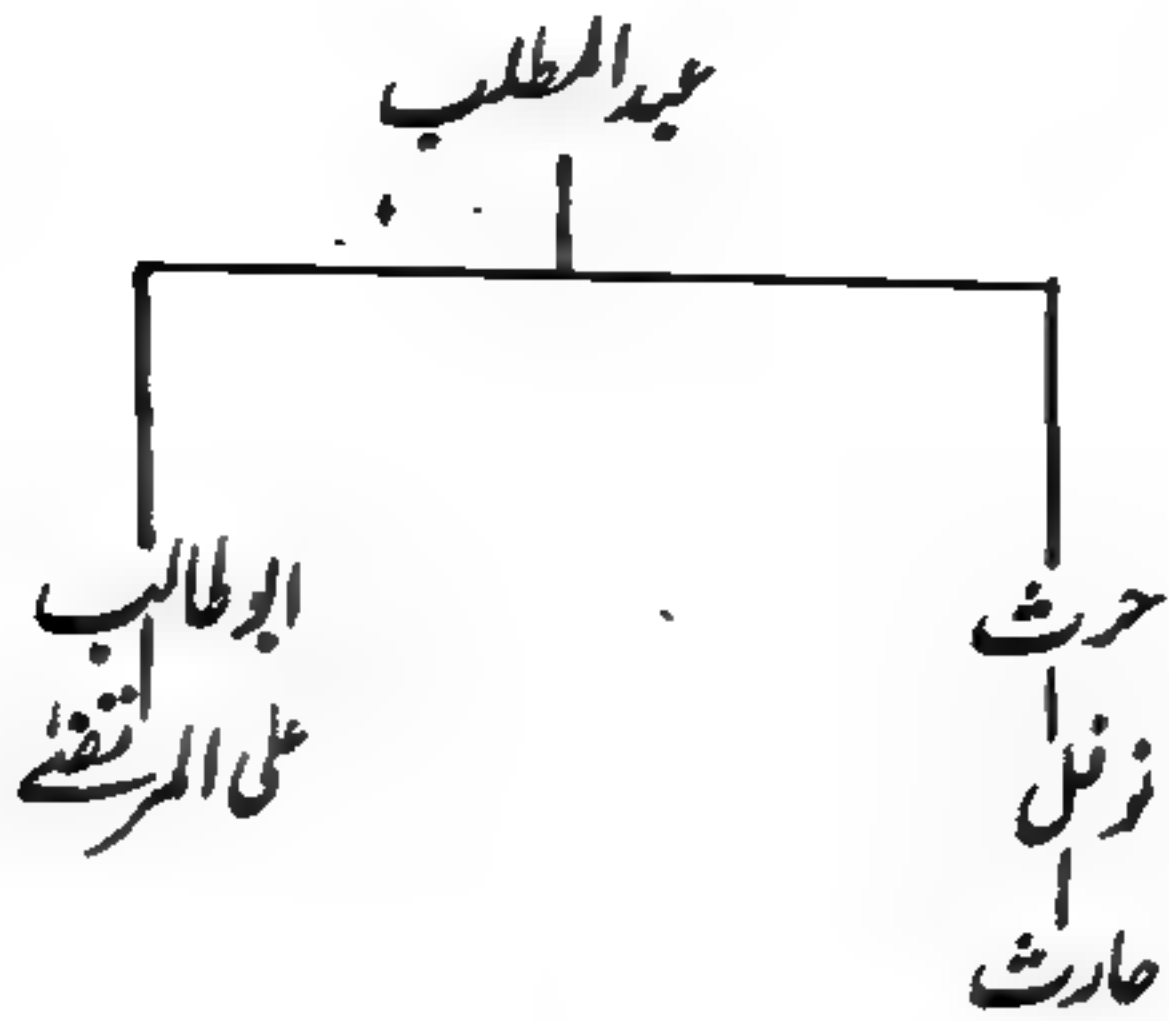
والدہ کا نام دو ہند بنت ابی سفیان،، تھا۔ کو امیر معاویہ

کی طرف بھیجا۔

نوٹ:۔

اس سے معلوم ہوا کہ ”عبد اللہ بن حارث،“ کو امام حسن رضی اللہ عنہ

نے اپنا معتمد علیہ ہونے کی وجہ سے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا۔ تاکہ شرائط صلح طے کریں۔



ابن سعد:

هِنْدُ بِنْتُ أَبِي سَفْيَانَ بْنِ حَرْبٍ بِنِ امِيَّةَ وَ أُمُّهَا
صَفِيَّةُ بِنْتُ أَبِي عَمْرِو بْنِ أُمِيَّةَ بْنِ عَبْدِ شَمْسٍ
تَزَوَّجَهَا الْحَارِثُ بْنُ نَوْفَلٍ بْنِ الْحَارِثِ فَوَلَدَتْ
لَهُ عَبْدَ اللَّهِ وَ مُحَمَّدًا الْكَبِيرَ

(طبقات ابن سعد جلد ۱ ص ۲۲۰ بیروت)

ترجمہ: دہند بنت ابی سفیان، جن کی والدہ کا نام صفیہ بنت ابی عمرو تھا۔
دعارث بن نوفل بن حارث، سے ان کی شادی ہوئی۔ اور ان کے
ہاں دو عبد اللہ، محمد اکبر، پیدا ہوئے۔

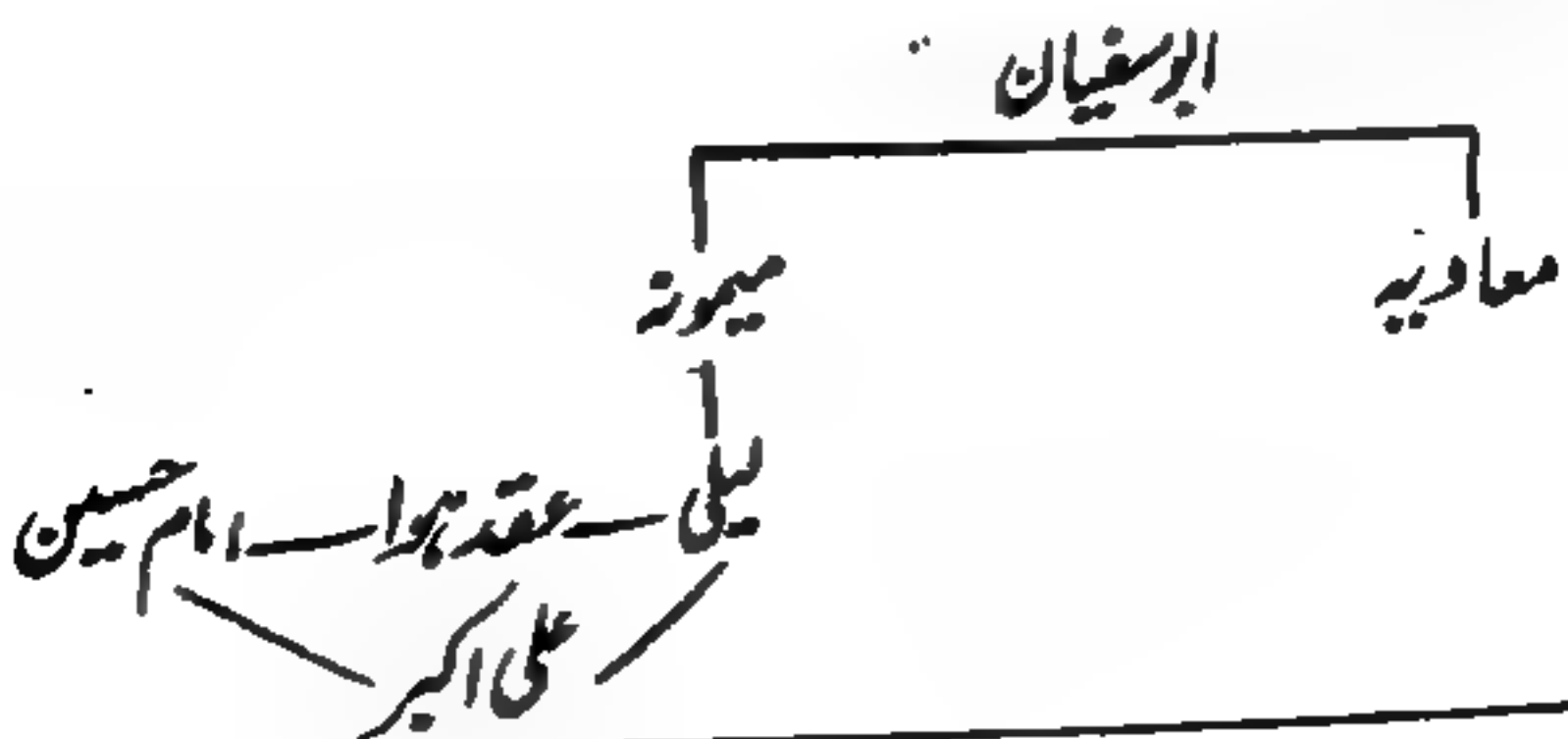
رشتہ چہارم :- امیر معاویہ رضی اللہ عنہ وسلم کے ”ہم زلف“ تھے۔
 کیونکہ ام المومنین ”ام سلمہ“ رضی اللہ عنہا کی ہمیشہ مد قرینہ صغریٰ ”امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے
 نکاح میں تھیں۔ اگرچہ اولاد ان سے نہیں ہوئی۔
 کتاب المجر:

مُعَاوِيَةُ بْنُ أَبِي سُفْيَانَ بْنِ حَرْبٍ بْنِ أُمَيَّةَ كَانَتْ عِنْدَهُ
 قَرِينَةُ الصُّغْرَى بِنْتُ أُمَيَّةَ بْنِ مَعِيَرَةَ أُخْتُ أُمِّ سَلَمَةَ
 لَا يَبِيهَا لَمَّا تَلِدَ لَهُ -

(کتاب المجر ص ۱۲۲ حیدر آباد دکن)

ترجمہ: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے عقد میں دو قرینہ الصغریٰ،
 تھیں۔ جو حضرت ”ام سلمہ“ رضی اللہ عنہا کی باپ جانی بھین تھیں۔
 ان سے ان کے ہاں کوئی اولاد نہ ہوئی۔

رشتہ پنجم: امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی حقیقی بھانجی امام حسین رضی اللہ عنہ کی زوجہ تھیں۔
 تفصیل یہ ہے کہ ”بیلہ بنت مرہ“ کی والدہ ”میمونہ بنت ابی سفیان“ تھیں۔
 اور ”میمونہ“ مذکورہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی سگی بہن تھیں۔ اور ”علی اکبر بن
 حسین“ کی مائی تھیں۔ اسی طرح امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی سگی بھانجی شہیدہ بلا شہزادہ علی اکبر، کی
 ماں ہوئیں۔



مقاتل الطالبین :-

وَعَلَىٰ بَنُ الْحُسَيْنِ وَهُوَ عَلِيُّ الْأَكْبَرُ وَلَا عَقَبَ لَهُ وَبِكُنَى
 أَبَا الْحَسَنِ وَأُمُّهُ لَيْلَىٰ بِنْتُ مُرَّةَ بِنِ عُرْوَةَ بِنِ مَسْعُودٍ
 الثَّقَفِيِّ وَأُمُّهَا مَيْمُونَةُ بِنْتُ أَبِي سُفْيَانَ بْنِ حَرْبٍ -

(مقاتل الطالبین ص ۷ بیروت، تذکرہ امام حسین ذکر علی بن الحسین)
 ترجمہ: علی بن حسین جو ”علی اکبر“ کے نام سے مشہور ہیں۔ ان کی کوئی اولاد نہ تھی۔
 ابوالحسن کینیت تھی، اور ان کی والدہ لیلہ بنت مرہ بن عروہ بن مسعود ثقفی
 تھی۔ اور لیلیٰ کی والدہ علی اکبر کی نانی ایمونہ بنت ابوسفیان تھی۔

منتہی الامال :-

وَدِيكَامُ زَوْجَاتِ أَنْحَضَتْ لَيْلَىٰ بِنْتُ ابِ مَرَّةَ بِنِ عُرْوَةَ بِنِ مَسْعُودٍ ثَقَفِيَّةٍ
 اسْت - کہ مادرش میمونہ بنت ابوسفیان یودہ داد والدہ ماجدہ جناب
 علی اکبر است۔

(منتہی الامال مصنفہ شیخ عباس قمی جلد اول ص ۵۲۱)

مطبوعہ تہران، در بیان زوجات مطہرات حضرت
 سید الشہداء)

ترجمہ: امام حسین رضی اللہ عنہ کی دوسری ازواج میں سے ”لیلیٰ بنت ابمرہ بن
 عروہ ثقفیہ“ تھیں۔ ان کی والدہ ”میمونہ بنت ابوسفیان“ ہے۔ اور
 وہ (لیلیٰ) جناب علی اکبر کی والدہ ہیں۔

منتخب التواریخ :-

السَّابِعَةُ أُمُّ السَّعِيدِ بِنْتُ عُرْوَةَ بِنِ مَسْعُودٍ ثَقَفِيَّةٌ

جَنَابِ کِبْلَى بِنْتِ ابْنِ مُرَّةَ بْنِ عُرْوَةَ بْنِ مَسْعُودٍ الثَّقَفِيِّ
(مختار التواریخ مصنف محمد ششم خراسانی ص ۱۲۲ اور زوجات

علی المرتضیٰ، باب سوم فصل چہارم مطبوعہ تہران)
ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ساتویں بیوی ”ام سعید بنت عروہ ثقفیہ“
تھیں۔ یہ ”لیلیٰ بنت ابو مرۃ بن عروہ ثقفی“ کی چھوٹی بیوی تھیں۔ وہ ”لیلیٰ
بنت مرۃ“ امام عالی مقام جناب حسین رضی اللہ عنہ کی زوجہ تھیں۔
خلاصہ :-

یہ ہے کہ ”لیلیٰ بنت ابو مرۃ“ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی زوجہ تھیں۔ اور
”ابوسفیان“ کی تو اسی، اسی طرح یہ امیر معاویہ کی ”حقیقی بھانجی“ بھی تھیں۔ گویا
امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے اہل بیت سے دورشتے تھے۔
۱۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی حقیقی بھانجی ”لیلیٰ بنت ابو مرۃ“ امام حسین کی
زوجہ تھیں۔

۲۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی حقیقی چھوٹی (ام سعید بنت عروہ) حضرت
علی کرم اللہ وجہہ کی بیوی تھیں۔

رشتہ ششم: امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بھتیجے کا حضرت عباس
رضی اللہ عنہ کی پوتی سے عقد ہوا۔
کتاب نسب قریش :-

وَتَزَوَّجَتْ لَبَابَهُ بِنْتُ عَبِيدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ
الْعَبَّاسِ ابْنِ عَلِيٍّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ ثُمَّ خَلَفَ عَلَيْهَا الْوَلِيدُ بْنُ

عُتْبَةُ بْنُ أَبِي سُفْيَانَ۔

(کتاب نسب قریش ص ۱۳۳)

(حواشی عمدۃ المطالب فی انساب آل ابی طالب ص ۴۳)

ترجمہ: ”لبابہ بنت عبید اللہ بن عباس“ نے ”عباس بن عباس“ سے شادی کی۔ اس کے بعد دوسری شادی ”لبابہ بنت عبید اللہ“ نے ”ولید بن عتبہ بن ابوسفیان“ سے کی۔

خلاصہ:-

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بھتیجے نے ”عباس بن عبدالمطلب“ کی پوتی سے شادی کی۔

رشتہ منقطع:- امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بھتیجے کا حضرت جعفر طیار کی پوتی سے عقد ہوا۔

کتاب المحبر:-

وَتَزَوَّجَتْ رَمْلَةَ بِنْتُ مُحَمَّدٍ بِنِ جَعْفَرِ بْنِ أَبِي طَالِبٍ
سُلَيْمَانَ بْنَ هِشَامٍ بْنَ عَبْدِ الْمَلِكِ شَعْرَابَا الْقَاسِمِ بْنِ وَلِيدِ
بْنِ عُتْبَةَ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ۔

(کتاب المحبر ص ۴۴۹)

ترجمہ: ”رملہ بنت محمد بن جعفر“ کی شادی ”سلیمان بن ہشام بن عبد الملک“ سے ہوئی۔ اس کے بعد ان کی شادی ”ابو القاسم بن ولید بن عتبہ“ سے ہوئی۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بھتیجے "ابو القاسم" نے حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کی حقیقی پوتی "درہ بنت محمد" سے شادی کی۔

رشتہ منقطع نہ ہوا۔ نفیسہ بنت زید بن حسن ابن علی بن ابی طالب کا عقد امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بھتیجے سے ہوا۔

عمدة الطالب :- وَكَانَ لِزَيْدِ ابْنَةِ إِسْمَہَا نَفِيسَةَ خَرَجَتْ إِلَى الْوَلِيدِ بْنِ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ مَرْوَانَ فَوَلَدَتْ مِنْهُ وَمَاتَتْ بِمِصْرٍ وَلَهَا هُنَاكَ قَبْرٌ يُزَارُ وَهِيَ الَّتِي تُسَمِّي بِهَا أَهْلُ مِصْرٍ (الْأَسْتُ نَفِيسَةَ) وَيُعَظَّمُونَ شَانَهَا وَيَقْسِمُونَ بِهَا وَقَدْ قِيلَ إِنَّمَا خَرَجَتْ إِلَى عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ مَرْوَانَ وَإِنَّمَا مَاتَتْ حَامِلًا مِنْهُ وَالْأَمْرُ الْأَوَّلُ وَكَانَ زَيْدٌ يَفْعِدُ عَلَى الْوَلِيدِ بْنِ عَبْدِ الْمَلِكِ وَيُقْعِدُهُ عَلَى سَرِيرِهِ وَيُكْرِمُهُ لِمَكَانِ ابْنَتِهِ وَوَهَبَ لَهُ ثَلَاثِينَ أَلْفَ دِينَارٍ وَفَقَّهًا وَوَاحِدَةً.

(عمدة الطالب فی انساب آل ابی طالب ص ۱۰۰، المقصد الاول)

عقب زید بن الحسن مطبوعہ نجف اشرف طبع جدید

ترجمہ زید بن حسن کی ایک صاحبزادی نفیسہ نامی تھیں جن کا نکاح ولید بن عبد الملک بن مروان سے ہوا۔ اُن سے ولید کی اولاد ہوئی اور ان کا انتقال مصر میں ہوا۔ وہیں ان کی قبر ہے جو زیارت گاہ خاص دعا

ہے۔ اور وہ وہی ہیں جن کو اہل مصر است نفیسہ کا نام دیتے ہیں۔ اور ان کی نہایت تعظیم کرتے ہیں اور ان کی قسمیں کھاتے ہیں۔ اور کہا گیا ہے کہ ان کا نکاح عبدالملک بن مروان سے ہوا اور انہیں سے وہ حاطہ ہونے کی صورت میں فوت ہوئیں لیکن صحیح روایت پہلی ہی ہے۔ زید بن حسن ولید بن عبدالملک کے پاس آئے۔ انہیں اپنی چار پائی پر بٹھاتے اور اپنے ڈھانچے کے گھر ہونے کی وجہ سے ان کی تکریم کرتے اور ایک ہن تہہ میں انہیں تیس ہزار دینار عطا کیے۔

فصل سوم

امام حسین کی عظمت اور تکریم کے لیے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی یزید کو وصیت

مقتل :-

بروایت کلینی ابی مخنف شعی نے اپنے ”مقتل“ میں لکھا ہے۔ جب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت قریب آیا۔ تو یزید اس وقت ”حصن“ میں تھا۔ حضرت معاویہ نے اس کے لیے ”وصیت نامہ“ لکھا۔ جس میں لکھا تھا ”مجھے تیرے بارے میں چار آدمیوں سے خطرہ ہے۔ کہ میرے مرنے کے بعد وہ شائد تیری بیعت نہ کریں۔“

۱۔ عبدالرحمن بن ابوبکر رضی اللہ عنہما۔ ان کے بیعت نہ کرنے سے تمہیں نہ کوئی نقصان اور نہ کوئی نفع ہوگا۔

۲۔ عبداللہ بن عمرؓ یہ شخص قرآن میں مگن ہے۔ اور نماز کا رسیا ہے۔ اسے دنیا سے کوئی رغبت نہیں۔ بلکہ وہ آخرت کا متمنی ہے۔ لہذا میرے خیال میں امر خلافت میں وہ کوئی تنازع نہیں کرے گا۔

۳۔ عبداللہ بن زبیرؓ یہ چالاک شخص ہے۔ اور تمہارے ساتھ لومڑی کی سی چال چلے گا۔ اور شیر کی طرح حملہ آور ہوگا۔ لہذا اگر وہ لڑے۔ تو تم بھی اس سے لڑنا۔ اور اگر تمہیں نہ چھیڑے۔ تو تم بھی اسے نہ چھیڑنا۔ اگر کوئی بات کہے۔ تو بطور مشورہ وہ بات قبول کر لینا۔

۴۔ امام حسین بن علیؓ۔ ان کو لوگ ضرور ملائیں گے۔ اور وہ تجھ پر خروج کریں گے۔

”فَاِنْ ظَفَرْتَ بِهِ فَاحْفِظْ قَرَابَتَهُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّ
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمْ وَاَعْلَمُ يَابُنَّتِيْ اَنَّ اَبَاهُ
خَيْرٌ مِنْ اَبِيْكَ وَجَدُّهُ خَيْرٌ مِنْ جَدِّكَ وَ اُمَّتُهُ
خَيْرٌ مِنْ اُمَّتِكَ“

(منقول ابی مخنف ص ۸۰ مطبوعہ نجف اشرف) در مقدمہ

ترجمہ: اگر تجھے ان پر کامیابی حاصل ہو جائے۔ تو ان کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قرابت کا پاس رکھنا۔ نہیں معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ اس کا باپ تیرے باپ سے اس کا نانا تیرے ننانے سے اور اس کی والدہ تیری والدہ سے کہیں بہتر ہیں۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ہر سال امام حسین رضی اللہ عنہ کو لاکھوں روپیہ
نذرانہ بھیجا کرتے

مقتل :-

وَكَانَ يَبْعَثُ إِلَيْهِ فِي كُلِّ سَنَةٍ أَلْفَ أَلْفٍ دِينَارٍ سَوَى
الْهَدَايَا مِنْ كُلِّ صِنْفٍ .

(مقتل ابی مخنف ص ۷ مطبوعہ نجف اشرف)

ترجمہ: امیر معاویہ رضی اللہ عنہ امام حسین رضی اللہ عنہ کو ہر سال ایک لاکھ دینار
بھیجا کرتے تھے۔ یہ رقم ان ہدایا کے علاوہ تھی۔ جو امیر معاویہ ہر قسم کی اشیاء
میں ہدیہ بھیجا کرتے تھے۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے نذرانہ سے امام حسن رضی اللہ عنہ قرض بھی ادا
کرتے اور گھر کا خرچہ بھی اس سے کرتے :-
جلاء العیون :-

قطب راوندی از حضرت صادق علیہ السلام روایت کردہ است
کہ روزی حضرت امام حسن علیہ السلام بحضرت حسین و عبد اللہ بن
جعفر فرمود کہ جائزہ ہائے معاویہ در روز اول ماہ بشمار خواہد رسید
چوں روز اول ماہ شد چنانچہ حضرت فرمودہ بود ۔ اموال معاویہ
رسید جناب امام حسن علیہ السلام قرض بسیاری داشتند از آنچہ

اور ستادہ بودہ برائے آنحضرت قرضہاے خود را ادا کر دو باقی برا
میان اہل بیت و شیعیان خود قسمت کرد جناب امام حسین علیہ السلام قرض خود را
ادا کرد۔ آنچه ماند۔ بترہ قسمت کرد۔ یک حصہ را باہل بیت و شیعیان
خود داد و دو حصہ را برائے عیال خود فرستاد عبداللہ بن جعفر قرض
خود را ادا کر دو باقی را برائے خوش آمد معاویہ بر رسول اودا دو چوں ایں
خبر معاویہ رسید۔ برائے او مال بسیار فرستاد۔

(جلد العیون جلد اول ص ۲۷۶ مطبوعہ تہران زندگانی

امام مجتبیٰ علیہ السلام)

ترجمہ: حضرت امام صادق رضی اللہ عنہ سے قطب راوندی روایت کرتا
ہے۔ کہ ایک دن حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے امام حسین اور
عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما سے فرمایا کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی
طرف ہمارا خرچہ مہینہ کی پہلی تاریخ کو پہنچ جائے گا۔ جب پہلی
تاریخ آئی۔ حضرت کے ارشاد کے مطابق خرچہ آگیا۔ امام حسن
رضی اللہ عنہ کافی مقروض تھے۔ تو اسی خرچہ میں سے جو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ
نے امام حسن رضی اللہ عنہ کے لیے بھیجا۔ آپ نے قرضہ ادا کیا۔ اور باقی
اپنے اہل و عیال اور دوستوں میں تقسیم فرمایا۔ اسی طرح امام حسین رضی اللہ عنہ
نے اپنے خرچے میں سے اپنا قرض ادا کیا۔ اور بقیہ مال کے تین حصہ
کیے۔ ایک حصہ اہل بیت اور دوستوں کو دیا۔ باقی دونوں حصے اپنے
گھرواں کو بھیجے۔ اسی طرح عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے
حصہ سے اپنا قرض ادا کیا۔ جو بچا۔ وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ
کے اہلی کو بطور انعام دے دیا۔ جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ

کو یہ خبر پہنچی۔ تو انہوں نے خرچہ میں اضافہ کر دیا۔ اور بہت زیادہ مال بھیجا۔

تشبیہ :-

مذکورہ روایات ثلثہ سے یہ معلوم ہوا۔ کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ جو کچھ خرچہ امام حسن حسین اور ابن جعفر رضی اللہ عنہم کو بھیجتے تھے۔ یہ حضرات بخوشی اسے قبول فرماتے۔ اور اپنے اہل و عیال و دوستوں میں تقسیم کرتے۔ اور قرضہ جات پسے کرتے تھے۔ تو ان حضرات کا اسی طرح اسے شرف قبولیت عطا فرمانا دراصل اس خرچہ کے حلال و طیب ہونے کی دلیل ہے۔ اور امیر معاویہ کی طرف سے قبول کر لینا بلکہ اس کی پیشگی اطلاع دے دینا اس طرف اشارہ کرتا ہے۔ کہ یہ حضرات امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو مومن اور مخلص تصور کرتے تھے۔

بالفرض اگر شیعہ لوگوں کے مطابق امیر معاویہ رضی اللہ عنہ معاذ اللہ کافر اور مرتد تھے۔ تو ان کا بھیجا ہوا خرچہ تم کس طرح حلال و طیب سمجھو گے۔ اور ان حضرات کے ایک ایسے شخص سے خرچہ قبول کرنے کی کیا توجیہ پیش کرو گے؟ کیا تمہارا اس قسم کا فتویٰ صرف امیر معاویہ تک چلے گا۔ امام حسن حسین اور عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہم بھی تو اس کی زد میں آئیں گے؟ غور کرو۔ اور ہوش کرو۔

امیر معاویہ حضرت علی کے فضائل سے ناگرتے اور پھر رویا کرتے :-
حلیۃ الابرار :-

قَالَ دَخَلَ ضَرَّارُ بْنُ ضَمْرَةَ النَّهْشَلِيُّ عَلَى مُعَاوِيَةَ بْنِ سَفْيَانَ فَقَالَ لَهُ صِفْ لِي عَلِيًّا قَالَ أَوْ تَعْنِي فَقَالَ

لَا بِلْ صِفَةٍ لِي فَقَالَ ضَرَارُ رَحِمَهُ اللَّهُ عَلَيَّ كَانَ وَاللَّهُ
 هَيْئًا كَأَحَدِنَا يُدْنِينَا إِذَا أَتَيْنَاهُ وَيُجِيبُنَا إِذَا
 سَأَلْنَاهُ يُقَرِّبُنَا إِذَا دُرْنَا لَا يَغْلِقُ دُونَنَا بَابٌ وَلَا
 يَخْجِبُنَا عَنْهُ حَاجِبٌ وَنَحْنُ وَاللَّهُ مَعَ تَقَرُّبِهِ لَنَا
 وَقُرْبِهِ مِنَّا لَا تُكَلِّمُهُ بِهَيْئَةٍ وَلَا نَبْتَدِيهِ بِعَظَمَتِهِ
 فَإِذَا اتَّبَسَمَ فَعَنِّ مِثْلَ اللُّوْلُوِّ الْمَنْظُومِ فَقَالَ مُعَاوِيَةُ
 زِدْنِي مِنْ صِفَتِهِ فَقَالَ ضَرَارُ رَحِمَهُ اللَّهُ عَلَيَّ
 كَانَ وَاللَّهُ طَوِيلُ الشَّهَادِ قَدِيلُ الرِّقَادِ يَتْلُو كِتَابَ
 اللَّهِ إِنَاءَ اللَّيْلِ وَأَطْرَافَ النَّهَارِ وَيُجَنِّدُ لِلَّهِ
 بِمِهْجَتِهِ وَيَبُوءُ إِلَيْهِ بِعِبْرَتِهِ لَا تُغْلِقُ لَهُ الشُّرُورُ
 وَلَا يَدْخُرُ عَنَّا الْبَدُورُ وَلَا يَسْتَلِينَ الْإِتِكَاءُ
 وَلَا يَسْتَخْشِنُ الْجَفَاءُ وَلَوْ رَأَيْتَهُ إِذْ مَثَلَ فِي مِخْرَابِهِ
 وَقَدْ أَرَى اللَّيْلُ مَدُودَ لَهُ وَعَارَتْ نَجُومُهُ
 وَهُوَ قَائِمٌ عَلَى لَيْحَتَيْهِ يَتَمَلَّلُ تَمَلَّلَ السَّلِيمُ
 وَيُبْكِي بَكَاءَ الْحَزِينِ وَهُوَ يَقُولُ يَا دُنْيَا إِنِّي تَعَرَّضْتُ
 أَمَّ إِلَى تَشَوُّقِ هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ لَا حَاجَةَ لِي فِيكَ
 أَبْنَتُكَ ثَلَاثًا لَا رُجْعَةَ لِي عَلَيْكَ ثُمَّ يَقُولُ وَاهُ
 وَاهُ لِبُعْدِ السَّفَرِ قِلَّةِ الزَّادِ وَخَشُونَةِ الطَّرِيقِ
 قَالَ فَبَكَى مُعَاوِيَةُ وَقَالَ حَسْبُكَ يَا
 ضَرَارُ كَذَلِكَ كَانَ وَاللَّهُ عَلَيَّ رَحِمَهُ اللَّهُ
 أَبَا الْحَسَنِ

(۱) حلیۃ الاولیاء جلد اول ص ۳۳۹

باب الخامس والعشرون مطبوعہ

طبع جدید

(۲) الامالی والنجاس شیخ الصدوق ص ۱۳۷ المجلس الحادی

والتسعون مطبوعہ قم

ترجمہ: ضرار ابن ضمیر، نیشلی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس آیا۔ آپ نے فرمایا
 علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے اوصاف بیان کرو۔ ضرار کہنے لگا۔ اس
 مسئلہ میں مجھے معاف کیجئے۔ آپ نے فرمایا: نہیں کچھ نہ کچھ ضروری بیان
 کرو۔ تو ضرار بولا۔ اللہ حضرت علی پر رحم فرمائے۔ وہ ہم میں اس طرح
 رہے۔ گویا ہمارے جیسے ہی ایک انسان میں۔ کبھی تکبر نہ کیا۔ ہم ان
 کے پاس جاتے۔ تو ہمیں قریب بلا لیتے۔ اور اگر سوال کرتے فوراً پورا فرما
 دیتے۔ ہم جب بھی انہیں ملنے گئے۔ ہمیں فوراً اپنے پاس بلا لیا۔ ہم اسے
 لیے کبھی دروازہ بند نہ کیا۔ اور نہ کسی نے ہمیں ان کے پاس جانے
 سے روکا۔ باوجود اس کے کہ ہمیں اپنے قریب جگہ دیتے۔ ہمیں ان کی
 ہمیت گفتگو میں پہل د کرنے دیتی۔ آپ مسکراتے تو ایسا لگتا جیسے
 موتی جڑے ہوں۔ آناؤں کو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ضرار
 اور کچھ بیان کرو۔ تو ضرار بولا۔ اللہ تعالیٰ حضرت علی پر رحم فرمائے۔
 آپ بہت شب بیدار اور کم خواب تھے۔ رات میں کئی پہر اور دن
 میں کئی اوقات قرآن پاک کی تلاوت فرماتے۔ پسندیدہ اشیاء
 راہ خدا میں خرچ کرتے۔ اللہ کے حضور آنسو لیے حاضر ہوتے۔
 نہ ان کی خاطر پردے ڈالے گئے۔ اور نہ ہی کھانے کے بڑے

طباقی سجائے گئے۔ گاؤں تک کہ کبھی نرم سمجھا۔ اور نہ موٹے کپڑوں کو کھدرا
 جانا آپ انہیں محراب میں پیش خدا مافر دیکھتے۔ جب کہ رات چھا گئی ہوتی۔
 اور تارے ڈوب رہے ہوتے۔ آپ دائرہ می پکڑے مار گزیدہ کی طرح
 پریشان اور بے قرار ہلویدلتے، روتے اور کہتے۔ یہ دنیا میرے پیچھے
 پڑی ہے۔ مجھے چاہتی ہے۔ دور ہو جا۔ دور ہو جا۔ مجھے تیری کوئی
 ضرورت نہیں۔ میں تجھے مین طلاقیں دے چکا ہوں جن کے بعد
 کبھی تجھ سے رجوع نہ ہو گا۔ پھر فراتے۔ ہائے افسوس! سفر لمبا ہے۔
 توشہ سفر بہت تھوڑا ہے۔ اور راستہ بہت خطرناک ہے۔ یہ سن کر
 امیر معاویہ رضی اللہ عنہ رو پڑے۔ اور فرمایا۔ ضرار! بس کرو۔ اللہ کی قسم۔
 ابوالحسن علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ایسے ہی تھے۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا مقام نبی پاک علیہ السلام حضرت علیؑ کے نزدیک

از غوث وقت قبلہ عالم سندی و مرشدی سید محمد باقر علی شاہ صاحب
 سجادہ نشین آستانہ عالیہ حضرت کیلیا نوالہ شریف ضلع گوجرانوالہ
 ایک دن بندہ مصنف حضرت کیلیا نوالہ شریف میں حاضر تھا۔ رات گئے تک
 صرف چند علماء کرام حضرت قبلہ صاحب کے پاس حاضر تھے۔ سیدنا امیر معاویہ
 رضی اللہ عنہ کے بارے میں گفتگو کے دوران ایک عالم صاحب کہنے لگے کہ سادات
 میں سے عوام تو کیا بعض پیران عظام بھی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف
 ہیں۔ اس پر قبلہ حضرت صاحب نے فرمایا۔ آپ لوگ شانِ امیر معاویہ کتب سے

بیان کرتے ہیں۔ اور اس پر دلائل قائم کرتے ہیں لیکن میں اپنی پیدہ متی اور خود پر وارد ہوئی۔
 بات بتلانا چاہتا ہوں۔ وہ یہ کہ ایک دن دس بجے دن ایک آدمی سے میں نے دوران گفتگو کہا۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مقابلہ کیا۔ اس میں انہوں نے بڑی زیادتی کی۔ اتنا کہا۔ اور اس کے ساتھ ہی میرے دل میں خیال آیا کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان میں میں نے غلط الفاظ کہے ہیں۔ اور مگر اس کے ساتھ میرا روحانی فیض بند ہو گیا۔ سارا دن پریشانی میں گزرا جب رات پڑی اور میں سو گیا۔ خواب میں پرانی بیٹھک شریف دیکھی۔ قبلہ والدی ماجدی حضرت خواجہ نور الحسن شاہ صاحب خلیفہ مجاز حضرت شیر ربانی قبلہ میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ نے تمام زندگی اسی بیٹھک شریف میں روحانی سلسلہ جاری رکھا۔ اور یہیں وصال فرمایا۔ اچانک خواب میں ہی کسی نے بیٹھک شریف کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ دروازہ کو دھکا دے کر کھولا۔ تو اچانک حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اندر تشریف لائے۔ آپ کے پیچھے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کے پیچھے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ تھے۔ تینوں حضرات اس طرح کھڑے تھے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دائیں طرف حضرت علی اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہما تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ خاموش کھڑے تھے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ناراضگی میں مجھے مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا: ”تھیکڑا میرا اور امیر معاویہ کا تھا۔ اس میں تمہیں دخل دینے کا کیا حق حاصل ہے؟“ آپ نے ہی جملہ تین مرتبہ فرمایا میں نے معافی مانگی۔ لیکن کوئی جواب نہ ملا۔ پھر تینوں حضرات تشریف لے گئے۔ اس واقعہ کے چھ ماہ بعد تک زکوٰۃ حضرت قبلہ میاں صاحب شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کی اور زکوٰۃ قبلہ والدی و مرشدی سرکار حضرت کیدیا نوالہ شریف کی زیارت نصیب ہوئی۔ اور ہر قسم کا روحانی فیض بند رہا۔ یہاں تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی۔ اور فیض کا سلسلہ جاری ہو گیا۔

مذکورہ واقعہ سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے

- ۱۔ محبت علی کا دعویٰ دار امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو ناراض کر کے کبھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو راضی نہیں کر سکتا۔
- ۲۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر عین طعن کرنے والا دراصل حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا کہنے والا ہے۔
- ۳۔ حضرت امیر معاویہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے درمیان جھگڑے میں امیر معاویہ کو مورد الزام ٹھہرانے پر روحانی فیض بند ہو جاتا ہے۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس سے ناراض ہو جاتے ہیں۔
- ۴۔ مذکورہ واقعات سے ان سید زادوں پیروں کو عبرت حاصل کرنی چاہیے۔ جو اہل سنت و جماعت کے مقتدر کھلانے کے باوجود امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر تنقید کرتے ہیں۔ ایسوں کو روحانی فیض کب مل سکتا ہے۔
- ۵۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے باہم جو اختلافات ہوئے۔ اور جھگڑوں تک نوبت پہنچی۔ ان کے بارے میں بہت زیادہ احتیاط برتنی چاہیے۔ اور شجرات صحابہ کو مسئلہ تقدیر سمجھ کر کیدنا نہیں چاہیے۔ ورنہ آخرت کی بربادی کا خطرہ ہے۔

واقعہ نمبر (۲) سربراہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی علی مرتضیٰ سے حسن عقیدت

حلیۃ الابرار میں مذکور ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ضرار سے کہا کہ تم مجھے علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے کمالات کا کچھ تذکرہ سناؤ۔ جب ضرار نے سنانا شروع کیا تو اس سے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر حواثر ہوا اس کو صاحب حلیۃ الابرار یوں نقل کرتا ہے۔

حلیۃ الابرار:-

قَالَ فَزَرَفْتُ دَمْعًا مَعَاوِيَةَ عَلَى لِحْيَتِهِ فَمَا يَمْلِكُهَا
وَهُوَ يَنْشِفُهَا بِكُمِهِ وَقَدْ احْتَنَقَ الْقَوْمُ بِالْبُكَاءِ ثُمَّ
قَالَ مَعَاوِيَةُ رَحِمَ اللَّهُ أَبَا الْحَسَنِ كَانَ وَاللَّهِ كَذَلِكَ
رحمۃ الابرار مصنف سید ہاشم بجرانی جلد اول ص ۳۲۵

الباب الخامس والعشرون في زهد في الدنيا

مطبوعہ قلم طبع جدید

ترجمہ: راوی نے بیان کیا کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے جب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے فضائل کا ذکر سنا تو بے اختیار آنسو آپ کی داڑھی مبارک پر ٹپ ٹپ کرنے لگے۔ آپ انہیں اپنی آستین کے ساتھ پونچھنے لگے۔ اور سننے والوں کے گلے روتے روتے بند ہو گئے۔ پھر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ضرار سے مخاطب ہوئے اور فرمایا کہ اے ضرار! قسم بخدا جیسا تو نے بیان کیا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ انہی کمالات و صفات کے جامع تھے۔

✽

الحديث شير خدا میں اشعار معاویہ

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے امام حسن رضی اللہ عنہ کو خط لکھا تو اس کا یہ مضمون تھا۔
(ناسخ التواریخ)

أَمَّا بَعْدُ فَقَدْ وَصَلَ كِتَابُكَ وَفَهَمْتُ مَا ذَكَرْتَ
فِيهِ وَلَقَدْ عَلِمْتُ بِمَا حَدَّثْتَ فَلَمْ أَفْرَحْ وَلَمْ
أَحْزَنْ وَلَمْ أَشْمِتْ وَلَمْ آسِ وَأَنَّ عَلَيْكَ أَبَاكَ لَكَمَا
قَالَ أَحْمَشِي بَنِي قَيْسِ بْنِ ثَعْلَبَةَ

فَأَنْتَ الْجَوَادُ وَأَنْتَ الَّذِي إِذَا مَا الْقُلُوبُ مَلَأَتْ مِنَ الْقُدُورِ
حَدِيثُ بَطْنِ طَعْنَةِ يَوْمِ الْفَتَاكِ تَضْرِبُ مِنْهَا النِّسَاءُ التُّحُورِ
وَمَا مَزِيدُ مِنْ خَلِيجِ الْبَحَارِ يَعْلُو الْأَكَامَ وَيَعْلُو الْيُسُورِ
بِأَجُودَ مِنْهُ بِمَا عِنْدَهُ فَيُعْطِي الْأَكُوفَ وَيُعْطِي الْبُدُورِ

(ناسخ التواریخ زندگانی امام حسن مجتبیٰ جلد اول ص ۱۸۸)

ترجمہ:- اما بعد۔ مجھے (معاویہ کو) آپ کی (امام حسن کی) چٹھی ملی ہے اور جو کچھ آپ نے
اس میں ذکر کیا وہ میں نے سمجھا ہے۔ اور جو واقعات ظہور پذیر ہوئے
وہ میرے علم میں آئے ہیں جن پر نہ خوش ہوں نہ غم زدہ نہ شامت کرتا
ہوں نہ برائی۔ جب کہ آپ کے والد ماجد حضرت علی کی عظمت شاعر اعشی
کے ان اشعار کے مطابق ہے کہ

تم سخی جوان ہو، تم وہ ہو کہ جو سینوں کو دلوں سے بھر دینے والے ایام
جنگ میں نیزہ بازی کرتا ہے تو اس سے عورتیں اپنے سینے کو رٹ

یستی ہیں دیکھیں کہ ان کے جوان ہلاک ہو چکے ہوتے ہیں اور پورے جزیرہ
عرب میں کوئی بھی ایسا بہادر جوٹیلوں اور پلوں پہ جا چڑھے تم سے زیادہ
سختی نہیں ہو سکتا کیونکہ تم اپنا سب کچھ لٹا دیتے ہو ہزاروں درہم دے
دینا اور بہترین کھانے عنانت کر دینا تمہارا کام ہے۔
یہ تھے وہ اشعار اور ان کا مفہوم جو امیر معاویہ نے شان علیؓ میں نذرانہ کیا شیعوں
بتلاوا کیا یہ حسن عقیدت کی جھلک ہے یا بغض و عداوت کا اظہار۔ خدا تمہیں عقل دے۔

فصل چہارم

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی نظر میں

حضرت علی نے امیر معاویہ اور ان کے ساتھ تھیو پر لعنت اور

تبر ابازی سے منع فرمایا

نہج البلاغہ

وَقَدْ سَمِعَ قَوْمًا مِّنْ أَصْحَابِهِ يَسُبُّونَ أَهْلَ الشَّامِ
أَيَّامَ حَرْبِهِمْ بِصُفِيِّنَ أَيْ أَكْرَهُ لَكُمْ أَنْ تَكُونُوا
سَبَابِينَ وَالِكُنْكُمْ بَوَّ وَصَفْتُمْ أَعْمَالَهُمْ وَ
ذَكَّرْتُمْ حَالَهُمْ كَأَن أَصَوَّبَ فِي الْقَوْلِ وَأَبْلَغَ
فِي الْعُذْرِ وَقُلْتُمْ مَكَانَ سَيِّكُمْ إِيَّاهُمْ
أَلَّهُمْ أَحَقُّ دِمَائِنَا وَدِمَاءَهُمْ وَأَصْلُهُ
ذَاتَ بَيْنِنَا وَبَيْنِهِمْ وَاهْدِهِمْ مِنْ ضَلَالَتِهِمْ
حَتَّى يَعْرِفَ الْحَقَّ مِنْ جَهْلِهِ وَيَرْعَوِيَ عَنِ الْغَيِّ
وَالْعُدُوِّ إِنْ مِنْ كَيْدِهِ

(نہج البلاغہ خطبہ ۲۶ ص ۳۲۳ مطبوعہ بیروت چھوٹا سائز)

ترجمہ: جنگ صفین میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنے چند آدمیوں سے
 شایروں کے بارے میں گالی سننی۔ تو فرمایا میں تمہیں گالی دینے والا
 کُن کر بہت خفا ہوتا ہوں۔ کیا بہتر ہوتا۔ کہ تم گالی کی بجائے ان کے
 اچھے کام اور ان کی خوبی حالت بیان کرتے۔ اور تم گالی کی جگہ ان کے
 لیے یہ کلمات کہتے۔ اے اللہ! ہمارے اور ان کے خون کو گرنے سے
 بچا۔ اور ہمارے درمیان صلح و صفائی پیدا فرما دے۔ اور انہیں گمراہی
 سے ہدایت عطا فرما۔ یہاں تک کہ حق کو اس سے ناواقف جان لے۔
 اور جھگڑا الٹ شخص جھگڑے اور باہمی نزاع سے باز رہ جائے۔

الاخبار الطوال:-

قَالُوا وَبَلَغَ عِدَّتَنَا أَنَّ حَجَرَ بْنِ عَدِيٍّ وَ
 عَمْرَو بْنَ الْحَمِقِ يُظَاهِرَانِ شَعْرَ مُعَاوِيَةَ
 وَلَعَنَ أَهْلُ الشَّامِ مَا رُسِلَ إِلَيْهِمَا أَنْ كُفَّا
 عَمَّا يَبْلُغُنِي عَنْكُمَا فَنَاتِيَا فَنَقَاتِلَا يَا أَمِيرَ
 الْمُؤْمِنِينَ أَلَسْنَا عَلَى الْحَقِّ وَهُمْ عَلَى
 الْبَاطِلِ قَالَ بَلَى وَبِتِ الْكُفَّةُ الْمُسَدَّةُ
 قَالُوا فَلِمَ تَعْنَعُنَا مِنْ شَتْمِهِمْ وَلَعْنِهِمْ قَالَ
 كَرِهْتُ لَكُمْ أَنْ تَكُونُوا شَتَائِمِينَ لِعَارِئِينَ وَلَكِنْ
 قُولُوا اللَّهُمَّ أَحِقِّ دِمَاءَنَا وَدِمَاءَهُمْ
 وَأَصْدِلْهُ ذَاتَ بَيْنِنَا وَبَيْنَهُمْ وَاهْدِهِمْ مِنْ
 ضَلَالَتِهِمْ حَتَّى يَعْرِفَ الْحَقُّ مَنْ جِهْلُهُ وَيَرْعَوْهُ

عَنِ النَّبِيِّ مَنْ لَمْ يَجِبْ بِهِ -

(الاخبار الطوال ص ۱۴۵ مستفاد احمد بن داؤد الدیلمی مطبوعہ

بیروت) (ذکر واقعہ صفین)

ترجمہ: حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو جنگ صفین میں خیر ہوئی۔ کہ حجر بن عدی اور عمرو بن حمق دونوں حضرات امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہتے ہیں۔ اور شامیوں پر لعنت کرتے ہیں۔ تو آپ نے ان کو کہلا بھیجا۔ کہ جو کچھ تمہارے بارے میں مجھے خبر ملی ہے۔ اس سے باز رہو۔ دونوں حاضر خدمت ہوئے۔ اور کہنے لگے۔ اے امیر المؤمنین! ہم حق پر نہیں؛ اور وہ باطل پر نہیں؛ حضرت نے فرمایا۔ رت کعبہ کی قسم! ایسا ہی ہے۔ تو انہوں نے عرض کی۔ پھر آپ، ہمیں گالی گلوچ اور لعن طعن سے کیوں روکتے ہیں؟ فرمایا میں اسے اچھا نہیں سمجھتا۔ کہ تم دونوں گالی دینے والے اور لعنت کرنے والے ہو جاؤ۔ لیکن اگر کچھ کہنا چاہتے ہو۔ تو یوں کہو۔ اے اللہ! ہمارے اور ان کے خون کو محفوظ فرما۔ اور ہم میں صلح پیدا فرما۔ اور انہیں غلط راہ سے ہدایت عطا فرما۔ حتیٰ کہ انجان حق کو پہچان جائے۔ اور جھگڑا تو جھگڑے سے رک جائے۔

امیر معاویہ اور آپ کے رفقاء میں حضرت علی کے نزدیک ایمان کے پورے شرائط پائے جاتے تھے:-

نہج البلاغہ:-

وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ كُتِبَتْ إِلَى أَهْلِ الْأَمَمِ

يَقْضُ فِيهِ مَا جَرَى بَيْنَهُ وَبَيْنَ أَهْلِ مُقَيِّنٍ وَكَانَ
بَدَأُ أَمْرَنَا أَنَا التَّقِيَّةُ وَالْقَوْمُ مِنْ أَهْلِ الشَّامِ وَ
الظَّاهِرُ أَنَّ رَبَّنَا وَاحِدٌ وَنَبِيِّنَا وَاحِدٌ وَدَعْوَتَنَا فِي
الْإِسْلَامِ وَاحِدَةٌ وَلَا نَسْتَزِيدُهُمْ فِي الْإِيَّةِ إِنْ بِاللهِ وَ
التَّصْدِيقِ بِرَسُولِهِ وَلَا يَسْتَزِيدُ وَنَا الْأَمْرُ وَاحِدٌ
إِلَّا مَا اخْتَلَفْنَا فِيهِ مِنْ دَمِ عُثْمَانَ وَنَحْنُ مِنْهُ بِرَأَى
(نہج البلاغہ خطبہ ۵۱ ص ۴۷۸ مطبوعہ بیروت)

ترجمہ: اکثر شہروں کے معززین کو حضرت (علی رضی اللہ عنہ) نے یہ خط تحریر فرمایا ہے۔ جس میں اجرائے جنگ صفین کا بیان ہے۔ ہماری اس ملاقات (لڑائی) کی ابتداء جو اہل شام کے ساتھ واقع ہوئی۔ کیا تھی؟ حالانکہ یہ بات ظاہر ہے۔ کہ ہمارا اور ان کا خدا ایک ہے۔ رسول ایک ہے۔ دعوت اسلام ایک ہے (جیسے وہ اسلام کی طرف لوگوں کو بلاتے ہیں۔ ویسے ہی ہم بھی) ہم خدا پر ایمان لانے۔ اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کرنے میں ان پر کسی فضیلت کے خواہاں نہیں۔ نہ وہ ہم پر فضل اور زیادتی کے طلب گار ہیں۔ ہماری حالتیں بالکل یکساں ہیں۔ مگر وہ ابتداء یہ ہوئی۔ کہ خون عثمان (رضی اللہ عنہ) میں اختلاف پیدا ہو گیا۔ حالانکہ ہم اس سے بری تھے۔

امالی طوسی :-

شیخ ابو جعفر طوسی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی وصایا کو جمع کیا۔ جو آپ نے اپنے دوستوں کے لیے لکھیں۔ ان میں سے ایک یہ تھی۔

وَأَوْصِيكُمْ بِالْمُتْلُوَةِ - وَالزَّكَاةِ - وَالْجِهَادِ - ... - وَ

أَوْصِيَكُمْ بِأَصْحَابِ نَبِيِّكُمْ لَا تَسُبُّوهُمْ وَالْخ
(الامالی للشیخ طوسی ص ۱۳۴ جلد دوم مطبوعہ نجف اشرف)

الجزء الثامن عشر

ترجمہ: میں تمہیں نماز، زکوٰۃ اور جہاد کی وصیت کرتا ہوں۔ اور یہ بھی کہ نبی کریم
صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی صحابی کو گالی مت نکالنا۔

کشف الغمہ۔

وَعَنْ أَبِي بَكْرَةَ قَالَ بَيْنَمَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ يَخْطُبُ إِذْ صَعِدَ إِلَيْهِ الْحَسَنُ فَضَمَّهُ
إِلَيْهِ وَقَالَ إِنَّ ابْنِي هَذَا سَيِّدٌ وَإِنَّ اللَّهَ
عَلَّهٗ أَنْ يُصْلِحَ بِهِ بَيْنَ فِئَتَيْنِ مِنَ الْعَسَلِيِّينَ
عَظِيمَتَيْنِ۔

(کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ جلد اول ص ۵۲۶ مطبوعہ تبریز)

تذکرہ امام حسن رضی اللہ عنہ فی علم

ترجمہ: ابی بکرہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خطبہ ارشاد
فرمانے کے دوران یکایک حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ منبر پر چڑھ
گئے۔ تو آپ نے انہیں سینے سے لگایا اور فرمایا۔ میرا یہ بیٹا سید ہے، اور
اللہ اس کے ذریعہ مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں میں صلح
کرائے گا۔



مذکورہ حوالہ جات سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے

- ۱۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اس بات کو ناپسند فرمایا کہ کوئی شخص شامیوں کو محض اس لیے بُرا بھلا کہے کہ وہ جنگ صفین میں حضرت کے لشکر کے مقابل تھے۔
- ۲۔ جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو بُرا بھلا کہتے سنا۔ تو فرمایا مجھے یہ ہرگز پسند نہیں کہ میں تمہیں سب دشتم اور عن طعن کرنے والا دیکھوں تمہیں سوئے ظن سے کام نہیں لینا چاہیے۔
- ۳۔ جو لوگ جنگ صفین میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حمایت میں اس قدر بڑھ جاتے ہیں کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو سب دشتم کرنے پر اتر آتے ہیں۔ ان کو معلوم ہونا چاہیے کہ اس جنگ کی وجوہات خود حضرت علی نے بیان فرمادیں۔ جب دونوں فریق ایک خدا ایک رسول ایک دین کی دعوت پر متفق ہیں۔ تو گالی گلوچ کس لیے۔
- ۴۔ آپ نے وضاحت فرمادی کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے شہید کرنے میں لوگ سمجھتے ہیں کہ ہمارا ہاتھ تھا۔ یہ غلط ہے۔ اس کی واضح دلیل یہ ہے کہ جب حضرت عثمان کے قتل کے لیے ان کا محاصرہ کیا گیا۔ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے دونوں نعت جگر حضرت حسنین کو یمن کو ان کے دروازہ کی حفاظت کے لیے مقرر فرمایا۔ اور شہادت کے بعد ان دونوں کے منہ پر حضرت علی نے غفلت برتنے پر طمانچہ بھی مارے خود شیعوں مجتہد مروج الذہب، میں لکھتا ہے۔

مروج الذہب:

”وَدَخَلَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ الدَّارَ وَهُوَ كَالْوَالِدِ الْحَزِينِ وَوَقَالَ

لَا بُنْيَاهُ كَيْفَ قُتِلَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ وَ انْتَمَا
عَلَى الْبَابِ ؟ وَ كَطَعَمَ الْحَسَنَ وَ ضَرَبَ صَدْرَ
الْحُسَيْنِ وَ شَتَمَ مُعْتَدِبِينَ طَلْحَةَ وَ لَعَنَ
عَبْدَ اللَّهِ بْنَ الزُّبَيْرِ

(مرآۃ الذهب جلد دوم ص ۳۴۵ ذکر ذی النورین عثمان بن عفان
رضی اللہ عنہ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ: شہادت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت علی ان کے گھر غم زدہ داخل ہوئے
اور اپنے دونوں بیٹوں کو فریاد تم دونوں دروازے پر تھے تو ایسے
میں امیر المؤمنین کیسے قتل ہو گئے ہم اس کے بعد امام حسن کے منہ پر طمانچہ
مارا۔ اور امام حسین کے سینہ پر مکار سید کیا۔ محمد بن طلحہ کو برا بھلا کہا اور
عبد اللہ بن الزبیر کو لعن طعن کیا۔

۵۔ آپ نے اپنے مجتہدین کو بھی یہ وصیت فرمائی کہ احکام الہیہ کی پابندی کے
ساتھ ساتھ کسی صحابی رسول کو دشنام نہ دینا۔

۶۔ جن دو مسلم جماعتوں کے درمیان امام حسن رضی اللہ عنہ نے صلح کرائی۔ وہ دونوں
شکر امیر معاویہ اور امام حسن کے تھے۔ چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں
گروہوں کو مسلمان فرمایا۔ اس لیے گروہ امیر معاویہ بھی مسلمان تھے۔ جیسا کہ
گروہ حسن رضی اللہ عنہ مسلمان تھے۔ جب نگاہ نبوت اور ارشاد پیغمبر سے
ثابت ہو گیا۔ کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بموجب احباب مسلمان تھے۔ تو ان پر لعنت
بھیجنادراصل اپنی آخرت برباد کرنا ہے۔ اور خود لعنتی بننا ہے۔

فاعتبروا بااولی الامر

فصل پنجم

امیر معاویہ اور امام حسن رضی اللہ عنہ کے مابین

جنگ کی حقیقت

۳۴ھ میں سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے کوفہ میں وصال فرمایا اور اپنی جگہ اپنے بیٹے امام حسن کو جانشین مقرر کیا۔ اس وقت علاقہ شام اور مصر وغیرہ میں امیر معاویہ کی پوزیشن نہایت مستحکم تھی اور وہ علی مرتضیٰ کے دور سے ہی آزادانہ حکومت کر رہے تھے اور جس طرح سے آپ داد انصاف دیتے اور رعایا کے حقوق کا خیال رکھتے تھے اسے آپ گزشتہ صفحات میں شیعوں کی کتب سے تفصیلاً ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ شیعہ کتب ہی بیان کرتی ہیں کہ جب امام حسن نے اپنے والد کی جانشینی سنبھالی تو امیر معاویہ نے چند آدمی اس غرض سے کوفہ بھیجے کہ وہ حالات کا جائزہ لیں جنہیں امام حسن نے پکڑ کر قتل کر دیا اسی طرح گورنر بصرہ عبداللہ بن عباس کو بھی یہی حکم دیا کہ ایسا جو شخص ملے قتل کر دو چنانچہ انہوں نے بھی بصرہ میں آئے ہوئے امیر معاویہ کے شخص کو تلوار کا نغمہ بنا دیا۔ دیکھئے تاریخ زندگانی امام حسن جلد اول ص ۱۸۷ اور ص ۱۸۸

اور امام حسن کو اہل کوفہ مسلسل اصرار کے ساتھ کہ رہے تھے جلدی کرو اور کوئی صلت دیے بغیر شام پر چڑھائی کر دو تاکہ امیر معاویہ کی حکومت کو خاک میں ملا کر رکھ دیا جائے۔ مگر آپ اس چیز کو پسند نہیں کرتے تھے۔

دیکھئے ناسخ التواریخ زندگانی امام حسن مجتبیٰ ص ۱۸۴۔ اسی دوران امام حسن اور امیر معاویہ دونوں ایک دوسرے سے مرصحت کرتے رہے اور ایک دوسرے کو اپنے حق میں حکومت سے دست بردار ہونے کی ترغیب دیتے رہے ادھر امام حسن کے ناچاہتے ہوئے بھی آپ کے شیعوں نے آپ کو جنگ پر مجبور کر دیا اور آپ تیاری کر کے نکلے اور نکلنے سے پہلے آپ نے کوہ میں جو خطبہ ارشاد فرمایا وہ ناسخ التواریخ میں مرزا تقی شیعہ نے بایں الفاظ لکھا ہے۔

أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ اللَّهَ كَتَبَ الْجِهَادَ عَلَى خَلْقِهِ.....
 ...فَلَسْتُمْ آيَهَا النَّاسُ نَائِلِينَ مَا تُحِبُّونَ إِلَّا
 بِالصَّبْرِ عَلَى مَا تَكْرَهُونَ بَلْغَنِي أَنْ مَعَاوِيَةَ
 بَلَغَنِي أَتَاكَتْ أَزْعَمْنَا عَلَى الْمَصِيرِ إِلَيْهِ فَتَحَرَّكَ
 لِذَلِكَ أَخْرَجُوا حِمَاكُمُ اللَّه.

ناسخ التواریخ زندگانی امام حسن
 جلد اول ص ۲۰

ترجمہ۔ اما بعد۔ بے شک اللہ نے اپنی مخلوق پر جہاد فرض کیا ہے۔ لہذا
 اے لوگو تم اپنا مقصد صبر کے بغیر حاصل نہیں کر سکتے، مجھے پتہ چلا
 ہے کہ معاویہ کو خبر ہو گئی ہے کہ ہم نے اس پر چڑھائی کرنے کا
 ارادہ کیا ہے چنانچہ وہ بھی حرکت میں آچکے ہیں۔ اس لیے اب نکل
 پڑو! اللہ تم پر رحم کرے۔ چنانچہ چالیس ہزار کو فی مرد جنگ کے لیے
 تیار ہو گیا۔ جس میں سے بارہ ہزار مردوں کو آپ نے عبید اللہ بن
 عباس کے ساتھ آگے بھیج دیا کہ تم نمرات کو عبور کر کے علاقہ مسکن
 میں پڑاؤ کرو اور امیر معاویہ کے لشکر کا انتظار کرو اور معاویہ کے لشکر

کا مقابلہ کرو میں بھی تمہارے پیچھے پہنچ رہا ہوں۔

شیعوں کی غداری:

ناسخ التواریخ میں مرزا تقی شیعہ لکھتا ہے:

اما ازاں سوچنا کہ یاد کر دیم چوں عبید اللہ بن عباس باد وازدہ ہزار تن مرد سپاہی
در مسکن فرود شد و معاویہ اب بدانت بالشکر ہائے خود ملی مسافت کردہ در اراضی
مسکن در قریہ کہ آزار حیوٰضہ مینا میدند در آمد و لشکر گاہ کرد۔

ناسخ التواریخ زندگانی امام حسن ص ۲۰۵

ترجمہ۔ اس طرف جیسا کہ ہم نے لکھا ہے عبید اللہ بن عباس بارہ ہزار سپاہی
لے کر علاقہ مسکن میں فروکش ہو گیا۔ اور امیر معاویہ کو جب اس کی خبر
ہوئی تو وہ اپنا لشکر لے کر منزلیں طے کرتے ہوئے علاقہ مسکن میں
حیوٰضہ نامی بستی کے قریب آئے اور پڑاؤ کیا۔

چنانچہ دونوں لشکروں میں کچھ لڑائی ہوئی اور اگلی رات کو عبید اللہ امیر معاویہ
کے ساتھ جا ملا۔ اور یوں امام حسن کا بھیجا ہوا لشکر پراگندہ ہو گیا۔ جس کا آپ کو
بڑا رنج ہوا اور آپ خود لشکر لے کر نکلے اور حال یہ تھا کہ دل کو فیوں کی بد عمدی
اور بے وفائی سے پورا پورا خائف تھا تاہم پھر بھی ان لوگوں کے مجبور کرنے پر
نکل کھڑے ہوئے اور حیب کچھ منزلیں طے کر کے سایا ط نامی بستی جو مدائن کے
مضافات میں ہے میں پہنچے تو رات وہاں گزاری اور صبح کو اس غرض سے کہ
پتہ چلے ان لشکریوں میں سے کون غلص اور کون بے وفاء ہے آپ نے نماز فجر
کے بعد تمام تر لشکر کو جمع کر کے ایک خطبہ ارشاد فرمایا۔ جس کا خلاصہ یہ تھا کہ
میں مسلمانوں میں سے کسی کو مصیبت میں نہیں ڈالنا چاہتا اور میں اہل اسلام

میں اتحاد کا متمنی ہوں جسے تم ناپسند کرتے ہو مگر میں تمہارے لیے بہتر راستے رکھتا ہوں اور تم سے زیادہ تمہارا ہمدرد ہوں۔

یہ خطبہ سن کر کوفیوں کے تیور بدل گئے اور ایک دوسرے کو تعجب کی نگاہ سے دیکھتے اور کہنے لگے۔ امام حسن کا ارادہ کیا ہے۔ لگتا ہے یہ امیر معاویہ سے صلح کرنا چاہتے ہیں۔ بس فوراً امام حسن کے شیعہ ہی آپ پر پل پڑے مرزا تقی شیعہ کہتا ہے :

از غلبہ حسن علیہ السلام بر معاویہ یکبارہ مایوس گشتند و بر آنحضرت
بشوریدند و ہمگر وہ بسرا پردہ او در برفتند و ہر چہ یافتند برگرفتند
و مصلی آنحضرت را از زیر پائے مبارکش بکشیدند۔

تاریخ التواریخ زندگانی امام حسن مجتبیٰ
جلد اول

ترجمہ۔ عراقی لشکر امیر معاویہ پر امام حسن کے غالب آتے سے مایوس ہو گیا اور وہ لوگ آپ پر ہی پل پڑے اور مل کر آپ کے خیمہ میں داخل ہو گئے جس کے ہاتھ جو آیا پکڑ لیا بلکہ آپ کے نیچے سے مصلی بھی کھینچ لیا۔

آپ نے یہ حالات دیکھ کر جنگ کا ارادہ ترک کر کے مدائن شہر میں چلے جانے کا ارادہ کر لیا۔ جب مدائن کو پہلے تو ایک شخص نے اچانک اگر آپ کے ران میں اس زور سے نیزہ مارا کہ ہڈی باہر نکل آئی آپ نڈھال ہو کر گھوڑے سے نیچے گر پڑے اور آپ کو چار پائی پر لٹا کر مدائن شہر میں سعید بن مسعود تقفی کے مکان میں لا کر لٹا دیا گیا۔

قول امام حسن میرے بے وفا شیعوں سے معاویہ میرے حق میں زیادہ بہتر ہے

جب آپ زخمی ہو کر مدائن میں پڑے تھے اور بے وفا کوئی پراگندہ
ہو گئے تھے اس وقت آپ نے ایک شخص کے سوال پر کہ اب کیا ارادہ ہے
آپ کا۔ فرمایا۔

وَاللّٰهُ اَرٰى اَنْ مَّعَاوِيَةَ خَيْرٌ لِّيْ مِنْ هٰؤُلَاءِ عِزِّ عَمَّوْنٍ
اَتَلُمُّ لِيْ شِيعَةً اِبْتَغَوْا قَتْلِيْ وَاسْتَلْهَبُوا ثَقْلِيْ
وَاخَذُوا مَالِيْ وَاللّٰهُ لَا اَخْذَ مِنْ مَّعَاوِيَةَ
عَمَّوْدًا اَحْقَنُ بِهِ دَمِيْ وَآمَنُ بِهِ فِيْ اَهْلِيْ خَيْرٌ
مِّنْ اَنْ يَقْتُلُوْنِيْ فَيَضِيعَ اَهْلُ بَيْتِيْ وَاهْلِيْ وَاللّٰهُ
لَوْ قَاتَلْتُ مَّعَاوِيَةَ لَا خْذُ وَاِيَعْنِيْ يَدْفَعُوْنِيْ
سَلَمًا.

(۱) تاریخ التواریخ زندگانی حسن مجتبیٰ جلد اول

ص ۲۱۳ تا ۲۱۴

(۲) احتجاج طبرسی جلد دوم ص ۱۰۰ طبع قم جدید

ترجمہ۔ قسم بخدا میں سمجھتا ہوں کہ معاویہ میرے حق میں ان لوگوں سے بہتر ہے
جو کہتے ہیں کہ ہم تیرے شیعہ ہیں مگر انہوں نے مجھے مار ڈالنے کا
ارادہ کیا میرا اثاثہ لوٹ لیا اور میرا مال چھین لیا۔ قسم بخدا اگر میں معاویہ
سے عہد کر لوں جس سے میرا خون بچ جائے اور میرے گھروالے

لوگ امن حاصل کر لیں تو یہ اس سے بہتر ہے کہ یہ شیعہ مجھے مار ڈالیں
اور میرا گھرانہ برباد ہو جائے، قسم بخدا اگر میں معاویہ سے جنگ کروں تو
یہی شیعہ میری گردن دبوچ کر مجھے معاویہ کے سپرد کر دیں گے۔

امیر معاویہ کا امام حسن سے اظہار ہمدردی اور شیعوں
کی غداری

ناسخ التواریخ :

وازاں سوچوں معاویہ شوریٰ دن لشکر را بر امام حسن بدانت
مکاتیب مرا نگیز متواتر کرد این کلمات نیز از او ست -
يَا ابْنَ عَمِيٍّ لَا تَقْطَعْ الرَّحْمَ الَّذِي بَيْنَكَ وَبَيْنِي
فَإِنَّ النَّاسَ قَدْ عَدَّوْا بِكَ وَيَا بَيْتَ
قَبِيلِكَ - و مکاتیب صنادید سپاہ عراق را بہ حسن فرستاد کہ
ہم گاہ بہ معاویہ نگاشتہ بودند کہ بجانب ما کوچ وہ چوں راہ یا ما
نزدیک کنی حسن علیہ السلام را دست بگردن بستہ بنزد تو فرستیم
و اگر نہ باتغیش در گذاریم و خواستار مصالحت گشت

ناسخ التواریخ زندگانی حسن مجتبیٰ ص ۲۲

ترجمہ۔ اس طرف جب امیر معاویہ کو امام حسن کے لشکر کے منتشر ہو جانے
کی خبر ملی تو مہر و محبت کے پے بہ پے خط لکھے۔ چنانچہ یہ الفاظ
بھی امیر معاویہ کے ہی جوانوں نے امام حسن کو لکھے۔ اے
میرے چچے کے بیٹے میرے اور آپ کے درمیان جو رشتہ داری

ہے اسے نہ کاٹو! ان لوگوں نے آپ ہی سے نہیں آپ کے والد
حضرت علی سے بھی غداری کی تھی۔ اس کے ساتھ ہی امیر معاویہ
نے کوفی لشکر کے سرداروں کے وہ خطوط بھی جو انہوں نے امیر معاویہ
کو مکھے تھے، امام حسن کو بھیج دیئے۔ ”ان میں یہ لکھا تھا اے
معاویہ ہماری طرف کوچ کرو جب تم پہنچو گے ہم امام حسن علیہ السلام
کو ہاتھ گردن سے باندھ کر انہیں متارے سپرد کر دیں گے
نہیں تو انہیں قتل ہی کر دیں گے“ اس کے ساتھ ہی امیر معاویہ صلح
کے طلب گار ہوئے۔

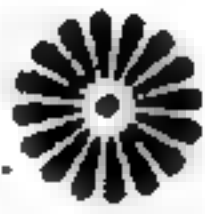
گزشتہ دونوں عبارتوں سے یہ امور ثابت ہوئے:
(۱) جن لوگوں نے امام حسن کا مال لوٹا اور نیزے کے زخم سے ران پھاڑ
ڈال اور آپ کو قتل کرنا چاہا ان کا تعارف امام حسن نے یہ کرایا ہے کہ یہ
لوگ خود کو میرا شیعہ کہتے ہیں۔ معلوم ہوا جو لوگ خود کو امام حسن کا شیعہ
کہتے تھے انہوں نے آپ کو خوار کیا اور جو زخم لگائے۔ وہ بہت
گہرے تھے۔

(۲) ان غدار شیعوں نے بظاہر امیر معاویہ کی دشمنی کا اظہار کیا اور امام حسن
کو ان سے جنگ پر اکساتے رہے اور درپردہ امیر معاویہ کو خط لکھتے
رہے کہ تم لشکر لے کر آؤ ہم امام حسن علیہ السلام کے ہاتھ باندھ کر انہیں متارے
حوالے کر دیں گے۔ دیکھئے یہ کتنا ذلیل جملہ ہے آپ کو امام حسن علیہ
السلام بھی کہتے ہیں اور باندھ کر حوالے کر دینے بلکہ قتل کر دینے کا
عہد بھی کر رہے ہیں۔

(۳) امیر معاویہ کو امام حسن سے مخلصانہ محبت تھی اسی لیے کوفی شیعوں کی

غذاری کے خطوط امام حسن تک پہنچا دیے اور محبت پھر سے الفاظ کے کہ
اے میرے چچا کے بیٹے ہماری آپس کی رشتہ داری کو ضائع نہ کیجئے یہ لوگ
غدار ہیں ان کی نہ مانتے۔ ان کا ظاہر کچھ ہے اور باطن کچھ اسی لیے
امام حسن نے بھی فرما دیا کہ ان غدار شیعوں سے میرے حق میں معاویہ
بہت اچھا ہے۔

مختصر یہ کہ امام حسن نے چھ ماہ تک مذکورہ حالات میں حکومت کی غدار
شیعوں نے آپ کو امیر معاویہ سے جنگ کرنے پر آمادہ کیا مگر جنگ سے
قبل ہی آپ کو زخمی کر کے لاچار کر دیا۔ چنانچہ آپ نے اور امام حسینؑ نے
شام پہنچ کر امیر معاویہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور تادم آخراں بیعت
پر قائم رہے جس کا تذکرہ آئندہ فصل میں بالتفصیل آ رہا ہے۔



فصل ششم

حسین کریمین نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ صلح

کی اور آپ کے ہاتھ پر بیعت کی :-

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے۔ کہ سیدنا امام حسن اور حسین رضی اللہ عنہما نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اور باوجود اس کے کہ لوگوں نے بہت اگسایا۔ لیکن پھر بھی تاحین حیات اسی بیعت پر قائم رہے۔ اور نہ ہی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان شرائط میں کمی بیشی یا کوتاہی کی۔ جو بوقت بیعت ان کے اور حسین کریمین کے درمیان طے پائی تھیں۔ یہی وجہ ہے کہ حسین کریمین ان سے ہمیشہ خوش رہے۔ اور ان کی طرف سے آنے والے ہایا اور زندرانوں کو بخوشی قبول فرماتے رہے۔ جیسا کہ گزشتہ صفحات میں ہم بیان کر چکے ہیں۔

اس کے باوجود شیعوہ لوگ اس بات پر مصر ہیں۔ کہ حسین کریمین نے نہ تو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت کی۔ اور نہ ہی ہماری کسی کتاب میں اس کا ثبوت ہے، یہ دونوں باتیں انہیں کرنا ہی پڑتی ہیں۔ کیونکہ اگر ان کی کتب سے ان حضرات کا بیعت کرنا ثابت اور درست نکلے۔ تو اس کا مطلب یہ ہوگا۔ کہ حسین کریمین نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو اپنا امام اور امیر المومنین تسلیم کر لیا۔ تو ان شیعوہ لوگوں کو بھی امامت و خلافت امیر معاویہ تسلیم کرنا پڑے گی۔

دوسری بات یہ بھی ہے۔ کہ واقعہ کربلا کے سمجھے ہی بات تھی۔ کہ حضرت امام حسین

یزید بن معاویہ کو فاسق و فاجر سمجھتے تھے۔ جس کی بنا پر تمام احباب و اہل خانہ کی شہادت قبول کی۔ لیکن بیعت یزید نہ کی۔ تو اگر بیعت حسنین ثابت ہو جائے۔ تو اس کے اعتبار سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ مومن اور امام برحق ٹھہرے۔

اب تو اتنا ہوا ہو رہا ہے۔ کہ پہلے جن کتب شیعہ میں ”بیعت حسنین“ کا لفظ آتا تھا۔ اب وہاں اس کی بجائے لفظ ”صلح“ درج ہو رہا ہے۔ جن کی عنقریب ہم نشاندہی کریں گے۔ ایسے ان کی کتب کا ملاحظہ کریں۔

رجال کشی :-

قَبِيْسُ بْنُ سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ جَبْرِئِيلُ بْنُ أَحْمَدَ وَ
أَبُو اسْحَقَ حَمْدُ وَبَيَّةَ وَ إِبْرَاهِيمُ ابْنُ نُفَيْرٍ
قَالُوا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْحَمِيدِ الْعَطَّارِ
الْكُوفِيُّ عَنْ يُونُسَ بْنِ يَعْقُوبَ عَنْ فَضْلِ عَنْكَم
مُحَمَّدُ بْنُ رَاشِدٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ
يَقُولُ إِنَّ مُعَاوِيَةَ كَتَبَ إِلَى الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ صَلَوَاتُ اللَّهِ
عَلَيْهِمَا أَنْ أَقْدُمَ أَنْتَ وَالْحُسَيْنُ وَأَصْحَابُ عَلِيٍّ
فَنَحْرِبَهُ مَعَهُمْ قَبِيْسُ بْنُ سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ الْأَنْصَارِيُّ وَ
قَدِمُوا الشَّامَ فَأَذِنَ لَهُمْ مُعَاوِيَةُ وَ أَعَدَّ لَهُمُ
الْخُطْبَاءَ وَقَالَ يَا حَسَنُ قُمْ فَبَايِعْ فَقَامَ فَبَايَعَهُ
ثُمَّ قَالَ لِلْحُسَيْنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قُمْ فَبَايِعْ
فَقَامَ فَبَايَعَهُ ثُمَّ قَالَ يَا قَبِيْسُ قُمْ فَبَايِعْ
فَالْتَفَتَ إِلَى الْحُسَيْنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَنْظُرُ

مَا يَأْمُرُهُ فَقَالَ يَا قَيُّسُ إِنَّهُ إِذَا مَرَّ بِكَ يَغْنِي الْحَسَنَ
عَلَيْهِ السَّلَامُ۔

(رجال کشی ص ۱۰۲ مطبوعہ کربلا، ذکر قیس ابن سعد

ترجمہ: راوی کہتا ہے۔ کہ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو فراتے سنا۔

کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے امام حسن بن علی کی طرف رقعہ لکھا۔ جس
میں تحریر تھا۔ کہ تم (حسن) حضرت حسین اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے
ساتھیوں کو لے کر میرے ہاں تشریف لاؤ۔ امام حسن جب انہیں
لے کر نکلے۔ نوان کے ساتھ قیس بن سعد بن عبادہ انصاری بھی تھے۔

شام پہنچے۔ تو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے انہیں اندر آئے کی اجازت
دی۔ اور ان کے لیے خطیب مقرر کیے۔ پھر کہا۔ اے حسن! اٹھیے
اور بیعت کیجئے۔ وہ اٹھے اور بیعت کی۔ پھر امام حسین کو کہا۔ آپ اٹھیے
اور بیعت کیجئے۔ تو انہوں نے اٹھ کر بیعت کر لی۔ پھر قیس کو کہا۔ تم
بھی اٹھو۔ اور بیعت کر لو۔ تو اس نے امام حسین کی طرف اس ارادے
سے دیکھا۔ کہ آپ اس بارے میں کیا ارشاد فرماتے ہیں۔ تو امام حسین
رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ قیس! امام حسن رضی اللہ عنہ میرے امام ہیں (یعنی ان
کی بیعت کر لینے کے بعد میں تردد نہیں ہونا چاہیے۔

صلح میں امام حسن کی شرط معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلفاء و راشدین پر عمل کرینگے

کشف الغمہ۔

وَمِنْ كَلَامِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَا كَتَبَهُ فِي الصُّنْدُوحِ

الَّذِي اسْتَقَرَّ بَيْنَهُ وَبَيْنَ مُعَاوِيَةَ حَيْثُ رَأَى
 حَقْنَ الدِّمَاءِ وَ أَطْفَاءَ الْفِتْنَةِ وَهُوَ يُسَمِّ
 اللَّهُ الرَّحْمَنَ الرَّحِيمَ هَذَا مَا صَالَحَ عَلَيْهِ
 الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ مُعَاوِيَةَ بْنُ أَبِي
 سُفْيَانَ صَالَحَهُ عَلَى أَنْ يُسَلِّمَ إِلَيْهِ أَمْرَ
 الْمُسْلِمِينَ عَلَى أَنْ يَعْمَلَ فِيهِمْ بِكِتَابِ اللَّهِ تَعَالَى وَ
 سُنَّةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَ
 سِيرَةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ وَلَيْسَ لِمُعَاوِيَةَ بْنِ
 أَبِي سُفْيَانَ أَنْ يُعْهِدَ إِلَى أَحَدٍ مِنْ بَعْدِهِ عَهْدًا
 بَلْ يَكُونُ الْأَمْرُ مِنْ بَعْدِهِ شُورَى بَيْنَ
 الْمُسْلِمِينَ وَعَلَى أَنَّ النَّاسَ آمِنُونَ حَيْثُ
 كَانُوا مِنْ أَرْضِ اللَّهِ شَامِئِينَ وَعِزَّائِهِمْ وَ
 حَبَازِهِمْ وَ يَمْنِهِمْ۔

دکھت النثر فی معرفۃ الائمہ جلد اول صفحہ ۱۵۷ مطبوعہ تہران

تذکرہ امام حسن فی کلامہ و مواضعہ

ترجمہ: امام حسن اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کے درمیان جو صلح نامہ لکھا گیا۔ اس میں
 یہ بھی تھا ”شرع اللہ کے نام سے جو مہربان اور رحیم ہے۔ صلح کی اولین
 شرط یہ ہے کہ میں تمہیں مسلمانوں کی امامت سپرد کر رہا ہوں۔ تاکہ ان میں
 تم کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ برتاؤ کرو۔
 اور سیرۃ خلفاء راشدین تمہارے سامنے ہو۔ اور دوسری شرط یہ کہ اے
 معاویہ بن ابوسفیان! تمہیں اس معاہدہ کے بعد کسی کے ساتھ ایسا معاہدہ

کرنے کی اجازت نہ ہوگی۔ بلکہ وقت آنے پر معاملہ خلافت و امامت
مسلمانوں کے باہمی مشوروں سے حل ہوگا۔ اور میری شرط یہ ہے کہ لوگ
سب ان میں ہوں گے۔ چاہے وہ شام، عراق، حجاز اور یمن میں ہوں۔

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت

کو دنیا و مافیہا سے اہل فضل جانا:-

اجتہاج طبری:

عَنْ حَنَّانِ بْنِ سَدِيدٍ عَنْ أَبِيهِ سَدِيدٍ عَنْ أَبِيهِ
عَنْ أَبِي سَعِيدٍ عَقِيصِي قَالَ لَمَّا صَالَحَ الْحَسَنُ
بُنَّ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ مُعَاوِيَةَ بْنَ أَبِي سَفْيَانَ
دَخَلَ عَلَيْهِ النَّاسُ فَلَمَّاهُ بَعْضُهُمْ عَلَى
بَعْضِهِ فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَيُحْكُمُ مَا
تَذَرُونَ مَا عَمِلْتُ وَاللَّهِ لَلَّذِي عَمِلْتُ لِشِيعَتِي
خَيْرٌ مِمَّا طَلَعَتُ عَلَيْهِ الْقَمَسُ أَوْ غَرَبَتْ
أَلَا تَعْلَمُونَ أَنِّي إِمَامُكُمْ وَمُعْتَرَضُ الْإِطَاعَةِ
عَلَيْكُمْ وَاحِدُ سَيِّدَتِي شُبَّابِ أَهْلِ الْجَنَّةِ
بِنَصِّ مَنْ رَسُولِ اللَّهِ عَلَيَّ؟

راجتہاج طبری جلد دوم ص ۹ مطبوعہ نجف اشرف طبع جدید

طبع قدیم ص ۱۵۷ اجتہاج الحسن علی من انکر علیہ

ترجمہ: جب حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کر لی۔ تو کچھ لوگوں نے اگر ان کے بیعت کر لینے پر ان کی طاعت کی۔ تو اس کے جواب میں امام حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ تمہاری بربادی ہو۔ تم نہیں جانتے۔ میں نے جو کچھ کیا۔ اللہ کی قسم! دنیا و مافیہا سے میرے شیعوں کے لیے بہتر ہے۔ کیا تم جانتے نہیں ہو۔ کہ میں تمہارا امام ہوں۔ اور تم پر میری اطاعت لازم کر دی گئی۔ اور میں جنت کے دو ستر اڑوں میں ایک ہوں جن کی ریادت کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور نص بیان فرمایا۔

جللاء العیون:-

در کتاب احتجاج روایت کردہ است کہ چون حضرت امام حسن با معاویہ صلح کرد مردم بخند مت آنحضرت آمدند۔ بعض طاعت کردند اور ابہ بیعت معاویہ۔ حضرت فرمود۔ وای بر شما۔ نمیدانید کہ من چکار کردہ ام برائے شما بخدا سو گندہ آنچہ من کردہ بہتر است از برائے شیعیان من از آنچہ آفتاب برآں طالع میکرد۔ آیا نمیدانید کہ من امام واجب الطاعہ شمام۔ ویکے از بہترین جو انان بہشت نبص حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم گفتند بل پس فرمود آیا نمیدانید کہ آں چہ خضر کرد موجب غضب حضرت موسیٰ علیہ السلام شد۔ چون وجہ حکمت براو مخفی بود و آنچہ خضر کردہ بود نزد حق تعالی عین حکمت و صواب بود آیا نمیدانید کہ ایچیک از انیست مگر آنکہ در گردن او بیتی از خلیفہ جو ری کہ در زمان او ہست واقع می شود مگر قائم ما۔

(جلد اعیون جلد اول ص ۲۰۳ مطبوعہ تہران الطبع جدید)

تذکرہ امام حسن رضی اللہ عنہ۔

ترجمہ: کتاب ”احتجاج“ میں روایت کی گئی ہے کہ جب امام حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہؓ کے ساتھ صلح کر لی۔ لوگ امام حسن کی بارگاہ میں حاضر ہوئے، بعض نے تو حضرت معاویہ کے ہاتھ پر بیعت کرنے پر طاعت بھی کی۔ امام موصوف نے فرمایا۔ افسوس تم پر۔ کیا تم نہیں جانتے کہ میں نے تمہارے لیے کیا کیا ہے؟ خدا کی قسم! میں نے جو کچھ اپنے شیعوں کی خاطر کیا وہ ہر اس چیز سے بہتر ہے جس پر سوچ طلوع ہوتا ہے۔ تم نہیں جانتے کہ میں تمہارا واجب الاطاعت امام ہوں۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نص کے ساتھ نوجوانانِ جنت کے دوسرا دروں میں سے ہوں۔ لوگوں نے کہا۔ ہاں آپ واقعی ایسے ہیں۔ پھر فرمایا۔ کیا تم نہیں جانتے کہ جو کچھ حضرت خضر علیہ السلام نے کیا۔ اسے دیکھ کر جناب موسیٰ کو غصہ آگیا تھا۔ کیونکہ حکمت کی وجہ ان سے مخفی تھی۔ اور جو کچھ حضرت خضر نے کیا تھا۔ اللہ کے نزدیک عین حکمت و صواب تھا۔ کیا تم نہیں جانتے کہ ہم میں سے کوئی بھی ایسا نہیں ہے۔ مگر یہ کہ اس کی گردن میں بیعت خلیفہ جو زمان سے واقع ہوئی ہے مگر ہمارے قائم۔

امام حسن رضی اللہ عنہ نے جو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت
کی اس کو صحابہ کرام صحیح سمجھتے اور اس کی مخالفت سے
منع فرماتے تھے

مرج الذهب۔

وَكَانَ الْمُغِيرَةُ بْنُ شُعْبَةَ قَالَ لِيَزِيَا
قَبْلَ قَدْ فُومِي عَلَى مُعَاوِيَةَ أَدْعُ بِالْغَرَضِ
الْأَقْصَى وَدَعْر عَنْكَ الْفُتُولَ فَإِنَّ هَذَا لَا
يَمُذُّ إِلَيْهِ أَحَدٌ قِيْدًا إِلَّا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ
وَقَدْ بَايَعَ لِمُعَاوِيَةَ فَخَذْ لِنَفْسِكَ قَبْلَ
التَّوْطِئِينَ۔

درج الذهب للمسعودی جلد سوم طبع مطبعہ بریت

ذکر معاویہ ابن ابی سفیان

ترجمہ: مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے زیاد کو امیر معاویہ کے پاس پہنچنے سے قبل
فرمایا۔ در دراز کی خواہشات چھوڑ دے۔ اور فضولیات کو خیر باد کہہ دے
اس امر خلافت میں صرف حسن بن علی رضی اللہ عنہما کا ہاتھ پہنچتا ہے۔
اور حالت یہ کہ انہوں نے تو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی ہے
تو اب تمہیں لوگوں کو ہم نوا بنانے کی کوشش نہیں کرنا چاہیئے۔ لوگوں

کو اپنی بدلت مائل کرنے کی بجائے اپنے نفس کی حفاظت کرنی چاہیے
(یعنی امیر معاویہ کی امام حسن بیعت کر چکے۔ تو تمہیں حیل و حجت سے اس
کا انکار نہیں کرنا چاہیئے۔ اور بیعت کر لینی چاہیئے)

امام حسن رضی اللہ عنہ نے لوگوں کے براہِ نیکبختہ کرنے کے

باوجود امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت کو نہیں توڑا

بلکہ قیس کو ان کی بیعت کا حکم دیا:-

مقتل:-

حِينَ صَلَّاهُ مُعَاوِيَةُ بْنُ أَبِي سُفْيَانَ وَهُوَ يَوْمَئِذٍ
بِالْكُوفَةِ فَتَقَدَّمَ سَيْمَانُ إِلَى الْإِمَامِ
فَقَالَ يَا بَنَ بْنْتَ رَسُولِ اللَّهِ إِنَّا مُتَعَجِّبُونَ
مِنْ بَيْعَتِكَ لِمُعَاوِيَةَ وَمَعَكَ أَرْبَعُونَ
أَلْفَ مُقَاتِلٍ مِنْ أَهْلِ الْكُوفَةِ كُلُّهُمْ
يَأْخُذُونَ الْعِطَايَا وَمِثْلَهُمْ مِنْ آبَائِهِمْ
سِوَى أَنْصَارِكَ مِنْ أَهْلِ الْبَصْرَةِ وَ أَهْلِ
الْحِجَازِ وَلَمْ تَأْخُذْ لِنَفْسِكَ ثِقَةً فِي
الْعَهْدِ وَلَا حِظًّا فِي الْعِطِيَّةِ
ذرا آگے امام حسن کا جواب یوں مذکور ہے:-

وَلِكَيْتُمْ رَأَيْتُمْ مَا لَمْ تَرَوْكَ وَأَشْهَدُ اللَّهَ
إِنِّي لَمْ أُرِدْ بِذَلِكَ إِلَّا حَقَّنَ دِمَائَكُمْ
وَأَصْلَحَ شَأْنَكُمْ فَارْضُوا بِقَضَاءِ
اللَّهِ وَاسْلِمُوا إِلَيْهِ الْأَمْرَ وَالْزِمُوا
بُيُوتَكُمْ۔

(نقل ابی مخنف ص ۲-۳ مطبوعہ مکتبہ حیدریہ نجف اشرف)

(۱۳۷۵ھ) درمقدمہ

ترجمہ: جب امام حسن رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کر لی اس
وقت امام حسین کو فد میں تھے۔ تو ”سیلمان“ نائی ایک شخص حضرت امام
کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ اور کہنے لگا۔ اے نبی رسول کے فرزند! ہم
امیر معاویہ کے ہاتھ پر آپ کی بیعت کر لینے سے بڑے حیران ہیں
چالیس ہزار کوئی جنگ جو آپ کے ساتھ ہیں۔ سب کے سب آپ
کے وظیفہ خوار ہیں۔ اور اتنی ہی تعداد میں ان کے بیٹے بھی آپ کے
ساتھ ہیں۔ یہ سب ان حضرات کے علاوہ ہیں جو بصرہ اور حجاز
میں آپ کے جانثار ہیں۔ تو اتنی قوت کے ہوتے ہوئے آپ
نے نہ کوئی اپنی خاطر مضبوط عہد لیا۔ اور نہ ہی اپنے جانثار وظیفہ خواروں
سے کوئی صلہ حاصل کیا۔ اس کے جواب میں امام حسن رضی اللہ عنہ نے
فرمایا اٹھیک ہے۔ امیر معاویہ قوت میں مجھ سے زیادہ نہ تھے۔ لیکن جو
مجھے نظر آرہا ہے۔ تم اس سے اندھے ہو۔ اور قسیمہ کہتا ہوں۔ کہ
تمہارے خون کی حفاظت کے سوا میرا کوئی ارادہ نہ تھا۔ اور
تمہارے معاملات کی اصلاح ہی میرے پیش نظر تھی۔ تو تم اللہ کی

تفا پر راضی ہو جاؤ۔ اور اپنا معاملہ اسی کے سپرد کر دو۔ اور اپنے گھروں
میں آرام سے بیٹھ جاؤ۔ (امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے مقابلہ کی کوئی
ضرورت نہیں)

جلال العیون :-

اوبہ چہار ہزار کسی بکناری رفتہ بود با معاویہ در مقام مخالفت خود چوں
دید کہ حضرت صلح کرد مضطر شد بمجلس معاویہ درآمد متوجہ حضرت امام حسین
شد۔ و از آنحضرت پرسید کہ بیعت بکنم حضرت اشارہ بحضرت امام حسن
کرد فرمود کہ او امام من است و اختیار با و است ہر چند میگفتند دست و راز
نیکو دتا آنکہ معاویہ از کسی بزرآمد دست بردست او گذاشت بروایتی
و گر بعد از آنکہ حضرت امام حسن علیہ السلام اورا امر بیعت کرد۔

(جلال العیون جلد اول ص ۳۹۵ مطبوعہ تہران)

زندگانی امام حسن مصالحوں حضرت با معاویہ۔

ترجمہ: قیس نے چار ہزار آدمیوں کے ساتھ علیحدہ جنگ کے مقام میں امیر معاویہ
رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی۔ ترجمہ دیکھا کہ امام حسن صلح کر چکے ہیں۔
مجبوراً معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس آیا۔ اور امام حسین رضی اللہ عنہ کی طرف
متوجہ ہوا۔ اور ان سے پوچھا کہ میں بیعت کروں؟ آپ نے امام حسن
رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔ کہ وہ میرے امام ہیں۔
اور اس معاملہ میں اختیار انہیں کو ہے۔ لوگوں نے بہت کہا۔ لیکن قیس
نے بیعت کے لیے ہاتھ نہ بڑھایا۔ حتیٰ کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کرف سے

نیچے اترے۔ اور اپنا ہاتھ ال کے ہاتھ پر رکھا۔ ایک دوسری روایت کے مطابق ”قیس“ نے اس وقت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی۔ جب کہ امام حسن رضی اللہ عنہ نے انہیں بیعت کر لینے کا حکم دیا تھا۔
نوٹ ہے۔

مذکورہ بالا عربی اور فارسی حوالہ جات میں لفظ ”بیعت“، جو صراحتہً موجود ہے ”جلال العیون“ کے مترجم ”سید عبدالحسین شمیم“ نے اس کا ترجمہ لفظ ”صلح“ سے کیا ہے۔ ملاحظہ ہو جلال العیون مترجم ص ۴۱۸ جلد اول۔ اور ”قیس“ کو حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کا بیعت کرنے کا حکم دینا اس بات کو اس مترجم نے ترجمہ میں بالکل ہی کاٹ دیا۔ اس کے لیے ملاحظہ ہو۔ اسی کتاب کا ص ۴۱۲۔ یہ ہے اندھا تعصب۔ خدا ہدایت دے۔

ایک بے بنیاد الزام کی تردید۔

جب شیوخ حضرات اپنی کتب میں بہت سے دلائل ایسے پاتے ہیں۔ جن میں حسین کریمین رضی اللہ عنہما کا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کرنا ثابت ہوتا ہے۔ تو اس حقیقت سے انکار کے لیے اُن کے ہاں بہت سے الزامات تراشے جاتے ہیں۔ ان میں سے ایک یہ الزام بھی ہے۔ اور غالباً یہی بنیادی الزام ہے۔ کہ جن شرائط پر فریقین میں صلح طے پائی تھی۔ اور بیعت وجود میں آئی تھی۔ اُن میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ہمدگنی کی۔ جس کی وجہ سے حسین کریمین نے بیعت توڑ دی۔ آئیے اس الزام کی صداقت کو دیکھیں۔ ہم انہی کی کتب سے

ثابت کریں گے۔ کر یہ الزام غلط ہے۔ اور خود انہوں نے بھی اس کی تردید کی ہے۔
ملاحظہ فرمائیے۔

امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

کی بیعت کر لی ہے لہذا ہم اس کو کسی میں نہیں توڑیں گے

الاخبار الطوال :-

قَالَ فَخَرَجَ مِنْ عِنْدِهِ - وَدَخَلَ عَلَى الْحُسَيْنِ رَضِيَ
اللَّهُ عَنْهُ مَعَ عُبَيْدَةَ بْنِ عُمَيْرٍ وَقَالَ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ! شَرَرْتُكُمْ
الَّذِينَ بِالْعِزِّ وَقَبِلْتُمُ الْقَيْلَ وَتَرَكْتُمُ الْكَثِيرَ! أَطَعْنَا
الْيَوْمَ، وَأَعَصَيْنَا الدَّهْرَ، دَعِيَ الْحَسَنَ وَمَا رَأَى
مِنْ هَذَا الصُّلْحِ وَأَجْمَعُ إِلَيْكَ شِيعَتَكَ مِنْ أَهْلِ
الْكُوفَةِ وَغَيْرِهَا وَوَلِيِّي وَمَصَاحِبِي هَذِهِ
الْمُقَدَّمَةُ فَلَا يَشْعُرُ ابْنُ هِنْدٍ إِلَّا وَنَحْنُ
نُقَارِعُهُ بِالشَّيْئِوفِ فَقَالَ الْحُسَيْنُ إِنَّا قَدْ
بَايَعْنَا وَجَاهَهُدْنَا وَلَا سَبِيلَ إِلَى نَقْضِ
بَيْعَتِنَا.

والاخبار الطوال طبع بیروت ص ۲۲۲ مذکور زیاد بن ابیہ

ترجمہ: حجر بن عدی امام حسن رضی اللہ عنہ کو سخت علامت کرنے کے بعد
باہر نکلا۔ اور عبیدہ بن عمرو کے ساتھ امام حسین رضی اللہ عنہ کے

بَايَعْتُمُونِي عَلَىٰ اَنْ تُسَالِمُوْنَ مَنْ سَالَمْتُ وَتُحَارِبُوْنَ مَنْ
حَارَبْتُ فَرَايْتُ اَنْ اُسَالِمَ مَعَاوِيَةَ وَاضَعَ الْحَرْبَ بَيْنِي
وَبَيْنَهُ وَقَدْ بَايَعْتُهُ وَرَايْتُ حَقْنَ الدِّمَاءِ وَخَيْرًا مِنْ
سَفِكِهَا وَلَكُمْ اَرْدِيْذُكَ اِلَّا صِلَا حَكْمُ

دکشت الغر فی معرفۃ الائمہ جلد اول ص ۵۷ طبع تبریز

تذکرہ امام حسن فی کلامہ

ترجمہ: جب صلح مکمل ہوئی۔ اور کام ختم ہو گیا۔ تو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے امام حسن
رضی اللہ عنہ سے التماس کی کہ لوگوں کے مجمع میں بتلائیں کہ انہوں نے
معاویہ کی بیعت کر لی ہے۔ اور امامت کا معاملہ ان کے سپرد کر دیا ہے۔
تو امام حسن رضی اللہ عنہ نے اس کو قبول فرما کر خطبہ دیا۔ لوگ جمع ہو
چکے تھے۔ اللہ کی حمد اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ و سلام بھیجنے
کے بعد فرمایا۔ جسے یوں نقل کیا گیا ہے یہ سب سے زیادہ عقل مند وہ
ہے جو متقی ہو۔ اور سب سے زیادہ بے وقوف وہ جو فاجر ہو۔ اگر
تم پوری دنیا میں ایسا آدمی تلاش کرو گے۔ کہ جس کے نانا رسول خدا
ہوں۔ تو میرے اور میرے بھائی حسین کے بغیر تمہیں کوئی نہیں ملے
گا۔ اور تم بخوبی جانتے ہو۔ کہ اللہ نے تمہیں میرے نانا حضرت محمد صلی اللہ علیہ
وسلم کے ذریعہ ہدایت دی۔ پھر تمہیں گمراہی سے نکالا۔ جمالت دور
کی، ذلت کے بعد عزت دلائی۔ قلت کے بعد بہتات بخشی۔
امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے مجھ سے اس بارے میں اختلاف کیا کہ خلافت
میرا حق ہے اُن کا نہیں۔ تو میں نے امت کی بہتری کو دیکھا۔ اور
فتنہ کو ختم کرنا چاہا۔ تم نے مجھ سے اس شرط پر بیعت کی تھی کہ

جس سے میری مصالحت ہوگی اس سے تمہاری بھی صلح ہوگی۔ اور جس سے میں لڑوں گا۔ وہ تمہارا بھی دشمن ہوگا۔ تو میں نے سوچا کہ معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کر لوں۔ اور لڑائی ختم کر دوں۔ میں ان کی بیعت کر چکا ہوں۔ اور سمجھتا ہوں کہ خونریزی سے حفاظت خون بہتر ہے۔ یہ بکچھ میں نے تمہاری بہتری کی خاطر ہی کیا ہے۔

امام حسین رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی مخالفت کا بھی ارادہ نہیں کیا

الانخبار الطوال :-

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے متعلق مورخ دینوری شیعہ نے ”انخبار الطوال“ میں نقل کیا۔ کہ جب امام حسن رضی اللہ عنہ کی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ساتھ مصالحت پختہ ہوگئی۔ تو امام حسین رضی اللہ عنہ کے پاس کوفہ کے کچھ شیعہ آئے۔ جب اس بات کا علم مدینہ کے حاکم مروان بن حکم، کو ہوا۔ تو انہوں نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے اس بارے میں پوچھا۔ کہ آپ مجھے اس معاملہ میں کوئی کارروائی کرنے کا حکم دیں۔ اس کے جواب میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

فَكُتِبَ إِلَيْهِ مُعَاوِيَةُ لَا تَعْرِضْ لِلْحُسَيْنِ فِي شَيْءٍ فَقَدْ بَايَعَنَا
وَلَيْسَ بَيْنَنَا قِصٌّ بَيْنَنَا وَلَا مُخْفِرٌ ذِمَّتِنَا وَكُتِبَ إِلَى
الْحُسَيْنِ - أَمَا بَعْدُ فَقَدْ انْتَهَتْ إِلَى الْأُمُورِ عَنْكَ
لَسْتُ بِهَا حَرِيًّا لِأَنَّ مَنْ أَعْطَى صَفْقَةً يَمِينِهِ جَدِيرٌ
بِالْوَفَاءِ فَمَا عَلِمَ رَحِمَكَ اللَّهُ أَنِّي مَتْنِي أَنْكَرَكَ تَشْكُرُنِي

وَمَنْ تَكْذِبْنِي أَكْذُكَ فَلَا يَسْتَفِيزُكَ السُّفَهَاءُ الَّذِينَ يَحْتَوْنَ الْفِتْنَةَ وَالسَّلَامُ
فَكُتِبَ إِلَيْهِ الْحُسَيْنُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مَا أُرِيدُ حَرْبَكَ وَلَا
الْخِلَافَ عَلَيْكَ. قَالُوا وَلَعَرَّيْرَ الْحَسَنِ وَلَا الْحُسَيْنِ طَوْلَ
حَيَاةٍ مُعَاوِيَةَ مِنْهُ سُوءٌ أَفِي أَنْفُسِهِمَا وَلَا مَكْرُوهًا وَلَا قِطْعَةً
عَنْهُمَا شَيْئًا مَتَى كَانَ شَرْطَ لَهْمَا وَلَا تَغْيِيرَ لَهْمَا مِنْ بَرٍّ.

والاخبار الطوال ص ۲۲۵ امیر معاویہ و عمر ابن العاص

ترجمہ: امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے مردان کو لکھا کہ امام حسین کے ساتھ کسی طرح
بھی تعرض نہ کرنا۔ وہ ہماری بیعت کر چکے ہیں۔ اور اس کو توڑے دے
نہیں۔ اور نہ ہی عہد شکنی کریں گے۔

امام حسین رضی اللہ عنہ کی طرف امیر معاویہ نے یوں لکھا۔ ابا بعد۔ آپ
کی طرف سے کچھ باتیں سمجھتا ہوں۔ جو آپ کے شایان شان نہیں۔
کیونکہ جو شخص دایم ہاتھ سے بیعت کر لیتا ہے۔ وہ بے وفائی نہیں
کرتا۔ جان لیجئے! جب تک میں آپ کو اچھا نہ سمجھوں گا۔ آپ بھی
مجھے اچھا نہ سمجھیں۔ اور جب آپ بے وفائی کریں گے۔ تو مجھ سے
وفائی امید نہ ہوگی۔ لہذا گزارش ہے۔ کہ فتنہ پرداز لوگ اور بے وقوف
آدمی آپ کو بے آرام کرنے کے درپے ہیں۔ والسلام

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے اس خط کے جواب میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ
کو یوں تحریر فرمایا۔ میں نہ تو آپ سے لڑائی کا خواہشمند ہوں۔ اور نہ
ہی مخالفت کا۔ مؤرخین کا قول ہے کہ حسین کریمین رضی اللہ عنہما نے
پوری زندگی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے کوئی ناپسندیدہ اور بری
بات نہ دیکھی نہ سنی۔ اور نہ ہی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان شرائط
سے روگردانی کی۔ جو ان کے درمیان بوقت صلح طے ہوئی تھیں۔

اور نہ ہی کسی اچھائی میں کمی آنے دی۔

امام حسین رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ

آپ کے مخالف امت میں تفرقہ ڈالنے والے ہیں

مقتل :-

شیعوں کے مجتہد اول ”ابو مخنف“ نے اپنی مقتل میں ذکر کیا ہے کہ جب امام حسین رضی اللہ عنہ انتقال فرما گئے۔ کوئی شیعوں نے امام حسین رضی اللہ عنہ کو ان کے بھائی کی تعزیت میں اس قسم کے الفاظ لکھنے اور کہنے شروع کر دیئے۔ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَكَ وَاعْلَى شَانِكَ وَرَفَعَ قَدْرَكَ وَرَدَّ عَلَيْكَ حَقَّكَ اللّٰهُ آپ کا سینہ کشادہ فرمائے۔ شان بلند کرے۔ عزت زیادہ کرے۔ ادا آپ کا حق آپ کو واپس دلائے خطوط تعزیت کے بعد ان کا آنا جانا شروع ہوا۔ جب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو اس کی اطلاع ہوئی۔ تو انہوں نے امام حسین رضی اللہ عنہ کو بایں عنوان خط لکھا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ مِنْ مُعَاوِیَہِ بْنِ اَبِی سَفْیَانَ۔ اَمَّا بَعْدُ! فَقَدْ بَلَغَنِي عَنْكَ اَمْرٌ وَّ اَسْبَابُ قَدْ اَنْتَهَتْ اِلَیَّ وَ اُظَنُّهَا بِاِطْلَاقٍ وَلَعَمْرِي اِنَّهٗ اِنْ كَانَ مَا بَلَغَنِي عَنْكَ كَمَا ظَنَنْتُ فَانْتَ بِذَلِكَ اَسْعَدُ وَ يَعْبُدِ اللّٰهُ اَوْفٰی مَنَ لَا تُحِبُّنِي عَلٰی اَنْ اَقْطَعَكَ فَاِنَّكَ مَتٰی تَكْذِبُنِي اَكْذِبْ وَمَتٰی تُكْرِمُنِي اُكْرِمْكَ وَلَا تَشُقَّ عَصَا هٰذِهِ الْاُمَّةِ فَقَدْ خَبَرْتَهُمْ وَ بَكَوْا لَهُمْ فَانْظُرْ لِنَفْسِكَ وَلِیَدِیْنِكَ وَلَا یَسْتَخِفُّكَ الشُّفَهَاءُ الَّذِیْنَ لَا

يَعْلَمُونَ - وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ -
 قَالَ وَكُتِبَ الْحُسَيْنُ عَلَيْهِ السَّلَامُ كِتَابًا يَقُولُ فِيهِ
 بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ - أَمَّا بَعْدُ فَقَدْ وَصَلْتُ
 كِتَابُكَ وَفَهِمْتُ مَا ذَكَرْتَ وَمَعَاذَ اللَّهِ أَنْ أَنْقُضَ
 عَهْدًا عَاهِدَهُ إِلَيْكَ أَخِي الْحَسَنُ وَأَمَّا مَا ذَكَرْتَ مِنْ
 الْكَلَامِ فَإِنَّهُ أَوْصَلَهُ إِلَيْكَ الْوُشَاةُ الْمُلْقُونَ بِالنَّمَائِمِ
 الْمُفَرِّقُونَ بَيْنَ الْجَمَاعَاتِ فَإِنَّهُمْ وَاللَّهِ
 يَكْذِبُونَ فَلَمَّا وَصَلَ الْكِتَابُ إِلَى مُعَاوِيَةَ بْنِ أَبِي
 سُفْيَانَ أَمْسَكَ عَنْهُ وَلَمْ يُجِيبْهُ وَأَوْصَلَهُ وَلَمْ
 يَقْطَعْ صَلَاتَهُ وَكَانَ يَبْعَثُ إِلَيْهِ فِي
 كُلِّ سِتَّةِ أَلْفِ أَلْفٍ دِينَارٍ سِوَى الْهَدَايَا
 مِنْ كُلِّ صِنْفٍ -

(مقتل ابی نمف ص ۷ طبع نجف اشرف) اور مقدمہ

ترجمہ: بسم اللہ الرحمن الرحیم - یہ خط معاویہ بن ابی سفیان کی طرف سے ہے -
 اما بعد - مجھے تمہاری طرف سے چند باتیں پہنچیں - اور کچھ ایسے اسباب
 سننے میں آئے - اور میں تو انہیں باطل ہی سمجھتا ہوں - اپنی عمر کی قسم اگر آپ
 کی طرف سے جو باتیں پہنچیں - وہ میرے گمان کے مطابق ہیں - تو پھر آپ
 بہت سادات مند ہیں - اور اللہ کے عہد کو بہت زیادہ پورا کرنے
 والے ہیں - لہذا میں آپ سے قطع تعلق نہیں کروں گا - اس لیے کہ
 جب تک آپ بے وفائی نہ کریں گے - میں بھی نہ کروں گا - آپ
 میری عزت کریں گے - میں آپ کی عزت کروں گا - اس امت کے

اتفاق کی قوت کو نہ توڑنا۔ آپ نے کوفیوں کو جان پہچان لیا ہے۔ آپ اپنی ذات کے لیے اپنے دین کا خیال فرمائیے۔ اور بے علم، بے وقوف لوگ آپ کو پریشان نہ کریں۔ والسلام علیک ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

امام حسین رضی اللہ عنہ نے اس کے جواب میں لکھا۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ اباہ آپ کا رقعہ ملا۔ اس کی تحریر کو سمجھا۔ میرے بھائی امام حسن رضی اللہ عنہ نے جو آپ سے معاہدہ کیا۔ (اللہ کی پناہ) میں اُسے نہیں توڑوں گا۔ اور جو باتیں آپ نے لکھیں۔ وہ چغلیخوروں وغیبت کرنے والوں اور مسلمانوں کی جماعتوں کے درمیان جدائی ڈالنے والوں نے کیں۔ خدا کی قسم! وہ جھوٹ بکتے ہیں۔

جب یہ رقعہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو ملا۔ آپ اپنے ارادے سے رک گئے۔ اور کوئی جواب نہ دیا۔ اور اس کی بجائے صلہ رحمی سے کام لیا۔ اور ان کے عطایا و ہدایا میں کوئی کمی نہ آنے دی۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ انہیں ہر سال دس لاکھ دینار دیا کرتے تھے۔ یہ ان تحائف اور انعامات کے علاوہ تھے جو امیر معاویہ ہر قسم کی اشیاء میں سے امام موصوف کو دیا کرتے تھے۔

مذکورہ چار دلائل سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے

- ۱۔ حسین کریمین رضی اللہ عنہما نے بخوشی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت کی تھی۔ اور تا زندگی اس بیعت کو نہیں توڑا۔
- ۲۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے دس لاکھ دینار ہر سال امام حسین رضی اللہ عنہ کو بطور امداد ملا کرتے تھے۔ ان کے علاوہ دیگر تحائف اور ہدایا بھی تھے۔

۳۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خواہش کو پورا کرتے ہوئے امام حسن رضی اللہ عنہ اپنے لوہین اور دوستوں کے مجمع میں یہ اعلان فرمایا۔ کہ جب تم لوگوں پر میری اطاعت لازم ہے۔ تو میں اعلان کرتا ہوں۔ کہ میں نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی ہے۔ لہذا تمہیں اس سے انکار کی کوئی گنجائش نہیں۔

۴۔ شیعہ لوگوں نے حسین کریمین کو دومرتبہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے غلات اکسایا۔ ایک اس وقت جب کہ یہ حضرات بیعت کر چکے۔ تو ان نام نہاد مجبوں نے بیعت توڑ دینے پر اکسایا۔ اور کہنے لگے۔ آپ بیعت توڑ دیں۔ ہم امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے پیٹ لیں گے۔ تو اس پر حسین کریمین نے صاف صاف انکار کر دیا۔

دوسری مرتبہ امام حسین رضی اللہ عنہ کو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت توڑنے پر اکسایا۔ جب کہ امام حسن رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو چکا تھا۔ لیکن جب شیعہ لوگوں کی ہمد شگنی پر مجبور کرنے کی خبریں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو پہنچیں۔ اور امیر معاویہ نے امام حسین سے حقیقت حال کی وضاحت طلب کی۔ تو امام موصوف نے تمام شکوک و شبہات رفع کر دیئے۔ اور قسیر بیان فرمایا۔ کہ یہ خبریں اڑانے والے چغلیں اور امت کے بدخواہ لوگ ہیں۔ ہمارا اس قسم کا کوئی ارادہ نہیں۔ بلکہ ہم پہلے کی طرح اپنے درمیان کیے گئے معاہدوں پر بدستور قائم ہیں۔ اور قائم رہیں گے۔

خلاصہ کلام :-

جیسا کہ آپ پچھلے حوالہ جات میں ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ امام حسین رضی اللہ عنہ نے قسیر بیان فرمایا۔ کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے ہمیں کوئی رنجش نہیں۔ اور نہ ہی

اس عہد کو توڑنے کی ہم سوچ سکتے ہیں۔ جو ان کے اور امام حسن کے درمیان طے ہوا تھا۔ بلکہ ہمیں اس کے خلاف اکسا نے واسے چغل خور اور امت کے بدخواہ لوگ ہیں۔ نواسیر رسول صلی اللہ علیہ وسلم تو قسیمہ کہیں۔ کہ امیر معاویہ نے ہم سے کسی قسم کی عہد شکنی نہ کی۔ اور ہم نے ان کی بیعت تا دم آخر برقرار رکھی۔ لیکن آج کل کے دوزاکرین، مہربے لگام رہنمائی کرنے میں کوتاہاں ہیں۔ کہ امیر معاویہ نے عہد شکنی کی۔ اور امام موصوف نے بیعت توڑ دی۔ ان پر اس نے کذابوں اور فتنہ پرور لوگوں کی بات درست ہے۔ یا نواسیر رسول کا ارشاد حق ہے۔

اس صاف صاف وضاحت کے بعد بھی جو نام نہاد محبت اہل بیت، امیر معاویہ کی شان میں نازیبا الفاظ کہے۔ اور سب و شتم سے زبان گندی کرے۔ اس کا امام حسین رضی اللہ عنہ سے کیا تعلق؟ گویا اس طرح یہ لوگ امام موصوف کی کھلم کھلا خلاف ورزی کر رہے ہیں۔ اور اپنی عاقبت برباد کیے جا رہے ہیں۔ حسین کریمین کی مخالفت سے بچو۔ اپنی عقیدت و محبت درست کرو۔ اللہ ہدایت دے۔

ایک غلط پروپیگنڈا کی تردید

شیعہ لوگوں نے عوام کو حقیقت حال سے بے خبر پا کر انہیں گمراہ کرنے کی خاطر ایک چال یہ چلی ہے۔ کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ان کے حکم سے خطیب حضرات حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور تمام اہل بیت پر برسر منبر تبرا بازی کرتے تھے۔ (معاذ اللہ) جس کا ثبوت وہ کتب اہل سنت و جماعت سے پیش کرنے کی جسارت کرتے ہیں ان کے سامنے اس معاملہ میں چار کتابیں

(طبقات ابن سعد، تاریخ طبری البدایہ والنہایہ۔ کمال ابن اثیر میں۔ میں ان کے وہ مقام لکھتا ہوں۔ جو ان حضرات کے لیے دلیل بنے۔ اور آخر میں ان کے جوابات عرض کروں گا۔ اِنْ اُرِیدُ اِلَّا اِلْصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰهِ ۔

(۱) کمال ابن اثیر۔

وَقَدْ اَرَدْتُ اِیْصَاءَکَ بِاَشْیَاءَ کَثِیْرَةٍ اَنَا تَارِکُهَا اِعْتِمَادًا عَلٰی بَصْرِکَ وَلَسْتُ تَارِکًا اِیْصَاءَکَ بِخُصْلَةٍ لَا تَتْرُکُ شَتْمَ عَلِیٍّ وَذَمَّہُ وَالتَّرَحُّمَ عَلٰی عُثْمَانَ وَالْاِسْتِغْفَارَ لَہٗ وَالْعِیْبَ لِاصْحَابِ عَلِیٍّ وَالْاِقْصَاءَ لَہُمْ ۔

(کمال ابن الاثیر جلد سوم ص ۴۷۲ ذکر مقتل حجر بن عدی و مرویہ المحقق واصحابہا)

ترجمہ: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے جب ”مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ“ کو کوفہ کا والی بنا کر بھیجا۔ تو کہا میں چاہتا ہوں کہ تجھے بہت سی باتوں کی وصیت کروں۔ لیکن ان کو تیری صوابدید پر چھوڑتا ہوں۔ لیکن ایک وصیت لازم ہے۔ کہ حضرت علی پر سب و شتم ترک نہ کرنا۔ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے لیے دعائے رحمت و استغفار کرنا اور اصحاب علی کے عیب بیان کرنا اور ان سے کنارہ کش ہونا۔

(۲) طبقات ابن سعد۔

اَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ كَوْثَرِ بْنِ يَحْيَى الْغَامِذِيِّ

قَالَ كَانَ الْوَلَاةُ مِنْ بَنِي أُمَيَّةَ قَبْلَ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ لَيْشْتَمُونَ
عِدِّيَارَ حِمِّ اللَّهِ فَلَمَّا وَلِيَ عُمَرُ أَمْسَكَ عَنْ ذَلِكَ -

(طبقات ابن سعد جلد پنجم ص ۲۹۳ مطبوعہ بیروت)

ترجمہ: لوط بن یحییٰ غامدی نے کہا کہ بنی امیہ کے والیان حکومت حضرت عمر بن
عبد العزیز سے قبل حضرت علی رضی اللہ عنہ کو گال گلوں دیا کرتے تھے۔
پھر جب عمر بن عبد العزیز خلیفہ بنے تو آپ نے اس سے منع کر دیا۔

۳ تاریخ طبری:-

إِنَّ مَعَاوِيَةَ بْنَ أَبِي سُفْيَانَ لَمَّا وَلِيَ الْمُغِيرَةَ بْنَ شُعْبَةَ
الْكُوفَةَ فِي جَمَادِي سَنَةِ ٤٠ وَدَعَاَهُ وَقَالَ أَرَدْتُ إِيْصَاءَكَ
بِأَشْيَاءَ كَثِيرَةٍ فَأَنَا تَارِكُهَا إِعْتِمَادًا عَلَيَّ بِصِرَافِ
بِمَا يُرْضِيَنِي وَيُسَعِدُ سُلْطَانِي وَيَصْلَحُ بِهِ رَعِيَّتِي
وَلَسْتُ تَارِكًا إِيْصَاءَكَ بِخَصْلَةٍ لَا تَحْتَمِرُ عَنْ
شَتْمِ عَلِيٍّ وَذَمِّهِ وَالتَّرْخِيمِ عَلَى عُثْمَانَ وَالِاسْتِغْفَارِ
لَهُ وَالْعِيْبِ عَلَى أَصْحَابِ عَلِيٍّ وَالْإِقْصَاءِ لَهُمْ وَتَرْكِ
الِاسْتِمَاعِ لَهُمْ -

تاریخ طبری جلد سوم جز ششم ص ۱۴۱ ذکر سزاہدی و خمبین

ترجمہ: امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے جب مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو ۴۰ سن
ہجری ۱۰ جمادی میں کوفہ کا والی مقرر فرمایا تو انہیں بلا کر کہا میں کئی
امور کی تمہیں وصیت کرنا چاہتا تھا لیکن ان کو تمہاری صوابدید
پر چھوڑتا ہوں۔ مجھے اعتقاد ہے کہ تم ہر وہ بات کر گے۔ جو

مجھے پسند ہوگی۔ اور میری حکومت کے لیے اچھی ہوگی۔ اور میری رعیت کی بہتری میں ہوگی۔ لیکن ایک بات کی تمہیں ضرورت صیت کئے دیتا ہوں۔ کہ ”علی“ پر سب و شتم اور ان کی مذمت ختم نہ ہونی چاہیئے اور حضرت عثمان کے لیے دعائے رحمت و استغفار کرنا ”علی“ کے ساتھیوں کی عیب جوئی کرنا۔ اور ان کی کوئی بات نہ سنا۔

(۴) البدایۃ والنہایۃ:

وَلَمَّا كَانَ مُتَوَالِبًا عَلَى الْمَدِينَةِ لِمَعَاوِيَةَ كَانَ يَسُبُّ عَلِيًّا كُلَّ جُمُعَةٍ عَلَى الْمُنْبِرِ وَقَالَ لَهُ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ لَمَّا لَعَنَ اللَّهُ آبَاكَ الْحَكَمَ وَأَنْتَ فِي صَلَاتِهِ عَلَى لِسَانِ نَبِيِّهِ فَقَالَ لَعَنَ اللَّهُ الْحَكَمَ وَمَا وَلَدَكَ وَاللَّهُ أَعْلَمُ.

(۱) البدایۃ والنہایۃ جلد چہارم جزء ہشتم ص ۲۵۹ مطبوعہ بیروت و ریاض ذکر ترجمہ مروان بن الحکم

ترجمہ: امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے جب ”مروان بن الحکم“ مدینہ منورہ کا والی مقرر ہوا۔ تو ہر جمعہ بر سر منبر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو گالی گلوچ کیا کرتا تھا۔ حضرت امام حسن بن علی رضی اللہ عنہ نے اس کو کہا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ تیرے باپ ”حکم“ پر لعنت بھیجی۔ اس وقت تو اپنے باپ کی پشت میں تھا۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں کہا۔ ”اللہ تعالیٰ لعنت بھیجے و حکم“ اور اس کی اولاد پر۔

اب آئیے ان کے جوابات سنیں۔ اور فیصلہ کریں۔ حق کیا ہے۔ باطل کیا ہے۔

جواب اول:-

لعن طعن کے ثبوت میں مندرجہ روایات قابل استدلال نہیں۔ جس کی وجہ یہ ہے۔ کہ اہل سنت اور شیعہ دونوں کے نزدیک کسی مسلمان کا نام لے کر لعن طعن کرنا جائز نہیں۔ اور اس قسم کا مفروضہ صحابہ کرام کے لیے کب روا ہو سکتا ہے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے کامل الایمان اور منبع ولایت ہونے میں کسے اختلاف ہے۔ تو بغرض محال اگر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے کسی والی کو زہراً مروان بن حکم، کو حضرت علی رضی اللہ عنہ پر سب و شتم کا کہا ہو۔ تو صحابہ کرام اس کی تائید کب کر سکتے ہیں۔ کیونکہ اللہ رب العزت نے ”لَا تَعَاوَنُوا عَلٰی الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ“ فرما کر اس امر کی ممانعت کر دی ہے۔ اب اگر ان صحابہ کرام کے ہوتے ہوئے کوئی شخص برسر منبر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شان میں سب و شتم کرتا ہے۔ تو ان کا ایسے شخص کے پیچھے نمازیں ادا کرنا کیوں کر ممکن۔ حالانکہ اس وقت بہت سے صحابہ موجود تھے۔ اودان امراء کے پیچھے نمازیں بھی ادا کرتے رہے۔ لہذا معلوم ہوا۔ کہ روایات مذکورہ عقلاً قابل استدلال نہیں۔

جواب دوم:-

ان روایات کو اگر فن روایت کے اعتبار سے دیکھا جائے۔ تو بھی قابل استدلال نہیں۔ ”کامل ابن اثیر“ کی ذکر کردہ روایت میں اگرچہ اس کی سند مذکور نہیں۔ لیکن خود ”ابن اثیر“ مقدمہ میں لکھ چکے۔ کہ میری کتاب کا اخذ ”تاریخ طبری“ ہے۔ تو یہ بات کافی حد تک درست معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ روایت مذکورہ کے الفاظ جو ”طبری“ کے اندر مذکور ہیں۔ ان میں معمولی کمی بیشی کے ساتھ ”ابن اثیر“ نے نقل کیے۔ لہذا سند دونوں کی ایک ہی ہوگی۔ اور ”طبری“ کی روایت میں ”ہشام بن محمد کلبی“،

اور ”لوط بن یحییٰ ابو مخنف“ ایسے راوی ہیں جو دونوں فن روایت میں مجروح ہیں۔

لسان المیزان :-

لُوطُ بْنُ يَحْيَى ابُو مَخْنَفٍ . اخْبَارِيٌّ تَأَلَّفَ
لَا يُوثَقُ بِهِ تَرْكَةً ابُو حَاتِمٍ وَغَيْرُهُ وَقَالَ
الذَّارِقُطِيُّ ضَعِيفٌ وَقَالَ يَحْيَى بْنُ مُعِينٍ
لَيْسَ بِشَقَّةٍ وَقَالَ مُرَّةٌ لَيْسَ بِشَيْءٍ
وَقَالَ ابْنُ عَدَى شَيْعِيٌّ مَحْرَقٌ صَاحِبُ
اَخْبَارِهِمْ .

(لسان المیزان جلد چہارم ص ۲۹۲ مطبوعہ بیروت)

(حرف اللام)

ترجمہ: لوط بن یحییٰ ابو مخنف اخباری آدمی ہے۔ ناقابل وثوق ہے۔

ابو حاتم وغیرہ نے اس کی روایت کو چھوڑ دیا۔ اور دارقطنی نے

”ضعیف“ کہا یحییٰ بن معین نے ”لیس بشقہ“ اور مرثیہ نے

”لیس بشی“ کہا۔ ابن عدی کا کہنا ہے کہ یہ شیعی طعن والا ہے۔

قصہ کہانیاں کہنے والا ہے۔

بعینہ یہی الفاظ اس راوی کے بارے میں ”میزان الاعتدال جلد دوم ص ۲۶ مطبوعہ

بیروت حرف اللام“ میں آئے ہیں۔

میزان الاعتدال :-

هَشَامُ بْنُ مُحَمَّدٍ الشَّامِيُّ الْكَلْبِيُّ . قَالَ أَحْمَدُ بْنُ

حَنْبَلٍ إِنَّمَا كَانَ صَاحِبَ مَمَرٍ وَنَسَبٍ مَا ظَنَنْتُ أَنَّ
أَحَدًا يُحَدِّثُ عَنْهُ وَقَالَ الدَّارِقُطَنِيُّ وَغَيْرُهُ
مَتْرُوكٌ وَقَالَ ابْنُ عَسَاكِرٍ رَافِضِيٌّ لَيْسَ بِشَيْئَةٍ -

(میزان الاعتدال جلد سوم ص ۲۵۶ حروف الہاء مطبوعہ

مطبع سعادت مصر طبع قدیم)

ترجمہ: امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہشام بن محمد بن سائب کلبی قصہ کہانیاں اور نسب بیان کرنے کا ماہر تھا۔ میں نہیں گمان کرتا کہ کسی ایک محدث نے بھی اس سے روایت کی ہو۔ دارقطنی وغیرہ نے "امتروک"، کہا۔ اور ابن عساکر نے "رافضی غیر موثق"، کہا۔

بعینہ ہی الفاظ اس راوی کے بارے میں درلسان المیزان جلد ششم ص ۱۹۶ حروف الہاء مطبوعہ بیروت طبع جدید میں مذکور ہیں، یہ بھی تحقیق ان دو روایان روایت مذکور کی جب خود ان کا یہ حال تو ان کی روایت سے کیسے استدلال؟

درطبقات ابن سعد کی روایت تو صاف طور پر "لوطن بکلبی عامی" سے مروی ہے۔ اور خود اس کا سن وفات سن ۱۸۰ ہے۔ حالانکہ ثابت یہ کرنا چاہتا ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بعد سے عمر بن عبدالعزیز تک تمام خلفائے بنی امیہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہتے رہے۔ تو خود اس دور کے اندر یہ تھا ہی نہیں۔ تو اسے کیسے معلوم ہو گیا کہ اس دور کے خطباء اور ولایان مملکت بربر منبر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو سب و شتم کیا کرتے تھے۔ اسی سے آپ اس کی صداقت و وثوق کا پتہ چلا سکتے ہیں۔

درالبدایہ والنہایہ میں مذکور روایت کی سند بالکل مفقود ہے۔ اس کی تخریج معدوم جس کی بنا پر اس کی صحت و عدم صحت پر فیصلہ ناممکن۔ تو بادی النظر میں اس طرح

روایت کرنے سے یہی معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس کی سند ملی ہی نہیں۔ تو ایسی بے سند روایت قابل استدلال نہیں ہوتی۔

جواب سوم :-

جس طرح امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے لعن طعن کی روایات کتب میں موجود ہیں۔ اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے ایسی ہی روایات پائی جاتی ہیں۔ چنانچہ تاریخ طبری جلد ۱۲ میں ہے۔ اَنَّ حَجْرًا مَّجْتَمِعًا عَلَيْهِ شِيعَةُ عَلِيٍّ وَيُظَاهِرُونَ لِعَنِّ مَعَاوِيَةَ وَالْبَرَاءَةَ مِنْهُ۔ ”حجر بن عدی“ نے شیعیان علی کو جمع کیا۔ اور حضرت امیر معاویہ پر لعن طعن شروع کر دیا۔ اسی طرح ”تاریخ کبیر امام بخاری جلد سوم ص ۳۶ باب حنظلہ“ میں ہے۔ عَنْ مُنْبِرَةَ قَالَتْ خَرَجَ عِدِّيُّ بْنُ حَاتِمٍ وَجَرِيرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ وَحَنْظَلَةُ كَاتِبُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْكُوفَةِ إِلَى قَرْقَسِيَّةَ وَقَالُوا لَا نُقِيمُ بِبَلَدٍ يَشْتَمُ فِيهِ عُثْمَانُ بْنُ عَمَّتَانَ۔ منبرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ عدی بن حاتم، جریر بن عبد اللہ اور کاتب رسول اللہ حضرت حنظلہ کوفہ سے قرقسیہ جانے کے لیے نکلے۔ اور انہوں نے آپس میں کہا۔ کہ ہم کسی ایسی بستی اور شہر میں نہیں رکیں گے۔ جس میں عثمان بن عفان کو گالی دی جاتی ہو۔

جب لعن طعن کی روایات دونوں طرف سے موجود ہیں۔ تو ہمیں ان لغویات میں کسی کو ترجیح دینے کی کیا ضرورت ہے۔ کیونکہ قرآن و حدیث میں اس کی ممانعت وارد ہے۔ جب کہ لعن طعن سے منع کرنے والی روایات حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی طرف سے ہم نقل کر چکے ہیں۔ تو ان تمام باتوں کو مد نظر رکھ کر ان روایات کا کیا مقام ہو سکتا ہے۔ جو بلا سند اور مجروح ہوں۔

جن کے راویوں کے بارے میں ”لا شئ“، ”ولیس بشقة“، اور ”شیعی محترق“ جیسے الفاظ مذکور ہوئے۔ لہذا یہ روایات قطعاً قابل اعتبار نہیں۔

جواب ۴:

اگر ان روایات کو درست بھی قرار دیا جائے۔ تو لفظ ”سب“، کا معنی صرف گالی گلوچ ہی نہیں۔ بلکہ ”سخت کلامی“، بھی آیا ہے۔ اس معنی میں ان روایات میں کچھ صداقت ہو سکتی ہے۔ لفظ ”سب“، کو ”سخت کلامی“، کے مفہوم میں لینا خود حدیث میں موجود ہے۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ ”مالِ فے“ میں جھگڑتے ہوئے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے پاس آئے۔

بخاری شریف :-

فَلَمَّا دَخَلَ قَالَ عَبَّاسُ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ
أَقْضِ بَيْنِي وَبَيْنَ هَذَا وَهَذَا يَحْتَصِمَانِ فِي
الَّتِي أَقْبَأَ اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ مِنْ ابْنِي النَّضِيرِ فَاسْتَب
عَلَيْهِ وَعَبَّاسُ -

(بخاری شریف جلد دوم صفحہ ۵۷۵)

ترجمہ: جب دونوں حضرات فاروق اعظم کے پاس تشریف لائے۔
تو حضرت عباس نے کہا۔ اے امیر المؤمنین! میرے اور ان کے
درمیان فیصلہ فرمائیے۔ دونوں کا جھگڑا ”بنی نضیر کے مالِ فے“
میں تھا۔ اور دونوں (سب کو سچ سمجھنے) ایک دوسرے سے سخت کلامی کر رہے
تھے۔ یہاں ایک دوسرے کو گالی دینا درست نہیں بنتا کیونکہ
دونوں آپس میں چچا، بھتیجا تھے۔

دروطا امام مالک، میں ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم "تبوک" کی طرف روانہ ہوئے۔ تو آپ نے ساتھیوں سے فرمایا کہ تم انشاء اللہ کل "چشمہ تبوک" پر پہنچ جاؤ گے۔ لیکن چاشت کے وقت کے بعد۔ پھر فرمایا۔ میرے اُسے سے قبل پانی کو ہاتھ نہ لگانا۔

فَجِئْنَاَهَا وَقَدْ سَبَقَنَا إِلَيْهَا رَجُلَانِ وَالْعَيْنُ
تَبْصُرُ بِشَيْءٍ مِنْ مَاءٍ فَسَاَلَهُمَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ مَسَسْتُمَا مِنْ مَاءٍ هَا شَيْئًا
فَقَالَا نَعَمْ فَسَبَّ هُمَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
قَالَ لَهُمَا مَا بَشَاءَ اللَّهِ أَنْ يَقُولَ .

ترجمہ: ہم وہاں پہنچے۔ اور ہم میں دو آدمی پہلے ہی پہنچ چکے تھے چشمہ کا پانی چمک رہا تھا۔ ان دونوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا۔ کیا تم نے اس کا پانی پیا۔ اور اس کو ہاتھ لگایا۔ کہنے لگے ہاں یا رسول اللہ! تو آپ نے انہیں دسب کیا یعنی اڈانٹ بٹائی۔ اور اللہ نے جو چاہا۔ آپ نے انہیں کہا۔ ان تمام سطور سے ثابت یہ ہوا کہ اول تو مذکورہ روایات قابل استدلال نہیں۔ اور اگر کچھ صداقت ہو تو بھی اس سے مراد "سخت کلامی" ہوگی۔ جس کا مقصد یہ ہو کہ یہ حضرات بعض دفعہ ایک دوسرے کے بارے میں سخت کلامی کیا کرتے تھے۔ اگرچہ عقل سلیم اور فطرت انسانی اس معنی کو بھی ان حضرات کے لیے جائز نہیں سمجھتی۔
واللہ اعلم بالصواب



باب: چہارم

فضائل اہمات المومنین ازواج رسول صلی اللہ علیہ وسلم

فصل اول: لفظ اہل بیت کا معنی اور اس کی تحقیق

”آل“ در اصل اہل تھا۔ ہاء کو ہمزہ سے تبدیل کر دیا گیا۔ ”لسان العرب“ میں اس کے مصنف علامہ ابن منظور، افریقی مصری نے اس لفظ کی تحقیق یوں تحریر کی۔

لسان العرب:

وَالْأَوَّلُ الْجَدُّ أَهْلُهُ - وَاللَّهُ وَالرَّسُولُ
أَوَّلِيَّاهُ - أَصْلُهَا أَهْلٌ شُعَابُ بَدَلَتْ
الْهَاءُ هَمْزَةً فَصَارَتْ فِي التَّقْدِيرِ
أَهْلٌ فَلَمَّا تَوَالَتْ الْهَمْزُ مَتَانِ
أَبْدَلُوا الثَّانِيَةَ أَيْفًا كَمَا قَالُوا
أَدَمُ وَالْآخَرُ -

(لسان العرب جلد یازدہم ص ۳۲ مطبوعہ بیروت
طبع جدید)

ترجمہ: آدمی کی آل اس کے اہل و عیال ہوتی ہے۔ اللہ اور اس کے رسول
کی آل، ان کے دوستوں کو کہا جاتا ہے۔ یہ لفظ دراصل اہل تھا۔

پھر بار کو ہمزہ سے تبدیل کیا گیا۔ تو اُ اُل ہو گیا۔ اب دو ہمزہ لگاتار آئے۔ اس لیے (اہل عرب نے) دوسرے ہمزہ کو الف میں تبدیل کر دیا۔ جیسا کہ آدم اور آخر میں کیا گیا۔

لغت عرب میں ”اہل“ کا معنی۔ اہل بیت نبی ازواج رسول کو کہا جاتا ہے

لسان العرب:

أَهْلُ الْقُرْآنِ هُمُ أَهْلُ اللَّهِ وَخَاصَّتُهُ آيُ حَفَظَةُ الْقُرْآنِ الْعَامِلُونَ بِهِ هُمُ أَوْلِيَاءُ اللَّهِ..... وَأَهْلُ الْأَمْرِ وَلَاتُهُ وَأَهْلُ الْبَيْتِ سَحَّابَتُهُ وَأَهْلُ الرَّجُلِ أَخَصُّ النَّاسِ بِهِ وَأَهْلُ بَيْتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْوَاجُهُ وَبَنَاتُهُ وَصِهْرُهُ أَعْنِي عَلِيًّا عَلَيْهِ السَّلَامُ وَقِيْلَ لِنِسَاءِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ..... وَأَهْلُ كُلِّ نَبِيٍّ أُمَّتُهُ۔

(لسان العرب جلد یازدہم ص ۲۹ مطبوعہ بیروت)

طبع جدید

ترجمہ: اہل القرآن وہ لوگ ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ کے اہل اور خاص بندے ہیں۔ یعنی وہ حفاظ القرآن جو قرآن کے حامل بھی ہوں۔ وہی

اولیاء اللہ ہیں۔ اہل الامر وہ اشخاص جن کے ہاتھ میں امور کی باگ ڈور ہو۔
 اہل البیت، گھر میں سکونت پذیر، اہل الرجل کسی آدمی کے خاص تعلق وار
 اہل بیت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، آپ کی ازواج مطہرات، صاحبزادیاں
 اور حضرت علی رضی اللہ عنہ میں اور اہل بیت نبی کے بارے میں کہا گیا
 ہے۔ کہ صرف آپ کی ازواج مطہرات ہی ہیں اور ہر نبی کی اہل اس
 کی امت ہے۔

القاموس:-

أَهْلُ الْأَمْرِ وَالْأَيَّةِ وَالْبَيْتِ سُكَّانُهُ
 وَلِلْمَذْهَبِ مَنْ يَتَّبِعُونَهُ وَ لِلرَّجُلِ
 زَوْجَتُهُ كَأَهْلِيهِ وَ لِلنَّبِيِّ أَزْوَاجُهُ
 وَ بَنَاتُهُ وَ صِهْرُهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَوْ
 نِسَاءُهُ وَ الرِّجَالُ الَّذِينَ هُمَا أَلُهُ وَ يَكُنِي
 نَبِيٍّ أُمَّتُهُ۔

(القاموس جلد سوم ص ۴۳۲ فصل الہمنہ والیاء
 باب اللام۔ البانی المجلی مطبوعہ مصر سن طباعت
 ۱۹۵۲ م)

ترجمہ: ”اہل الامر“ امر حکومت کے والی، ”اہل البیت“، گھر کے اہل
 سکونت پذیر، ”اہل المذہب“ مذہب کے پیروکار، ”اہل الرجل“، مرد کی
 بیوی، ”اہل انبی“، نبی کی ازواج، صاحبزادیاں اور داماد حضرت علی
 یا نبی کی عورتیں اور وہ مرد جو آپ کی آل ہیں۔ ہر نبی کی آل اس کی امت ہے۔

ان معانی کی تصدیق و توثیق کتب شیعہ سے ملاحظہ ہو۔

مجمع البیان :-

قِيلَ اَلرَّجُلُ قَرَابَتُهُ وَاَهْلُ بَيْتِهِ وَاَلُ
الْبَعْرِ الْوَاَحِدُ وَاَلُ الْخِيْمَةِ عَمَدُهُ
وَاَلُ الْجَبَلِ اطْرَافُهُ وَنَوَاحِيهِ وَقَالَ
ابْنُ دُرَيْدٍ اَلُ كُلِّ شَيْءٍ شَخْصُهُ وَ
اَلُ الرَّجُلِ اَهْلُهُ وَفَرَابَتُهُ قَالَ الشَّاعِرُ
”شَعْرٌ“

وَلَا تَبُكْ مَيِّتًا بَعْدَ مَيِّتٍ اَجْتَهَ
عَلَيَّ وَعَبَّاسٌ وَاَلُ اَيُّ بَكْرٍ

وَقَالَ ابُو عُبَيْدَةَ سَمِعْتُ اِعْرَابِيًّا فَصِيحًا
يَقُولُ اَهْلُ مَكَّةَ اَهْلُ اللّٰهِ فَقُلْنَا مَا تَعْنِي بِذَلِكَ
قَالَ اَلَيْسُوا مُسْلِمِينَ؟ الْمُسْلِمُونَ اَلُ اللّٰهِ قَالَ اِنَّمَا
يُقَالُ اَلُ فُلَانٍ لِلرَّئِيسِ الْمُتَّبِعِ وَفِي شِبْهِ مَكَّةَ
لَا تَهَا اُمُّ الْقُرَى وَمِثْلُ فِرْعَوْنَ فِي الضَّلَالِ وَ
اَتْبَاعُ قَوْمِهِ لَهُ فَاِذَا جَاوَزْتَ هَذَا فَاِنَّ اَهْلَ
الرَّجُلِ اَهْلُ بَيْتِهِ خَاصَّةً.

تفسیر مجمع البیان جلد اول جز اول ص ۴۲ زیر آیت

واذ نجيتكم من آل فرعون الخ مطبوعہ تہران

طبع جدید

ترجمہ: آل الرجل اس کی اہل بیت اور اس کی قرابت والے ہوتے ہیں۔
 آل بعیر اس کے تختے، آل خیر اس کی لکڑیاں، آل جبل اس کی اطراف
 اور کونے، ابن درید نے کہا۔ ہرشی کی آل اس کی ذات ہے۔ آدمی
 کی آل اس کے اہل و عیال اور قرابت والے ہوتے ہیں۔ ایک شاعر
 نے کہا۔ ”ایسی میت کے بعد کسی اور میت پر نہ روؤ۔ جس کو علی،
 عباس اور آل ابی بکر نے چھپا دیا،“
 ابو عبیدہ نے کہا۔ میں نے ایک نصیح اعرابی کو یہ کہتے سنا۔ اہل مکہ
 اہل اللہ ہیں۔ ہم نے پوچھا۔ اس سے تیری کیا مراد ہے؟ کہنے لگا۔
 کیا مکہ والے مسلمان نہیں۔ تمام مسلمان آل اللہ ہیں۔ اس نے کہا۔
 آل فلان اس شخص کے متبعین کو کہتے ہیں۔ اور مکہ بھی اسی طرح
 ہے۔ کیونکہ وہ ام القرئی ہے۔ آل فرعون سے مراد اس کی قوم
 کے متبعین اور گمراہ لوگ ہیں۔ پھر جب سلاطین سے آگے بڑھ جائے۔
 تو آل الرجل صرف اس کے گھر والوں کو ہی کہتے ہیں۔ (یعنی گھر والے
 کی بیویاں بچے)

لفظ آل و اہل کی تحقیق اور یہ کو نبی علیہ السلام تمام سلف رضی اللہ عنہما
 کو اپنی اہل بیت کے حق میں مانگی گئی دعائیں شامل فرمایا۔
 کشف الغمہ۔

وَالْمَرَامِ مَنْ وَضَعَ الْكِتَابَةَ بِالْعَرَبِيَّةِ
 وَأَمْلَهُمْ مِنَ الْأَنْبَارِ أَوْ الْحِيزَةِ فَقَدْ

اُمِّلْتُ اِلَ اللّٰهِ وَ اِلَ مُحَمَّدٍ وَ اِلَ قُرْآنٍ وَ اِلَ
 السَّرَّابِ وَ اِلَ الشَّخْصِ وَ اِلَ اَعْوَجٍ
 فَرْسًا وَ اِلَ جَبَدًا وَ اِلَ لَيْسِيْنَ وَ اِلَ حَمٍّ وَ
 اِلَ نَرِيدٍ نَفْسُهُ وَ اِلَ فِرْعَوْنَ اِلَ دُبِّيَّهِ وَ
 اِلَ مَرَامَرٍ وَ اِلَ الزُّوْحِ وَ اِلَ الْخَزَانَةِ
 وَ النِّصَامَةِ وَ اِلَ قَرَابَةِ وَ اِلَ كُلِّ
 ثَقِيٍّ وَ اِلَ جَمْعٍ اِلَيْهِ وَ هِيَ خَشْبَةٌ وَ اِلَ
 حَرْبَةٍ يُصَادُ بِهَا السَّمَكُ فَاَمَّا الْاَهْلُ
 فَاَهْلُ اللّٰهِ اَهْلُ الْقُرْآنِ وَ اَهْلُ الْبَيْتِ عَلَيْهِ
 وَ فَاطِمَةُ وَ الْحَسَنُ وَ الْحُسَيْنُ عَلَيْهِمُ
 السَّلَامُ عَلَى مَا فَتَرْتُهُ اُمُّ سَلَمَةَ وَ
 ذَاكَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَمَا
 هُوَ ذَاتَ يَوْمٍ جَالِسًا اِذَا نَتَشَهُ فَاُطِمَةُ
 عَلَيْهَا السَّلَامُ بِبَرَمَةٍ فِيْهَا عَصِيْدَةٌ
 فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ اٰلِهِ اَيْنَ
 عَلِيٌّ وَ ابْنَاهُ قَالَتْ فِي الْبَيْتِ قَالَ اُدْعِيْهِمْ
 لِيْ فَاَقْبَلَ عَلِيٌّ وَ الْحَسَنُ بَيْنَ يَدَيْهِ وَ
 فَاُطِمَةُ اَمَامَهُ فَلَمَّا بَصَرَ بِهِمُ النَّبِيُّ
 صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ اٰلِهِ تَنَاولَ كِسَاءً
 كَانَ عَلَى الْمَنَامَةِ خَيْرِيًّا فَجَلَّلَ بِهِ
 نَفْسَهُ وَ عَلِيًّا وَ الْحَسَنَ وَ الْحُسَيْنَ وَ

فَاطِمَةَ ثُمَّ قَالَ اللَّهُمَّ إِنَّ هَؤُلَاءِ أَهْلُ
 بَيْتِي وَ أَحَبُّ الْخَلْقِ إِلَيَّ فَادْهَبْ عَنْهُمْ
 الرَّجْسَ وَ طَهِّرْهُمْ تَطْهِيرًا فَأَنْزَلَ اللَّهُ
 تَعَالَى إِيَّاهُمْ يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ
 الرَّجْسَ الْإِ وَ فِي رِوَايَةٍ أُخْرَى وَنَالَتْ
 فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَلَسْتُ مِنْ أَهْلِ
 بَيْتِكَ قَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ
 إِنَّكَ عَلَى خَيْرٍ أَوْ إِلَى خَيْرٍ وَمِنْ مُسْنَدِ
 أَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنْ أُمِّ
 سَلَمَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ بَيْنَمَا
 رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي
 بَيْتِي يَوْمًا إِذْ قَالَتِ الْخَادِمَةُ إِنَّ عَلِيًّا
 وَ فَاطِمَةَ وَ الْحَسَنَ وَ الْحُسَيْنَ بِالسَّدَةِ
 قَالَتْ فَقَالَ لِي قَوْمِي فَتَنَحَّيْتُ لِي عَنْ أَهْلِ
 بَيْتِي قَالَتْ فَتَمَمْتُ فَتَنَحَّيْتُ مِنَ الْبَيْتِ
 قَرِيبًا فَدَخَلَ عَلِيٌّ وَ فَاطِمَةُ وَ الْحَسَنُ
 وَ الْحُسَيْنُ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ وَ هُمَا
 صَبِيَّانِ صَغِيرَانِ فَأَخَذَ الصَّبِيَّيْنِ
 فَوَضَعَهُمَا فِي حُجْرِهِ فَقَبَّلَهُمَا قَالَتْ وَ
 اعْتَمَقَ عَلِيًّا بِأُخْدَى يَدَيْهِ وَ فَاطِمَةَ
 بِأَيْدِ الْأُخْرَى فَقَبَّلَ فَاطِمَةَ وَ قَبَّلَ

عَلِيًّا فَأَعَزَفَ عَلَيْهِمْ خَمِيصَةً سَوْدَاءَ
فَقَالَ اللَّهُمَّ إِلَيْكَ لَا إِلَى الْتَارِ أَنَا وَ
أَهْلُ بَيْتِي قَالَتْ وَقُلْتُ وَأَنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ
فَقَالَ وَأَنْتِ.

(کشف الغم فی معرفۃ الائمہ جلد اول ص ۴۵-۴۶ فی

معنی الاہل مکتبہ بنی ہاشم تبریز طبع جدید)

ترجمہ: آل مراد جنہوں نے سب سے پہلے عربی کتابت وضع کی۔ انبار یا
حیرۃ کے رہنے والے تھے۔ اور لکھا جاتا ہے۔ آل اللہ الخ یعنی اللہ کی
آل، محمد کی آل، قرآن کی آل، سراب کی آل،

اور آل سے مراد کسی کی ذات بھی ہوتی ہے۔ اور آل فرسا کا معنی
فلاں نے گھوڑا پھیرا۔ آل جبل، آل لیسین، آل خم، آل زید یعنی زید کی
شخصیت، آل فرعون یعنی اس کے ساتھی۔ اس کے دین کے متبع،
آل مراد، آل یعنی روح، آل یعنی خزانہ، آل یعنی خاص لوگ، آل یعنی
قربت، ہر نیک و پرہیزگار، آل جو کہ ازلہ کی جمع ہے یعنی لکڑیاں۔ اور
اور آل اس کنڈی کو بھی کہتے ہیں۔ جس سے مچلی کا شکار کیا جاتا ہے۔
لیکن لفظ اہل۔ جیسا کہ اہل اللہ، اہل القرآن، اہل البیت یعنی حضرت علی
فاطمہ حسن حسین جیسا کہ اس کی تفسیر ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کی۔ وہ یہ کہ
ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا۔ علی اور ان
کے دونوں بیٹے کہاں ہیں؟ جناب سیدہ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے
عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی اور ان کے دونوں
صاحبزادے حسن اور حسین گھر میں ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ انہیں میرے

پاس بلا لاؤ۔ وہ بھی حاضر ہو گئے۔ سب سے آگے سیدہ فاطمہ تھیں۔
 ان کے پیچھے حضرت علی المرتضیٰ اور ان کے (ساتھ) حسن و حسین تھے۔
 جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو آگے دیکھا۔ آپ نے خیر ہی
 چادرا نہیں اوڑھائی۔ جس میں آپ آرام فرمایا کرتے تھے۔ خود بھی اس
 چادر میں لپیٹ گئے۔ جب آپ سمیت پانچ افراد اس چادر کے نیچے
 ہو گئے تو آپ نے دعا مانگی۔ اور کہا۔ یہ لوگ میری اہل بیت ہیں مجھے
 ساری مخلوق سے زیادہ محبوب ہیں۔ اے اللہ! ان سے رحمتیں کو دے
 فرما کر اچھی طرح انہیں ستھرا کر دے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل
 فرمائی۔ انما یرید اللہ لیذهب الخ

ایک اور روایت میں ہے۔ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی۔ یا رسول اللہ!
 کیا میں آپ کی اہل بیت میں سے نہیں ہوں؟ فرمایا۔ تو بھلائی پر ہے
 یا بھلائی کی طرف ہے۔ منہ امام احمد بن حنبل میں ام سلمہ رضی اللہ عنہا
 سے مروی ہے۔ کہ ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر جلوہ فرما
 تھے۔ کہ ایک خادمہ نے اطلاع دی حضور! حضرت علی، فاطمہ، حسن
 اور حسین دروازہ پر کھڑے ہیں۔ ام سلمہ کہتی ہیں۔ مجھے حضور نے فرمایا۔
 اٹھ کر ایک طرف ہو جاؤ۔ اور میرے اہل بیت کے لیے جگہ چھوڑ
 دو۔ فرماتی ہیں۔ میں اٹھی۔ اور گھر میں قریب ہی ایک طرف چلی گئی۔
 حضرت علی، فاطمہ، حسن و حسین داخل ہوئے۔ اس وقت حسن و حسین
 ابھی چھوٹی عمر کے تھے۔ حضور نے دونوں بچوں کا ہاتھ پکڑا۔ اور
 اپنی گود میں رکھ لیا۔ پھر انہیں چوا۔ حضرت علی کو ایک ہاتھ سے
 معانقہ اور حضرت فاطمہ کو دوسرے ہاتھ سے معانقہ کرتے ہوئے۔

دونوں کے ہاتھوں کو بوسہ دیا۔ پھر انہیں ایک سیاہ چادر پہنائی۔ اور دعا کی۔ اے اللہ! ہم سب تیری طرف رجوع لانے والے ہیں۔ جہنم کی آگ کی طرف نہیں۔ ہم سزا رسی اللہ عنہا تے عرض کی۔ یا رسول اللہ! میں بھی فرمایا۔ تو بھی۔ (یعنی آپ اپنی اہل بیت اور اس دعا میں کیا مجھے بھی داخل نہ فرمائیں گے۔ تو آپ نے فرمایا۔ ہاں تو بھی داخل ہے۔)

مذکورہ کتب شیعہ سے لفظ آل اور اہل کے معنی کا خلاصہ

لفظ آل کثیر المعانی لفظ ہے۔ جس کی کچھ تفصیل کتب لغت و کتب شیعہ سے آپ نے ملاحظہ فرمائی۔ اس لیے ایسے لفظ کو صرف ایک معنی میں بند کر دینا بالکل بے وقوفی ہے۔ اور اس لفظ کا صرف ”اولاد“ ہی معنی کرنا کوئی بھی سمجھ دار بغیر قرینہ کے نہ مانے گا۔

لہذا شیعہ حضرات کا لفظ آل کا معنی صرف اولاد کر کے آیات کے مفہوم سے ازواج مطہرات کو خارج کر دینا بالکل لغت عرب سے نادانی کی علامت ہے۔ اگر صرف یہی معنی ہوتے تو آل اللہ، اور آل قرآن کا کیا معنی ہے۔ کیونکہ اللہ کی اولاد کا تصور بھی شرک ہے۔ اور قرآن یا کو اس قابل نہیں کہ وہ اولاد والے کہلائیں۔ شیعہ معنفین نے اس بات کو ثابت کر دیا۔ کہ آل بیت یا اہل بیت ہر اس آدمی کو کہہ سکتے ہیں۔ جس کو گھر گھر لے گھر کے افراد میں سے بیوی کو کسی طرح بھی نکالنا درست نہیں ہو سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ ابو عبیدہ سے جو ایک نصیح اعرابی کی بات حجت نقل ہوئی۔ جسے صاحب مجمع البیان نے بیان کیا ہے۔ اس اعرابی نے واضح کر دیا۔ کہ ”وآل اللہ“ سے مراد اللہ تعالیٰ کے مطیع اور تابع لوگ ہیں۔ جس طرح کسی رئیس کے متبعین کو اس کی آل کہا جاتا ہے۔ بلکہ اس اعرابی نے یہ وضاحت کر دی۔ کہ جس مقام پر اس لفظ کا کوئی معنی نہ بن سکے۔

سکے۔ وہاں اس کے معنی ”گھروالے“ ہوں گے۔ اور یہی عرف و عادت ہے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے جب حضرت علی، فاطمہ، حسن اور حسین کو ایک چادر تلے لے کر حضور کو یہ فرماتے سنا کہ یہ میرے ”اہل بیت“ ہیں۔ تو انہوں نے عرض کی۔ یا رسول اللہ! کیا میں اہل بیت میں سے نہیں ہوں؟ یعنی ام المومنین رضی اللہ عنہا نے ”اہل بیت“ کے لفظ کو جب بیوی کے علاوہ دوسرے افراد پر بولتے دیکھا۔ تو حیران ہوئیں۔ کیا اس لفظ کا معنی تبدیل ہو چکا ہے۔ اور بیوی جو کہ اس لفظ میں بہر صورت داخل تھی۔ وہ داخل نہیں رہی؟ تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ”تو خیر ہے“، یعنی اسے ام سلمہ تو پہلے ہی اہل بیت میں شامل ہے۔ اس لیے تیرے داخل کرنے کی ضرورت ہی نہیں۔ اسی روایت کو امام احمد بن حنبل کی منہ میں جوڑ کر کیا گیا۔ وہ اس بات کی تائید ہے۔ وہ یہ کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل بیت کے لیے دعا کی کہ میری اہل بیت اسے اللہ تیری طرف رجوع کرنے والے ہیں۔ تو ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے استفسار کے جواب میں آپ نے ارشاد فرمایا۔ ہاں اسے ام سلمہ تو بھی اہل بیت میں شامل ہے۔

لہذا معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کو لفظ ”اہل بیت“ سے خارج قرار دینا۔ قرآن مجید احادیث رسول اور لغت عرب کے باطل خلاف ہے۔ دراصل شیعہ لوگوں کو ازواج مطہرات کو خارج کرنے کی ضرورت اس لیے پیش آئی کہ انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج میں سے سیدہ عائشہ صدیقہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے خدا واسطے کا بیر ہے۔ کیونکہ ان میں سے اول الذکر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی دختر اور موحرا الذکر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی ہیں۔ جب یہ دونوں حضرات ان کے نزدیک غاصب ولایت علی اور مخلص مومن نہ تھے۔ تو ان کی صاحبزادیاں کسی اچھائی اور اخلاقی اقدار سے

متصف انہیں کیسے بچا سکتی ہیں۔ ان دونوں ازواج مطہرات کو یہ لوگ حضور کی ازواج ہونے سے تو نہیں نکال سکتے تھے۔ لہذا اپنی دلی علین کا انتقام یوں لیا کہ ان کی خاطر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام ازواج مطہرات کو ”اہل بیت“ سے نکال باہر کیا۔ اور اس لفظ سے صرف آپ کی اولاد ہی مراد لی۔ پھر جب لوگوں نے اس طرف توجہ دلائی۔ کہ آپ کی اولاد میں تو وہ دو صاحبزادیاں بھی شامل ہیں۔ جو یکے بعد دیگرے حضرت عثمان غنی کے عقد زوجیت میں آئیں۔ تو عقل کے اندھوں اور بغض و عناد کے مجسموں نے ان دونوں کو آپ کی صاحبزادیاں ہی ماننے سے انکار کر دیا۔

خدا جب دین لیتا ہے حماقت آہنی پاتی ہے۔

حضرات! آپ نے کتب لغت اور کتب شیعہ سے لفظ ”دال“ کے معانی پڑھ لیے۔ اس لفظ کا قرآن پاک میں بہت سے مقامات پر استعمال ہوا۔ جہاں محل وقوع اور سیاق و سباق کے اعتبار سے مختلف معانی مراد ہیں۔ میں نے مناسب سمجھا۔ کہ قرآن پاک میں مختلف مقامات پر اس لفظ کے جو معنی لیے گئے۔ وہ عرض کر دوں۔ تاکہ معلوم ہو جائے۔ کہ اسے صرف ”اولاد“ کے ساتھ مخصوص کرنا انتہائی زیادتی ہے۔ بلکہ بعض دفعہ اسی معنی سے کفر بھی لازم آجاتا ہے۔ جیسا کہ ”دال اللہ“ کا معنی ”اللہ کی اولاد“ کرنا کفر ہے۔ قرآنی آیات ملاحظہ ہو۔

قرآن میں اہل معنی مالک و وارث بھی ہے۔

آیت ۱

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا

(پ ۵ ع ۵)

ترجمہ: بے شک اللہ تم کو حکم دیتا ہے کہ مانتیں ان کے مالکوں کو پہنچا دو۔
(ترجمہ مقبول شیعہ)

آیت ۲:

أَوَلَمْ يَهْدِ لِلَّذِينَ يَرِثُونَ الْأَرْضَ مِنْ بَعْدِ
أَهْلِهَا أَنْ لَوْ تَشَاءُ أَصْبَحْنَاهُمْ يَوْمًا
(پ ۵ ع ۵)

ترجمہ: کیا اس نے ان لوگوں کو جو پہلے مالکوں کے بعد زمین کے وارث ہوئے
ہیں۔ اس امر کی ہدایت نہیں کی ہے۔ کہ اگر ہم چاہیں تو ان کے
گناہوں کے بدلے ان پر مصیبت نازل کر دیں۔
(ترجمہ مقبول شیعہ)

آیت ۳:

وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَاً فَتَحْرِيرُ سَبْعَةِ
مُؤْمِنَاتٍ وَ دِيَّةٌ مُسَلَّمَةٌ إِلَى أَهْلِهِ إِلَّا
أَنْ تَصَدَّقَ قَتْلًا۔ (پ ۱۰ ع ۱۰)

ترجمہ: اور جو شخص غلطی سے کسی مومن کو قتل کر دے۔ اس کے ذمہ ہے۔
ایک ایمان دار غلام آزاد کرنا۔ اور پورا خون بہا۔ اس (مقتول)
کے ورثاء کو دینا سوائے اس کے کہ وہ معاف کر دیں۔

(ترجمہ مقبول شیعہ)

قرآن میں اہل معنی مکین (کسی جگہ میں رہائش پذیر)

آیت ۴:

وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ اجْعَلْ هَذَا بَلَدًا

۱۱ مِثًا وَارْشُقْ أَهْلَهُ مِنَ الثَّمَرَاتِ ۔

(پ ۱۵ ع)

ترجمہ: اور اس وقت کو یاد کرو جب کہ ابراہیم (علیہ السلام) نے عرض کی کہ
اے میرے سرپروردگار! اس کو شہر امن قرار دے۔ اور اس کے
رہنے والوں کو پھلوں سے رزق پہنچا۔

(ترجمہ مقبول شیعہ)

آیت ۱۲:

يَقُولُونَ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْ هَذِهِ الْقَرْيَةِ
الظَّالِمِ أَهْلُهَا ۔

(پ ۶ ع)

ترجمہ: عرض کرتے ہیں۔ (کہ) اے ہمارے پروردگار! ہم اس بستی سے
نکال جس کے باشندے ظالم ہیں۔

(ترجمہ مقبول شیعہ)

آیت ۱۳:

ذَلِكَ أَنْ لَمْ يَكُنْ رَبَّكَ مُهْلِكَ الْقُرَىٰ بِظُلْمٍ
وَأَهْلُهَا غَافِلُونَ ۔

(پ ۶ ع)

ترجمہ: (یہ رسولوں کا بھیجنا) اس لیے ہے۔ کہ تمہارا رب بستیوں کو ناحق
برباد نہیں کرتا۔ اس حال میں کہ ان کے باشندے (احکام سے)
بے خبر ہوں۔

(ترجمہ مقبول شیعہ)

اَلْ مَعْنٰی قَوْمِ اَوْ فِرْعَانِ كَے تابع۔ از روئے قرآن
وَ اِذْ فَرَقْنَا بِكُمْ الْبَحْرَ فَاَنْجَيْنٰكُمْ وَاَغْرَقْنَا
الْ فِرْعَوْنَ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ۔

(پ ۴۷)

ترجمہ: اور اس وقت کو بھی یاد کرو) جب کہ ہم نے سمندر میں تمہارے
لیے راستہ پیدا کر دیا تھا۔ اور تمہیں نجات بھی دی تھی۔ اور تمہارے
دیکھتے دیکھتے فرعون والوں کو ڈبو دیا۔

(ترجمہ مقبول شیعہ)

وَ اَمْرًا هَلَكَ بِالصَّلٰوَةِ وَاَصْطَبِرَ عَلَيْهَا لَنْسَئِكَ
بِمَا زُفَا۔

(پ ۱۶ - ع ۱۶)

ترجمہ: اور اپنے اہل بیت اور امت کو نماز کا حکم دو۔ اور خود بھی اس کے
پابند رہو۔ ہم تم سے کچھ کھانے کو تو نہیں مانگتے۔
(ترجمہ مقبول احمد شیعہ)

تفسیر قمی:-

وَ اَمْرًا هَلَكَ بِالصَّلٰوَةِ اَيُّ اَمَّتِكَ ۔

و تفسیر قمی ص ۲۲۵ مطبوعہ ایران قدیم

ترجمہ: اپنے اہل بیت امت کو نماز کا حکم دو۔

✽

لفظ آل و اہل تفاسیر شیعہ میں متبعین کو آل اور اہل کہا

جاتا ہے

تفسیر منہج الصادقین۔

آیت ۱۔

(وَإِذْ نَجَّيْنَاكُمْ مِّنْ آلِ فِرْعَوْنَ)

از اتباع و متعلقان فرعون

(تفسیر منہج الصادقین جلد ۱ ص ۱۸۲ مطبوعہ تہران)

ترجمہ: اور اس وقت کو بھی یاد کرو جب ہم نے تمہیں فرعون کے متبعین و متعلقین سے نجات دی۔

نوٹ:-

اس مقام پر یا جہاں بھی ”آل فرعون“ کا لفظ استعمال ہوا۔ وہاں فرعون کے متعلقین اور متبعین ہی مراد ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ خود فرعون نامزد تھا۔ یوں بھی اتنی بڑی قوم اولاد فرعون نہیں ہو سکتی۔ یہی وجہ ہے کہ آل فرعون کا کسی مفسر نے فرعون کی اولاد، معنی نہیں کیا۔ اور اگر فرعون صاحب اولاد تھا بھی تو جتنا بڑا لشکر اس کے ساتھ غرق ہوا سب تو اس کی اولاد نہ تھا۔

مجمع البیان:

(وَإِذْ كُرِّوْا۟ اِذْ نَجَّيْنَاكُمْ اِیَّیْ خَلَصْنَاكُمْ مِّنْ قَوْمٍ)

فِرْعَوْنَ وَ أَهْلَ دِينِهِ -

(تفسیر مجمع البیان جلد اول جز اول ص ۱۰۵ مطبوعہ

تہران طبع جدید)

ترجمہ: اور یاد کرو اس وقت کو کہ جب ہم نے تمہیں قوم فرعون اور اس کے ہم مشرب لوگوں سے خلاصی دی۔

تفسیر صافی:-

آیت ۱۷: وَإِذْ نَجَّيْنَاكَ مِنَ آلِ فِرْعَوْنَ وَ هُمُ الَّذِينَ كَانُوا يُدْتُونِ إِلَيْهِ بِقُرَابَتِهِ وَيُدِينُهُ وَ مَذْهَبِهِ -

(تفسیر صافی جلد اول ص ۸۹ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ: اور یاد کرو اس وقت کو جب کہ ہم نے آل فرعون سے تمہیں نجات دی۔ آل فرعون وہ لوگ تھے جو بوجہ رشتہ دار ہونے یا بوجہ اس کے ہم دین ہونے یا بوجہ ہم مذہب ہونے کے قریب تھے۔

علل الشرائع:-

آیت ۲۱:

وَ قَالَ أَبُو عَيْدٍ اللَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِنَّ اللَّهَ هَزَّ وَ حَلَّ
قَالَ لِنُوحٍ رَأَيْتَ كَيْسَ مِنْ أَهْلِكَ لَا تَنَّهُ كَانَ مُخَالِفًا
لَهُ وَ جَعَلَ مِنْ أَتْبَعِهِ مِنْ أَهْلِهِ -

(علل الشرائع باب من ۳ اعلیٰ القی من اجلہ اسمی نوح علیہ السلام نوما۔ مطبوعہ

مکتبہ حیدرہ نجف اشرف طبع جدید)

ترجمہ: امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو ان کے بیٹے کے بارے میں جو فرمایا۔ کہ وہ تمہارے اہل میں سے نہیں تو اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ وہ (بیٹا) چونکہ آپ کا مخالف تھا۔ لہذا حضرت نوح کے اہل وہ لوگ ہوئے۔ جو آپ کے تابع حکم تھے۔

تفسیر مجمع البیان :-

أَنَّ الْمُرَادَ بِقَوْلِهِ لَيْسَ مِنْ أَهْلِكَ أَنَّهُ لَيْسَ عَلَى دِينِكَ
فَكَانَ كُفْرَهُ أَخْرَجَهُ عَنْ أَنْ يَكُونَ لَهُ أَحْكَامُ
أَهْلِهِ عَنْ جَمَاعَةِ الْمُفَسِّرِينَ وَهَذَا كَمَا قَالَ
النَّبِيُّ عَلَيْهِ وَآلِهِ السَّلَامُ سَلَمَانُ مِثْنَا
أَهْلُ الْبَيْتِ وَ إِنَّمَا أَرَادَ عَلَى دِينِنَا وَسَوَى
عَلِيِّ بْنِ مُحَمَّدٍ يَارَعِنَ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ الْوَشَاعِينَ
الرِّضَا (ع) قَالَ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ (ع) إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى
قَالَ لِنُوحٍ إِنَّهُ لَيْسَ مِنْ أَهْلِكَ لِأَنَّهُ كَانَ
مُخَالِفًا لَكَ وَجَعَلَ مَنْ اتَّبَعَهُ مِنْ
أَهْلِهِ -

(تفسیر مجمع البیان جلد سوم جزو پنجم ص ۱۶۷ مطبوعہ تہران)

طبع جدید

ترجمہ: ”نہیں من اہلک“ سے مراد یہ ہے۔ کہ آپ کا (نوح کا) بیٹا آپ کے دین پر نہیں۔ گویا اس کے کفر نے اس کو حضرت نوح کی اہل کے احکام سے نکال دیا۔ مفسرین کی ایک جماعت نے یہی تفسیر کی ہے۔

اس کی مثال یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلمان فارسی کو فرمایا۔ یہ ہمارے اہل بیت میں سے ہے۔ آپ کا یہ کہنا اس ارادہ سے تھا کہ سلمان ہمارے دین پر ہے۔

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت نور کو جو یہ کہا۔ کہ آپ کا بیٹا آپ کے اہل میں سے نہیں۔ یہ اس لیے کہ وہ بیٹا آپ کا مخالف تھا۔ لہذا حضرت نوح کے اہل وہ ہوئے۔ جو آپ کے متبعین تھے۔

آیت ۱۱۔

وَنَجَّيْنَاهُ وَأَهْلَهُ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيمِ

دیکھو (۱۱)

ترجمہ: اور ہم نے نجات دی نوح علیہ السلام اور ان کے متبعین کو بہت بڑی مصیبت سے۔

تفسیر مجمع البیان:۔

وَأَهْلُهُ هُمُ الَّذِينَ نَجَّوْا مَعَهُ فِي السَّيْفِ

(تفسیر مجمع البیان جلد چہارم جزو ہفتم ص ۲۲۷ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ: نوح علیہ السلام کے اہل وہ تھے۔ جنہوں نے آپ کے ساتھ کشتی میں سوار ہو کر نجات پائی۔

✽

قرآن میں اہلبیت یعنی بیوی اور گھروالے شیعہ تفاسیر کے ائمہ میں

موسیٰ علیہ السلام مدین ہنجر سے اپنی بیوی کو ساتھ لے کر مصر کی طرف آئے راستہ میں
درج ذیل واقعہ پیش آیا۔

آیت ۱۷۔

اِذْ قَالَ مُوسٰى لِاٰهْلِيْهِ اِنِّىۡ اَنۡتَبٰتُ نَارًا ۖ (پ۔ ع۔)
ترجمہ: موسیٰ نے اپنے گھروالوں سے کہا کہ میں نے ایک آگ دیکھ لی ہے۔
(ترجمہ مقبول)

تفسیر مجمع البیان :-

اِذْ قَالَ لِاٰهْلِيْهِ اَيُّ اَمْرٍ اَتِيْهِ وَهِيَ بِنْتُ شُعَيْبٍ
(تفسیر مجمع البیان جلد چہارم جز ہفتم ص ۲۱۱ مطبوعہ تہران
طبع جدید)

ترجمہ: جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنی اہل سے کہا کہ میں نے اپنی بیوی جو کہ حضرت
شعیب علیہ السلام کی صاحبزادی تھیں۔
آیت ۱۸۔

وَهَلْ اَتٰكَ حَدِيْثُ مُوسٰى اِذْ وَاٰى نَارًا فَقَالَ لِاٰهْلِيْهِ
اَمۡكُثُوْا اِنِّىۡ اَنۡتَبٰتُ نَارًا اَلَعَلِّىۡ اَتِيْكُمْ مِنْهَا بِقَبَسٍ
اَوْ اَجِدُ عَلٰى النَّارِ هُدًى

(پ۔ ع۔ ۱۰)

ترجمہ: اور آیا تم تک موسیٰ کا قصہ بھی پہنچا ہے کہ جس وقت انہوں نے ایک
آگ دیکھی۔ تو اپنے اہل سے کہا کہ ذرا بیٹھیں اٹھرو میں نے آگ دیکھ لی۔

امید ہے کہ میں اس میں سے تمہارے لیے چنگاری لاؤں گا یا اس جگہ کے
پاس مجھے آگ کا پتہ مل جائے گا۔

(ترجمہ مقبول احمد شیعہ)

تفسیر مجمع البیان :-

(لَا هَيْلَ) وَهِيَ بِنْتُ شُعَيْبٍ كَانَ تَزَوَّجَهَا بِمَدْيَنَ .
(تفسیر مجمع البیان جلد چہارم جز ہفتم صفحہ مطبوعہ تہران
طبع جدید)

ترجمہ: موسیٰ علیہ السلام نے اپنے اہل کو فرمایا۔ اس سے مراد حضرت شعیب
علیہ السلام کی صاحبزادی ہیں جن سے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے
مدین میں شادی کی تھی۔

آیت ۳۱ :-

فَلَمَّا قَضَىٰ مُوسَى الْأَجَلَ وَسَارَ بِأَهْلِهِ النَّسَ مِنْ
جَانِبِ الطُّورِ

(نٹ - ع ۷)

ترجمہ: پھر جب موسیٰ نے وہ مدت پوری کر لی۔ اور اپنے اہل کو لے کر
چلے۔ تو ان کو کوہ طور کی طرف آگ نظر آئی۔
(ترجمہ مقبول احمد شیعہ)

تفسیر صافی :-

فَلَمَّا قَضَىٰ مُوسَى الْأَجَلَ وَسَارَ بِأَهْلِهِ (بِأَمْرَاتِهِ)
النَّسَ مِنْ جَانِبِ الطُّورِ نَارًا -

(تفسیر صافی جلد دوم صفحہ ۲۶ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ: پھر جب موسیٰ علیہ السلام اپنی مدت مکمل کر چکے۔ تو اپنے اہل کو لے کر روانہ ہو گئے۔ یعنی اپنی بیوی کو ساتھ لے کر روانہ ہو گئے۔ راستہ میں کوہ طور کی طرف سے آگ نظر آئی۔

آیت ۱۸: جب ابراہیم علیہ السلام کی عمر ۹۰ سال تک ہو گئی اور آپ کی بیوی بھی بوڑھی ہو گئیں تب فرشتوں نے اگر حضرت اسحاق کی ولادت کی بشارت سنائی جسے سن کر آپ کی بیوی نے سخت تعجب کیا۔ تو فرشتوں نے کہا۔

قَالُوا الْعَجَبَيْنِ مِنْ أَمْرِ اللَّهِ رَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الْبَيْتِ إِنَّهُ حَمِيدٌ مَجِيدٌ۔

(پاک۔ ۷۷)

ترجمہ: ان فرشتوں نے کہا کہ اے عورت! کیا تو امر خدا سے تعجب کرتی ہے حالانکہ اے اہل بیت تم پر خدا کی رحمت اور اس کی برکتیں ہیں۔ بیشک اللہ تعالیٰ سزاوار حمد و ثنا ہے۔

(ترجمہ مقبول احمد شیعہ)

شاہ مصر کی بیوی زلیخانہ نے یوسف علیہ السلام کو جب گناہ کی دعوت دی۔ اور جناب یوسف بھاگ اٹھے اور اچانک اوپر سے شاہ مصر آگیا تو زلیخانہ نے کہا۔

آیت ۱۹:

قَالَتْ مَا جَزَاءُ مَنْ أَرَادَ بِأَهْلِكَ سُوءًا إِلَّا أَنْ يُسْجَنَ أَوْ عَذَابٌ أَلِيمٌ۔

ترجمہ: اے عورت! کیا سزا ہے کہ جو تیری زوجہ سے بدی کا قصد کرے اس کی سزا اس کے سوا کیا ہے۔ کہ اس کو قید کیا جائے۔ یا دردناک عذاب دیا جائے۔

(ترجمہ مقبول احمد شیعہ)

تفسیر مجمع البیان ۱۔

رَقَالَتْ مَا جَزَاءُ مَنْ أَرَادَ بِأَهْلِكَ
سُوءًا إِلَّا أَنْ تُسْجَنَ أَوْ عَذَابٌ أَلِيمٌ
يَعْنِي أَنَّ الْمَرْأَةَ سَبَقَتْ بِالْكَلَامِ لِشَرِّهِ
الذَّنْبِ عَلَى يَوْسُفَ.

(تفسیر مجمع البیان جلد سوم جزرہ پنجم ص ۲۲۶ مطبوعہ تہران)

طبع جدید)

ترجمہ: عزیز مصر کی بیوی نے کہا کہ جو تیری بیوی سے بدی کا ارادہ کرے اس کی
سزا یہی ہے کہ اس کو قید کر دیا جائے۔ یا دردناک عذاب دیا جائے
یعنی عورت نے بات میں سبقت کی۔ تاکہ گناہ کو یوسف علیہ السلام
پر ڈال دے۔

آیت ۷۱:-

مُوسَىٰ عَلَيْهِ السَّلَامُ جَبَّ رَيْبِي وَلَدْتُ كَيْ بِيُورِي أَسِيَا كِي گُوِيِي پِيِيِي
گئے۔ اور اس نے آپ کی رضاعت کے لیے دایاں بلوائیں تو حضرت موسیٰ کی
بہن نے کہا۔

وَحَرَّمْنَا عَلَيْهِ الْمَرَاضِعَ مِنْ قَبْلُ فَقَالَتْ
هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَىٰ أَهْلِ بَيْتِي يَكْفُلُونَهُ لَكُمْ
وَهُمْ لَهُ نَاصِحُونَ۔

(نپ۔ ع ۱۲)

ترجمہ: اور ہم نے اس پر اور دایاں تو پہلے سے حرام کر دی تھیں۔ تو اس نے

کہا۔ کہ کیا میں تم کو ایسے گھروالے بتا دوں۔ جو تمہاری خاطر اس بچہ کی کفالت کریں۔ اور وہ اس کے خیر خواہ (بھی) ہوں۔
(ترجمہ مقبول احمد شیعہ)

تفسیر منہج الصادقین:-

کلثوم دانست کہ آئینہ برائے وایہ بغایت مضطرب است پیش آمد (فقات) پس گفت کہ (حل او لکم) آیا دلالت کتم شمارا (علی اہل بیت) براہل خانہ کہ از روئے شفقت (دیکھو نہ) گفتند برواں کسی را کہ گفتی بیاور کلثوم رفت و صورت جال بآورد و گفتہ اورا بیاورد۔

(تفسیر منہج الصادقین جلد ہفتم ص ۵۴ مطبوعہ تہران)

ترجمہ: حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ہمیشہ کلثوم نے معلوم کر لیا۔ کہ فرعون کی بیوی آئینہ اس بچے کی دائی کے بارے میں مجبور ہو چکی ہے۔ تو وہ آگے بڑھی۔ اور بولی۔ کہ کیا میں تمہیں ایک گھروالوں کی نشان دہی کر دوں۔ جو کہ از روئے شفقت اس کی کفالت کریں گے۔ انہوں نے کہا۔ جاؤ۔ اور اس دائی کو کہ جس کے متعلق تم نے کہا ہے۔ اپنے ساتھ لے آؤ۔ کلثوم اپنی والدہ کے پاس آئی۔ اور تمام صورت حال کہہ ڈالی۔ اور انہیں اپنے ساتھ دربار فرعون میں لے آئی۔

تفسیر مجمع البیان:-

وَانْطَلَقَتْ اَخْتُ مُوسٰی اِلٰی اَقِمَّا فِجَاعَتَہَا
اِلَیْہَا۔ (تفسیر مجمع البیان جلد چہارم جز ہفتم ص ۲۴۳ مطبوعہ تہران)
طبع جدید

ترجمہ: حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ہمشیرہ اپنی والدہ کی طرف چل پڑیں۔ تو انہیں ساتھ لے کر فرعون کے دربار میں تشریف لے آئیں۔

لفظ اہل بمعنی بیوی ارشاد علیؑ میں :-

وَأَمَّا مَ ذَكَرْتَ، مِنْ أَمْرِ الرَّجُلِ يُشَبِّهُ
وَلَدَهُ أُمَّمَةً، وَ أَخْرَجَ الْهَ فَإِنَّ الرَّجُلَ
إِذَا آتَى أَهْلَهُ، بِثَلْبٍ سَاحِكٍ وَعُرُوقٍ
هَادِيَةٍ، وَ بَدَنٍ غَيْرِ مُضْطَرَبٍ
إِسْتَزَكَّكَ تِلْكَ السُّلْفَةُ فِي تِلْكَ
الرَّحْمِ فَخَرَجَ الْوَلَدُ يُشَبِّهُ أَبَاهُ
وَأُمَّهُ.

دکتاب العلل والشرائع ص ۹ مصنف شیخ صدوق مطبوع نجف اشرف

طبع جدید

ترجمہ: بہر حال جو آپ نے یہ ذکر فرمایا کہ آدمی کی اولاد اپنے چچاؤں اور ماموں وغیرہ کی ہمشکل ہوتی ہے۔ تو اس کی حکمت یہ ہے کہ آدمی جنس انبی بیوی کے ساتھ ہم بستری کے لیے آئے۔ اور اس کا دل ساکن ہو بیٹھے درست ہوں۔ اور جسمانی کوئی پریشانی نہ ہو۔ تو ایسی صورت میں وہ نطفہ اگر اس رحم میں ٹھہر جائے تو پیدا ہونے والا بچہ اپنی ماں یا اپنے باپ کے مشابہ ہوگا۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک بھی لفظ اہل بیوی کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

❖❖

شیعہ مفسرین نے قرآن کا لفظ ”اہل“ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے

حق میں قرار دیا ہے۔

وَإِذَا أَخَذُوا مِنْ أَهْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِينَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ
وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ

(پ - ۴۷)

ترجمہ : (اور اسے رسول تم اس وقت کو یاد کرو) جب کہ صبح ہی صبح تم اپنے بال بچوں میں سے نکلے۔ اور مؤمنین کو لڑائی کے مورچوں میں بٹھانے لگے۔

اور اللہ سننے والا جاننے والا ہے۔

(ترجمہ مقبول شیعہ)

نوٹ :-

مقبول احمد شیعہ مترجم نے قرآن کی آیت کا جو یہ ترجمہ کیا کہ تم اپنے بال بچوں سے صبح سویرے باہر نکلے۔ تو ان بال بچوں سے مراد سیدہ عائشہ صدیقہ زوجہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اس کی تصدیق ایک شیعہ مفسر علامہ فتح اللہ کاشانی نے ان الفاظ سے کی ہے۔

تفسیر منہج الصادقین :-

(وَإِذَا أَخَذُوا مِنْ أَهْلِكَ) دیا وکن اسے محمد (صلی) چوں بامداد بیرون شہر
(مِنْ أَهْلِكَ) از منزل عائشہ بقول بعضے ایں روز احزاب یا بدر بودہ
وامع واشهر آنست کہ روز احد است۔ وایں مروی است از ابی جعفر (۴)
(تفسیر منہج الصادقین جلد دوم ص ۳۱۱ مطبوعہ تہران)

ترجمہ : اور یاد کیجئے اسے محمد صلی اللہ علیہ وسلم جب بوقت صبح آپ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر سے باہر تشریف لائے۔ بعض نے اسی واقعہ کو خیبر کے دن یا بدر کے دن کے متعلق بتایا۔ زیادہ صحیح اور مشہور ترین یہ ہے۔ کہ یہ اُحد کے دن کا واقعہ ہے۔ اور یہی حضرت امام باقرؑ کا واقعہ ہے۔
سے مروی ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب خدیجہؓ کو اہل بیت کہہ کر پکارا

حیات القلوب :-

آنحضرت بجانب خانہ خدیجہ رواں شد چوں حضرت بدر خانہ رسید
کینزان خدیجہ را بقدم آنحضرت بشارت دادند۔ و خدیجہ باپائے
برہنہ از غرفتہ بھمن خانہ دوید۔ و چوں دراکشودند۔ حضرت فرمود۔
السَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا أَهْلَ الْبَيْتِ .

(حیات القلوب جلد دوم ص ۱۸۲۔ باب پنجم فضائل
حضرت خدیجہؓ الام مطبوعہ مکتبہ طبع قدیم)

ترجمہ : حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت خدیجہ کے گھر کی طرف روانہ ہوئے۔ جب آپ
گھر کے دروازہ پر پہنچے۔ تو حضرت خدیجہ کی کینزوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے
تشریف لانے کی خوشخبری دی۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ننگے پاؤں دوڑتی
ہوئی بالا خانہ سے صحن کی طرف آئیں۔ جب دروازہ کھولا۔ تو رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے اہل بیت ! تم پر اللہ کی سلامتی ہو۔



الحاصل :-

لفظ آل اور اہل کے معانی قرآن پاک کے حوالہ سے آپ نے پڑھے۔ ان تمام وضاحتوں کے بعد اگر پھر بھی کوئی یہی رٹ لگائے کہ لفظ آل اور اہل صرف اولاد کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ تو اس کا یہ کہنا خلاصہ قرآن و ائمہ لغت ہو گا۔ قرآن پاک میں بہت سے مقامات پر لفظ ”آل“، تابع فرمان، قوم پر بولا جاتا ہے۔ جیسا کہ ”آل فرعون“ کی تشریح میں گزر چکا۔ اور حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا آپ کے تابع فرمان نہ ہونے کی وجہ سے ”اہل“ سے خارج کر دیا گیا۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد نہ تھے لیکن انہیں آپ نے اپنی آل قرار دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے :-

سَلَمَانٌ مِّثَا اَهْلُ الْبَيْتِ ۔

سلمان ہمارے اہل بیت میں ہے۔

(۱) ناسخ التواتر بخ زندگانی ناظمہ ص ۱۲۱۔ رجال کشی ص ۲ مطبوعہ کربلا

اسی طرح لفظ ”اہل“ کا اطلاق بیوی پر ہوا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ قرآن مجید میں متعدد مقامات پر مذکور ہوا۔ وہاں آپ کی بیوی کو ”اہل“ کیا گیا۔ حضرت موسیٰ کی ہمیشہ نے اپنی والدہ کے لیے یہی لفظ استعمال کیا۔ جس کی تصدیق شیعہ مفسرین نے بھی کی ہے۔

ان تمام وضاحتوں کے بعد یہ بات ثابت ہو گئی۔ کہ شیعہ لوگ جواز و اج مہلکات کو ”اہل البیت“ میں داخل نہیں مانتے۔ تو ان کا یہ انکار صرف حضرات شیخین رضی اللہ عنہما سے نفی و حسد پر مبنی ہے۔ ان کے ساتھ کہ ورت کی بنا پر حضرت عائشہ اور حفصہ رضی اللہ عنہما کو ”اہل بیت“ سے خارج کرتے ہیں۔ اور ان کی وجہ سے بقیہ ازواج مطہرات کو ”اہل بیت“ الٰہی، سے خارج کیے بغیر بات نہ بنتی تھی۔ لہذا سب کو نکال کر دم دیا۔

لیکن ہم نے ان کی کتب اور قرآنی استعمالات سے ثابت کر دیا ہے۔ کہ آل اور اہل
 متبع، قوم، بیوی، مالک، یکن وغیرہ بہت سے معانی میں استعمال ہوتا ہے۔ مختصر یہ کہ
 ایک ضابطہ اس بارے میں ذہن نشین رہے۔ وہ یہ کہ لفظ اہل کی اضافت جب مروی اس
 کے بیت کی طرف کی جائے۔ تو اس سے مراد اس کی بیوی ہوتی ہے۔ جیسا کہ ”اذ غدت
 من اہدک“ کی تفسیر میں علامہ کاشانی شیوہ نے بھی صاف لکھ دیا۔ کہ یہاں اہل سے
 مراد حضرت عائشہ ہیں۔

جب شیعوہ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کو آپ کی ”اہل بیت“
 میں داخل ہی نہیں مانتے۔ تو ”اہل بیت“ کے لیے مذکور فضائل و کمالات میں انہیں
 کہاں شریک مانیں گے۔ خصوصاً سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا جن کے فضائل سے
 انکار کرنے کے لیے یہ ساری تہک و دو کی گئی۔ ان کے فضائل کا ذکر تو بہت دور کی بات
 ہے۔ یہ لوگ عقیدہ رکھتے ہیں۔ کہ ہر ناز کے بعد معاذ اللہ ان پر لعنت کی جائے۔ بنا بریں
 بہت ضروری تھا۔ کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور دیگر ازواج مطہرات کے فضائل
 جو قرآن مجید اور کتب شیعوہ سے ثابت ہیں۔ انہیں ذکر کیا جائے۔ عمومی فضائل کے بعد
 خاص کر سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے فضائل انشاء اللہ الگ فصل میں بیان ہوں
 گے۔

وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ وَعَلَيْهِ التَّكْلَانُ

فصل دوم

فضائل ازواج رسول صلی اللہ علیہ وسلم

از قرآن کریم و کتب شیعہ :

الاحزاب :

- ① يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّأَزْوَاجِكَ إِن كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَزِينَتَهَا فَتَعَالَيْنَ أُمَتِّعْكُنَّ وَأَسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيدًا .
- ② وَإِن كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَالدَّارَ الْآخِرَةَ فَإِنَّ اللَّهَ أَعَدَّ لِلْمُحْسِنَاتِ مِنكُنَّ أَجْرًا عَظِيمًا .
- ③ يُنْسَاءُ النَّبِيُّ مَن قَاتٍ مِنكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبِينَةٍ يُنْسَاءُ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَيْنِ وَكَانَ ذَلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرًا .
- ④ وَمَن يَفْعَلْ مِثْلَ ذَلِكَ فَقَدْ جَاءَ بِهَا نَبَأٌ كَرِيمًا .
- ⑤ يُنْسَاءُ النَّبِيُّ لَسْتُنَّ كَأَحَدٍ مِّنَ النِّسَاءِ إِنْ أَتَقْتُنَّ فَلَا تَمْنَعُنَ بِالْقَوْلِ فِي طَعْمِ الذِّمَىٰ فِي قَلْبِهِ مَرَضٌ وَقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوفًا .

⑥ رَدِّكَ فِي بُيُوتِكَ وَلَا تَبْرَحَنَّ تَبْرِجَ الْجَاهِلِيَّةِ
الْأُولَى وَأَقِمْنَ السَّلَاةَ وَآتِينَ الزَّكَاةَ وَأَطِعْنَ
اللَّهَ وَرَسُولَهُ ۖ إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ
عَنْكَمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ
تَطْهِيرًا۔

⑦ وَذُكِّرْنَ مَا بُدِيَ فِي بُيُوتِكُنَّ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ وَالْحِكْمَةِ ۚ إِنَّ
اللَّهَ كَانَ لَطِيفًا خَبِيرًا

○ (پ ۲۱-۲۲ - ع ۲۰-۲۱)

ترجمہ:

- ۱۔ اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) تم اپنی ازواج سے یہ کہہ دو۔ کہ اگر تم زندگانی دنیا اور اس کی زینت کی خواستگار ہو۔ تو اؤ میں تم کو نفع پہنچا دوں اور پھر تمہیں نہایت خوبی سے نصرت کر دوں۔
- ۲۔ اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول کی اور آخرت کے گھر کی خواستگار ہو۔ تو اللہ نے تم میں سے جو نیک ہوں گی۔ ان کے لیے بہت بڑا اجر ہوتا فرمایا ہے۔
- ۳۔ اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بیویو جو تم میں سے کوئی کھل بدی کرے گی۔ تو اس کو عذاب بھی دو ہر اویا جائے گا۔ اور اللہ پر یہ بات آسان ہے۔
- ۴۔ اور تم میں سے جو اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرے گی۔ اور نیک عمل بجالائے گی۔ تو ہم اس کا اجر (بھی) دو ہر اویں گے۔ اور ہم

نے اس کے لیے اچھی روزی (بھی) تیار کر رکھی ہے۔

۵ اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی عورتوں! اگر تم پر مینہ گاری کرو۔ تو تم اور عورتوں کی مانند نہیں ہو۔ پس زمر زبان سے باتیں نہ کیا کرو۔ کہ وہ شخص جس کے دل میں روگ ہے۔ کسی طرح کا لالچ کرے۔ اور نیک (یعنی شک سے بچی ہوئی) باتیں کیا کرو۔

۶ اور اپنے گھروں میں (عزت و وقار سے) بیٹھی رہو۔ اور قدیم جاہلیت کا سا بناؤ سنگھار کر کے باہر نہ نکلا کرو۔ اور نماز پڑھا کرو۔ اور زکوٰۃ دیا کرو اور (برا برا) اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتی رہو۔ اے اہل بیت سوائے اس کے نہیں ہے۔ کہ خدا پر چاہتا ہے۔ کہ تم سے ہر قسم کے رنج کو دور کر دے۔ اور تم کو ایسا پاک کر دے۔ جیسا کہ پاک کرنے کا حق ہے۔

۷ اور تمہارے گھروں میں خدا کی آیتیں اور حکمت کی باتیں جو پڑھی جاتی ہیں انہیں یاد رکھو۔ بے شک خدائے تعالیٰ بڑا باریک بین (اور) خبردار ہے۔

(ترجمہ مقبول احمد شیعہ)

قرآن پاک کی مذکورہ سات آیات اللہ رب العزت نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کے بارے میں نازل فرمائی۔ ان آیات میں آپ کی ازواج مطہرات کو جن گونا گون انعامات سے نوازا گیا وہ قرآن کریم کے اسلوب اور کلام عرب کے جاننے والے پر بخوبی آشکارا ہیں۔ ان آیات میں سے آیت ۲ جسے ”آیت تطہیر“ کہتے ہیں۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے حضور کی ازواج مطہرات کو جو عظیم الشان نعمتیں اور عظمتیں عطا فرمائی ان میں ان کا کوئی بھی سا جہی اور شریک نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ جب اس آیت کریمہ

کو اہبات المؤمنین ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بدخواہوں نے دیکھا۔ تو مارے حسد کے جل گئے۔ اور جل بھن کر کہنے لگے۔ اس ”آیت تطہیر“ سے پہلی اور بعد والی آیات تو ازواج مطہرات کے لیے نازل ہوئیں۔ لیکن یہ آیت ان کے حق میں نہیں بلکہ حضرت علی، فاطمہ، حسن اور حسین رضی اللہ عنہم کے حق میں نازل ہوئی۔ آپؐ شیعوں کا سیر سے اس بارے میں دیکھیں۔ کہ ان میں کیا لکھا ہے۔

شان نزول :-

ہجرت مدینہ کے ۹ سال گزرنے پر ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج نے آپ سے نان و نفقہ کی زیادتی کا مطالبہ کیا۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے ایک ماہ تک کا ایلا (معاطرہ زوجیت سے حلقاً علیحدہ رہنا) فرمایا۔ ابھی اس مدت سے ایک دن باقی تھا۔ یعنی انیس دن گزرے تھے۔ کہ جبئیل امین مذکورہ آیات سے کرنازل ہوئے۔ جن میں اللہ تعالیٰ نے آپ کی ازواج کو یہ اختیار دیا۔ کہ تمہاری مرضی پر منحصر ہے۔ اگر یہ چاہو۔ کہ اللہ اور اس کے رسول کو پسند کر لو۔ تو نان و نفقہ میں زیادتی کا مطالبہ ترک کر دو۔ اور اگر تم دنیا کی زریب و آرائش کی متمنی ہو۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں بطریقہ حسن اپنی زوجیت سے فارغ کر دیتے ہیں۔ اسی کے بعد جب آپ کی ازواج نے اللہ اور اس کے رسول کا انتخاب کر لیا۔ اور زریب و زینت دنیا چھوڑ دی۔ تو اس پر اللہ تعالیٰ نے ان کو مذکورہ انعامات سے مالا مال فرمایا۔ اور یاد رہے۔ کہ جب اللہ رب العزت نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کو ان دونوں باتوں میں سے کسی ایک کا اختیار عطا فرمایا۔ تو اس وقت آپ کی ازواج کی تعداد ۹ تھی۔ سیّدہ عائشہ حفصہ، ام حبیبہ بنت ابی سفیان، سودہ بنت زمعہ، ام سلمہ بنت ابی امیہ، صفیہ بنت حنی، میمونہ بنت حارث، زریب بنت جحش اور جویریہ بنت حارث،

(تفسیر مجمع البیان جلد چہارم جزء ہشتم ص ۳۵۲ / مطبوعہ تہران طبع جدید)
ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کے جوابی فضائل بیان فرمائے۔ ان کی تائید و توثیق اور وضاحت شیعہ تفاسیر سے ملاحظہ ہو۔
مذکورہ آیات کے نزول پر ازواج رسول کا نیک رد عمل اتباع سیدہ عائشہؓ میں ہے۔

(وان کنتن ترددت اللہ) اگر ہستی کہ میخواستہید فضائے خدا کے
(وَتَسْؤَلُهُ) و خوشنودی رسول اور یا فرمانبرداری ایشان را و صبر بر ضیق
میشیت (وَالذَّارَ الْآخِرَةَ) و نعیم سراے دیگر (فَإِنَّ اللَّهَ) پس
بدستیکہ خداے (آغَدَّ) آمادہ کردہ است (لِلْمُحْسِنَاتِ مِنْكُمُ) (وَأَجْرًا عَظِيمًا) مزدی
بزرگ کہ از عارف دینا در جنب آن مختصر و محصر باشد۔ من برائے تبیین
است نہ تبیین زیرا کہ ہمہ ازواج آنحضرت اختیار قسم اخیر کردند چنانکہ
در روایت آمدہ کہ بعد از نزول ای آیت حضرت ہمہ ازواج را طلبید و ای
آیت را بر ایشان خواند و مخیر ساخت آنہا بر مفارقت و بقاء ہمہ اختیار آنحضرت
کردند۔ و مروی است کہ اول کسے ازواج کہ اختیار بقاء نمودہ عائشہ
بود و بعد از آن ازواج دیگر آنرا اختیار نمودند۔ آوردہ آمد کہ چوں رسول (صلی)
ایں آیت را بر ایشان خواند۔ فرمود شباب کنید۔ و باید ان خود و رایں باب
مشاورت کنید۔ گفتند یا رسول اللہ (صلی) ما را در ایں باب کسی مشاورت
نباید کرد۔ حق تعالیٰ ما را مخیر گردانید و میان زینت دنیا و اختیار کردن
خدا و رسول و سراے آخرت را اختیار کردیم۔ آن حضرت شاد شد حق تعالیٰ
ایں آیت فرستاد۔ لَا يَجِدُ لَكَ الْإِسَاءُ مِنْ بَعْدِ آلِہِ چوں ایشان

ترا اختیار کردند تو نیز زنان دیگر را برایشان اختیار کن۔

(تفسیر منہج الصادقین جلد ہفتم ص ۲۷۹ مطبوعہ تہران)

ترجمہ : اگر تم اللہ تعالیٰ کی رضا چاہتی ہو۔ اور اس کے رسول کی خوشنودی کی خواہاں ہو۔ یا ان کی فرمانبرداری پسند کرتی ہو۔ اور مصیبت و تنگی پر صبر چاہتی ہو۔ اور اخروی نعمتوں کی طلب گار ہو۔ تو یقیناً اللہ تعالیٰ نے تم میں سے نیکو کاروں کے لیے جنہوں نے شوق ثنائی کو اختیار کیا۔ ایک بہت بڑا ثواب تیار کر رکھا ہے۔ جس کے مقابلہ میں دنیا کی زیب و زینت بالکل معمولی اور حقیر ہے۔ لفظ میں بیان یہ ہے نہ کہ تبعیضیت۔ اس لیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام ازواج نے آخری قسم (شق) کو پسند کیا تھا۔ جیسا کہ روایت میں آیا ہے۔ کہ اس آیت کے اترنے کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تمام ازواج کو بلایا۔ اور انہیں یہ آیت پڑھ کر سنائی۔ اور انہیں اس بات کا اختیار دیا گیا۔ کہ جدا لگی کر لو یا حضور کی غلامی میں رہو۔ تو ان تمام عورتوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند فرمایا۔

یہ بھی روایت کی گئی ہے۔ کہ ان ازواج میں سے جس نے سب سے پہلے غلامی رسول کو اختیار کیا۔ وہ سیدہ عائشہ صدیقہ تھیں۔ ان کے بعد بقیہ تمام ازواج نے اسے اختیار کیا۔

بیان کرتے ہیں۔ جب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج کو یہ آیت سنائی۔ تو فرمایا۔ فیصلہ کرنے میں جلد بازی سے کام نہ لینا۔ جاؤ اور اپنے اپنے باپ سے اس بارے میں مشورہ کرو۔ پھر جو فیصلہ کرنا چاہو۔ کر لینا۔ انہوں نے عرض کی۔ اے اللہ کے رسول! ہمیں کسی سے بھی مشورہ کرنے کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ علیحدگی یا غلامی کا اللہ تعالیٰ نے ہمیں اختیار دیا ہے۔ ہم اپنے اختیار کو بروئے کار لاتی

ہوئی زینت دنیا کو خیر باد کہہ کر آپ کے قدموں میں رہنا پسند کرتی ہیں۔ ہمیں اللہ اس کا رسول اور یوم آخرت چھوڑنا کسی طور گوارا نہیں۔ ان کی اس متفقہ آواز اور فیصلہ پر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم بہت خوش ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے پھر یہ آیت کریمہ نازل فرمائی۔
 ”لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَاءُ مِنْ بَعْدِ، يَعْنِي أَنْ عَوْرَتُوْنَ لَمْ يَكُنْ عَلَيْكَ فَهِيَ عَلَيْكَ“ اور تمہاری غلامی اختیار کر لی۔ لہذا اب آپ کو بھی چاہیئے کہ ان کے مقابلہ میں کسی دوسری عورت کو اپنی زوجیت میں لانا اختیار نہ فرمائیں۔

ازواجِ رسول کو آپ سے فرقت گوارا نہ ہوئی :-

اس تفسیر سے واضح ہو گیا کہ ازواجِ النبی، اہلبیت المؤمنین رضی اللہ عنہم وہ عظیم ہستیاں تھیں جنہیں دنیا اور اس کی زیرب وزینت مطلوب نہ تھی۔ بلکہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی انتہائی پاہت اور محبت سے ماں مال تھیں۔ ان کی اسی بے مثال محبت اور خلوص و قربانی کے پیش نظر اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی ”ہل جزاء الاحسان الا الاحسان“ کے مطابق ارشاد فرمایا۔ کہ اب آپ کو بھی ان کی محبت کی یوں لاج رکھنی چاہیئے کہ ان کے مقابلہ میں کسی دوسری عورت کو اپنی زوجیت میں لانے کی خواہش نہ کرو۔ جب ان مقدس عورتوں نے اپنی تمام دنیا اور اس کی زیرب وزینت ٹھکرا دی۔ اور اللہ کے محبوب کے قدموں سے لپٹ جانا پسند کر لیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے بھی اس کے صلہ میں انہیں وہ مقام عطا فرمایا کہ دنیا کی کوئی عورت وہ مقام حاصل نہیں کر سکتی۔ اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ نبی اکرم کی تمام ازواج میں سے زیادہ افضل سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ کیونکہ خدا و مصطفیٰ و دارِ آخرت کو اختیار کرنے میں آپ ہی نے سب پر سبقت حاصل کی۔

اسی تفسیر سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو انہیں اپنے والدین

سے مشورہ کرنے کا حکم دیا۔ اور جلد بازی سے روکا۔ تو آپ کو معلوم تھا۔ کہ ان عورتوں کے والی وارث یقیناً انہیں یہی مشورہ دیں گے۔ کہ اللہ اور اس کے رسول کی غلامی نہ چھوڑنا۔ اس بات کی واضح دلیل سیدنا عمر بن خطاب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا وہ ایمان افروز اور باطل سوز واقعہ ہے۔ جس کو شیعوہ مفسر علامہ طبری نے نقل کیا۔

ارشاد خدا: ”اہمات المؤمنین“ دنیا بھر کی عورتوں سے افضل ہیں:-

ذکر کردہ آیات میں سے آیت ۱۱ اس بات کی صراحت کرتی ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات یعنی تمام مومنوں کی امیں دنیا کی ہر عورت سے بلند و بالا مقام کی مالک ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”وَأَنْتُمْ نَبِيٌّ صَلَّى اللہ علیہ وسلم کی بیویو! تم دنیا کی کسی عورت کی مثل نہیں ہو، کیونکہ ان خوش بخت عورتوں کو جو نسبت زوجیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میسر آئی۔ وہ کسی دوسری عورت کو حاصل نہیں ہو سکتی۔ چاہے وہ کتنی ہی تقویٰ شعار اور پابند احکام شرعیہ ہو۔ اسی امر کی تصدیق و توثیق شیعوہ مفسر علامہ طبری نے بھی ہے۔

تفسیر مجمع البیان:-

لَقَدْ أَظْهَرَ سُبْحَانَهُ فَضِيلَتَيْنِ عَلَى سَائِرِ النِّسَاءِ
يَقُولُهُ (يُنِسَاءُ النَّبِيِّ كَسُنَّ كَأَحَدٍ مِّنَ النِّسَاءِ)
قَالَ الرَّجَاءُ لَمْ يَقُلْ كَوَاحِدَةٍ مِّنَ النِّسَاءِ لِأَنَّ
أَحَدًا إِلَهِيَّ الْعَامَ . وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ مَعْنَاهُ
لَيْسَ فَتَدْرُكَنَّ عِدَّتِي كَقَدْرِ غَيْرِكُنَّ مِّنَ
النِّسَاءِ الْمُتَالِحَاتِ أَتُنَنِّي أَكْثَرُ مَعَكُمْ فَكُنَا

يَكُنْ اَرْحَمَ وَتَوَابِكُنْ اَعْظَمَ
لِمَكَائِكُنْ مِنْ رَّسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ

(تفسیر مجمع البیان جلد چہارم جز ہشتم ص ۳۵۶ مطبوعہ تہران
طبع جدید)

ترجمہ : پھر اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کی دو فضیلتیں بیان فرمائیں۔ جو
دنیا کی تمام عورتوں کو حاصل نہیں۔ وہ اس آیت کریمہ میں موجود ہیں۔
”يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ لَسْتَ مِنْ الْاُنثٰى“ ترجمہ ”اے نبی! تُو نہ سے کہہ اللہ رب العزت
نے اس آیت میں ”کو واحدۃ من النساء“ کے الفاظ بایں وجہ ذکر نہ
فرمائے۔ کہ لفظ واحد کی بجائے لفظ ”واحد“ میں نفی عام ہے۔ اور حضرت
عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کا معنی یہ بیان کیا ہے۔ تمہاری
قدرو منزلت میرے نزدیک ایسی ہے جو تمہارے سوا دنیا کی کسی
دوسری عورت کی نہیں۔ چاہے وہ کتنی ہی صالح ہو۔ تم میرے نزدیک
بہت زیادہ مکرم والی ہو۔ میں تم پر بہت مہربان ہوں۔ تمہارا ثواب
میرے نزدیک اسی لیے بہت زیادہ ہے۔ کہ تم میرے محبوب صلی اللہ
علیہ وسلم کی بیویاں ہو۔ ۱۲

علامہ طبرسی نے یہ تسلیم کر لیا ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کو جو
عظیم مرتبہ اور ممتاز مقام حاصل ہوا۔ وہ دنیا کی کسی دوسری عورت کو میسر نہیں۔ چاہے
وہ کتنی ہی صالحہ اور عابدہ زاہدہ کیوں نہ ہو۔ کیونکہ ان عورتوں کو جو حضور سے نسبت
مل گئی۔ وہ کسی کو ملنی ناممکن ہے۔ ان حالات میں انتہائی حیرت کا مقام ہے۔ کہ جن
مقدس شخصیات کو اللہ نے اتنا مرتبہ عطا کیا، شیعوں نے بھی تو معاذ اللہ منافقہ کبھی کافرہ

اور کبھی مرتد و تک کہنے سے نہیں شرارتے۔ اور ہر نماز کے بعد ان پر لعنت بھیجنے کو اپنا شعار بنائے بیٹھے ہیں۔ اگر واقعی ان مقدس عورتوں میں اس قسم کی علامات یا اوصاف پائے جاتے ہوتے۔ تو اس کا اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ علم ہوتا۔ اور وہ اس کے جانتے ہوئے انہیں دنیا کی بے مثال عورتیں اور اپنی نیک بندیاں نہ فرما۔ کیونکہ وہ دلوں کے راز اور خفیہ باتوں کا جانتے والا ہے۔ لہذا معلوم ہوا۔ کہ اللہ رب العزت نے جو کچھ ازواج مطہرات کے فضائل و کمالات بیان فرمائے۔ وہ مبنی بر حقیقت ہیں۔ اس میں شک و شبہ کرنا دراصل اللہ تعالیٰ کو جھوٹا کہنے کے مترادف ہے۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

آیت تطہیر کے مصداق پر جمہور کا مسلک کیا ہے؟

در نجفیہ ۱۔

لَا بُدَّ أَنْ يُعْلَمَ أَنَّ نِزَاعَ النِّحَاصَةِ مَعَ الْعَامَّةِ
الْعُمِّيَّاءِ لَيْسَ فِي صِدْقِ اللَّفْظِ بِحَسَبِ الْعُرْفِ
وَاللَّغَةِ لِظُهُورِ صِدْقِ أَهْلِ الْبَيْتِ لُغَةً وَمَعْرِفَةٍ
عَلَى النِّسَاءِ وَغَيْرِهَا لِأَنَّ أَهْلَ الْبَيْتِ فِي اللَّغَةِ
سَكَنَةٌ بَلَّ فِي الْمَرَادِ وَاسْتَدْلَ الْجَمْعُ هُوَ عَلَى
أَنَّ الْمَرَادَ مِنَ الْآيَةِ أَذْوَاجُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ وَآلِهِ بِاسْتَوْصَابِ الْكَلَامِ قَبْلَهَا وَ
بَعْدَهَا وَ ذَلِكَ مُخَالِفٌ لِلرَّوَايَةِ وَ
الذَّارِئَةِ۔

(در نجفیہ ص ۱۵ مطبوعہ ایران طبع قدیم)

ترجمہ : معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ خاص لوگوں کا اندھے عوام سے لفظ اہل بیت کے باعتبار عرت اور لغت کے صدق میں اختلاف نہیں۔ کیونکہ عرفا و لغتہ لفظ اہل بیت عورتوں وغیرہ پر بولا جاتا ہے۔ اس لیے کہ اہل بیت لغت میں انہیں کہتے ہیں۔ جو اس گھر میں بسنے والے ہوں۔ بلکہ جھگڑا اور اختلاف اس لفظ کی مراد میں ہے۔ جمہور نے آیت تطہیر میں لفظ اہل بیت کا معنی ”زوج انبی“ جو مراد لیا ہے۔ تو یہ اس آیت کے اسلوب اور سیاق و سباق کے لحاظ سے لیا گیا۔ اور یہ معنی لینا روایت اور روایت دونوں کے خلاف ہے۔

شرح نہج البلاغہ لابن مہتمم :-

اِخْتَلَفَ النَّاسُ فِي الْمُرَادِ بِأَهْلِ الْبَيْتِ فِي قَوْلِهِ
تَعَالَى إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ
أَهْلَ الْبَيْتِ فَقَالَ الْجَمْعُ هُوَ إِنَّ نِسَاءَ النَّبِيِّ
مُرَادَاتٌ بِهَذِهِ الْآيَةِ - وَ مِنْ النَّاسِ مَنْ
خَصَّصَ بِهِنَّ مُسْتَذِلِّينَ بِسِيَاقِ الْكَلَامِ
قَبْلَهَا وَ بَعْدَهَا وَ اتَّفَقَتِ الشَّيْعَةُ عَلَى أَنَّهَا
نَحَاصُّهُ بِعَلِيٍّ وَ فَاطِمَةَ وَ الْحَسَنِ وَ الْحُسَيْنِ
وَ هُوَ يَقُولُ ابْنُ سَعْيٍ خُذْ رِيًّا -

(ابن مہتمم شرح نہج البلاغہ شرح خطبہ الرضی ص ۱۰۱ جلد اول)

مطبوعہ تہران مطبع حیدریہ طبع جدید

ترجمہ : اللہ تعالیٰ کے اس قول (انما یرید اللہ لیذہب عنکم الرجس اہل البیت) میں ذکر شدہ لفظ اہل بیت کی مراد میں لوگوں کا اختلاف ہے۔

جمہور کہتے ہیں کہ اس سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عورتیں ہیں۔ اور بعض لوگ اس کی تخصیص کرتے ہوئے صرف ازواج مطہرات کے لیے مانتے ہیں۔ ان کی دلیل اس کلام کا سیاق و سباق ہے۔ شیعہ لوگ اس پر متفق ہیں۔ کہ اس سے مراد حضرت علی، فاطمہ، حسن اور حسین ہی ہیں۔

ڈیڑھ اینٹ کی علیحدہ مسجد:-

قارئین کرام غور فرمائیں۔ کہ شیعہ مفسر و شارح اس بات کو تسلیم کرتے ہیں۔ کہ لفظ اہل بیت از روئے عروت و لغت بیوی پر بولا جاتا ہے۔ اور پھر اسی اطلاق کو جمہور کا مسلک بھی قرار دے رہے ہیں۔ اور مان لیا۔ کہ جمہور کے نزدیک کلام کے سیاق و سباق سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج ہی ہیں۔ اس حقیقت کے تسلیم کو لینے کے بعد آخر میں خود بد راہانہ بیانیہ کے مطابق دو تہی یہ لگائی۔ کہ اہل بیت سے عرفاً و لغتاً اگرچہ مراد بیوی ہوتی ہے۔ اور جمہور نے بھی یہی کہا۔ لیکن یہ مراد نہ تو عقلاً درست ہے۔ اور نہ روایت کے لحاظ سے قابل قبول ہے۔ اسی بہانہ کی توجیہ ایک شیعہ شامی یوں کرتا ہے۔

ایک شبہ

کشف الغمہ:-

فَإِنْ سَأَلَ سَائِلٌ فَقَالَ إِنَّمَا نُزِلَتْ هَذِهِ فِي
أَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَنَّ قَبْلَهَا
لَيْسَاءُ النَّبِيِّ فَتِلْ ذَلِكَ غَلْطٌ رِوَايَةٌ وَدِرَايَةٌ
أَمَّا الرِّوَايَةُ فَحَدِيثُ أُمِّ سَكَمَةَ وَفِي بَيْتِهَا
نُزِلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ وَأَمَّا الدِّرَايَةُ فَتِلْ

كَانَ فِي نِسَاءِ النَّبِيِّ لَقِيبٌ لِيَذْهَبَ عَنْكَ الرَّجُلُ
وَيُطَهَّرَ كُنَّ

(کشف الغم فی معرفۃ الائمہ جلد ۱ ص ۴۶ فی معنی اہل البیت

مطبوعہ تبریز طبع جدید)

ترجمہ: اگر کوئی سوال کرے۔ کہ یہ آیت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازدواج کے حق میں
نازل ہوئی۔ کیونکہ اس سے پہلے والی آیت میں "اے نبی کی بیویوں کے
الفاظ موجود ہیں۔ تو جواب میں یہ کہہ دے۔ کہ یہ کہنا روایت و درایت کے
لحاظ سے غلط ہے۔ روایت کے لحاظ سے اس لیے غلط ہے۔ کہ اس
آیت کے شان نزول کے بارے میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے
مروی حدیث یہ بتلاتی ہے۔ کہ اس وقت جن حضرات کو اہل البیت
کہا گیا۔ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں نہ تھیں۔ اور روایت کے
اعتبار سے غلط اس لیے کہ یہاں طہارت وغیرہ کے لیے جو ضمیر موجود
ہے۔ وہ جمع مونث کی نہیں۔ اگر عورتیں ہی مراد ہوتیں۔ تو روگنی،
ضمیر آتی۔

اس اعتراض کا حاصل یہ ہے۔

روایت کے اعتبار سے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے بیان کے مطابق
جن حضرات کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔ وہ حضرت علی، فاطمہ، حسن اور حسین
تھے۔ اس وقت حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ کوئی دوسری حضور کی بیوی موجود
نہ تھیں۔ اور انہیں بھی آیت تطہیر کی چادر میں نہ لیا گیا۔

عقلی طور پر یوں کہا جائے گا۔ کہ اگر صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات ہی ”اہل بیت“ کا مصداق ہوتیں۔ تو عورتوں کی جماعت کے لیے عربی میں خطاب کے وقت جمع مونث کی ضمیر ”کن“ موجود ہے۔ جیسا کہ اس سے پچھلی آیت میں جمع مونث کے صیغے مذکور ہیں۔ لیکن یہاں جمع مذکر مخاطب ”دگم“ کی ضمیر ذکر کرنا اس امر کی طرف اشارہ ہے۔ کہ مخاطبین یا تو تمام مذکر تھے۔ یا مذکر غالب تھے۔ ازواج مطہرات میں سے تو کوئی ایک بھی مذکر نہیں۔ ہاں حضرت علی، فاطمہ، حسن و حسین میں تین حضرات مذکر ہیں۔ اس لیے ان کی اکثریت کے پیش نظر اللہ تعالیٰ نے جمع مذکر کی ضمیر ذکر کی۔ لہذا معلوم ہوا۔ کہ آیت تطہیر کا مصداق ازواج مطہرات نہیں۔ بلکہ حضرت علی، فاطمہ، حسن اور حسین رضی اللہ عنہم ہیں۔

جواب:-

اعتراض دو وجہ سے تھا۔ ایک باعتبار روایت اور دوسرا بطریقہ روایت۔

اسی طرح جواب کے بھی دو پہلو ہوں گے۔

مجھے ان شیعہ مجتہدین و مفسرین پر حیرت ہے۔ کہ خود مانتے بھی ہیں۔ کہ سیاق و سباق آیت سے یہی ثابت ہوتا ہے۔ کہ اہل البیت سے مراد ازواج مطہرات ہیں۔ کیا یہاں قرآن خود اپنا مفسر نہیں؟ جب ہے تو کوئی روایت، قرآن کے مقابلہ میں اوتھ نہیں رکھتی۔

روایت کو ہی لیجئے۔ خود حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا اپنے بارے میں استفسار کہ کیا میں ”اہل بیت“ میں سے نہیں ہوں۔ اس کے جواب میں جو کچھ آپ نے فرمایا۔ کیا وہ صرف حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کیلئے بارے میں تھا۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی آپ سے علاوہ زوجیت کے اور کون سی نسبت تھی۔ جس کی بنا پر ”اہل بیت“ ہونے کا سوال کیا۔ جب ان کے استفسار کے جواب میں آپ نے

اِنَّكَ عَلٰی خَيْرٍ وَّ اِلٰی خَيْرٍ كَہا۔ جیسا کہ کشف الغمہ کے حوالہ سے یہ بات ہم قبل انہی لکھ چکے ہیں۔ تو اس سے معلوم ہوا۔ کہ ام سلمہ اہل بیت میں داخل ہیں۔ تو یہ نسبت جس میں پائی جائے۔ وہ بھی اہل بیت میں شامل ہے۔ اس لیے ازواج مطہرات بھی روایت کے لحاظ سے خارج نہیں۔

۱۔ معاملہ عقل و روایت کا تو اگرچہ شیعوں کو گوں کا مذہب عقلیات اور ادھر ادھر کی گگوں کا مرکب ہے۔ مگر یہاں روایت کے طور پر تمہارا زور صرف ضمیروں پر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جمع مذکر کی ضمیر ”کے“، باعتبار غلبہ کے ذکر فرمائی۔ جس میں مردوں کا ہونا ضروری ہے؟ آخر تم سے کوئی پوچھ سکتا ہے۔ کہ یہ ضمیروں والا چھوٹا تم نے کہاں سے لکھا؟ اگر تمہارا جواب یہ ہو۔ کہ اہل لغت کا یہ قاعدہ ہے۔ ہم نے اپنے گھر سے تھوڑا ہی گھر لیا ہے۔ تو پھر اس پر تم سے یہ دریافت کیا جاسکتا ہے؟ کہ اہل بیت کے لفظ سے ازواج مطہرات کو نکالنے کے لیے تو تم نے ضمیروں کے بارے میں اہل لغت کو معتبر جاننا۔ مگر انہی لغت والوں نے جب یہ کہا۔ جیسے کہ تم عرف و لغت کے اعتبار سے یہ کہہ چکے ہو۔ کہ اہل بیت سے مراد ازواج ہوتی ہیں تو اسے مننے میں کون سا سانپ تمہیں سونگھ گیا تمہارا آخر ضمیروں کے بارے میں کہنے والے وہی اہل لغت ہی تو ہیں۔ تو ایک جگہ جہاں اپنا اوسیدھا ہوتے دیکھا۔ ان کی بات مان لی۔ اور دوسری جگہ جب کمر ٹٹنے لگی۔ تو اسے رو کر دیا۔ اور پھر جمہور نے جو اہل بیت سے اس آیت میں ازواج مطہرات مراد لیں۔ وہ بھی تمہیں کھٹکا۔ کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو۔ کہ عرف، لغت اور جمہور سبھی جھوٹے ہیں۔ اور ہم صادق و اصدق و صدوق ہیں؟

چلئے! تمہاری لغت دانی کے مقابلہ میں عرف و اہل لغت و جمہور نہیں ٹھہر سکتے تمہارا اس بارے میں بڑا بند پایہ ہے۔ تو خدا را ہمیں بتائیے۔ کہ ان آیات میں کیا کر دگے؟

آیت نمبر (۱۱)۔

قَالُوا اتَّعَجِبِينَ مِنْ أَمْرِ اللَّهِ رَحْمَةً اللَّهُ وَبَرَكَاتُهُ
عَلَيْكُمْ أَهْلَ الْبَيْتِ إِنَّهُ حَمِيدٌ مَجِيدٌ

(پ - ع)

ترجمہ :- فرشتوں نے کہا کہ اے عورت کیا تو امر خدا سے تعجب کرتی ہے۔
حالانکہ اے اہل بیت تم پر خدا کی رحمت اور اس کی برکتیں ہیں۔ بے شک
اللہ تعالیٰ سزاوارِ حمد و ثنا ہے۔

(ترجمہ مقبول احمد شیعہ)

آیت نمبر (۱۲)۔

قَالَ لَهُمُ امْكُثُوا إِنِّي آنَسْتُ نَارًا تَلْعَلُ أَتِيكُمْ
مِنْهَا بِقَبَسٍ أَوْ

(پ - ع)

ترجمہ :- حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی بیوی سے فرمایا۔ کہ (ایسا نہیں) ٹھہرو۔
میں نے آگ دیکھ لی۔ امید ہے کہ میں اس میں سے تمہارے لیے
چنگاری لاؤں گا۔

(ترجمہ مقبول احمد شیعہ)

ان دونوں آیات میں سے پہلی آیت میں ”وعلیکم“ میں ضمیر مجروحہ
مذکر کی ہے۔ لہذا تمہاری نفرت کے مطابق اس کے مخاطب یا تو سبھی مرد ہونے
چاہئیں۔ یا مرد اور عورت دونوں لیکن عورتوں کو ماتحت کرتے ہوئے تقبیحی حکم

مردوں کے لیے آیا۔ تو پھر بتلائیے۔ اس ”کلمہ“ سے کون سے مراد رکون سی عزتیں مراد تھیں؟ حالانکہ سبھی مفسرین تمہارے سمیت اس سے مراد حضرت سارہ رضی اللہ عنہا زوجہ حضرت ابراہیم علیہ السلام لیتے ہیں۔ اگر تمہاری لغت کو مان لیا جائے۔ تو پھر اللہ تعالیٰ اور اس کے بھیجے ہوئے فرشتوں پر دو الزام آتے ہیں۔ پہلا یہ کہ سیدہ سارہ رضی اللہ عنہا کیلی تھیں۔ لیکن انہیں جمع سے تعبیر کیا گیا۔ دوسرا یہ کہ وہ مونث تھیں۔ لیکن خطاب ایسے الفاظ سے ہوا۔ جو مذکوروں کے لیے مخصوص ہیں۔

اسی طرح دوسری آیت میں ”امكثوا اتيكم“ میں دو دفعہ ضمیریں جمع مذکر کی مذکور ہیں۔ لیکن اس کی مخاطب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زوجہ بنت شعیب ہیں۔ اس طرح حضرت موسیٰ پر بھی یہ اعتراض ہو سکتا ہے۔ کہ انہیں یا تو اپنی بیوی کے مذکر یا مونث ہونے کی خبر نہ تھی (جو سراسر باطل ہے) یا پھر انہیں ایک کی بجائے کئی اور وہ بھی نرے مرد یا ملے جلے افراد سمجھتے تھے۔ بہر حال شیوہ لغت کو مان کر اللہ کی ذات اس کے فرشتوں کی عصمت اور حضرت موسیٰ کلیم اللہ کی شان پر طرح طرح کے انزات عائد ہوتے ہیں۔

ان تمام باتوں کا مختصر جواب یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کسی مفرد کی تعظیم کے پیش نظر جمع کے الفاظ سے خطاب فرماتا ہے۔ کسی غیر ذری العقول کے لیے عقل مندوں کے صیغے استعمال ہوتے ہیں۔ اور کسی عورتوں کے لیے مردوں کے ضمائر و صیغہ جات استعمال ہوتے ہیں۔ ان مختلف طریقوں سے علم بلاغت و فصاحت میں بھی گفتگو کی گئی ہے لہذا اس آیت زیر بحث میں جمع مذکر کی ضمیر صرف ازواج رسول کی عظمت شان اور تعظیم و تکریم کے لیے ہے۔



ارشاد خداوندی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں مومنوں کی مائیں ہیں

الاحزاب -

النَّبِيُّ أَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنفُسِهِمْ وَأَزْوَاجُهُ
أُمَّهَاتُهُمْ -

(پل - ع ۱۷)

ترجمہ: نبی مومنین کی جانوں کا خود ان سے زیادہ اختیار رکھنے والا ہے۔ اور اس
کی بیویاں ان کی مائیں ہیں۔

(ترجمہ مقبول احمد شیعہ)

قرآن حکیم کی اس نص قطعی سے معلوم ہوا۔ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج
مطہرات جیسی دنیا کی کوئی دوسری عورت نہیں ہو سکتی۔ چاہے وہ کتنی ہی پارہا اور
نیک ہو۔ کیونکہ مومنین کی مائیں ہونے کا شرف صرف اور صرف ان مقدس ستورات
کو ہی حاصل ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ امام المومنین، کا لقب صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم
کی زوجہ کے لیے ہی مخصوص ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے۔ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی
وہ واحد ہستی ہیں۔ جو تمام مومنوں کے روحانی باپ ہیں۔ اس امر کی توثیق شیعوں نے
بھی کی ہے۔

تفسیری :-

قَالَ نَزَلَتْ وَهُوَ أَبٌ لَهُمْ وَمَعْنَىٰ أَزْوَاجُهُ
أُمَّهَاتُهُمْ فَجَعَلَ اللَّهُ الْمُؤْمِنِينَ أَوْلَادَ رَسُولِ

اللّٰهُ وَجَعَلَ رَسُولَ اللّٰهِ اَبًا لَهُمْ ۔

(تفسیر قمی ص ۵۱۶ مطبوعہ ایران طبع قدیم)

ترجمہ : فرمایا۔ جب آیت نازل ہوئی۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مومنوں کے باپ ہو گئے۔ اور آپ کی ازواج ان کی امیں ہو گئیں۔ لہذا اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مومنوں کا باپ اور مومنوں کو آپ کی اولاد قرار دیا۔
شیعہ مفسر نے واضح طور پر تسلیم کیا۔ کہ جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام مومنوں کے روحانی باپ ہیں۔ اسی طرح آپ کی ازواج ان کی امیں ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات سے بدگمانی کرنے والے دراصل
آپ کو ایذا پہنچانے والے ہیں۔ از روئے قرآن

الاحزاب:

وَمَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَ لَآ اَنْ تَكِيْحُوْا
اَزْ وَاجَهً مِنْ بَعْدِهٖ اَبَدًا۔ اِنْ ذٰلِكَ كَبُرَ كَانٍ
عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا ۔

ترجمہ : اور تمہارے لیے یہ جائز نہیں۔ کہ تم رسول اللہ کو ایذا دو۔ اور نزدیک
تم ان کی ازواج سے ان کے بعد کبھی بھی نکاح کرو۔ بے شک اللہ کے
نزدیک یہ بات بڑی دہرائی ہے۔

(ترجمہ مقبول احمد شیعہ)

ۛ

الاحزاب :-

اِنْ تَبَدُّواْ شَيْئًا اَوْ تَخْضَعُوْهُ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ
 بِكُلِّ شَيْءٍ عَٰدِيْمًا ۝ لَا جُنَاحَ عَلَیْهِمْ فِیْ
 اَبَآئِهِمْ وَلَا اَبْنَاؤِهِمْ وَلَا اِخْوَانِهِمْ وَلَا
 اَبْنَآءِ اِخْوَانِهِمْ وَلَا اَبْنَآءِ اَخْوَانِهِمْ
 وَلَا نِسَآءِہُمْ وَلَا مَا مَلَکَتْ اَیْمَانُہُمْ
 وَالتَّقِیْنَ اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰی کُلِّ شَيْءٍ
 شَہِیْدًا ۝ اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلَٰئِکَتُهٗ یُصَلُّوْنَ
 عَلَی النَّبِیِّ ۝ یَاٰیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا
 عَلَیْہِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ۝ اِنَّ الَّذِیْنَ
 یُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَہٗ لَعَنَہُمُ اللّٰهُ
 فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ وَ اَعَدَّ لَہُمْ عَذَابًا
 جَہَنَّمًا ۝

(پ - ۲۷ - ۲۸)



ترجمہ : اگر تم کسی بات کو ظاہر کرو یا چھپاؤ تو اللہ تو ہر چیز کا (پورا پورا) جانتے والا
 ہے۔ ان (مومنتوں) پر نہ اپنے باپوں کے سامنے ہونے میں کوئی حرج
 ہے۔ اور نہ اپنے بیٹوں کے اور نہ اپنے بھائیوں کے اور نہ اپنے بیٹیوں
 کے اور نہ اپنے بھانجروں کے اور نہ اپنی بیٹیوں کے اور نہ اپنی لونڈیوں
 کے۔ اور ان کو چاہیے کہ اللہ سے ڈریں۔ بے شک اللہ ہر چیز کا دیکھنے

والا ہے۔ بالتحقیق اللہ اور اس کے فرشتے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتے ہیں۔ اسے ایمان لانے والا اتم بھی ان پر درود پڑھو۔ اور سلام بھیجو سلام بھیجنا بے شک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو ایذا دیتے ہیں۔ اللہ نے ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت فرمائی ہے۔ اور ان کے لیے دردناک عذاب تیار کیا ہے۔

توضیح :-

ان آیات مبارکہ کے بارے میں مفتیین کرام نے لکھا۔ کہ بعض صحابہ کے خیال میں یہ بات اُنئی۔ کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس دایرہ فانی سے داخل ہوا جائیں گے۔ تو آپ کی ازواج کے بارے میں کیا مسئلہ ہوگا۔ کیا عام عورتوں کی طرح چار ماہ دس دن گزارنے (بشرط غیر حاملہ) کے بعد کبھی اور کان سے نکاح ہو سکے گا۔ تو ان لوگوں کے خیال کے رد میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں۔ اور فرمایا۔ کہ جن عورتوں کا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے رشتہ زوجیت استوار ہو چکا ہے۔ ان سے دوسرا کوئی شخص قطعاً نکاح نہیں کر سکتا۔ نہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات ظاہری میں جب کہ آپ کسی بیوی کو طلاق دے کر فارغ کر دیں۔ اور نہ ہی حیات برزخی میں چار ماہ دس دن گزرنے کے بعد۔

یہ خیال اگرچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہر تکلیف کا سبب نہیں بنتا تھا۔ لیکن سبب کوئی شخص اس پہلو سے اس پر غور کرتا ہے کہ اس کی زوجیت میں رہنے والی عورت اب کسی دوسرے کی بیوی بن کر رہ رہی ہے۔ تو اسے کچھ نہ کچھ کوفت ہوتی ہے۔ اتنی معمولی سی کوفت جو کہ ایک مسئلہ کی صورت میں تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اسے بھی اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی ایذا سے تعبیر فرمایا۔ اور فرمادیا کہ نبی کی بیوی سے

کسی اور کسی صورت میں نکاح کرنا میرے نزدیک بڑا بھاری گناہ ہے۔ اور پھر اپنے لئے رسول کا عذاب یوں بیان کیا کہ ایسے شخص پر اللہ کی دنیا میں بھی لعنت اور آخرت میں بھی لعنت۔ اس سے معلوم ہوا کہ ازواجِ مطہرات کا تقدس صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ ظاہری تک ہی نہ تھا بلکہ اس کے بعد بھی وہ مقدس رہا۔ اور کل قیامت کو بھی یہ مقدس ستورات جب جنت میں جائیں گی۔ تو زوجیت رسول کا شرف انہیں وہاں بھی حاصل ہوگا۔

(ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد بھی آپ کی ازواج سے

نکاح اس لیے حرام ہے کہ وہ جنت میں بھی آپ کی ازواج

ہوں گی۔

تفسیر مجمع البیان :-

علامہ طبرسی نے بھی مضمون بالا کی تشریح ان الفاظ سے کی ہے۔

(وَمَا كَانَ لَكُمْ أَنْ تُؤْذُوا رَسُولَ اللَّهِ) أَيْ
لَيْسَ لَكُمْ إِيْذَاءُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَالِهِ وَسَلَّمَ بِمُخَالَفَةِ مَا أَمَرَهُمْ فِي
نِسَائِهِمْ وَلَا فِي شَيْءٍ مِّنَ الْأَشْيَاءِ (وَلَا
أَنْ تُنْكِحُوا أَزْوَاجَهُ مِنْ بَعْدِهِ أَبَدًا)
أَيْ مِنْ بَعْدِ وَفَاتِهِ الْمَعْنَى وَلَا يَحِلُّ

لَكُمْ أَنْ تَزُوجُوا وَاحِدَةً مِنْ
 نِسَائِهِ بَعْدَ مَمَاتِهِ كَمَا لَا يَحِلُّ
 لَكُمْ أَنْ تُؤْذُوهُ فِي جِوَالِ حَيَاتِهِ وَ
 قِيلَ مِنْ بَعْدِهِ أَيْ مِنْ بَعْدِ فِرَاقِهِ فِي
 حَيَاتِهِ كَمَا قَالَ بِشَرِّ مَا خَلَفْتُمُونِي
 مِنْ بَعْدِي (إِنْ ذَالِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللَّهِ
 عَظِيمًا) أَيْ آيِدَاءُ الرَّسُولِ بِمَا
 ذَكَّرْنَا كَانَ ذَنْبًا عَظِيمًا الْمَوْفِعِ
 عِنْدَ اللَّهِ تَعَالَى (إِنْ تُبْدُوا شَيْئًا أَوْ
 تُخْفَوُوه) أَيْ تُظْهِرُوا شَيْئًا أَوْ تُضْمِرُوهُ
 مِمَّا نَهَيْتُمْ عَنْهُ مِنْ تَزْوِجِهِمْ (فَإِنَّ
 اللَّهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا) مِنْ
 الظَّوَاهِرِ وَ الشَّرَآئِرِ وَ هَذَا تَهْدِيدٌ
 وَ رَوَى عَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ لِمَرَّاتِهِ
 إِنْ تَرِيدُونِي أَنْ تَكُونُوا فِي جَنَّتِي
 فِي الْجَنَّةِ فَدَعُ تَزْوِجِي مِنْ
 بَعْدِي فَإِنَّ الْمَرْأَةَ لِأَخِيرِ أَرْوَاجِهَا
 فَلِذَلِكَ حَرَّمَ اللَّهُ تَعَالَى عَلَى أَرْوَاجِ
 النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَنْ
 يَتَزَوَّجَنَّ بَعْدَهُ -

(تفسیر مجمع البیان جلد چہارم جز ہفتم ص ۲۶۸ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ: اے مومنو! تمہارے لیے یہ بات ہرگز جائز نہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی مخالفت کرو۔ جو حکم آپ نے اپنی ازواج کے بارے میں دے رکھا ہے۔ اور ان کے علاوہ آپ کے کسی حکم کی بھی مخالفت نہ کرو۔ اور آپ کی وفات کے بعد آپ کی بیویوں سے شادی نہ کرو۔ معنی یہ کہ آپ کی بیویوں میں سے کسی ایک سے بھی بعد از وفات نبی، شادی نہ کرنا۔ یہ اسی طرح ممنوع ہے۔ جسی طرح آپ کی حیات ظاہری میں آپ کو ایذا دینی ممنوع ہے۔ اور اسی کا معنی یہ بھی بیان کیا گیا ہے۔ کہ آپ اپنی زندگی میں اگر کسی بیوی کو طلاق دے کر اس سے جدائی کر لیں۔ تو آپ کی مطلقہ سے شادی نہ کرو۔ اسی معنی کی تائید اس آیت سے ہوتی ہے۔ مَدَبَسْمَا خَلَقْتُمُوْنِیْ مِنْ بَعْدِیْ» یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے طور سے واپسی پر قوم کو فرمایا۔ میرے یہاں سے جانے کے بعد جو کچھ تم نے ڈھونگ رچایا۔ بہت برا کیا۔ مذکورہ طریقوں میں سے کسی طریقہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا پہنچانا۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک انتہائی بڑا گناہ ہے۔ اور اگر تم آپ کی ازواج کے ساتھ نکاح کے بارے میں کسی بات کو چھپاؤ یا ظاہر کرو۔ کہ جن باتوں سے تمہیں منع کیا گیا۔ تو اللہ تعالیٰ تمہارے ظاہر اور رازوں کو جاننے والا ہے۔ یہ دلائل جھٹک ہے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی گئی۔ کہ آپ نے اپنی بیوی سے فرمایا۔ اگر تم چاہتی ہو۔ کہ کل قیامت کو جنت میں تم میری زوجیت میں ہی رہو۔ تو میرے بعد کسی سے شادی نہ کرنا۔ یہ اس لیے کہ عورت، سب سے آخری خاوند کی ہوتی ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں

کو کسی اور سے شادی کرنے سے منع کر دیا۔

قارئین کو ام :-

ان آیات کی تفسیر میں اپنے شیوہ مفسر سے بھی سُن لیا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کا آپ سے صرف دنیا ہی میں تعلق نہیں۔ بلکہ آخرت میں بھی وہ آپ کی بعینہ زوجیت میں ہوں گی۔ جس طرح دنیا میں انہیں یہ اعزاز حاصل تھا۔ شیوہ مفسر نے اس کی تصدیق ان الفاظ سے کی ہے۔ ”اللہ تعالیٰ نے آپ کی ازواج سے نکاح اُن لیے حرام قرار دیا۔ کہ کل قیامت کو جنت میں بھی یہ آپ کی بیویاں ہوں گی،“ لہذا معلوم ہوا کہ اہبات المؤمنین کا تعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ابدی ہے۔ تو جس طرح آپ کی ظاہری زندگی میں آپ کی ازواج مطہرات کے بارے میں نازیبا اور غلط لفظ کہنے والا ایذا کے رسول کا مرتکب ہو کر لعنت خداوندی کا مستحق ہوتا ہے۔ اسی طرح تا قیامت ان کے بارے میں نازیبا الفاظ کہنے والا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا پہنچاتا ہے۔ اور اس طرح لعنت خداوندی مولیٰ لیتا ہے۔

ایذائے رسول کی بجائے اللہ تعالیٰ مومنوں کو یہ حکم دیتا ہے۔ کہ اللہ کے حبیب کے حضور اپنے صلوٰۃ و سلام کے تندر نہ جات اور ہلایا نہ بھیجو۔ تاکہ انہیں مسرت حاصل ہو۔ اور تمہارے حق میں اللہ کے حضور شفاعت فرمائیں۔

ذرا سوچو :-

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس ازواج کے بارے میں اللہ تعالیٰ کو اتنی سی بات گوار نہ ہوئی۔ کہ عام عورتوں کی طرح ان کے خاوندوں کے مرنے کے بعد وہ کسی سے عدت گزارنے کے بعد نکاح کر سکیں۔ اور اس قسم کے خیال کو اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایذا قرار دیا۔ لہذا جن لوگوں کا یہ عقیدہ ہے۔ کہ ہر

نماز کے بعد ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر لعنت بھیجی چاہیے۔ اور اسی طرح حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو بھی برا بھلا کہتے ہیں۔ کیا اس طرح انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا رندوی جیسی شخص کے دل میں رائی بھرا ایمان ہوگا۔ وہ یقیناً کہے گا۔ کہ اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو انتہائی دکھ پہنچایا گیا۔ لہذا ایسا شخص اللہ کی لعنت اور پھٹکار کا مستحق ہے۔

شیعو! اس آیت کو بار بار پڑھو۔ اور غور سے پڑھو۔ تم جو یہ عقیدہ رکھتے ہو۔ کہ ازواج مطہرات پر لعنت بھیجنا سنت انکار اہل بیت ہے۔ کیا اس طرح تم ایذا رسول کے مرتکب ہو کر اللہ کی لعنت سے بچ جاؤ گے۔ یقیناً تم جو حضرت عائشہ پر لعنت کرتے ہو۔ وہ الٹی تم پر وبال بن کر اترتی ہے۔ بلکہ اس کے ساتھ خدا بھی تم پر لعنت کرتا ہے۔ تو بہ کادروا زہ ابھی کھلا ہے۔ اور وقت ہے۔ کہ اس قبیح فعل اور عقیدہ سے تائب ہو جاؤ۔ ورنہ ابدی مردود ہو جاؤ گے۔

فاعتبروا یا اولیٰ الالبصار

نبی علیہ السلام نے اپنی ازواج کی خوشنودگی کے لیے

خود پر شہد حرام کر لیا

التحریم:-

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكَ ۚ تَبْتَغِي
مَرْضَاتَ أَزْوَاجِكَ ۚ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۚ قَدْ
فَرَضَ اللَّهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ أَيْمَانِكُمْ ۚ وَاللَّهُ مَوْلَاكُمْ

وَهُوَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ

(پ - ۱۹ ع)

ترجمہ: اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کیوں حرام کرتے ہو اس چیز کو جسے حلال کیا ہے اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے۔ اپنی بیویوں کی رضا چاہتے ہو۔ اور اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا (اور) بڑا رحم کرنے والا ہے۔ خدا تعالیٰ نے تمہارے لیے (کفارہ سے) تمہاری قسموں کا توڑ دینا مقرر فرما دیا ہے۔ اور اللہ تمہارا مالک ہے۔ اور وہ بڑا جانتے والا (اور) حکمت والا ہے۔
(ترجمہ مقبول احمد شیعہ)

شان نزول :-

مختلف روایات کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات میں سے کسی ایک کے پاس شہد تھا۔ جسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چند دن نوش فرمایا۔ دوسری ازواج کو تقاضائے بشری کے مطابق یہ رشک پیدا ہوا۔ انہوں نے باہمی صلاح و مشورہ کیا۔ انہیں یہ علم تھا کہ آپ کو مغایر (ایک درخت کی گوند) سے انتہائی نفرت ہے۔ اس لیے انہوں نے آپس میں یہ طے کیا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں سے کسی کے پاس جب تشریف لائیں۔ تو آپ سے یہ عرض کی جائے۔ کہ حضور! آپ کے منہ سے مغایر کی بو آتی ہے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم جس کے پاس بھی گئے۔ اسی عورت نے آپ سے یہی کہا۔ آپ نے انہیں یہی فرمایا۔ کہ میں نے مغایر نہیں بلکہ شہد نوش کیا ہے۔ لیکن ان کے بیک زبان اس طرح کہنے سے آپ نے شہد کا استعمال اپنے لیے حرام قرار دے دیا۔ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرمایا۔ اے محبوب! آپ ایک

حلال چیز کو محض ازدواج کو راضی کرنے کے لیے حرام ٹھہرا رہے ہیں۔ آپ کفارہ ادا کر دیں۔ اور شہد کو حلال ہی رہنے دیں۔ یہی واقعہ شیعوں نے نقل کیا ہے۔

تفسیر صافی:-

وَقِيلَ شَرِبَ عَسَلًا عِنْدَ حَفْصَةَ
فَوَاطَأَتْ عَائِشَةَ وَسَوْدَةَ وَحَفِيفَةَ
فَقُلْنَ لَهُ إِنَّا نَنْتَبِهُمُ مِنْكَ يَا نَبِيَّ الْمَغَافِرِ
فَنَحَرَمَ الْعَسَلَ فَكَتَرَلَتْ

(تفسیر صافی جلد دوم ص ۱۶۱ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ: بیان کیا گیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حفصہ کے گھر شہد نوش فرمایا۔ تو حضرت عائشہ، سودہ اور صفیہ نے باہم اتفاق کیا۔ اور آپ سے کہا: حضور! ہمیں آپ کے منہ سے مغایر کی بو آتی ہے۔ تو آپ نے شہد حرام کر لیا۔ اس پر یہ آیت اتری۔

آیت مذکورہ سے معلوم ہوا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی ازدواج کی دل جوئی اس قدر محبوب و مرغوب تھی کہ آپ نے ایک حلال چیز کو محض ان کی خوشنودی کی خاطر اپنے اوپر حرام کر لیا۔ جب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی اہل بیت (ازواج مطہرات) اس قدر محبوب تھیں۔ تو اب کوئی آدمی ان مقدس مستورات کی شان میں گستاخیاں، بے ادبیاں اور لعن کرے۔ ایسے آدمی کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تعلق ہو سکتا ہے۔ محض حسد اور بغض ہے۔ جس کی بنا پر آپ کی ازدواج مطہرات کے بارے میں کوئی اس قدر بے باک نظر آئے۔



قابل توجہ امر:-

شیعہ عقائد کی کتب خاص کر اصول کافی میں ان کے ایک عقیدے کا ذکر ملتا ہے۔ کہ ہر امام علم غیب کی جانتا ہے۔ اور شیعہ لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام مغیبات کا جامع مانتے ہیں۔ تو پھر یہ کیونکر ممکن کہ آپ کو اپنی ازواج کے کہنے پر شہد کے استعمال میں شک ہو گیا ہو۔ اور ان کے کہنے پر مغایر کے استعمال کا خیال گزرا ہو۔ حضور تو رہے حضور ایک عام آدمی بھی اس طرح کے واقعہ پر اپنی یادداشت پر بھروسہ کرتا ہے۔ اور مغایر اور شہد میں فرق محسوس کرتا ہے۔ تو پھر آپ نے مغایر کی بجائے شہد کو حرام کر لیا۔ معلوم ہوا آپ کو صرف اپنی ازواج کی دہجوتی مطلوب تھی۔

اب تو صیح سے معلوم ہو گیا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی محبوب چیز شہد کو بھی ازواج مطہرات کی رضامندی کے سامنے کوئی اہمیت نہ دی۔ اور انہیں خوش رکھتے ہوئے شہد کو حرام کر لیا۔ یہ الگ بات ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی امت کی بھلائی کی خاطر قسم کا کفارہ ادا کرنے اور شہد کو بدستور حلال رکھنے کا ارشاد فرمایا۔ کیونکہ اس میں بہت سے فوائد تھے۔ اگر اللہ تعالیٰ اس کی حرمت کو برقرار رکھتا۔ تو امت ان فوائد سے محروم رہ جاتی۔

بہر صورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی ازواج مطہرات کی انتہائی محبت تھی۔ خاص کر سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے تو آپ بے پناہ محبت کرتے تھے حضور ان سے محبت کریں۔ ان کی رضامندی حاصل کریں۔ اور تم و شیعہ ان کی شان میں گستاخیاں کرو۔ ان میں عیب نکالو۔ کیا اس طرح تم اپنی عاقبت برباد کرنا چاہتے ہو۔ ہوش کرو۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کی گستاخیوں سے آپ کو ناراض کر کے جہنم مول نہ لو۔ یہ سودا کسی طور فائدہ مند نہیں۔

فصل شوم

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

کے فضائل از قرآن مجید و کتب شیعہ

حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات میں سیدہ ام المومنین، محبوبہ محبوب رب العالمین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بڑا مقام ہے یہی وہ خوش قسمت ہیں جن کی طہارت و پاکدامنی اور فضائل میں اللہ رب العزت نے اٹھارہ آیات نازل فرمائیں۔ انہی کے ذریعہ بہت سے احکام شریعت امت تک پہنچے۔ انہی کی بدولت اللہ تعالیٰ نے تمام عیسیٰ ممتاز نعمت ہمیں عطا فرمائی۔ یہ نعمت اس سے قبل کسی امت کو نہ ملی۔ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت پر سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے گھرانے کے بہت سے احسانات ہیں۔ آپ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام ازواج میں سے زیادہ عالم فاضلہ تھیں۔ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک بھی ہے کہ ”عائشہ سے سیکھو“۔ سیرت اور تاریخ کی کتب میں مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی تصویر ان کی پیدائش سے قبل تین مرتبہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دکھائی۔ اور فریاد

کہ اسے محبوب! میں آپ کو ایسی صورت کی بیوی عطا کروں گا۔ (مدارج النبوت) اسی کا لازمی نتیجہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام کائنات کی عورتوں میں اگر کسی سے زیادہ محبت اور پیار تھا۔ تو وہ سیدہ عائشہ صدیقہ تھیں۔ اس امر کی تصدیق شیعہ حضرات کی معتبر تاریخ میں بھی موجود ہے۔

ارشاد رسول، عورتوں میں مجھے سب سے زیادہ محبوب

عائشہؓ ہے اور مردوں میں ان کا والد ابو بکرؓ، پھر عمرؓ

روضۃ الصفاء: ۱۰۰

عمر بن العاص رضی اللہ عنہ جب کامیابی و کامرانی کے ساتھ غزوہ ذاتِ سلاسل سے واپس لوٹے۔ تو دل میں خیال گزرا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صدیق اکبر اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما پر بھی مجھے سپرد سالار مقرر فرمایا۔ تو عین ممکن ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک میرا مقام ان دونوں صاحبوں سے زیادہ ہو۔ جس کی وجہ سے مجھے ان پر شرف عطا ہوا۔ تو اس دلی خیال کو لے کر حضرت عمر بن العاص رضی اللہ عنہ نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا۔

یا رسول اللہ! محبوب ترین غلامیٰ نژاد تو کیست فرمود کہ عائشہ۔ عمرو گفت سوالیٰ من از رجال است۔ فرمود کہ پدر او باز پرسید بعد از وہ کیست۔ فرمود عمرو۔

(تاریخ روضۃ الصفاء جلد دوم ص ۳۱ ذکر احوال

خاتم الانبیاء مطبوعہ لکھنؤ طبع قدیم)

ترجمہ : عمرو بن العاص (رضی اللہ عنہ) نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا۔
یا رسول اللہ! تمام مخلوقات میں سے آپ کو سب سے زیادہ محبوب
کون ہے؟ فرمایا۔ عائشہ (رضی اللہ عنہا) پھر پوچھا حضور امیر اسوالمردوں
کے متعلق ہے۔ (یعنی مردوں میں سے آپ کس کو محبوب ترین سمجھتے ہیں۔
آپ نے فرمایا۔ ابو بکر صدیق (رضی اللہ عنہ) پوچھا۔ ان کے بعد فرمایا عمر بن
خطاب (رضی اللہ عنہ)

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام
کے غموں کا مداوا تھیں۔

کتب تاریخ اور احادیث میں یہ واقعہ مشہور و معروف ہے۔ کہ جب حضور صلی اللہ
علیہ وسلم کی زوجہ حضرت خدیجہ (رضی اللہ عنہا) اور چچا ابو طالب کا انتقال ہوا۔ تو آپ کو ان
دونوں کے یکے بعد دیگرے انتقال سے بہت صدمہ پہنچا۔ جس سال یہ واقعہ رونما
ہوا۔ اسے نام ہی ”عام الحزن“ دیا گیا۔ یعنی وہ سال جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم
کو حزن و ملال پیش آیا۔

ادھر سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جب سرور کائنات کی یہ کیفیت دیکھی۔
تو انہیں بھی بہت دکھ پہنچا۔ اور سوچنے لگے اس کا کوئی حل ہونا چاہیے۔ تاکہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے دکھ اور غم ختم ہو جائیں۔ بالآخر فیصلہ کیا۔ کہ اگرچہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف چالیس سے اوپر ہو چکی ہے۔ اور میری بیٹی عائشہ (رضی
ابھی عمر کی سات بہاریں ہی دیکھی ہیں۔ لیکن اس عمر کے تفاوت کے باوجود اگر میں اپنی
محنت جگر کو سرکار پر قرباں کر دوں۔ تو ہو سکتا ہے۔ کہ آپ کا حزن و ملال کم ہو جائے۔

بنا جب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے یہ تذکرہ حضور کی بانگاہیں کیا۔ تو آپ کن کر بہت خوش ہوئے۔ اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی ہمدوی اور غلوں کو دیکھتے ہوئے آپ نے حضرت عائشہ کو اپنی زوجیت کے لیے قبول فرمایا۔ نکاح ہو گیا۔ اور دو تین برس بعد جب کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف انچائیس برس تھی۔ اور حضرت عائشہ ۱۹ سال کی تھیں۔ رخصتی محل میں آئی۔ اس کی تاریخ تاریخ شیعہ نے بھی لکھی ہے۔

ابو بکر صدیق نے اپنی بچی عائشہ کا عقد نبی علیہ السلام سے

اس لیے کیا کہ نبی اکرم کو مغموم دیکھ نہ سکتے تھے، پھر ابو بکر

نے مہر بھی اپنی جیب سے پیش کر دیا

تاریخ ائمہ:-

حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) حضرت ابو بکر کی بیٹی تھیں۔ سنہ ہجرت میں جب حضرت خدیجہ انتقال کر چکی تھیں۔ تو ان کی جدائی پر اُن حضرت کو بڑا صدمہ ہوا۔ یہ دیکھ کر حضرت ابو بکر حضرت عائشہ کو آنحضرت کی خدمت میں لائے۔ اور کہا یا رسول اللہ یہ بچی آپ کے صدمہ کو کچھ کم کرے گی۔ غرض حضرت نے حضرت عائشہ سے نکاح کر لیا۔ مگر زنان کی نوبت نہیں آئی۔ جب حضرت ہجرت کر کے مدینہ آئے۔ اور حضرت ابو بکر بھی وہاں پہنچ گئے۔ تو آپ نے آنحضرت سے پوچھا۔ اے رسول خدا! اپنی بیوی کو اپنے گھر کیوں نہیں لے جاتے؟ فرمایا ابھی مہر کارہ یہ

نہیں ہے۔ حضرت عائشہ فرماتی تھیں کہ ابا جان نے آنحضرت کو ساڑھے بارہ
اوقیہ (مہرا) کرنے کو دیا۔ حضرت نے اسے ہمارے ہاں بھیجا۔

(تاریخ ائمہ مصنفہ سید علی حیدر نقوی ص ۴۴ مطبوعہ

کتب خانہ شاہ نجف لاہور)

رخصتی کے وقت سیدہ عائشہ کی عمر ۹۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی

۵۳ سال تھی اور ازواج رسول میں بھی کنواری ہیں

مناقب آل ابی طالب :-

وَعَائِشَةُ بِنْتُ أَبِي بَكْرٍ وَهِيَ
ابْنَةُ سَبْعٍ قَبْلَ الْهِجْرَةِ بِسَنَتَيْنِ وَ
يُقَالُ كَأَنَّ ابْنَةَ سَبْعٍ وَدَخَلَ بِهَا
بِالْمَدِينَةِ فِي شَرَّالِ وَهِيَ ابْنَةُ تِسْعٍ
وَلَمْ يَتَزَوَّ بِمُغِيرَةَ بِكَرٍّ وَتُوفِيَ
النَّبِيُّ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَهِيَ ابْنَةُ ثَمَانِيَةٍ
عَشْرَةَ سَنَةً وَبَقِيَتْ إِلَى إِمَارَةِ مُعَاوِيَةَ
وَقَدْ رُبَّتِ الشَّبَابَيْنِ .

(مناقب آل ابی طالب مصنف ابن شہر آشوب

مازندانی جلد اول ص ۱۵۹ فی اقرباۃ وخدامہ

علیہ السلام مطبوعہ قم طبع جدید)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیٹی تھیں، ہجرت سے دو سال قبل ان کی عمر سات برس کی تھی۔ اور چھ برس بھی کہا گیا ہے۔ سال کی عمر میں مدینہ منورہ میں ان سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم حقوق زوجیت قائم کیے ان کے علاوہ کوئی کنواری عورت آپ کے عقد میں نہ آئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت ان کی عمر اٹھارہ برس تھی۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت تک زندہ رہیں۔ شہر برس کی عمر شریف پائی۔

منتخب التواریخ :-

الثانية عائشة دختر ابوبکر بود و مادر عائشہ و عبدالرحمن بن ابی بکر ام رومان بنت عامر بن غیر بود۔ و پیغمبر (صلی) در مکہ معظمہ بعد از رحلت خدیجہ کبریٰ و قبل از تزویج سوده در ماہ شوال۔ اور از تزویج فرمود و زفافش بعد از تزویج سوده در ماہ شوال سال اول ہجرت مدینہ طیبہ واقع شد و در حالت کہ عائشہ وہ سالہ بود و پیغمبر (صلی) ایجاب و سر سالہ بودند۔

منتخب التواریخ ص ۲۱۰۔ باب اول فصل چہارم

مطبوعہ ایران طبع جدید

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری زوجہ حضرت عائشہ تھیں۔ جو ابو بکر صدیق کی صاحبزادی تھیں۔ حضرت عائشہ اور عبدالرحمن بن ابی بکر کی والدہ ام رومان بنت عامر بن غیر تھیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ معظمہ میں حضرت خدیجہ الکبریٰ کے انتقال کے بعد اور حضرت سودہ سے نکاح کرنے سے قبل ان (عائشہ) سے نکاح فرمایا۔ شوال کے مہینہ میں عقد ہوا۔

لیکن تعلقات زوجیت، حضرت سودہ کے نکاح میں آنے کے بعد شوال کے مہینہ میں ہجرت کے پہلے سال مدینہ طیبہ میں قائم ہو گئے اس وقت حضرت عائشہ دس برس کی تھیں۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تریس سال کے تھے۔

مذکورہ کتب شیعہ دروضۃ الصفاء، تاریخ ائمہ، منتخب التواریخ سے یہ وضاحت مل گئی۔ کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی دختر نیک اختر کو حضور کی زوجیت میں اس لیے دیا۔ تاکہ آپ کے حزن و ملال میں کمی ہو جائے۔ اور یہ انتخاب دراصل اللہ رب العزت کی طرف سے تھا۔ دوسرا یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام ازواج مطہرات میں کنواری بیوی صرف حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تھیں۔ تیسرا یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عائشہ سے اس قدر محبت تھی۔ کہ یہ نعمت کسی دوسری عورت کو نہ مل سکی۔

ان حوالہ جات کو ملاحظہ کرنے کے بعد کوئی صاحب ایمان یہ نہیں کہہ سکتا۔ کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم یا آپ کے دیگر گھروالوں سے کوئی عداوت تھی۔ بلکہ اس کے برخلاف وہ یہ فیصلہ کرنے پر مجبور ہو گا۔ کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور ان کی صاحبزادی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جو قرب اور بلند مرتبہ حاصل تھا۔ وہ کسی دوسرے کو حاصل نہ تھا۔ اور جتنے یہ دونوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو محبوب تھے۔ مخلوق میں کوئی بھی اتنا محبوب، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ میں نہ تھا۔

تہمت لگنے پر اللہ نے سیدہ عائشہ کی طہارت کس طرح بیان فرمائی؟

النور۔

إِنَّ الَّذِينَ جَاءُوا بِالْإِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ لَا نَحْسِبُوهُ
شَرًّا لَّكُمْ بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ . لِكُلِّ امْرِئٍ
مِّنْهُمْ مَا اكْتَسَبَ مِنَ الْإِثْمِ وَالَّذِي تَوَلَّى
كِبْرَهُ مِنْهُمْ لَهُ عَذَابٌ عَظِيمٌ . لَوْ لَا إِذْ
سَمِعْتُمُوهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ
بِأَنفُسِهِمْ خَيْرًا وَقَالُوا هَذَا إِفْكٌ
مُّبِينٌ

(پ - ۸۷)

ترجمہ: بے شک جن لوگوں نے تہمت لگائی وہ تم میں ہی سے ایک گروہ ہے
اس کو اپنے حق میں برا نہ سمجھو۔ بلکہ وہ تمہارے لیے اچھا ہے۔ ان
میں ہر شخص کے لیے جو گناہ بھی وہ کرے گا۔ وہی ہے۔ اور جو ان میں
سے گناہ کا بڑا حصہ لے گا۔ اسی کے لیے بڑا عذاب ہے۔ جس وقت
کہ تم نے ان کو سنا تھا۔ تو مومن مردوں اور مومن عورتوں نے نیک گمان
کیوں نہ کیا۔ اور یہ کیوں نہ کہا۔ کہ یہ صریح بہتان ہے۔

(ترجمہ مقبول احمد شیعہ)

شان نزول:-

ہجرت کے پانچویں سال غزوہ نبی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ

ازواج مطہرات میں سے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سی تھیں مجاہدین کے قافلہ نے ایک جگہ رات گزار دی۔ صبح سویرے کوچ کرنے سے قبل آپ قضاہ حاجت کے لیے کسی گوشہ میں تشریف لے گئیں۔ اتفاقاً وہاں آپ کے گلے کا ہار کہیں گر گیا۔ اس کی تلاش میں دیر ہو گئی۔ ادھر مجاہدین کا قافلہ وہاں سے روانہ ہو گیا۔ لیکن قافلہ والوں میں سے آپ کی عدم موجودگی کا کسی کو علم نہ ہو سکا۔ جب آپ پڑاؤ پر پہنچیں۔ تو وہاں بیٹھ گئیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفوان رضی اللہ عنہ کو قافلہ کے پیچھے رہنے کا حکم دیا تھا۔ تاکہ کوئی کرتے وقت گری پڑی چیز یہ اٹھا لائیں۔ جب حضرت صفوان یہاں پہنچے۔ تو ”انا لله وانا الیہ راجعون“ بلند آواز سے کہا۔ ام المومنین حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا غنودگی کے عالم میں تھیں۔ آواز سن کر فوراً سنبھلیں۔ جناب صفوان نے اپنا اونٹ بٹھایا۔ مائی صاحبہ اس پر سوار ہو گئیں۔ اور جناب صفوان اس کی ہمار پکڑے آگے آگے چلنے لگے۔ حتیٰ کہ قافلہ میں آکر پہنچے۔ یہاں دل بد بخت منافقین نے مائی صاحبہ رضی اللہ عنہا پر بدکاری کا الزام دھرا۔ بعض سیدھے سادھے مسلمان بھی ان کے فریب میں آگئے۔ لیکن ان تمام باتوں کا حضرت عائشہ کو پتہ نہ چل سکا۔ گھر پہنچنے کے بعد بیماں ہو گئیں۔ اتنا روئیں کہ رات بھر نیند نہ آئی۔ اس موقع پر یہ آیات اتریں۔ جن میں اللہ تعالیٰ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی طہارت و برأت کا واضح ذکر فرمایا۔

(تفسیر مجمع البیان جلد چہارم جزء ہفتم
ص ۱۳۱ مطبوعہ تہران طبع جدید)

آیات مذکورہ کے بعض الفاظ سے مندرجہ ذیل امور صراحتاً

ثابت ہوئے

۱۔ ”افک“ سے کذب عظیم مراد ہے۔ صاحب تفسیر مجمع البیان نے بھی لکھا بالافک اسی بالكذب العظیم۔ جس سے معلوم ہوا کہ جن لوگوں نے دیدہ و استریدہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگائی۔ وہ کذاب تھے۔ اور مائی صاحبہ رضی اللہ عنہا چونکہ اس تہمت سے بری تھیں۔ اور سچی تھیں۔ اس لیے ”صدیقہ“ کہلائیں۔

۲۔ ظن المومنون والمومنات الغ سے معلوم ہوا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں ایک غلط گمان بھی اللہ تعالیٰ کو سخت ناگوار ہے۔ اس سے معلوم ہونا چاہیئے کہ ام المومنین رضی اللہ عنہا پر لعن طعن کرنے والا اللہ کے ہاں کس قدر ذلیل ہوگا۔

۳۔ ”هذا افک مبین“ کے الفاظ بتلاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں سے بھی ناراضگی کا اظہار فرمایا۔ جنہوں نے اس الزام کو سننے کے بعد تردید نہ کی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو لوگ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم یا آپ کی ازواج مطہرات میں سے کسی ایک کے بارے میں بکواسات و لغویات کہتے ہیں۔ ان کے بکواسات و لغویات کو سننے والے بھی اللہ تعالیٰ کے غضب میں ہیں۔ اس لیے اہل سنت کو خبردار رہنا چاہیئے۔ اور کسی ایسی مجلس، جلسہ یا کانفرنس میں شامل نہ ہونا چاہیئے۔

جہاں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی ازواج مطہرات پر تبرہ بازی

نا۔ سمجھی سے تہمت عائشہ میں منافقین ک ہمنوائی کرنے
والے مسلمانوں کو کیا سزا ملی؟

لکل امرئ منہم ما اکتسب من الاثم الخ سے معلوم ہوا۔
کہ وہ لوگ جنہوں نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر تہمت باندھی
ان پر عذاب عظیم ہے۔ اسی لیے احادیث میں مذکور ہے۔ کہ جن سیدھے سادھے مسلمانوں
نے فریب کھا کر اس تہمت میں منافقوں کی ہم نوائی کی۔ انہیں بھی سزا ملی۔ بعض پر حد فذوف
جاری کی۔ اور بعض کو قدرتی آفات سے سزائیں ملیں۔ جیسا کہ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ
کے بارے میں صاحب تفسیر مجمع البیان نے لکھا ہے۔ کہ ان کی آنکھوں کی بینائی جاتی رہی
تھی۔ ایک اور شیعہ تفسیر میں یوں مذکور ہے۔

منہج الصادقین،

گویند حسان بود کہ آخر عمرنا بیتا گشت یا مسلح کہ دست ہائے او شل شد
(تفسیر منہج الصادقین جلد ششم ص ۲۶۱ مطبوعہ تہران)

ترجمہ: بیان کرتے ہیں کہ حضرت حسان رضی اللہ عنہ کی آخری عمر میں آنکھیں
بینائی سے محروم ہو گئیں۔ اور حضرت مسلح رضی اللہ عنہ کے ہاتھ شل ہو
گئے۔ اسی لیے جب کسی نے سیدہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے دریافت
کیا۔ ”حسان رضی اللہ عنہ آپ کے پاس حاضر تھے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے

فرمایا ہے۔

تفسیر مجمع البیان :-

وَالَّذِي تَوَلَّى كِبْرَهُ مِنْهُمْ لَهُ عَذَابٌ عَظِيمٌ
فَقَالَتْ عَائِشَةُ أَلَيْسَ قَدْ كُفَّ بَسْرُهُ.

(تفسیر مجمع البیان جلد چہارم جزء ہفتم ص ۱۳۱ مطبوعہ تہران)

ترجمہ : یعنی وہ آدمی جو ایک بڑے گناہ کا حصہ دار ہے۔ اس کے لیے عذاب عظیم ہے۔ تریسہ نے فرمایا۔ اسی عذاب عظیم نے توحسان کی آنکھوں کو بینائی چھین لی تھی۔

تہمت کے صدمہ عظیم پر سیدہ عائشہ کا صبر اور اس کا

اجر عظیم اللہ کی طرف سے

”لا تحسبوه شرا لکم بل هو خیر لکم“ سے معلوم ہوا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت صفوان رضی اللہ عنہ جو اس تہمت کے لگنے پر بہت پریشان ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں تسلی دی۔ اور فرمایا۔ یہ تمہارے لیے بظاہر پریشان کن ضرور ہے۔ لیکن تمہیں اسے اپنے لیے برا نہیں سمجھنا چاہیئے۔ بلکہ اس کا انجام تمہارے حق میں بہتر ہے۔ اسی بہتری کی وضاحت ”صاحب مجمع البیان“ سے سنیں۔

تفسیر مجمع البیان :-

(لا تحسبوه شرا لکم بل هو خیر لکم) ہذا خطاب

لِعَائِشَةَ وَصَفَوَانَ لِأَنَّهُمَا قُصِدَا بِالْإِفْكِ وَلِيَمِّنَ
 اغْتَمَّ بِسَبَبِ ذَلِكَ وَخِطَابُ لِكُلِّ مَنْ فِي مِ
 سَبَبِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَيْ لَا تَحْسِبُوهُ غَمًّا الْإِفْكِ
 شَرُّ الْكُفْرِ بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ لِأَنَّ اللَّهَ تَعَالَى يُبْرِئُ
 عَائِشَةَ وَيَا جُرْهَا بِصَبْرِهَا وَاحْتِسَابِهَا وَ
 يُلْزِمُ اصْحَابَ الْإِفْكِ مَا اسْتَحَقُّوهُ بِالْأَشْمِ
 الَّذِي ارْتَكَبُوهُ فِي أَمْرِهَا.

ترجمہ: مجمع البیان جلد چہارم جز دوم صفحہ ۱۳۱ مطبوعہ تہران
 : طبع جدید

ترجمہ: لا تحسبوه شرا لکم الخ یہ خطاب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا
 اور حضرت صفوان رضی اللہ عنہ کو ہوا۔ کیونکہ واقعہ انک ان دونوں سے
 متعلق تھا۔ اور یہ خطاب ان لوگوں کو بھی ہے۔ جو اس واقعہ سے غم ناک
 ہوئے تھے۔ بلکہ اس آیت کا ہر وہ شخص مخاطب ہے جس پر کسی وجہ
 سے تہمت لگائی گئی ہو۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما
 فرماتے ہیں۔ یعنی واقعہ انک کا غم تم اپنے لیے بڑا نہ سمجھو۔ بلکہ وہ تمہارے
 لیے بہت بہتر ہے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا
 کو پاکدامن قرار دیا۔ اور ان کے صبر کا انہیں اجر عطا فرمائے گا۔ اور ان کے
 اپنے محاسبہ کرنے پر ثواب جنزلی عطا فرمائے گا۔ اور واقعہ انک میں
 طوٹ تہمت لگانے والے اپنے کیے کا ضرور گناہ پائیں گے۔ ۱۲۔
 آیت مذکورہ اور اس کی شیعہ تفسیر سے معلوم ہوا۔ کہ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا
 اور حضرت صفوان رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے واقعہ انک کے بارے میں فرمایا۔

تمہارے حق میں یہ بہتر ہے۔ اس بہتری کی وضاحت شیعوں نے مفستر نے کر دی۔ وہ یہ کہ آپ کی پاکدامنی اس علام الغیوب نے بیان فرمائی ہے۔ جو قیامت تک کے حالات سے بھی باخبر ہے۔ اس نے یہ بھی فرمایا۔ کہ وہ حضرت عائشہ کے صبر کی جزا اور اجر بھی عطا فرمائے گا۔ تو اس میں آپ کے حق میں ایک خبر یہ تھی۔ کہ اللہ تعالیٰ جانتا تھا۔ کہ کچھ لوگ زنا زائے گا۔ کہ مائی صاحبہ رضی اللہ عنہا کی گستاخیاں کریں گے۔

لہذا اس نے آپ کی طہارت ظاہرہ اور طہارت باطنہ کو واضح فرمادیا۔ اور ماقیامت گستاخان صدیقہ رضی اللہ عنہا کے منہ پر مہر لگا دی۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے خلاف بات کرنا بھی اللہ کے

نزدیک جرم عظیم ہے

النور۔

اِذْ تَلَقَّوْنَهُ بِالْئِسْنَةِ كُمْ وَتَقُولُونَ بِاَفْوَاهِكُمْ
مَا لَيْسَ لَكُم بِهِ عِلْمٌ وَتَحْسَبُونَهُ هَيِّئًا وَّ
هُوَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمٌ۔

(پ - ۸۷)

ترجمہ: جب تم اس (تہمت) کو ایک دوسرے کی زبان سے نقل کرتے تھے اور اپنے منہ سے وہ کچھ کہتے تھے۔ جس کا تم کو علم نہیں ہے۔ اور اس کو خفیف سی بات سمجھتے تھے۔ حالانکہ وہ اللہ کے نزدیک بڑی بات تھی۔

(ترجمہ مقبول احمد شیعہ)

اس آیت کریمہ سے یہ بات بالکل نکھر کر سامنے آگئی ہے۔ کہ جو لوگ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی شان میں گستاخی کو معمولی تصور کرتے ہیں۔ اور اسے کوئی اہم بات نہیں سمجھتے وہ سخت دھوکہ میں ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسے ایک بہت بڑا جرم فرمایا ہے۔ جب اللہ کے ہاں یہ ایک سنگین جرم ہے۔ تو لامحالہ اسے اللہ تعالیٰ سے سزا بھی ملے گی۔ اسی مضمون کو علامہ کاشانی کی زبانی ملاحظہ فرمائیے:-

ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ اور ان کی زوجہ کے نزدیک

مقام سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا

تفسیر منہج الصادقین:-

(وہو) و حال آنکہ ای سخن (عند اللہ) نزدیک خدا (عظیم) بزرگ است و عقوبت بسیار برآں مرتب چہ آں سخن موجب الحاق عار است باہل نبوت و استغاثت بمنصب رسالت (و) حاصل آید آنست کہ شما از تکاب سرانگم کردہ اید کہ کس عذاب عظیم بآں معلق است۔ یکے تعلق انک بائستہ درم تحدث بآں بدون تحقق سیم استغفار چیز سے کہ حکم الہی تعلق گرفتہ بعظم و کبر آں۔ و در بعضی از تفاسیر مذکور است۔ کہ ام ایوب زوجہ ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ بارگفت کہ سنخنے کہ مرد ماں و رخت عائشہ میگویند۔ شنیدہ جواب داد شنیدہ ام اما انتری و در رخ و بہتان عظیم است۔ تو نسبت بمن ای فعل را تجویزی کنی ام ایوب۔ گفت لا واللہ، ابوایوب گفت واللہ عائشہ بہتر از تو است پس

نسبت بہ پیغمبر ایں عمل چگونہ روا دارو۔

(تفسیر منہج الصادقین جلد ۶ ص ۲۶۳ مطبوعہ تہران)

ترجمہ : حالت یہ ہے کہ یہ بات اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت بڑی ہے۔ اور ایک بڑا عذاب اس پر مترتب ہے۔ کیونکہ یہ ایک ایسی بات ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اہلیہ محترمہ کو عار دلانے والی ہے۔ اور منصب نبوت کو عار لاحق کرنے والی ہے اس آیت کریمہ کا حاصل اور نتیجہ یہ ہے کہ اس بات کے کہنے سے تم نے تین وہ گناہ کئے۔ جن کی سزا عذاب عظیم قرار پائی۔ اولیٰ یہ کہ واقعہ انک کو ادھر ادھر تم کہتے پھرے۔ اس کی اشاعت کی۔ دوسرا گناہ یہ کہ بغیر تحقیق کیے اس کی اشاعت کی۔ تیسرا گناہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حکم سے جس کو عظیم اور بہت بڑا کہا۔ اسے تم نے کوئی اہمیت نہ دی۔ بلکہ غیر معتبر گردانا۔

بعض تفسیروں میں مذکور ہے کہ ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی زوجہ ام ایوب نے ان (ابوایوب) سے کہا کیا آپ نے وہ باتیں سنیں۔ جو لوگ حضرت عائشہ کے پاسے میں کہتے ہیں؟ جواب دیا۔ ہاں میں نے سنی ہیں۔ بہر حال وہ باتیں ایک بہت بڑا جھوٹا افتراء اور بہتان ہیں۔ کیا تو میری طرف ان باتوں کی نسبت کرتی ہے؟ ام ایوب نے کہا۔ خدا کی قسم ہرگز نہیں۔

ابوایوب نے کہا۔ خدا کی قسم! حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تجھ سے کہیں اچھی ہیں۔ تو اس فعل کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کیوں کر جائز ہو سکتی ہے۔؟

✽

آیت مذکورہ اور اس کی شیعہ تفسیر سے درج ذیل امور

ثابت ہوئے۔

۱۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں معمولی سی عیب جوئی، اللہ کے ہاں ایک جرم عظیم ہے۔

۲۔ جیسا جرم ویسی سزا۔ یعنی ام المومنین رضی اللہ عنہا کے گستاخوں کو اللہ تعالیٰ سخت عذاب دے گا۔ سخت سزا تو قیامت کو ہوگی۔ اس لیے ان لوگوں کا مقام ”ہادیہ“ سے کم نہ ہوگا۔

۳۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا گستاخ دراصل منصب رسالت کا بدخواہ ہے۔ اور گستاخ رسالت ہے۔

۴۔ اہل سے مراد بیوی بھی ہوتا ہے۔ جیسا کہ شیعہ مفسر نے ”اہل نبوت“ سے مراد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ذات لی ہے۔

اہل انصاف! شیعہ لوگوں کو ان آیات کریمہ اور خود اپنے مفسرین کی تفسیر سے سبق حاصل کرنا چاہیے۔ اور سیدہ ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے دربار میں گستاخوں اور بے ہودگیوں سے سچی توبہ کر لینی چاہیے۔ ان کی ذات پر زبان درازی سے رک جانا چاہیے۔ ورنہ اللہ تعالیٰ کا غضب ایسے لوگوں کی تاک میں ہے۔ اور انجام عذاب عظیم۔



اللہ کے نزدیک سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے

گستاخ، دنیا و آخرت میں ملعون ہیں۔ بمطابق شیعہ تفاسیر

النور:-

إِنَّ الَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ الْغَافِلَاتِ
الْمُؤْمِنَاتِ لُعِنُوا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ
وَكَلَّهُم عَذَابٌ عَظِيمٌ. يَوْمَ
تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ أَلْسِنَتُهُمْ وَأَيْدِيهِمْ
وَأَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ
يَوْمَئِذٍ يُوقِفِيهِمُ اللَّهُ دِينَهُمُ
الْحَقُّ وَيَعْلَمُونَ أَنَّ اللَّهَ هُوَ الْحَقُّ
الْمُبِينُ.

(پ - ۹۷)

ترجمہ: بالتحقیق جو لوگ، پاک دامن، بے خبر، اور ایماندار عورتوں پر عیب
لگاتے ہیں۔ ان پر دنیا میں بھی لعنت کی گئی ہے۔ اور آخرت میں بھی۔
اور ان کے لیے بہت بڑا عذاب ہے۔ جس دن ان کی زبانیں اور ان کے
ہاتھ اور پاؤں ان کی کرتوتوں کے بارے میں ان کے برخلاف گواہی دیں گے۔
اسی دن اللہ تعالیٰ ان کا ٹھیک ٹھیک بدلہ ان کو پورا پورا دے
گا۔ اور وہ یہ جان لیں گے۔ اللہ وہی تو حق صریح ہے۔ (ترجمہ مقبول احمد شیعہ)

آیات مذکورہ کی تفسیر ایک شیعہ مفسر علامہ کاشانی سے سماعت فرمائیے۔

مذکورہ آیت خصوصاً سیدہ عائشہ کے لیے ہے اور جمع کے

الفاظ خدا نے آپ کی عظمت کے پیش نظر کہے ہیں۔

تفسیر منہج الصادقین ۱۔

(ان الذین) بدرستیکہ انانیکہ (یرمون المحصنت) رمی میکنند
 زنان عقیقہ را (الغافلات) کہ بے خبر اند از آنچه قذوت میکنند ایشان را
 بدان وسیلۃ الصدور و نقیۃ القلوب اندازان (المومنات) گرویدہ
 گان بخدا و رسول مراد ازواج پیغمبر اند و در وسط آوردہ کہ ایں مخصوص
 بعائشہ است و جمعیت آن بجهت تعظیم و کی است و توقیر او در نظر آئمہ تا
 مثل ایں لفظ را با او ساز نکنند۔ (لعنوا) دور کردہ شدہ اند فی الدنیا
 در دنیا از نام نیک (والاخرۃ) دور آخرت از رحمت یعنی در ایں
 دنیا مطرود و مردود و بندگان بد و در آنرا ملعون و مغضوب رحمان یا در ایں
 سر بعتوبت مد و جلد و در شہادت مبتلا اند و در آن سرا بانواع عقوبت
 معذب۔ (ولہم) و مرا ایشان راست (عذاب عظیم) عذاب
 بزرگ بجهت عظم ذنب ایشان۔ آیات مواعید پیش شاید صحیح آیتے مثل
 آیات مذکورہ نخواہد یافت کہ در باب انک وارد شدہ چہ ایں آیات
 مشحونند بوعید شدید و عقاب تلغ و زجر عنیف و استعظام ارتکاب انک
 و استغطاق اقدام بر آن بر طرق مختلفہ و سالیب متقنہ کہ ہر یک از آن
 کافیست در باب زجر و وعید مع ذلک تذکرہ ملعون دنیا و آخرت

گردانیدہ و بعذاب عظیم و عقاب جمیم توعد فرمودہ۔

(۱) تفسیر منہج الصادقین جلد ششم ص ۲۶۷-۲۶۸

مطبوعہ تہران

(۲) ناسخ التواریخ تاریخ خلفاء جلد ۱ ص ۱۳۵

طبع جدید تہران

ترجمہ: یقیناً جو لوگ پاکدامن عورتوں کو زنا کی تہمت لگاتے ہیں۔ جو کہ اپنے اوپر لگائی گئی تہمت سے بالکل انجان ہیں۔ ان کے دل پاک اور ان کے سینے ستھرے ہیں۔ جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر یقین رکھنے والی ہیں۔ اسی سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات ہیں۔ وسیط میں ذکر کیا گیا ہے۔ کہ یہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ مخصوص نہ ہے ان کے لیے جمع کے صیغے بایں وجہ لائے گئے کہ مائی صاحبہ رضی اللہ عنہا ایک با عظمت شخصیت ہیں۔ اور امت کی نظر میں آپ صاحب وقار ہیں۔ ان تہمت لگانے والوں پر دنیا میں نیک نامی سے دوری اور آخرت میں رحمت الہی سے مہجوری ہے۔ یعنی اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کے ان بندوں میں سے ہیں۔ جو مردود ہیں۔ اور اس کی نظر عنایت سے دور ہیں۔ اور آخرت میں لعنتی اور اللہ تعالیٰ کے غضب کا نشانہ ہوں گے۔ یا اس دنیا میں دنیوی سزا کوڑے کھانا اور مردود الشہادت ہونے میں مبتلا ہیں۔ اور اس دنیا میں مختلف عذاب میں گرفتار۔ اور ان کے لیے بہت بڑا عذاب ہے۔ کیونکہ ان کا گناہ بھی کوئی معمولی نہ تھا۔

خوف دلانے میں کوئی آیت مذکورہ آیات کی مثل نہیں ہے۔ کیونکہ ان آیات میں

دیر شدید بہت بڑی سزا انتہائی ڈانٹ و جبر ہے۔ اور واقعہ انگ کے آئینہ کی برائی اور اس اقدام کی سختی، مختلف طریقوں اور انوکھے اسلوب سے کافی ہے۔ کہ ان میں سے ہر ایک زجر و توبیخ کے بارے میں مکمل ہے۔ لیکن اس کے باوجود تہمت لگانے والوں کو دنیا اور آخرت میں ملعون قرار دیا گیا ہے۔ اور بہت بڑے عذاب اور جہنم کی سزا کی ڈانٹ پلائی گئی۔ اور اس کا وعدہ دیا گیا ہے۔

مذکورہ آیات اور ان کی شیعہ تفسیر سے چند امور ثابت ہوئے

- ۱۔ یہ آیت اگرچہ الفاظ کے اعتبار سے عام ہے۔ اور حکم بھی اس کا عام ہے۔ لیکن شان نزول کے اعتبار سے خاص ہے۔ یعنی سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں خاص طور پر نازل ہوئی ہے۔
- ۲۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سلیمۃ الصدر اور نقیۃ القلب ہیں۔ یعنی آپ کا سینہ اقدس ہر آلائش سے پاک ہے۔ اور قلب انور پر پیوکاری اور تقویٰ کی وجہ سے انتہائی پاکیزہ ہے۔
- ۳۔ محسنات اور مومنات وغیرہ اگرچہ جمع مونث کے صیغے ہیں۔ اور ان کی مخاطب بہت سی عورتیں ہوتی چاہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ کی قدر و منزلت اور امت کے ہاں ان کی عظمت و توقیر کے پیش نظر جمع کے صیغوں سے آپ کو نوازا۔
- ۴۔ مائی صاحبہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں بدگائیاں اور بدزبانیاں کرنے والوں پر دنیا اور آخرت میں اللہ کی لعنت ہوتی ہے۔ دنیا میں لعنت

اس طرح کردہ لوگ بدنام ہو جاتے ہیں۔ یا انہیں کسی دنیوی سزا کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اور آخروی لعنت عذاب جہنم کی شکل میں رونما ہوگی۔

۵۔ ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے مخالفین اوداب کے بارے میں زبان طعن و راز کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ نے مندرجہ ذیل وعیدیں سنائی ہیں۔

۱۔ وَالَّذِي تَوَلَّى كِبْرًا مِنْهُمْ
لَهُ عَذَابٌ عَظِيمٌ

بہتان عظیم کی سزا بھی عذاب عظیم

۲۔ هَذَا افْكٌ مِّنْكُمْ

بہت بڑا بہتان ہے۔

۳۔ أُولَٰئِكَ عِنْدَ اللَّهِ هُمُ الْكَاذِبُونَ

اللہ کے ہاں قاذبین جھوٹے ہیں

۴۔ لَمَسَّكُمْ فِيمَا آفَضْتُمْ

سادہ لوح مسلمانوں کی توبہ قبول نہ

فِيهِ عَذَابٌ عَظِيمٌ

ہوتی۔ تو سب کو عذاب عظیم ہوتا

۵۔ تَحْسَبُونَهُ هَيِّئًا وَهُوَ عِنْدَ

اللہ کے ہاں یہ غیر معمولی بات

اللَّهُ عَظِيمٌ

۶۔ سَبَّحَانَكَ هَذَا بُهْتَانٌ

بہتان کو سن کر تم نے اسے ”بہتان عظیم“

عَظِيمٌ

کیوں نہ کہا۔

۷۔ لَعْنُوا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَلَهُمْ

بہتان لگانے والے دنیا و آخرت

عَذَابٌ عَظِيمٌ

میں عذاب۔

۸۔ النَّجِثَاتِ لِلنَّجِثِينَ وَالنَّجِثُونَ

بہتان طراز نجیث ہیں۔

لِلنَّجِثَاتِ

۹۔

۹۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر الزام تراشی کرنے والوں کے ہاتھ پاؤں

کل قیامت کو ان کے غلات گواہی دیں گے۔ یعنی زبان اگر انکار بھی کرے گی۔

تو پھر دیگر اعضاء و اقرار جرم کروائیں گے۔

۷۔ سیدہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی عظمت کے پیش نظر اللہ تعالیٰ نے آپ کے بدخواہوں کو مختلف وعیدی سنائیں۔ اور مختلف انداز سے ڈانٹ ڈپٹ پلائی۔ ورنہ ان وعیدات میں سے ہر ایک ان کے لیے بطور سزا کافی تھی (علامہ کاشانی) اس شیعہ مفسر نے فیصلہ کر دیا۔ کہ حضرت ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں بدزبانی اور بدگمانی کرنے والوں کا انجام عبرت ناک ہو گا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نافرمانوں کو جتنی وعیدی سنائیں۔ تقریباً وہ ساری وعیدی گستاخانہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو سنادیں۔

(فاعتبروا لیا ولحـ الا بصار)

حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کی پاک دامنہ کا خود اللہ

گواہ ہے۔ لہذا آپ کے گستاخ کی توبہ قبول نہیں۔

ہنج الصادقین :-

و مثل لی را در وعید مشرکان و کافران و عبدة اوثان ذکر کردہ بلکہ وعید ایشان مادیون است در فطاعت۔ و ایں جہت مبالغہ و تعظیم مرا تک است و تنزیہ عائشہ از آل بیہودہ ابلغ چہ غرض از فطری مبالغہ و رایل باب اظہار علوم منزلت حضرت رسالت (صلی) و تنبیہ بر اناقہ محل سید ولد آدم دہر کہ خواہد کہ شمع شہود بر او عظم شان حضرت خاتمیت علیہ الصلوٰۃ و التحیۃ و تقدیم قدم او را در احراز نصب سنی او نسبت انبیائے سابق باید و رآیات

انک تامل کنند کہ او سبحانہ بچہ وجہ غضب فرمودہ براہل انک بحرم
محترم آل حضرت و مبالغہ نموده در نفی تہمت از جناب او و بجهت
اینست کہ این عباس را روز عرفہ از ایل آیات سوال کردند۔ فرمود کہ کن
اَوْ ذَنْبٌ ذُوْیَا ثَمَّ ثَابٍ مِّنْ فَعَلَتْ تَوْبَتُهُ اِلَّا مَنْ خَاضَ فِیْ اَمْرِ عَالِشَہٗ
یعنی ہر گاہ کسی گناہ ہے کند و از ان توبہ نماید و مقبول است مگر ان کسیکہ
در امر عالشہ خوض کرده و بر او انک کرده بدانتکہ حق تعالی تبریہ سر کس نموده
بسیہ چیز یوسف را تبریہ فرمود بلسان شاہد کہ و شہد شاہد من اہلہا۔ و تبریہ مریم
کرده بانطاق ولد او کہ در و امن او گفت۔ انی عبد اللہ۔ و تبریہ عالشہ
کر و بایں آیات عظام بجهت تعظیم سیدنام علیہ الصلوٰۃ والسلام۔

(منہج الصادقین جلد ۶ ص ۲۶۸۔ زیر آیت۔

یَوْمَیْذِ یُوقِیْعُہُمُ اللّٰہُ دِیْنُہُمُ الْحَقُّ اَمْ

سورہ خود ۴۔ ۳۔ مطبوعہ تہران)

ترجمہ : واقعہ انک عیسیٰ و عیدی، مشرکین اور کافروں اور بتوں کی پوجا کرنے
والوں کے لیے بھی نہ ذکر کی گئیں۔ بلکہ وہ ان سے ذلت میں کہ ہیں
اس کی وجہ معاملہ انک کی تعظیم اور اس کی اہمیت ہے۔ اور حضرت
عالشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو ہر گناہ مبالغہ سے اس الزام سے بری الزمہ
قرار دینا مقصود تھا۔ کیونکہ اس مبالغہ کی زیادتی میں مرتبہ رسالت
کے علو کا اظہار تھا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم جو کہ اولاد آدم کے سردار
ہیں۔ ان کی رفعت و منزلت کی خاطر تھا۔ جو شخص یہ چاہتا ہے کہ حضور
صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت شان کو سمجھوں۔ اور یہ جانوں کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کی شان تمام انبیائے سابقین سے افضل و اعلیٰ ہے۔

تو اسے ان آیات بہتان کو دیکھنا چاہیے۔ جو قرآن پاک میں مذکور ہیں۔ اس واقعہ انک میں اللہ تعالیٰ نے کس قدر ان لوگوں کو لبر غصہ فرمایا۔ جو اس میں ملوث تھے۔ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے اس واقعہ کی برأت بطور مباغذا اس لیے فرمائی۔ کہ اس کا تعلق حضور کی اہل بیت اقدس سے تھا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے لوگوں نے ۹ ذی الحجہ کو پوچھا۔ کہ ان آیات انک کے کیا معنی ہیں۔ فرمایا۔ جس نے کوئی گناہ کیا۔ پھر اس سے توبہ کر لی۔ اس کی توبہ مقبول ہے۔ لیکن جو شخص حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں غور و خوض کرتا ہے۔ اور واقعہ انک کو سچا جانتا ہے۔ اس کی توبہ ہرگز قبول نہیں ہوگی۔

معلوم ہونا چاہیے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے تین آدمیوں کو تین چیزوں کے ذریعہ برأت عطا فرمائی۔ اول حضرت یوسف علیہ السلام کو آپ کی بریت ایک بچے کی گواہی سے ہوئی۔ اور فرمایا۔ شهد شاہد من اہلھا۔ زینجا کے گھر والوں میں سے ایک بچہ نے زینجا کے خلاف گواہی دے کر حضرت یوسف کی بریت کر دی۔ دوم حضرت مریم علیہا السلام کی بریت اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کی زبان سے کرائی۔ جب کہ آپ صرت دودن کے تھے۔

سوم۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی بریت کسی بچے کے ذریعہ نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے خود اٹھارہ آیات قرآن امار کر فرمائی۔ اس کی وجہ صرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم تھی۔

ۛ

علامہ کاشانی شیعہ کی تفسیر سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے

- ۱۔ ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے گستاخ اور بدخواہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشرکین اور کافروں سے بھی بدتر ہیں۔
- ۲۔ ہر گناہ کے بعد توبہ کرنے والے کو معافی مل سکتی ہے۔ مگر ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کے گستاخ کی توبہ قطعاً مقبول نہیں ہوتی۔
- ۳۔ اللہ تعالیٰ کے حضور حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کی یہ قدر و منزلت بوجہ رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ اس واقعہ انک سے قبل دو واقعہ ایسے ہوئے۔ جن کی برأت اللہ تعالیٰ نے بطور معجزہ بچوں کی شہادت سے فرمائی۔ لیکن اس برأت کا اندازہ فرمائیے خود اللہ تعالیٰ نے مسلسل اٹھارہ آیات نازل فرما کر خود آپ کی بریت فرمائی۔ تو یہ بھی اسی نسبت کی وجہ سے ہے۔ جو مائی ماجدہ رضی اللہ عنہا کو زوجہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہونے کا شرف حاصل ہے۔ قارئین کرام! مقام غور ہے۔ جس شخصیت کی پاکدامنی اللہ علام الغیوب، علیم بدات الصدور نے اٹھارہ آیات نازل فرما کر ثابت کی۔ اس شخصیت کے بارے میں بدگمانی اور دریدہ دہنی، اپنی آخرت کے برباد کرنے کے سوا اور کیا رنگ لائے گی۔ اور بروز حشر ایسے اشخاص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کون سامنے دکھانے کے قابل ہوں گے۔ کہ شفاعت کی امید رکھ سکیں۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

ۛ

انتہائی طہارت و پاکیزگی مردوں میں رسول کریم صلی اللہ
علیہ وسلم اور عورتوں میں سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا
کو حاصل ہے

النور:-

الْخَبِيثَاتُ لِلْخَبِيثِينَ وَالْخَبِيثُونَ لِلْخَبِيثَاتِ وَ
الطَّيِّبَاتُ لِلطَّيِّبِينَ وَالطَّيِّبُونَ لِلطَّيِّبَاتِ
أُولَئِكَ مُبَرَّءُونَ مِمَّا يَقُولُونَ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ
وَزِينَةٌ كَرِيمَةٌ

(پہلے سورہ نور ۳)

ترجمہ: خبیث عورتیں خبیث مردوں کے لیے، خبیث مرد خبیث عورتوں
کے لیے اور پاکیزہ عورتیں پاکیزہ مردوں کے لیے اور پاکیزہ مرد پاکیزہ
عورتوں کے لیے ہیں۔ یہ پاکیزہ مرد اور عورتیں ان الزامات سے پاک و مبرا
ہیں جو لوگ ان کے بارے میں کہتے ہیں۔ ان کے لیے مغفرت اور عزت
والی روزی ہے۔

یہ آیت کریمہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور
اور حضرت صفوان رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی۔ اس سے جیسا کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کی طہارت و پاکیزگی بیان ہوئی۔ اسی طرح بے مثل اور کامل پاکیزگی
حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی بھی یہ آیت بیان کرتی ہے۔ گویا جمع کا صیغہ ذکر
فرما کر اللہ تعالیٰ نے اس بات کو بھی واضح فرما دیا کہ میرے محبوب چونکہ طیب و طاهر

ہیں۔ اس لیے ان کی تمام ازواج بھی طہیات و طاہرات ہی ہیں۔ ازواج مطہرات کی طہارت اور پاکیزگی کی کتنی واضح دلیل ہے۔

اسی آیت کریمہ سے یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ خاص کر سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا جس طرح نزولِ آیت کے وقت طہارت و پاکیزگی کا کامل نمونہ تھیں۔ اسی طرح اللہ کے نزدیک وہ بروزِ حشر بھی مرحومہ اور مغفورہ ہیں۔ اور جنت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں انہیں رزقِ کریم عطا ہوگا۔

خود شیعہ مفسر سے اس کی وضاحت سنئے۔

منہج الصادقین :-

(اولشك) اُن گروہ یعنی اہل بیت یا حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم و عائشہ و صفوان (میرٹون) بیزار گروہ شدگان یعنی منترہ و میرا اند (مما یقولون) انا پنجہ میگویند از باب انک چہ منصب رسالت (صلی) از اُن عالی تر است کہ ذیل عصمت زوجات طاہرات و طوشتہیں شیعہ گروہ گروہ و صفوان مرد پاکیزہ است۔ و از ادیبان صحابہ و نیز از اہل تہمت برست و فراموشی کہ اسم اشارہ راجع بعائشہ و صفوان است۔ (لہم مغفرۃ) مرا ایشاں راست آمرزش از خدائی (و بذق کوم) در روزی نیکو یعنی بیرنج و بسیار و پائدار مراد نعمت بہشت است۔

(منہج الصادقین جلد ۲ ص ۲۶۹ مطبوعہ تہران)

ترجمہ: وہ اہل بیت کا گروہ یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت عائشہ اور حضرت صفوان رضی اللہ عنہم تینوں منز اور میرا ہیں۔ اُن الزامات سے جو واقعہ انک کے بارے میں لوگ ان کے متعلق کہتے ہیں۔ اس لیے کہ منصب

رسالت صلی اللہ علیہ وسلم اس سے کہیں بلند و بالا ہے۔ کہ ان کی ازواج مطہرات کے دامن عصمت کو اس قسم کے شبہات سے آلودہ کیا جائے۔ اور صفوان رضی اللہ عنہ جو کہ اولیاء صحابہ میں سے ہیں۔ وہ بھی اس تہمت سے بری ہیں۔ قرآنِ مخویٰ نے کہا۔ کہ اسم اشارہ (اولئک) صرف حضرت عائشہ اور جناب صفوان کی طرف لڑتا ہے۔ ان حضرات کے لیے اللہ کی طرف بخشش اور نیک روزی ہے۔ یعنی بے محنت، بہت زیادہ اور ہمیشہ کے لیے روزی ملے گی۔ جس سے مراد جنت کی نعمتیں ہیں۔

لمحکم فکر یہ۔

شیعہ تفسیر سے آپ حضرات نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں واضح طور پر تین باتیں پڑھیں۔
 اول: یہ کہ مائی صاحبہ رضی اللہ عنہا پاکیزہ اور مبارک و منزہ ہیں۔
 دوسری یہ کہ وہ مرحومہ و مغفورہ ہیں۔
 تیسری یہ کہ وہ یقینی جنتی ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے یہ تین انعامات عطا ہوئے۔ اور جنت میں اس نے اپنی نعمتوں سے نوازنے کا وعدہ فرمایا ہے۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے شیطان کا کوئی تعلق نہیں
 (بفرمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم)

قرب الاسناد:

عن جعفر بن محمد عن ابیہ عن جده علی ابن

الْحَسَنِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَابٍ عَلَيْهِمُ
 السَّلَامُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ
 قَالَ لِعَائِشَةَ يَا عَائِشَةُ أَخَذَ اللَّهُ شَيْطَانَكَ
 فَقَالَتْ وَأَنْتَ أَخَذَ اللَّهُ شَيْطَانَكَ
 فَقَالَ يَا عَائِشَةُ لَا تَقُولِي هَكَذَا
 فَإِنِّي سَأَلْتُ اللَّهَ أَنْ يُعِينَنِي عَلَيْهِ حَتَّى
 أَسْلَمَ وَإِسْمُهُ ابْنُ مَرْوَةَ وَهُوَ فِي الْجَنَّةِ
 وَهَامَةُ بْنُ الْهَيْمِ بْنِ لَا فَتَيْسَ بْنِ ابْنِ بَلِيسَ
 فِي الْجَنَّةِ .

اقرب الاسناد جلد دوم ص ۱۷۶ باب النورہ کتاب
 السیر والاداب مطبوعہ تہران طبع جدید

مصنفہ ابو العباس عبد اللہ بن مصنف الحمیری القمی اشعری

ترجمہ: (نجدت اسناد) حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت
 کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ اے عائشہ! اللہ نے میرے شیطان کو
 ذلیل کر دیا۔ تو عرض کرنے لگیں۔ حضور! آپ کے شیطان کو بھی اللہ
 نے ذلیل کر دیا۔ فرمایا۔ عائشہ! ایسے نہ کہو۔ میں نے اللہ تعالیٰ سے
 اس کے خلاف مدد چاہی۔ اللہ نے میری مدد کی۔ اور وہ مسلمان ہو گیا۔
 ابیصر اس کا نام ہے۔ اور وہ غنئی ہو گا۔ اور ہامہ بن الہیم بن لاقیس بن ابی
 بھی غنئی ہو گا۔

لحمۃ فکر یہ :-

امت مسلمہ کا یہ عقیدہ ہے۔ کہ رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کی تمام دعائیں قبول ہوتی ہیں

ان دعاؤں میں سے آپ کی یہ دعا بھی ہے۔ جو آپ نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں فرمائی۔ اے عائشہ! اللہ تیرے شیطان کو ذلیل کرے، تو آپ کی دعا قبول ہوئی۔ اور مائی صاحبہ رضی اللہ عنہا شیطان کے اغواء اور گمراہ کرنے سے محفوظ ہو گئیں۔ اس دعا کے بغیر کے بعد بھی اگر کوئی نامراد یہ کہے۔ کرام، زمین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل بیت کی مخالفت کی۔ اس لیے وہ دائرہ اسلام سے (معاذ اللہ) خارج ہیں۔ تو ایسے شخص کا عقیدہ، حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل بیت کے فرمودات کے بالکل مخالف ہے۔

دیکھئے حدیث مذکورہ کی سند حضرت علی تک جو پہنچی۔ اس کے راویوں میں حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تک باپ سے بیاروایت کرتے ہیں۔ اور یہ تمام باپ بیٹے ائمہ اہل بیت ہیں۔ ایسے حضرات کی روایت کردہ حدیث کے مخالف عقیدہ رکھنا۔ ان کی مخالفت کے برابر ہے۔

پھر اس عقیدے کا دوسرا پہلو دیکھئے۔ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت اور اہل بیت کی مخالفت کہ جس کا مرتکب دائرہ اسلام سے خارج ہوگا۔ وہ معمولی مخالفت نہ ہوگی۔ بلکہ اصول شریعت اور دین کی اہم باتوں میں مخالفت ہوگی۔ اتنی اہم مخالفت بجز شیطان کے توسط کے ناممکن ہے۔ یعنی ایسی مخالفت وہی کہ جس کی تائید شیطانی بھی ہوگی۔ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے اللہ تعالیٰ نے حضرت عائشہ کے شیطان کو ذلیل کر دیا۔ تو وہ کس طرح گمراہی پر آگیا۔ جب وہ گمراہی پر نہ آگیا۔ تو مخالفت شرع کیونکی ہوگی۔ اور جب مخالفت شرع نہ ہوگی۔ تو دائرہ اسلام سے نکلنا کیسا؟ ہذا معلوم ہوا۔ کہ مائی صاحبہ تو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کے مستجاب کی برکت سے ہمیشہ شریعت کی پابند رہیں۔ اور کل قیامت کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تدبیر کی حیثیت سے جنت میں

اعلیٰ مقام پائیں گی۔ لیکن یہ عقیدہ رکھنے والا شاید (بلکہ یقیناً) جنت کی خوشبو بھی نہ پائے گا۔

ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کی محبوبہ ہیں۔ اس کی ایک مثال

من لا یحضرہ الفقیہ بہ

وروی جمیل عن ابی عبد اللہ علیہ السلام انہ
 قَالَ لَا يَأْمُرُ أَنْ تُصَلِّيَ الْمَرْأَةُ بِخِذَاءِ الرَّجُلِ
 وَهُوَ يُصَلِّي فَإِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ
 وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّيُ وَعَائِشَةُ مُضْطَجِعَةٌ
 بَيْنَ يَدَيْهِ وَهِيَ حَائِضٌ وَكَانَ إِذَا أَرَادَ أَنْ
 يَسْجُدَ عَمَرَ رِجْلَيْهَا فَرَفَعَتْ رِجْلَيْهَا
 حَتَّى يَسْجُدَ .

(۱) من لا یحضرہ الفقیہ، جلد اول ص ۱۵۹ باب

ما یصلی فیہ من الثیاب الخ مطبوعہ مکتبہ

طبع قدیم

(۲) من لا یحضرہ الفقیہ جلد اول ص ۱۵۹ فی

الواضع التي تجوز المتلوة الخ مطبوعہ تہران

طبع جدید

ترجمہ: حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ مرد نماز پڑھتے

والے کے بالمقابل اگر کوئی عورت نماز پڑھے۔ تو اس میں کوئی حرج نہیں
کیونکہ (اس کے جواز کی دلیل یہ ہے۔ کہ) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بسا اوقات
اس طرح نماز ادا فرمایا کرتے تھے۔ کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا
آپ کے سامنے لیٹی ہوتی تھیں۔ اور وہ ہوتی بھی حالت حیض میں تھیں۔
امام المومنین رضی اللہ عنہا کے قدم مبارک اس جگہ ہوتے جہاں حضور
صلی اللہ علیہ وسلم کی سجدہ گاہ ہوتی (جب آپ سجدہ کرنا چاہتے۔ تو
آپ، عائشہ صدیقہ کے پاؤں کو اپنے ہاتھ سے چھو کر ہٹانے کا اشارہ
کرتے۔ وہ پاؤں سرکالتیں۔ پھر آپ سجدہ کر لیتے۔

سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی زبان اقدس سے ایک مسئلہ کی دلیل کے
طور پر جو حدیث بیان ہوئی اُس سے اس بات کی تصدیق ہوتی ہے۔ کہ حالات
مناجات میں بھی رسول اللہ علیہ وسلم کی سجدہ گاہ میں ام المومنین رضی اللہ عنہا آرام کر
رہی ہوتیں۔ اور آپ نے مائی صاحبہ رضی اللہ عنہا کو اس فعل سے منع نہ فرمایا۔ حالانکہ
آپ ہی کا ارشاد ہے۔ کہ جس گھر میں جنبی یا تصویر وغیرہ ہو۔ وہاں رحمت کافرشتہ
داخل نہیں ہوتا۔ اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا حالت حیض میں ہوتیں۔ پھر حضور منع
فرمانے کی بجائے سجدہ کرتے وقت ہاتھوں سے آن کے پاؤں کو دوسری طرف
کرنے کا اشارہ کر کے سجدہ کر لیتے۔ اس سے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی عظمت کا
اندازہ لگائیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے مائض ہونے کے باوجود اور اپنی نماز کی
حالت میں ہوتے ہوئے، ان کی جدائی گوارا نہیں فرماتے۔ کتنا پیار تھا۔ اور کتنی محبت
تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے (صحاح ستہ کی حدیث
کے مطابق) جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال شریف کا وقت عنقریب
آ رہا تھا۔ اس سے چند دن پہلے آپ نے فرمایا۔ اَیْنَ عَدَا اَیْنَ عَدَا دِیْنِی کُلِّ کَہَا

ہوں گا؟ آپ کی ازواج مطہرات سمجھ گئیں۔ کہ آپ، سیدہ عائشہ کے گھر تشریف لے جاتا۔ چاہتے ہیں۔ تو سب نے بالاتفاق عرض کی ”فِي بَيْتِ عَائِشَةَ“، یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سکون آیا۔ اور کچھ افاقہ معلوم ہوا۔ پھر آپ نے اپنی تمام ازواج مطہرات کے حق میں دعائیہ کلمات ارشاد فرمائے۔

صحیح حدیث میں ایک اور واقعہلاحظہ فرمائیے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال سے کچھ دیر قبل صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بیٹے عبدالرحمن مسواک لے کر بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے۔ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا ”یہ مسواک مجھے نرم کر کے دو، ام المومنین نے وہ مسواک لی۔ اور اپنے دانتوں سے چبا کر نرم کر دی۔ جب قابل استعمال ہو گئی۔ تو مائی صاحبہ رضی اللہ عنہا نے اسے دھونے کا ارادہ کیا۔ تاکہ اس میں لگا لعابِ دہن پانی سے دھل کر صاف ہو جائے۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ فرمایا۔ کہ بغیر دھونے اسی طرح مسواک لے آؤ۔ (گویا حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ چاہتے تھے۔ کہ میری دنیا سے روانگی اس حال میں ہو۔ کہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا لعابِ دہن میرے لعابِ دہن سے غلط ہو جائے۔) اسی امتیازی محبت کی بنا پر ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا جب دوسری ازواج مطہرات میں بیٹھتیں۔ تو دورانِ گفتگو فخریہ انداز میں کہا کرتی تھیں۔ ”یہ شرف مجھے ہی حاصل ہے۔ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا لعابِ دہن میرے لعابِ دہن سے ملا ہے۔ کیا یہ باہمی قرب و محبت کی واضح دلیل نہیں ہے۔؟

قرب و محبت کی لازوال بات یہ ہے۔ کہ جب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری زندگی کا سورج پس پردہ جانے لگا۔ تو اس وقت آپ کا یہ حال تھا۔

وَدَا مَسَّهُ بَيْنَ حَاقِيْنِ۔ وَذَاقْنِیْ، یعنی حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا سر انور میرے سینہ اور میری ٹھوڑی کے درمیان تھا۔ پھر آپ بوقتِ وصال یہ وصیت

فرما گئے: جس جگہ میرا وصال ہوگا۔ وہیں مجھے دفن کرنا، آپ چونکہ جانتے تھے۔ کہ میں اس وقت عائشہ صدیقہ کے حجرے میں ہوں۔ اور اس سے کہیں اور منتقل نہ ہوں گا لہذا اپنی مجبورہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ مقدسہ کو آپ وہ اعزاز و اکرام عطا فرمانا چاہتے تھے۔ جو اعزاز و اکرام کسی دوسرے مقام کو نہ ہوا ہو۔ سبھی جانتے ہیں۔ کہ سرکارِ دو عالم نے حجرہ عائشہ میں وصال فرمایا۔ اور بطریق وصیت آپ کو وہیں دفنایا گیا۔ اس طرح حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا حجرہ، مرجع خلایق بنا۔ کہ اس قطعہ زمین کا نہ عرش و کرسی ہم پایا ہو سکیں۔ اور نہ ہی لوح و قلم اس کی ہمسری کا دم بھریں۔

قارئین کرام! تمام اختلافی مسائل کو چھوڑ چھاڑ کر اسی بات کو مد نظر رکھیں۔ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مزار اقدس جس حجرہ کی زمین کو میسر آیا۔ وہ خوش قسمت حجرہ حضرت عائشہ کا حجرہ تھا۔ اگر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے آپ کو بے پناہ محبت اور لازوال پیار نہ ہوتا۔ تو ظاہری زندگی کے آخری ایام اور بعد از وفات حجرہ عائشہ کا انتخاب کیوں فرمایا؟ معلوم ہوا۔ کہ یہ تمام کڑیاں اس امر کی نشاندہی کرتی چلی جاتی ہیں۔ کہ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا محبوبہ، محبوب رب العالمین ہیں۔ اور یہ بات شک و شبہ کی قطعاً متحمل نہیں۔

(ذالك فضل الله يوتي به من يشاء)

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بارگاہ رسالت میں اعلیٰ مقام کی ایک جھلک
قرب الاسناد۔

هَلُمَّ طَعَامَكَ يَا فَاطِمَةُ فَقَدِمَتِ الْبَرَمَةُ

وَالْقُرْصَ فَقَطَّى الْقُرْصُ وَقَالَ اللَّهُمَّ بَارِكْ لَنَا
 فِي طَعَامِنَا ثُمَّ قَالَ اغْرِ فِي لِعَائِشَةَ فَغَرَفَتْ
 ثُمَّ قَالَ اغْرِ فِي لَائِمَ سَلَمَةَ فَغَرَفَتْ فَمَا
 زَالَتْ تَغْرِفُ حَتَّى وَجَّهَتْ إِلَى نِسَائِهِ الثَّيْسِ
 قُرْصَهُ قُرْصَةً وَمَرَّقَاتُ ثُمَّ قَالَ اغْرِ فِي
 لِابْنِكَ وَبَعْلِكَ ثُمَّ قَالَ اغْرِ فِي كُلِّ وَاهْدِي
 لِبَعَارَانِكَ فَفَعَلَتْ.

(قرب الاسناد طبع قدیم (ایک جلد میں) ص ۱۸۵)

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو فرمایا۔ فاطمہ! کھانا
 لے آؤ۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا پتھر کی ایک ہنڈیا اور کھانا لیے
 حاضر ہو گئیں۔ کھانے کو ڈھانپ دیا گیا۔ اور آپ نے دعا مانگی۔
 اے اللہ! ہمارے کھانے میں ہمیں برکت عطا فرما۔ پھر فرمایا۔ بیٹی!
 عائشہ کے لیے (روٹی کا) ایک ٹکڑا توڑو۔ میں نے توڑا۔ پھر فرمایا۔
 ام سلمہ کے لیے ایک ٹکڑا توڑو۔ میں نے توڑا۔ میں آپ کے ارشاد کے
 مطابق ٹکڑے توڑتی رہی۔ اور آپ کی ۹ ازواج مطہرات کو ایک ایک
 ٹکڑا اور تھوڑا تھوڑا سالن دے دیا۔ پھر فرمایا۔ اپنے بیٹے اور اپنے
 خاوند کے لیے بھی ٹکڑے کاٹو۔ پھر فرمایا۔ اب ایک ٹکڑا لے کر خود بھی
 کھاؤ۔ اور بقیہ اپنی ہمسایوں کو بھی دے دینا۔ میں نے ایسے ہی کیا۔

اس حدیث پاک سے سیدہ ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے مقام
 اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ان سے محبت کی ایک پرکھت نظر آتی ہے۔ روٹی
 سالن ان مبارک ہاتھوں نے پکایا۔ جنہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جگر کا ٹکڑا فرمائیں جو

سردارانِ جنت کی والدہ، مولائے کائنات کی زوجہ مطہرہ ہیں۔ پھر اس کھانے پر وہ عام فرمائیں رحمۃ العالمین، محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم۔ ایسا کھانا اور ایسے کھانے والے فرشتوں نے بھی کہیں نہ دیکھے ہوں گے۔ پھر روٹی تقسیم کرنے والی بھی۔ خاتونِ جنت سیدہ طاہرہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ہی ہوں۔ ایسی بابرکت روٹی جس کسی نے بھی کھائی۔ اس کے سینہ میں نورِ ایمانی ٹھاٹھیں مارتا ہوگا۔ اس واقعہ کو دیکھ کر ہر شخص یہ کہہ اٹھتا ہے۔ کہ واقعی سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا مقام ایک عجیب مقام تھا۔ اور ان کا بارگاہِ رسالت میں محبوبیت کا ایک انفرادی مقام تھا۔ اس حدیث پاک سے یہ بھی واضح ہو گیا۔ کہ جن لوگوں نے یہ شہور کر رکھا ہے۔ کہ سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا اور سیدہ عائشہ ام المومنین رضی اللہ عنہا کے درمیان دشمنی اور عداوت تھی۔ محض من گھڑت اور جھوٹی باتانوں پر مبنی ہے۔ اس میں حقیقت کا شائبہ تک نہیں۔ بلکہ اس حدیث کی رو سے تو ان دونوں کے درمیان ماں بیٹی کا شہ نہ نظر آتا ہے۔ جیسے بیٹی پہلے ہنڈیا پکاتی ہے پھر والدہ اور والد کو کھلاتی ہے اور ان کے کھا چکنے کے بعد خود کھاتی ہے بالکل اسی طرح سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کر رہی ہیں۔



نصیحتِ فاروقؓ اُسے حفصہ! عائشہؓ تو محبوبہ رسول خدا

ہے اس کی ہمسرنہ بنو

بحار الانوار:-

فَقَالَتْ إِنَّ نِسَاءَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ
يُرَاجِعُنَّ وَهُوَ خَيْرٌ مِنْكَ فَقُلْتُ خَابَتْ حَقِصَةُ
وَخَسِرْتُ، ثُمَّ أَتَيْتُ حَقِصَةَ وَسَأَلْتُهَا فَقَالَتْ:
إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ قَدْ يُضِلُّ عَلَى
بَعْضِ نِسَائِهِ طَوْلَ نَهَارٍ غَضَبَانًا، فَقُلْتُ: لَا
تَفْتَرِي بِابْنَةِ أَبِي قُحَافَةَ، فَإِنَّهَا حَبِيبَةُ
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ يَحْمِلُ مِنْهَا
مَا لَا يَحْمِلُ مِنْكَ -

(۱) (بحار الانوار مطبوعہ جدید تہران صفحہ

۲۸۵ جلد ۱۶)

(۲) تاریخ التواریخ زندگانی رسول خدا ص ۱۶۸

جلد ۲ باب وقائع سال نہم)

ترجمہ: عمر فاروقؓ کہتے ہیں کہ مجھ سے میری بیوی نے جھگڑا کیا جو مجھے ناگوار لگتا

جس پر بیوی نے کہا: نبی علیہ السلام کی بیویاں بھی تو آپ سے تکرار کر سکتی

ہیں حالانکہ نبی کریمؐ تم سے بہتر ہیں تو میں نے کہا حفصہؓ کا مراد ہو گئی تب

میں حفصہؓ کے پاس آیا اور حقیقت پر بھی تو اس نے جواب دیا بسا اوقات
نبی کریم علیہ السلام سارا دن بعض ازواج سے ناراض رہتے ہیں تو میں نے
کہا اے حفصہ! عائشہ رضی اللہ عنہا کی ہمسری مت کرنا وہ تو نبی کریم کی
محبوبہ ہے جو بات اس کی آپ برداشت کرتے ہیں تیری نہیں کریں گے
نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم رحلت سے چند دن قبل

تمام ازواج مطہرات سے باصرار اجازت
لے کر نہایت تکلیف کے ساتھ بھی بیدہ عائشہ
رضی اللہ عنہا کے گھر میں مستقل تشریف لے آئے۔

ناسخ التواریخ :-

بالجملہ ازواج بنماز میوزم اجعت فرمود و عارضہ مرض نزول گرست و
زمان پیغمبر و ازواج انجمن شدہ و آنحضرت میفرمود این اہل اللہ اہل حق
فردا کجا خواہم بود و این سخن را انکار و تمییز و جدوجہد و جدوجہد و جدوجہد
در خانہ عائشہ باشند ازواج و عہدات این مہملی الیوم و وہاں بظاہر انجمن
و ہم ہوا و انجمن پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم و انجمن و انجمن و انجمن
نوبت کردن و پیشی و نہایت بیعت و انجمن و انجمن و انجمن و انجمن
عائشہ باشم و بچوں و انجمن و انجمن و انجمن و انجمن و انجمن و انجمن و انجمن

باز ناں فرمود کہ بر پیغمبر مشکل است تا ہر شب در خانہ روز کند ایشان بجانہ
عائشہ رضا دادند و رسول خداؐ نے از خانہ میمونہ بیرون شد یک دست بردوش
علی علیہ السلام و دست دیگر بردوش عباس یا فضل بن عباس داشت
و پائے مبارک را بر زمین میکشید و بدیگونیہ تا خانہ عائشہ آمد۔

دنا سنج التواریخ حضرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ

جلد ۴ ص ۱۱۷ و قانع سال یازدہم ہجرت

مطبوعہ تہران طبع جدید

ترجمہ :- الغرض اس جگہ سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر
واپس تشریف لائے۔ اور مرض اور بڑھ گیا آپ کی ازواج مطہرات آپ کے
پاس جمع ہو گئیں۔ آپ نے فرمایا ”میں کل کہاں ہوں گا، اور ان الفاظ کو
تکرا رہے فرمایا اور چاہا کہ ایام مرض میں سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے
گھر رہیں۔ ازواج مطہرات اس بات کو سمجھ گئیں اور اس پر رضامند
ہو گئیں۔

ایک اور روایت کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد
فرمایا کہ ایام مرض میں باری کا خیال رکھنا اور ہر شب ایک ایک گھر میں
صبح کرنا دشوار ہوگا۔ اگر تم چاہو تو میں سیدہ عائشہ کے گھر ہی رہوں۔
تم سب وہیں میری عیادت کرو۔ یہ بھی روایت ہے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ
عنہا نے ازواج مطہرات سے عرض کی کہ ہر شب علیحدہ گھر میں گزارنا
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے مشکل ہے۔ تو وہ سیدہ عائشہ صدیقہ
رضی اللہ عنہا کے گھر ہی قیام فرما رہے پر راضی ہو گئیں۔ اور سرکارِ دو عالم
صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر سے نکلے، ایک ہاتھ

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے کندھے پر رکھا اور دوسرا حضرت عباس یا
فضل ابن عباس رضی اللہ عنہما کے کندھے پر رکھا۔ پاؤں مبارک زمین پر ٹپکتے
تھے۔ اور اس حالت میں سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے گھر پہنچے۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی بدولت آیت تیمم

نازل ہوئی

ناسخ التوابع :-

روایت ہے کہ اس سفر میں جب راستہ میں منورہ کے قریب آیا۔ اور مقام ^{مصلیٰ}
میں سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا ہار گم ہو گیا۔ تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہاتھ اٹھ
کرنے کی غرض سے قیام فرمایا۔ اس جگہ پانی کم دستیاب تھا۔ لشکریوں نے حضرت ابو بکر
صدیق رضی اللہ عنہ سے سیدہ عائشہ مطہرہ رضی اللہ عنہا کی شکایت کی اور کہا کہ اس جگہ ہمیں
پانی ملے گا اور ہماری نماز قضا ہو جائے گی۔ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سیدہ عائشہ
رضی اللہ عنہا کے پاس آئے۔ جس وقت کہ ان کی گود میں پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا
سراقدس تھا اور حضور عالم خواب میں تھے۔ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ غصے ہوئے گئے۔
اور انگلیوں کی نوکیں نیزے کی طرح کر کے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پہلو پر مارنے
لگے۔ اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اس اندیشہ سے کہ کہیں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم
کے آرام میں خلل نہ آئے اپنی جگہ سے نہ اٹھیں۔

الغرض جب صبح ہوئی اور کسی کو وضو کے لیے پانی نہ ملا تو خدائے تعالیٰ
نے آیت تیمم نازل فرمادی۔ جیسا کہ ارشادِ باری ہے۔ **وَإِنْ كُنْتُمْ مَرْهُونَ
أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ لَّا تَمْسُوا السَّابِغَ** یعنی اگر تم مریض یا مسافر

ہو یا تم میں سے کسی کو وضو و طہارت کی حاجت ہو یا عورتوں سے ہم بستری کی نوبت آگئی ہو۔ اور طہارت کے لیے تمہیں پانی نہ ملے تو تیمم کو پاک زمین سے اور ہاتھوں اور منہ کا مسح کر لو۔ بے شک خدا معاف کرنے والا بخشنے والا ہے۔

حضرت اسید بن حفیر رضی اللہ عنہ نے اس پر فرمایا۔ خاھی یا ول برکتکم یا آل ابی بکر (اے آل ابی بکر مسلمانوں کو یہ رعایت و سہولت تمہاری کوئی پہلی برکت کی وجہ سے نہیں بلکہ اس سے قبل کئی رعایتیں مل چکی ہیں)

(ناسخ التواریخ جلد دوم ص ۸۸-۸۹ و قائع سال پنجم ہجرت
مطبوعہ تہران طبع جدید)

نوٹ :- طوالت کے خوف سے صرف اردو ترجمہ پر اکتفا کیا ہے۔

شیعوانصاف کرو

جب تمہاری انتہائی معتبر کتب حدیث و تاریخ بتلا رہی ہیں کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی قدر و منزلت اللہ اور اس کے رسول کے مال انتہائی عظیم ہے۔ اللہ ان کے صدقے میں امت کو تاقیامت تیمم کی سہولت عطا فرماتا ہے۔ نبی کریم ان کی باتوں کو محبت کی خاطر برداشت کرتے ہیں بلکہ وصال سے قبل اصرار کے ساتھ تمام ازواج سے اجابت لے کر سیدہ عائشہ کے گھر میں مستقل طور پر جاگزیں ہوتے ہیں۔ اس جلیلہ مصطفیٰ کو تم گایاں دے کر عاقبت برباد کرتے ہو، آخر تمہاری بات سچی ہے یا اللہ اور اس کے رسول کی تم بہتر سمجھتے ہو یا خدا و مصطفیٰ؟

تہمت بالخیبر



فہرست مضامین تحفہ جعفریہ

حصہ دوم

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱	باب اول	۱
۲	خلفاء ثلاثہ (ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم) کے بنی اور آل نبی سے غاندانی اور نسبی تعلقات۔	۱
۳	فصل اول	۱
۱	ابوبکر صدیق اور ان کی اہل بیت کے بنی و آل نبی سے نسبی تعلقات	۱
۱	رشتہ اول (نبی علیہ السلام کے سسرال)	۱
۲	وفات سیدہ خدیجہؓ سے رسول خدا ﷺ زندہ تھے تو ابوبکرؓ نے اپنی بیٹی دربار رسالت میں مہر سمیت پیش کر دی	۱
۵	لحرف فکر	۲
۶	رشتہ دوم (ائمہ اہل بیت کی تنہیال)	۳
۷	امام جعفر صادقؑ کی والدہ کے صدیق اکبرؑ نانا اور دادا	۳
	لگتے ہیں۔	۳

صفحہ نمبر	مضمون	نمبر شمار
۴	<u>رشتہ سوم</u>	۸
۴	ابوبکر صدیق کا بیٹا محمد امام حسینؑ کا ہم زلف اور پوتا قاسم بن محمد امام زین العابدین کا خالہ زاد بھائی ہے۔	۹
۸	<u>رشتہ چہارم و پنجم</u>	۱۰
۸	عبدالرحمن بن ابی بکرؓ بنی علیہ السلام کے ہم زلف ہیں اور حسینؑ عبدالرحمنؓ کے داماد ہیں۔	۱۱
۱۰	<u>رشتہ ششم</u>	۱۲
۱۰	امام حسنؑ کے عقد میں صدیق اکبر کی دو پوتیاں یکے بعد دیگرے آئیں۔	۱۳
۱۲	<u>رشتہ ہفتم</u>	۱۴
۱۲	امام حسنؑ کی بیٹی کا صدیق اکبر کے نواسے سے عقد ہوا۔	۱۵
۱۲	<u>فصل دوم</u>	۱۶
۱۲	فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی بیٹی علیہ السلام اور آپ کی آل سے رشتہ داریاں	۱۷
۱۲	<u>رشتہ اول</u> (بنی علیہ السلام کے سسرال)	۱۸
۱۲	عمر فاروقؓ بنی علیہ السلام کے سسرال ہیں۔	۱۹
۱۵	بنی علیہ السلام نے فرمایا جو شخص میرا سسر یا داماد بنے جنتی ہے	۲۰
۱۴	<u>رشتہ دوم</u> ، نکاح اُتم کلثوم۔	۲۱
۱۶	<u>ابحاث</u>	۲۲

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۲۲	بحث اول	۱۶
۲۴	نکاح اتم کلثوم کے ثبوت پر شیعہ کتب سے قون	۱۶
	ترین حوالہ جات	
۲۵	سیدہ فاطمہ اور علی مرتضیٰ کی حقیقی بیٹی اور حسنین کی سگی ہمیشہ اتم کلثوم کا عمر فاروق سے عقد ہوا۔	۱۶
۲۶	عمر فاروق کی وفات پر حضرت علی اپنی بیٹی کو گھر لے آئے	۱۸
۲۷	نبی نے اپنی بیٹی عثمان کو دی اور "ولی" نے عمر کو۔	۱۸
۲۸	علی مرتضیٰ نے عمر فاروق کو بیٹی اس لیے دی کہ وہ کامل الایمان تھے۔	۱۹
۲۹	بنت علی اتم کلثوم بیوہ عمرؓ کی عدت سے امام جعفر کا استخراج مسائل۔	۲۰
۳۰	اتم کلثوم نے بحیثیت زوجہ امیر المومنین ملکہ روم کو تحفہ عطر پہنچا اور جوابی تحفہ قبول کیا۔	۲۱
۳۱	سادات کی غیر سادات سے رشتہ داریوں میں سے معمول کے مطابق ایک عقد اتم کلثوم بھی ہے۔	۲۳
۳۲	اتم کلثوم کا عمر فاروقؓ سے نکاح حضرت عباسؓ کی سرپرستی میں ہوا۔	۲۴
۳۳	یہ نکاح کسی جبر اور اکراہ کے بغیر بخوشی ہوا۔	۲۶
۳۴	اتم کلثوم سے عمر فاروق کے ہاں دو بچے ہوئے۔	۲۷
۳۵	جناب عمرؓ سے علی المرتضیٰ نے اپنی بیٹی کا عقد بخوشی خود کیا مہر و صول کیا اور بیٹی کو شوہر کے اتباع کی وصیت کی	۳۲
۳۶	نکاح اتم کلثوم دختر علی و فاطمہؓ پر شیعہ کتب سے حوالہ نمبر ۱۳	۳۵

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۳۷	نکاح اتم کلثوم دختر علی وفا طہ پر شیعہ کتب سے حوالہ نمبر ۱۴	۳۵
۳۸	یعنی جو نکاح اتم کلثوم پر شیعہ کتاب سے شیعوں کے لئے زہر قاتل حوالہ ہے۔	۳۵
۳۹	نکاح اتم کلثوم دختر علی وفا طہ پر شیعہ کتب سے حوالہ نمبر ۱۵	۳۶
۴۰	نکاح اتم کلثوم دختر علی وفا طہ پر شیعہ کتب سے حوالہ نمبر ۱۶	۳۷
۴۱	نکاح اتم کلثوم دختر علی وفا طہ پر شیعہ کتب سے حوالہ نمبر ۱۷	۳۸
۴۲	نکاح اتم کلثوم دختر علی وفا طہ پر شیعہ کتب سے حوالہ نمبر ۱۸	۳۹
۴۳	نکاح اتم کلثوم دختر علی وفا طہ پر شیعہ کتب سے حوالہ نمبر ۱۹	۴۰
۴۴	نکاح اتم کلثوم دختر علی وفا طہ پر شیعہ کتب سے حوالہ نمبر ۲۰	۴۱
۴۵	بحث دوم	۴۲
۴۶	نکاح اتم کلثوم دختر علی وفا طہ با فاروق اعظم پر بحث اول میں	۴۳
۴۷	کلمے گئے۔ شیعہ کتب سے حوالہ جات پر شیعہ مولوی عبد الکریم مشتاق کی جاہلانہ تنقید اور اس کا مضبوط ترین علمی محاسبہ جو شیعوں کو اس موضوع پر ہمیشہ کے لیے عاجز کر کے رکھ دے گا	۴۴
۴۸	نکاح اتم کلثوم پر فرمے کافی سے دو روایتیں۔ جن کا مضمون یہ ہے کہ عمر فاروقؓ کی رحلت پر علیؓ اپنی بیٹی کو گھرے آئے۔	۴۵
۴۹	عبد الکریم مشتاق شیعہ کے رسالہ "افسانہ عقدا م کلثوم" میں پہلی روایت کی سند پر کی گئی جرح و تنقید کہ اس کے دو راوی واقفی ہیں۔	۴۶
۵۰	شیعہ راویوں کو واقفی ہونے کی بنا پر ضعیف قرار دینا شیعہ مولویوں	۴۷

صفحہ نمبر	مضمون	نمبر شمار
	کافر اڈ ہے۔	
۴۹	فروع کافی روایت اول کے پہلے راوی حمید بن زیاد کو جاہل شیعہ مولوی ضعیف کہتا ہے۔ اور شیعہ محققین اعلیٰ درجہ کا ثقہ قرار دیتے ہیں	۵۰
۵۱	فروع کافی کی پہلی روایت کا دوسرا راوی محمد بن سماعہ بھی شیعہ محققین کے نزدیک نہایت ثقہ ہے۔	۵۱
۵۲	فروع کافی کی روایت دوم کی سند پر عبد الکریم مشتاق شیعہ کی تنقید۔	۵۲
۵۳	ہشام راوی کو عبد الکریم ضعیف کہتا ہے اور شیعہ فن رجال کے امام اے دو دو بار ثقہ کہتے ہیں۔	۵۳
۵۴	اس قسم کی فضول تنقید کا اصل سبب فروع کافی کی روایت دوم کے راوی سلیمان پر شیعہ مولوی کی تنقید۔	۵۵
۵۴	عبد الکریم شیعہ نے سلیمان جیسے مضبوط شیعہ راوی کو باطلے کی طرح کاٹ ڈالا۔ جو اپنوں کو ہی کاٹ کھاتا ہے۔	۵۶
۶۲	لمحہ فکریہ !	۵۷
۶۲	معتبر شیعہ راویوں کو زیدی کہہ کر جان نہیں چھڑائی جاسکتی۔	۵۸
۶۳	شیعہ فرقوں میں سے زیدی فرقہ کی تعریف امام جعفر کی زبانی اور اس فرقہ کا تعارف۔	۵۹
۶۵	فروع کافی کی دونوں روایتوں پر کی گئی تنقید اور اس کی تردید کے بعد خلاصہ کلام۔	۶۰
۶۵	مسائلک الافہام کی عبارت پر عبد الکریم کا اعتراض۔	۶۱
۶۶	جواب۔ مسائلک الافہام شیعوں کی معتبر کتاب ہے۔	۶۲

صفحہ نمبر	مضمون	نمبر شمار
۶۸	شیعوں کے ہاں نہایت معتبر سند کے ساتھ نکاح اہم کلثوم کی حدیث اور اس کے راویوں کی شیعہ کتب سے ثقاہت کا بیان۔	۴۳
۷۲	عبد الکریم مشتاق شیعہ کا ایک تاریخی جھوٹ۔	۴۴
۷۳	معتبر شیعہ کتاب مجالس المؤمنین کی عبارت کی نہایت شرمناک توجیہ کا دندان شکن جواب۔	۴۵
۷۶	کتاب الثانی کی عبارت کے متعلق عبد الکریم کی ہرزہ سرانی کا بے نظیر علمی محاسبہ	۴۶
۷۸	معتبر شیعہ کتاب منتہی الآمال کی عبارت سے متعلق عبد الکریم کا عذرتنگ اور اس کی شدید ترین تردید۔	۴۸
۷۹	معتبر شیعہ کتاب منتخب التواریخ کی عبارت متعلقہ نکاح اہم کلثوم سے متعلق عبد الکریم شیعہ کا مذکر گناہ بد تراز گناہ	۴۹
۸۰	ملا باقر مجلسی کا فیصلہ کہ نکاح اہم کلثوم با عمر فاروق درست ہے اور عبد الکریم شیعہ کا اس سے انحراف۔	۵۰
۸۱	مناقب آل ابن ابی طالب کی عبارت کے متعلق عبد الکریم کا رقیق اعتراض اور اس کا مضبوط جواب۔	۵۱
۸۲	تہذیب الاحکام کی حدیث د کہ اہم کلثوم اور ان کا بیٹا زید بن عمر بن خطاب اکٹھے ایک دن فوت ہوئے، کی سند پر عبد الکریم کی جرح اور اس کا محققانہ جواب۔	۵۲
۸۷	بحث سوم	۵۳

صفحہ نمبر	مضمون	نمبر شمار
۸۷	غلام حسین نجفی شیعہ کے ان دلائل کا رد جو اس نے نکاح اتم کلثوم دختر علیؑ و فاطمہؑ با عمر فاروق کو ناممکن ثابت کرنے کے لیے دیئے ہیں۔ اس بحث نے شیعوں کو اس موضوع پر گٹھنے ٹیکنے پر مجبور کر دیا ہے۔	۷۴
۸۸	نجفی شیعہ کی قلق اول، کہ جو اتم کلثوم زوجہ عمرؑ ہے وہ فاطمہؑ علیؑ کی بیٹی نہیں۔	۷۵
۸۹	جواب، کہ اتم کلثوم نامی دختران علیؑ ایک سے زائد ہیں۔	۷۶
۹۰	معتبر شیعہ کتاب مناقب آل ابی طالب کی عبارت، کہ اتم کلثوم نامی دو دختران علیؑ میں سے کبریٰ (بڑی) کا عمر فاروق سے عقد ہوا۔	۷۷
۹۳	معتبر شیعہ کتاب منتخب التواریخ کی عبارت، کہ علیؑ کی بیٹی اتم کلثوم صغریٰ کا عمر سے عقد نہیں ہوا اور وہ واقعہ کربلا میں گئی تھیں۔	۷۸
۹۵	نجفی شیعہ کی قلق دوم، کہ اتم کلثوم زوجہ عمرؑ کا تو امام حسن متوفی ۶۴ھ نے جنازہ پڑھا ہے۔ جبکہ اتم کلثوم بنت فاطمہؑ مدینہ منورہ میں زندہ تھیں۔	۷۹
۹۸	جواب اول، الاخبار الطوال جیسی معتبر شیعہ کتاب کو سنیوں کے سر تقدیس کی شرمناک جہارت کا جواب۔	۸۰
۱۰۰	جواب دوم، کربلا سے مدینہ واپس آکر خطبہ دینے والی اتم کلثوم کا تعارف اور خطبہ کے بعض الفاظ کی وضاحت۔	۸۱
۱۰۲	کھلا چیلنج، جو شخص سنی کتب سے یہ ثابت کرنے کہ اتم کلثوم بنت فاطمہؑ	۸۲

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۸۳	واقعہ کربلا میں موجود حقیقت، ہماری طرف سے دس ہزار روپے کا مستحق ہے۔ نجفی شیعہ کی قلق سوم، نکاح اتم کلثوم کے عدم جواز پر تاریخی واقعات	۱۰۳
۸۴	کی ترتیب کی بنیاد پر اعتراض اور اس کے جوابات۔ تنقید روایت کے متعلق شیعہ مثنیٰ کا مسلمہ قانون۔	۱۰۸
۸۵	نجفی شیعہ کی قلق چہارم، نبی علیہ السلام سے نکاح سے قبل سیدہ عائشہ کو مثنیٰ کتب سے بالغہ اور مطلقہ ثابت کرنے کی کوشش۔	۱۱۱
۸۶	جواب، ابن سعد والی روایت کا پہلا ردی عبد اللہ بکا شیعہ ہے۔	۱۱۳
۸۷	دوسرا ردی اطلح بھی شیعہ ہے اور ضعیف ہے۔	۱۱۴
۸۸	بوقت نکاح سیدہ عائشہ کے کنواری ہونے پر شیعہ کتب سے دلائل۔	۱۱۶
۸۹	نجفی شیعہ کی قلق پنجم، نبی علیہ السلام کے ساتھ نکاح کے وقت سیدہ عائشہؓ کی عمر، ارسال مثنیٰ، لہذا نکاح اتم کلثوم نکاح سیدہ عائشہؓ پر قیاس کرنا غلط ہے۔	۱۲۱
۹۰	جواب اول۔ نجفی نے یہ مضمون غلام احمد پرویز کی تحریر سے چرایا ہے۔ کاتب کی غلطی کی وضاحت۔	۱۲۳
۹۱	جواب دوم، یہ بے سند روایت دلیل نہیں بن سکتی۔	۱۲۵
۹۲	جواب سوم، مثنیٰ اور شیعہ کتب سے بوقت نکاح سیدہ عائشہؓ کی عمر کا تعین۔	۱۲۹
۹۳	دس ہزار روپے کا نقد الغام۔	۱۳۱
۹۴	نجفی شیعہ کی قلق ششم، کہ حضرت عمر کی خواستگاری پر علی المرتضیٰ	۱۳۳

صفحہ نمبر	مضمون	نمبر شمار
	نے فرمایا تھا ائمہ کلثوم ابھی صبیحہ ہے۔	
۱۳۳	جواب اول۔ نسخ التوازیخ کا اعتراف حقیقت۔	۹۵
۱۳۶	جواب دوم، کتب لغت کے حوالہ جات اور لغت صبیحہ کی تحقیق	۹۶
۱۳۸	بحث چہارم	۹۷
۱۳۸	نکاح ائمہ کلثوم کے متعلق حیلہ جات	۹۸
۱۳۸	حیلہ اول	۹۹
۱۳۸	یہ نکاح مجبوری کے تحت کیا گیا تھا۔	۱۰۰
۱۴۰	بقول شیعہ قول امام جعفر ہے کہ ائمہ کلثوم دالی پہلی شرم گاہ ہم سے چھپنی گئی ہے۔	۱۰۱
۱۴۱	جواب نمبر ۱، یہ حیلہ گستاخی اہل بیت کی بدترین مثال ہے۔	۱۰۲
۱۴۲	ارشاد امام باقر، جب نیک صورت و سیرت والا رشتہ مل جائے تو بھی کو فوراً بیاہ دو۔	۱۰۳
۱۴۳	جواب نمبر ۲، اس بات کا شیعہ کتب سے ثبوت کہ غیر سید کا سید زادی سے نکاح ہو سکتا ہے۔ لہذا نکاح ائمہ کلثوم کو باطل کہنے کی بنیاد ہی ختم ہو گئی۔	۱۰۴
۱۴۷	قول امام باقر، کفو صرف یہی ہے کہ آدمی پاک دامن ہو و سید غیر سید کی کوئی قید نہیں۔	۱۰۵
۱۴۸	معتبر شیعہ کتاب مسالک الافہام کی عبارت کہ غیر سیدوں کے سید زادیوں سے رشتوں میں سے ایک عقد ائمہ کلثوم بھی ہے۔	۱۰۶

صفحہ نمبر	مضمون	نمبر شمار
۱۴۹	<u>حیلہ دوم</u>	۱۰۷
۱۴۹	اتم کلثوم زوجہ عمر فاروق علیؓ کی نہیں ابو بکرؓ کی بیٹی ہے۔	۱۰۸
۱۴۹	جواب نمبر ۱۔ اگر وہ علیؓ کی دختر نہ ہوتی تو وفات عمر پر علیؓ اسے گھر نہ لے جاتے	۱۰۹
۱۵۰	جواب نمبر ۲	۱۱۰
۱۵۱	جواب نمبر ۳	۱۱۱
۱۵۲	ایک مخالطہ کہ کتابوں میں ہے کہ جب عمر فاروق نے اتم کلثوم سے عقد کیا تو ان کی عمر چالیس برس تھی اور اتم کلثوم نابالغہ تھیں۔ لہذا یہ نکاح افسانہ ہے۔	۱۱۲
۱۵۳	جواب، نکاح کے وقت بنی علیہ السلام اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر کا تفاوت۔	۱۱۳
۱۵۴	اتم کلثوم بنت صدیق اکبر کے متعلق تحقیقی بحث۔	۱۱۴
۱۵۶	شیعہ کتب کی گواہی کہ عمرؓ نے اتم کلثوم بنت صدیقؓ سے خواستگار کی ضرورت کی۔ مگر نکاح نہیں ہوا۔	۱۱۵
۱۶۰	اتم کلثوم بنت صدیق کی شادی کس سے ہوئی۔	۱۱۶
۱۶۲	<u>حیلہ سوم</u>	۱۱۷
۱۶۲	علی مرتضیٰ نے ایک جننی کو اپنی بیٹی اتم کلثوم کی ہم شکل بنا کر عمر فاروق کے پاس بھیج دیا۔	۱۱۸
۱۶۴	جواب، اتم کلثوم سے تو قبول شیعہ کتب، عمر فاروقؓ کی اولاد بھی ہوئی۔	۱۱۹

صفحہ نمبر	مضمون	نمبر شمار
۱۶۶	فصل سوم	۱۲۰
۱۶۶	عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور آپ کے اہل بیت کی بنی اور آل نبی سے رشتہ داریاں۔	۱۲۱
۱۶۶	رشتہ اول (داماد رسول)	۱۲۲
۱۶۶	بنی علیہ السلام کی چار سگی صاحبزادیاں ہونے پر معتبر شیعہ کتب سے حوالہ جات۔	۱۲۳
۱۰۷۱	زینب بنت رسول کا ابوالعاص کا فر کے ساتھ نکاح، بعد میں ابوالعاص کے اسلام لانے اور دیگر امور کی شیعہ کتاب سے تفصیل۔	۱۲۴
۱۷۳	شیعہ کتب میں خود بنی علیہ السلام کا فرمان کہ خدیجہ سے میرے لیے چار لڑکے اور چار لڑکیاں پیدا ہوئیں۔	۱۲۵
۱۷۵	امام حسین کی جنتی خالائیں، بفرمان نبی۔	۱۲۶
۱۷۷	بنی علیہ السلام کی بیٹیوں کے متعلق آپ کو تکلیف دینے والا بقول ائمہ اہل بیت لعنتی ہے۔	۱۲۷
۱۷۹	رقیہ وام کلثوم بنی علیہ السلام کی حقیقی بیٹیاں ہیں۔ پالتو نہیں۔	۱۲۸
۱۸۵	بنی علیہ السلام کئی بیٹیوں کے باپ تھے۔ فتویٰ امام باقر۔	۱۲۹
۱۸۷	عثمان غنی کی دامادی رسول شیعہ کتب سے۔	۱۳۰
۱۸۷	حبشہ کی طرف ہجرت کرنے والوں میں عثمان غنی اور ان کی بیوی رقیہ بنت رسول بھی تھیں۔	۱۳۱
۱۸۸	بقول شیعہ محقق، عثمان غنی، ابوبکر و عمر سے بوجہ دامادی رسول کے	۱۳۲

صفحہ نمبر	مضمون	نمبر شمار
	افضل ہیں۔	
۱۸۹	نسبی اعتبار سے عثمان غنی بنی علیہ السلام سے نسبت ابو بکر و عمر کے زیادہ قریب ہیں شیعہ محقق کا بیان۔	۱۳۳
۱۹۱	بنی نے بیٹی عثمان کو دی اور علی مرتضیٰ نے عمر کو دی۔	۱۳۴
۱۹۲	رقیہ بنت نبی سے عثمان غنی کے ہاں عبد اللہ نامی لڑکا پیدا ہوا، بقول شیعہ مؤرخ عثمان غنی بدر سے بوجہ تیمارداری بنت رسول غیر حاضر ہے مگر بنی علیہ السلام نے انہیں مال غنیمت اور ثواب جہاد سے پورا پورا حصہ دیا۔	۱۳۵
۱۹۳	بقول شیعہ عالم، بنی علیہ السلام نے فرمایا، اگر میری تیسری بیٹی ہوتی وہ بھی عثمان کو دے دیتا اور یہ کہ عثمان کا لقب ذوالنورین ہے۔	۱۳۶
۱۹۴	نہایت معتبر شیعہ تاریخ کے مطابق بنت رسول سے عثمان کے ہاں دو لڑکے ہوئے۔	۱۳۷
۱۹۵	شیعوں کا کہنا کہ عثمان غنی نے دختران بنی کو زوجیت میں لے کر طرح طرح کے ظلم کا نشانہ بنایا۔	۱۳۸
۱۹۶	جواب، معتبر شیعہ کتاب میں حدیث ہے کہ جو فاسق سے بچی بیاہے اللہ کے ہاں مردود ہے تو بنی علیہ السلام کے متعلق شیعوں کا خیال کیا ہے؟	۱۳۹
۱۹۹	دس ہزار روپے کا نقد انعام۔	۱۴۰
۲۰۰	مسئلہ بنات رسول کے متعلق چند اعتراضات	۱۴۱
۲۰۰	سوال نمبر۔ اگر بنی کریم علیہ السلام کی چار بیٹیاں تھیں تو انہیں مباہلہ	۱۴۲

صفحہ نمبر	مضمون	نمبر شمار
۲۰۰	میں آپ ساتھ کیوں نہ لائے؟ سوال نمبر ۱، اگر چار بیٹیاں تھیں تو سب کو چادِ تطہیر کے نیچے کیوں نہ لیا گیا؟	۱۴۳
۲۰۰	جواب، مباہلہ اور نزولِ تطہیر سے قبل زینب رقیہ و اتم کلثوم کا صلہ ہو چکا تھا، شیوہ کتب سے ثبوت۔	۱۴۴
۲۰۳	سوال نمبر ۲، سیدہ فاطمہ کے علاوہ باقی بیٹیاں بنی علیہ السلام کی پالتو تھیں، حقیقی نہیں اور اس کا رد۔	۱۴۵
۲۰۴	سوال نمبر ۳، اگر زینب و رقیہ و اتم کلثوم آپ کی حقیقی بیٹیاں تھیں تو ان کا کفار سے رشتہ کیوں کیا گیا؟	۱۴۶
۲۰۴	جواب، کفار سے نکاح شروع اسلام میں جائز تھا اور یہ نکاح اسی دور میں ہوئے شیوہ کتب سے تحقیق۔	۱۴۷
۲۰۵	<u>رشتہ دوم</u> عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا پوتا امام حسینؑ کا داماد تھا۔	۱۴۸
۲۰۵	امام حسینؑ کی زوجہ مطہرہ نے اپنی بیٹی کو عثمان غنی کے پوتے سے بیاہنے پر قسم اٹھائی تھی۔	۱۴۹
۲۰۸	<u>رشتہ سوم</u> امام حسینؑ کی پوتی کا عثمان غنی کے پوتے سے عقد ہوا۔	۱۵۰
۲۰۸	<u>رشتہ چہارم</u> امام حسینؑ کی لختِ جگر سکینہ عثمان غنی کے پوتے سے عقد ہوا۔	۱۵۱
۲۰۹	<u>رشتہ پنجم</u>	۱۵۲
۲۰۹		۱۵۳
۲۱۰		۱۵۴
		۱۵۵

صفحہ نمبر	مضمون	نمبر شمار
۲۱۰	عثمان غنی کے بیٹے ابان کا جعفر طیار کی پوتی سے نکاح ہوا۔	۱۵۶
۲۱۱	<u>رشتہ ششم</u>	۱۵۷
۲۱۱	امام حسن اور امام حسین دونوں عثمان غنی کے داماد ہیں۔	۱۵۸
۲۱۱	<u>رشتہ ہفتم</u>	۱۵۹
۲۱۱	عثمان غنی باپ اور ماں دونوں کی طرف سے چھٹی اور پانچویں پشت میں بنی علیہ السلام کے نسب مبارک سے جا ملتے ہیں۔	۱۶۰
۲۱۳	<u>رشتہ ہشتم</u>	۱۶۱
۲۱۳	عثمان غنی بنی علیہ السلام کے خاندانی طور پر بھانجے لگتے ہیں اور ان کی سگی نانی بنی علیہ السلام کی سگی بھوپھی ہے۔	۱۶۲
۲۱۴	ان رشتہ داریوں کا نقشہ۔	۱۶۳
۲۱۵	باب دوم	۱۶۴
۲۱۵	نبی علیہ السلام علی المرتضیٰ اور اہل بیت رسول سے خلفاء ثلاثہ کے خوشگوار تعلقات	۱۶۵
۲۱۷	فصل اول	۱۶۶
۲۱۷	شرعی مسائل میں خلفاء ثلاثہ کی حضرت علیؑ سے مشاورت۔	۱۶۷
۲۱۷	خلافت صدیقی میں حضرت علیؑ مجلس افتاء کے رکن تھے۔	۱۶۸

صفحہ نمبر	مضمون	نمبر شمار
۲۲۰	اعلام کی سزا کے متعلق حضرت علیؓ اور عمرؓ کا باہمی مشورہ۔	۱۷۹
۲۲۱	آنکھ پھوڑنے کی سزا میں حضرت علیؓ اور عثمانؓ غنیؓ کا مشورہ۔	۱۸۰
۲۲۲	خلافت فاروقی میں شراب نوشی کی سزا میں اسی دوسرے عزت علیؓ کے مشورہ پر مقرر کیے گئے۔	۱۸۱
۲۳۱	ایک شبہ کا ازالہ کیا خلفاء ثلاثہ شرعی مسائل حل کرنے کے اہل تھے؟	۱۸۲
۲۳۲	قول امام جعفر، اللہ کی رحمت اور فرشتے عمر کی زبان پر بولتے ہیں۔	۱۸۳
۲۳۲	تلخیص الشافعی کی عبارت ان الحق ينطق على لسان عمر	۱۸۴
۲۳۳	وَعَاوِرَسُولُ، اللَّهُمَّ اعْزِلْهُم بِعَمْرِ بْنِ الْخَطَّابِ	۱۸۵
	بقول شیعہ کتاب۔	
۲۳۴	خدا نے فاروق کی رائے کے مطابق قرآن اتارا۔	۱۸۶
۲۳۵	فصل دوم	۱۸۷
۲۳۵	ملکی مسائل میں خلفاء ثلاثہ کی علی المرتضیٰؓ سے مشاورت۔	۱۸۸
۲۳۵	حضرت عمرؓ نے اپنے دور میں رومیوں کے ساتھ جنگ میں خود جانا چاہا تو علی مرتضیٰؓ نے بڑے اصرار سے روکا۔	۱۸۹
۲۳۶	حضرت عمرؓ نے اپنے دور میں ایرانیوں کے ساتھ جنگ میں خود جانا چاہا تو علی المرتضیٰؓ نے بڑے اصرار سے روکا۔	۱۹۰
۲۴۱	ایک تحقیقی بحث،	۱۹۱
۲۴۱	سنجفی شیعہ نے حضرت عمرؓ سے عداوت کے جوش میں شیعہ کتب کو اہل سنت کی طرف منسوب کر دیا۔	۱۹۲

صفحہ نمبر	مضمون	نمبر شمار
۲۵۹	فصل سوم ۲۴۹ تا ۲۵۸ — فصل چہارم	۱۸۳
۲۵۹	بنی علیہ السلام اور آپ کی اہل بیت پر صحابہ ثلاثہ ابو بکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم کی قربانیاں جانی اور مالی	۱۸۴
۲۵۹	سفر ہجرت میں یارب غار کی قربانیاں اور بنی کی نوازشیں۔	۱۸۵
۲۶۶	ایک شبہ کا ازالہ کیا ابو بکر صدیق غار میں بے چین ہو گئے تھے؟	۱۸۶
۲۶۷	شب ہجرت جب بنی علیہ السلام نے علی مرتضیٰ کو اپنے بستر پر سونے کو کہا تو بقول ملا مجلسی علی بے چین ہوئے۔ مگر بنی کی بشارت پر وہ بے چینی جاتی رہی۔	۱۸۷
۲۷۰	جنگ تبوک کے لیے تنگ دست لشکر صحابہ کی عثمان غنی نے فقید المثال امداد کی بحوالہ شیخ کتب۔ جس پر بنی علیہ السلام نے فرمایا اب کے بعد عثمان جنتی ہے جو چاہے عمل کرے اور یہ کہ اسے اللہ میں عثمان سے راضی ہوا تو بھی راضی ہو جا۔	۱۸۸
۲۷۵	بحیثیت زوجہ سیدہ حفصہ نے بنی علیہ السلام سے ادنیٰ جہات کی تو عمر فاروق نے انہیں بہت مارا۔	۱۸۹
۲۷۸	عمر فاروق نے اپنے دور میں مجاہدین کی فہرستیں تیار کروائیں تو حسنین کو سرفہرست لکھا اور تمام مجاہدین سے زیادہ حصہ مقرر کیا۔ عبداللہ بن عمر نے اعتراض کیا تو انہیں ڈانٹ کر رکھ دیا۔	۱۹۰
۲۸۳	جنگ احد میں ابو بکر صدیق اپنے کافر بیٹے کو مار ڈالنے کے لیے پل پر پڑے تو بنی علیہ السلام نے روک لیا۔	۱۹۱

صفحہ نمبر	معنون	نمبر شمار
۲۸۴	لو کنت متخذ اخیلا لا تتخذت ابا بکر خلیلا - شیعہ کتاب کی عبارت۔	۱۹۲
۲۸۵	بقول شیعہ مؤرخ ابو بکر صدیق مہر پر نبی کریم کی نشست سے نیچے بیٹھتے تھے اور عمر فاروق ابو بکرؓ کی نشست سے نیچے بیٹھتے تھے۔	۱۹۳
۲۸۸	باب سوم	۱۹۴
۲۸۸	فضائل امیر معاویہؓ اور بنو امیہ کے اہل بیت رسول سے نسب اور مذہبی تعلقات۔	۱۹۵
۲۸۸	فصل اوّل	۱۹۶
۲۸۸	شان و عظمت امیر معاویہؓ سنی اور شیعہ کتب سے	۱۹۷
۲۸۹	روایت اوّل، دعا و رسول، خدایا معاویہ کو ہادی و مہدی بنا۔	۱۹۸
۲۸۹	روایت دوم، فرمان نبی، معاویہ کو گالی دینے والا لعنتی ہے۔	۱۹۹
۲۹۰	روایت سوم، امیر معاویہ کے لیے نبی علیہ السلام کی حصول حکومت کے متعلق دعا۔	۲۰۰
۱۹۲	روایت چہارم، دعا و رسول خدایا، معاویہ کو علم الکتاب حکومت اور نجات عطا فرما۔	۲۰۱
۱۹۲	روایت پنجم، فرمان نبی، علی اور معاویہ لڑیں گے مگر دونوں کی مغفرت ہوگی۔	۲۰۲

صفحہ نمبر	مضمون	نمبر شمار
۲۹۶	امیر معاویہ کی بہترین سیرت کی ایک جھلک معتبر شیعہ کتب سے۔	۲۰۳
۲۹۶	امیر معاویہ کے اوصاف ہیں۔ دنیا سے بے غرضی خوف خدا عدل و انصاف	۲۰۴
	اور مخلوق خدا کی داد رسی۔ بقول شیعہ مؤرخین۔	۲۰۵
۳۰۴	فصل دوم	۲۰۶
۳۰۴	امیر معاویہ اور ان کے خاندان کے نبی علیہ السلام اور بنی ہاشم سے نسبی تعلقات	۲۰۷
۳۰۴	رشتہ اول	۲۰۸
۳۰۴	امیر معاویہ تیسرے دادا پر نبی علیہ السلام کے نسب مبارک سے جڑے ہیں	۲۰۹
۳۰۵	رشتہ دوم	۲۱۰
۳۰۵	امیر معاویہ نبی علیہ السلام کے گے سالہ لگتے ہیں۔	۲۱۱
۳۰۶	رشتہ سوم	۲۱۲
۳۰۶	حضرت امیر معاویہ کی ہمیشہ حضرت علی کے چچا زاد بھائی کے بیٹے کی بیوی ہے۔	۲۱۳
۳۰۹	رشتہ چہارم	۲۱۴
۳۰۹	امیر معاویہ نبی علیہ السلام کے ہم زلف تھے۔	۲۱۵
۳۰۹	رشتہ پنجم	۲۱۶
۳۰۹	امیر معاویہ کی حقیقی بھانجی امام حسین کی زوجہ تھیں۔	۲۱۷
۳۱۱	رشتہ ششم	۲۱۸

صفحہ نمبر	مضمون	نمبر شمار
۳۱۲	امیر معاویہ کے بھتیجے کا حضرت عباس کی پوتی سے عقد ہوا	۲۱۹
۳۱۲	رشتہ ہفتم	۲۲۰
۳۱۲	امیر معاویہ کے بھتیجے کا حضرت جعفر طیار کی پوتی سے عقد ہوا۔	۲۲۱
۳۱۳	رشتہ ہشتم	۲۲۲
۳۱۳	امام حسن کی پوتی کا امیر معاویہ کے بھتیجے سے عقد ہوا۔	۲۲۳
۳۱۳	فصل سوم	۲۲۴
۳۱۴	اہل بیت بنتی سے امیر معاویہ کی محبت و عقیدت کے ثبوت شیعہ کتب سے	۲۲۵
۳۱۴	امیر معاویہ نے دم آخری روز کو ہمیشہ امام حسین کی عزت کرتے رہنے کی وصیت کی۔	۲۲۶
۳۱۶	امیر معاویہ ہر سال امام حسین رضی اللہ عنہ کو لاکھوں روپیہ نذرانہ بھیجتے تھے	۲۲۷
۳۱۶	امام حسن امیر معاویہ کے ارسال کردہ نذرانہ سے قرض ادا کرتے اور گھریلو خرچہ پورا کرتے تھے۔	۲۲۸
۳۱۸	امیر معاویہ حضرت علی کے فضائل سن کر زار زار روپا کرتے تھے۔	۲۲۹
۳۲۲	امیر معاویہ کا مقام نبی علیہ السلام اور حضرت علی کی نگاہ میں،	۲۳۰
۳۲۲	غوث وقت قبلہ سیدی و سندی و مرشدی سید محمد باقر علی شاہ صاحب سجادہ نشین آستانہ عالیہ حضرت کیلیا نوالہ شریف ضلع گوجرانوالہ کار و حافی اور سچا خواب۔	۲۳۱

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۲۲۷	فصل چہارم	۲۳۲
۲۲۷	شانِ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت علیؑ کی نگاہ ولایت میں	۲۳۳
۲۲۷	حضرت علیؑ نے امیر معاویہ اور ان کے ساتھیوں پر لعنت اور تبرا کرنے سے منع کیا۔ بقول شیعہ کتب۔	۲۳۴
۲۲۹	امیر معاویہ اور آپ کے رفقاء میں حضرت علیؑ کے نزدیک ایمان کے تمام شرائط موجود تھے۔	۲۳۵
۲۳۱	بنی علیہ السلام کا ارشاد کہ میرا بیٹا حسن مسلمانوں کے دو گروہوں میں صلح کرائے گا۔	۲۳۶
۲۳۳	علی مرتضیٰ نے عثمان غنی کی حفاظت کے لیے دروازے میں حسین کو کھڑا کیا اور قتل عثمان کی خبر سن کر دونوں کو دو فریادیں میں ٹانپے مارے۔ بقول معتبر شیعہ مؤرخ۔	۲۳۷
۲۳۳	فصل پنجم	۲۳۸
۲۳۴	امیر معاویہ اور امام حسن کی جنگ کی حقیقت۔	۲۳۹
۲۳۵	جنگ کے حالات کس طرح پیدا ہوئے۔	۲۴۰
۲۳۵	امام حسن کو شیعوں نے مجبور کر کے آمادہ جنگ کیا۔	۲۴۱
۲۳۶	شیعوں کی غداری۔ امام حسن کا خیمہ لوٹ لیا۔	۲۴۲
۲۳۷	قول امام حسن، میرے شیعوں نے مجھے مار ڈالنا چاہا۔ میرا مال لوٹ لیا۔ شیعہ کتب سے۔	۲۴۳

صفحہ نمبر	مضمون	نمبر شمار
۳۳۸	قول امام حسن - میرے حق میں امیر معاویہ شیعوں کے کہیں بہتر ہے۔	۲۴۴
۳۳۹	جب امام حسن شیعوں کے ہاتھوں زخمی پڑے تھے۔ اس وقت امیر معاویہ نے آپ کو رقت آمیز مہر روانہ خط لکھا اور شیعوں کی ایک بھیانک سازش سے آگاہ کیا۔	۲۴۵
۳۴۲	فصل ششم	۲۴۶
۳۴۲	امام حسن و حسینؑ نے امیر معاویہ سے صلح کی اور آپ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ معتبر شیعہ کتب کے حوالہ جات	۲۴۷
۳۴۳	شرائط صلح میں امام حسن کی شرط یہ تھی کہ معاویہ خلفاء راشدین کی سنت پر عمل کریں گے۔	۲۴۸
۳۴۴	امام حسنؑ نے امیر معاویہؓ کی بیعت کو اپنے لیے اور شیعوں کے لیے دنیا و مافیہا سے افضل جانا۔	۲۴۹
۳۴۹	امام حسن نے شیعوں کے براہِ گنجتہ کرنے کے باوجود امیر معاویہ کی بیعت نہیں توڑی۔ بلکہ دوسروں کو بھی ایسا کرنے کو کہا۔ بقول شیعہ مؤرخ۔	۲۵۰
۳۵۰	ایک بے بنیاد الزام کی تردید کہ حسنین نے امیر معاویہ کی بیعت توڑ دی تھی۔	۲۵۱
۳۵۲	امام حسن نے فرمایا۔ ہم نے امیر معاویہ کی بیعت کر لی ہے اب اسے توڑ نہیں سکتے۔	۲۵۲
۳۵۴	امام حسن نے فرمایا، میرے ماننے والوں کو میری طرح معاویہؓ	۲۵۳

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
	کی بیعت کرنا ضروری ہے۔	۲۵۳
۳۵۸	امام حسین نے بیعت معاویہ کو توڑنے کا کبھی ارادہ نہیں کیا۔	۲۵۴
۳۶۰	امام حسین نے امیر معاویہ سے فرمایا۔ آپ کے مخالفین اصل منافقین ہیں۔ بقول نہایت معتبر شیعہ تاریخ۔	۲۵۵
۳۶۴	شیعوں کے ایک غلط پراپیگنڈہ کی تردید	۲۵۶
۳۶۴	کہ امیر معاویہ نے اپنے دور حکومت میں منبروں پر حضرت علی اور تمام اہل بیت کو گالی دینے کا حکم جاری کیا، بطور ثبوت چار شتی تاریخی کتابوں کے حوالہ جات۔	۲۵۷
۳۶۸	جواب اول، یہ بات عقلاً ممنوع ہے۔	۲۵۸
۳۶۸	جواب دوم، اہل سنت کی چار تاریخی کتابوں کی زیر بحث عبارت	۲۵۹
	کے راوی، ہشام بن محمد کلبی اور لوطن یحییٰ پختہ شیعہ ہیں۔	
۳۶۱	جواب سوم۔ حضرت علی کے ساتھیوں کی طرف سے بھی امیر معاویہ پر علانیہ لعن طعن کرنے کا کتابوں سے ثبوت موجود ہے۔	۲۶۰
۳۶۲	جواب چہارم۔ نقد سب کی معنوی تحقیق۔	۲۶۱
۳۶۴	باب چہارم	۲۶۲
۳۶۴	فضائل ائمہ المؤمنین از وراج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	۲۶۳

صفحہ نمبر	مضمون	نمبر شمار
۳۷۴	فصل اوّل	۲۶۲
۳۷۴	نبی علیہ السلام کی ازواج اہل بیت نبی ہیں۔	۲۶۵
۳۷۴	لفظ اہل بیت کا معنی اور اس کی تحقیق، کتب لغت سے	۲۶۶
۳۷۷	شیعہ کتب سے لفظ اہل بیت کا معنی۔	۲۶۷
۳۷۸	نبی علیہ السلام نے اپنی زوجہ ام سلمہ کو اہل بیت قرار دیا۔	۲۶۸
۲۸۵	قرآن کریم میں اہل معنی وارث و مالک۔	۲۶۹
۳۸۶	قرآن کریم میں اہل معنی مکین (درہائش گزیں)	۲۷۰
۳۸۸	قرآن کریم میں آل معنی تابع فرمان۔	۲۷۱
۳۸۹	از روئے شیعہ تفاسیر آل معنی متبعین۔	۲۷۲
۳۹۳	قرآن کریم میں از روئے شیعہ تفاسیر اہل بیت معنی بیوی۔	۲۷۳
۳۹۳	آیت نمبر اِذْ قَالَ مُوسٰی لَآہِلَیْہِ الْ	۲۷۴
۳۹۳	آیت نمبر قَالَ لَآہِلَیْہِ اَمْکُثُوْا الْ	۲۷۵
۳۹۴	آیت نمبر وَ سَارِیَاہِلَیْہِ الْ	۲۷۶
۳۹۵	آیت نمبر عَلَیْکُمْ اَہْلَ الْبَیْتِ الْ	۲۷۷
۳۹۵	آیت نمبر بِاَہْلِکَ سُوْءٌ	۲۷۸
۳۹۶	آیت نمبر عَلٰی اَہْلِ بَیْتِ یَکْفُلُوْنَہُ الْ	۲۷۹
۳۹۹	آیت نمبر اِذْ غَدَوْتُ مِنْ اَہْلِکَ الْ	۲۸۰
۳۹۹	اس آیت نمبر میں اہل سے مراد سیدہ عائشہؓ ہیں شیعہ تفاسیر۔	۲۸۱
۴۰۰	نبی علیہ السلام نے سیدہ خدیجہ کو یا اہل بیت کہہ کر پکارا۔	۲۸۲

صفحہ نمبر	مضمون	نمبر شمار
۴۰۳	فصل دوم	۲۸۳
۴۰۳	فضائل ازواج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم از قرآن و شیعہ تفاسیر	۲۸۴
۴۰۳	(۱) سورۃ الاحزاب کی سات آیات	۲۸۵
۴۰۴	شان نزول، شیعہ کتب سے	۲۸۶
۴۰۹	ہل جزاء الاحسان الا الاحسان	۲۸۷
۴۰۹	مذکورہ آیات کی تفسیر	۲۸۸
۴۱۰	لَسَبُّنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَاءِ کی تفسیر شیعہ کتب سے	۲۸۹
۴۱۲	آیت تطہیر کے مصداق کے متعلق جہور کا مسلک	۲۹۰
۴۱۲	ڈیڑھ اینٹ کی علیحدہ مسجد	۲۹۱
۴۱۲	ایک شبہ، اگر آیت سے مراد ازواج بنی ہیں تو مذکور ضمیری کیوں آئیں؟	۲۹۲
۴۱۶	جواب، الْقُرْآنُ يَفْسُرُ بَعْضُ الْقُرْآنِ اور روایت اقم سلمہ	۲۹۳
۴۱۸	قرآن کریم میں مذکور ضمیریں ازواج بنی علیہ السلام کے متعلق متعدد جگہ ہیں	۲۹۴
۴۲۰	(۲) ارشاد خداوندی، ازواج بنی مومنوں کی مائیں ہیں	۲۹۵
۴۲۱	(۳) ازواج بنی کے متعلق دیگر کافی ایذا و رسول ہے۔ از روئے قرآن	۲۹۶
۴۲۲	(۴) بنی علیہ السلام کے وصال کے بعد آپ کی ازواج سے نکاح اس لیے حرام ہے کہ وہ جنت میں بھی آپ کی ازواج ہوں گی	۲۹۷

صفحہ نمبر	مضمون	نمبر شمار
	شیعہ کتب سے۔	۲۹۸
۲۲۸	(۵) بنی علیہ السلام نے ازواج کی خوشنودی کے لیے ہشہرہ کو خود پر حرام کر لیا تھا۔	۲۹۹
۲۳۲	فصل سوم	۳۰۰
۲۳۲	فضائل سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا قرآن اور شیعہ کتب سے۔	۳۰۱
۲۳۳	ارشاد نبی، عورتوں میں عائشہؓ اور مردوں میں ابو بکرؓ مجھے زیادہ عزیز ہیں	۳۰۲
۲۳۴	سیدہ عائشہؓ نبی علیہ السلام کے غموں کا مداوا تھیں۔	۳۰۳
۲۳۹	تہمت لگنے پر اللہ نے سیدہ عائشہؓ کی طہارت کس طرح بیان کی۔	۳۰۴
۲۳۹	آیات سورہ نور اور ان کا شان نزول۔	۳۰۵
۲۴۲	نا سمجھی میں منافقین کے ساتھ سیدہ عائشہؓ پر تہمت زنی میں موافقت کرنے والے مسلمان کی سزا۔	۳۰۶
۲۴۳	تہمت زنی کا سیدہ عائشہؓ کو صدمہ اور اس کا اجر عظیم۔	۳۰۷
۲۴۵	قرآن کی رو سے سیدہ کے متعلق ایسی بات کرنا بھی گناہ عظیم ہے۔	۳۰۸
۲۴۹	گستاخان سیدہ عائشہؓ دنیا و آخرت کے معنی ہیں از روئے قرآن۔	۳۰۹
۲۵۰	قرآن میں معج کی ضمیریں سیدہ عائشہؓ کی تعظیم کے لیے آئیں بمطابق شیعہ تفاسیر۔	۳۱۰
۲۵۴	سیدہ کی پاک دامنی کا گواہ رب العالمین۔	۳۱۱
۲۶۰	فرمان نبی، شیطان کا سیدہ عائشہؓ سے کوئی واسطہ نہیں۔	۳۱۲
۲۶۳	نگاہ نبوت میں سیدہ عائشہؓ کی شان محبوبی کی مثالیں شیعہ کتب سے۔	۳۱۳

ماخذ و مراجع (شیعہ کتب) رائے تحفہ جعفریہ جلد دوم

نام کتب	تصنیف	طبع
<u>تفاسیر شیعہ :-</u>		
ترجمہ مقبول	مقبول احمد شیعہ	اسلام پورہ لاہور
تفسیر منہج الصادقین	لافتح علی کاشانی	تہران
تفسیر صفائی	محمد بن مرتضیٰ المعروف فیض کاشانی	" طبع جدید
تفسیر مجمع البیان	ابو علی فضل بن حسن طبرسی	"
تفسیر قمی	ابو الحسن علی بن ابراہیم قمی	" طبع قدیم
تفسیر لوامع التذیل	سید علی حیری رضوی لاہوری	لاہور
تفسیر امام حسن عسکری مترجم	امام حسن عسکری	"
<u>شیعہ کتب حدیث</u>		
اصول کافی	محمد بن یعقوب کلینی رازی	تہران طبع جدید
فروغ کافی	"	"
من لا یحضرہ الفقیہ	ابوجعفر شیخ محمد بن علی صدوق	"
الاستبصار	شیخ الطائفہ ابو جعفر محمد بن حسن طوسی	"
تہذیب الاحکام	"	"
علل الشرائع	شیخ صدوق	بیروت
منہج البلاغہ	سید ابوالحسن شریف محمد رضی	"
قرب الاسناد	ابوالعباس عبد اللہ بن جعفر حمیری قمی	تہران
کتاب فصول شیخ صدوق	شیخ محمد بن علی صدوق	"
بحار الانوار	طال باقر مجلسی	"

نام کتاب	تصنیف	طبع
شرح حدیث	ابن میثم شرح نہج البلاغہ	تہران طبع قدیم
نیرنگ فصاحت ترجمہ	ذاکر حسین	دہلی
درہ نجفہ شرح نہج البلاغہ	شیخ ابراہیم بن حاجی حسین	تہران
ابن ابی حدید	ابوالحامد عبدالمجید	بیردت طبع جدید
صافی شرح اصول کافی	ملا خلیل فزوی	نول کشور قدیم
فیض الاسلام شرح نہج البلاغہ	حاجی سید علی نقی المعروف فیض الاسلام	تہران طبع جدید
مرآۃ العقول شرح اصول کافی	ملا باقر مجلسی	
کتابا سار رجال شیعہ	رجال کشی	
رجال کشی	محمد بن عمر کشی	کربلا (اعلیٰ)
شیخ المقال فی علم الرجال	شیخ عبد اللہ مامقانی	تہران طبع جدید
جامع الرواۃ	محمد بن اردبیلی	قم
رجال العللۃ الحلی		
شیعہ کتب تار یخ و حالات آئمہ		
روضۃ الصفا	محمد بن خاندہ شاہ	لکھنؤ طبع قدیم
فرق الشیعہ	ابو محمد بن موسیٰ نو بجنتی	نجف طبع جدید
ناسخ التواریخ	سنان الملک مرزا محمد تقی سپہر	تہران
انوار نہج	سید محمد علی جزائری	
احتجاج طبرسی	شیخ ابو منصور احمد بن علی طبرسی	نجف قدیم و جدید
جامع الاخبار	ابو جعفر محمد علی بن حسین صدوق	تہران طبع جدید
نیات القلوب	ملا باقر مجلسی	لکھنؤ طبع قدیم
ارتداد شیخ مفید	محمد بن محمد بن نعمان	قم طبع جدید
محاسن المؤمنین	سید نور اللہ شوشتری	تبریز
احقاق الحق		

نام کتاب	تصنیف	طبع
کشف الغمہ فی معرفۃ اللہ	ابوالحسن علی بن عیسیٰ	تبریز طبع جدید
حمد حیدری	مرزا محمد رفیع مشدی	تہران
تاریخ آئمہ	سید علی حیدر نقوی	لاہور
جلال العیون	ملا باقر مجلسی	تہران طبع جدید
تذیب المتین فی تاریخ امیرالمومنین	سید مظہر حسین سہارنپوری	دہلی
مناقب آل ابی طالب	محمد بن علی بن شہر آشوب	قم
مفتی الآمل	شیخ عباس قمی	تہران
مروج الذہب	ابوالحسن علی بن حسین مسعودی	بیروت
ذبح عظیم	سید ادلا حیدر بلرامی	لاہور
الاخبار الطوال	احمد بن داؤد دیویری	بیروت
منتخب التواریخ	حاجی محمد ہاشم بن محمد علی خراسانی	تہران
التبیین والاشراف	ابوالحسن علی بن حسین مسعودی	مصر
ارمائی وایکس	ابوجعفر محمد بن حسن شیخ طوسی	قم
مدنی الاخبار	ابوجعفر محمد بن علی شیخ صدوق	بیروت
ارشاد القلوب	شیخ ابی محمد حسین دہلی	"
امالی شیخ صدوق	محمد بن علی شیخ صدوق	قم طبع قدیم
حلیۃ الابرار	سید ہاشم حسین	قم طبع جدید
تاریخ یعقوبی	احمد بن ابی یعقوب	بیروت
عمدة الطالب	سید جمال الدین احمد بن حسن	نجف
کتاب نسب قریش	سید مظہر حسین	نوکشو طبع قدیم
تحفہ العوام	شیخ عباس قمی	تہران طبع جدید
الکفی والالقاء		
جامع الاخبار		
اعلام الوری	ابوعلی فضل بن حسن طبرسی	بیروت
عیون اخبار الرضا	محمد بن علی شیخ صدوق	تہران

تحفہ جعفریہ کے متعلق دینی مسائل کے تبصرے

تحفہ جعفریہ جلد اول

رضانے مصطفیٰ کو حبر النوالہ۔ محرم الحرام ۱۴۰۵ھ

یہ خوبصورت جلد کتاب مناظر اہل سنت مولانا علامہ محمد علی صاحب کی قاضلانہ و محققانہ تالیف ہے۔ جس کی پہلی جلد منظر عام پر آئی۔ اور باقی تین جلدیں زیر طباعت ہیں۔ کتاب ہذا میں حضرت علیؑ کی خلافت بلا فضل شیعہ دلائل کے شیعہ کتب سے مدلل جوابات کے علاوہ حضرات صحابہ کرامؓ بالخصوص خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہم کے فضائل کا بیان ہے۔ صفحات ۵۱۲ پر ۵۰۰ روپے مٹنے کا پتہ۔ مکتبہ نوریہ حنیفہ جامعہ دسولیہ شیرازیہ بلال گنج لاہور۔

ہفت روزہ الاعتقاد، لاہور۔ ۲۸ ستمبر ۱۹۸۴ء

”تحفہ جعفریہ“ ایک ایسی مفصل اور محققانہ کتاب ہے۔ جس کی سیر دست ایک جلد چھپ کر سامنے آئی ہے اور بقول مصنف باقی تین جلدیں بہت جلد منظر عام پر آرہی ہیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی ”خلافت بلا فضل“ ان مسائل میں سے ایک معجزۃ الآراء مسئلہ ہے جو صدیوں سے مابین سنی و شیعہ وجہ نزاع چلا آرہا ہے۔ اس مسئلے نے ضمناً اور بہت

سے مسائل کو جنم دیا۔ جن میں خلفائے ثلاثہ کی خلافت پر اعتراضات ان کے ایمان کو ناقص اور باہم بغض و عناد رکھنے والے ثابت کرنے کی جسارت کی گئی ہے۔ علمائے اہل سنت نے اس موضوع پر ہر دور میں بیش بہا کتب تصنیف فرمائیں۔

زیر نظر کتاب تحفہ جعفریہ کی جلد اول میں اسی مرکزی مسئلے کو پوری تفصیل کے ساتھ اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ تمام حوالہ جات معتبر کتب شیعہ سے ہی پیش کئے گئے ہیں۔ اور اس سلسلے میں اہل تشیع کے دلائل کا تحقیقی طور پر انہی کی کتب سے جواب اس کتاب کا خاص انداز ہے، جس سے اس کی افادیت بڑھ گئی ہے۔

تحفہ جعفریہ جلد اول کے چند موضوعات ملاحظہ ہوں۔

۱۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت بلا فضل کے جواز پر شیعہ دلائل اور ان کے جوابات از کتب شیعہ۔

۲۔ خلفائے ثلاثہ کی خلافت کے برحق ہونے پر قرآنی آیات و روایات تفاسیر مذہب شیعہ اور دیگر معتبر کتب شیعہ۔

۳۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے برضا و رغبت خلفائے ثلاثہ کی بیعت کی اور انہیں مشاورت سے نوازا۔

۴۔ صحابہ کرامؓ کا الایمان۔ جنتی اور باہم شبہ و شکر تھے۔

۵۔ فضائل صحابہ کرامؓ بالخصوص خلفائے ثلاثہ کے اجتماعی اجتماعی اور انفرادی فضائل۔

۶۔ ان کے علاوہ سینکڑوں مسائل پر بحث کی گئی ہے، جو اس کی فہرست میں مندرج

ہیں۔ علماء و عوام کے لیے یکساں مفید ہے۔ ان اوصاف اور خوبیوں کے پیش نظر اس کا ہدیہ مناسب ہے کتب عمدہ اور کاغذ بہترین استعمال کیا گیا ہے مصنف اس عظیم محنت پر لائق تحسین ہیں۔

تمام مسلمانوں کے لئے عظیم خوشخبری

پیشکش تفسیر القرآن

علامہ قاری محمد طیب نقشبندی
ناظم جامعہ رسولیہ اسلامک سنٹر، مانچسٹر، انگلینڈ

پہلی جلد شائع ہوگئی۔ دوسری اور تیسری عنقریب زیور طباعت سے مزین ہوگی۔ ہر جلد تین پاروں پر مشتمل

خصوصیات:

- ☆ ہر آیت کے تحت رواں ترجمہ، مختصر تفسیر، تحقیقی اسباب اور تفسیری فوائد بعنوان بینات القرآن
- ☆ اسلام پر اہل مغرب کی موجودہ فکری یلغار کا بھرپور جواب
- ☆ مغربی تہذیب کے مقابلہ میں اسلامی و قرآنی آداب و اخلاق کی حسین تفصیل
- ☆ قرآن کی روشنی میں عقائد اہل سنت اور فقہ حنفی کی محققانہ تائید
- ☆ کلام اللہ کی روشنی میں سیکولرزم، مرزائیت، شیعیت، جملہ مذاہب باطلہ اور دیگر اعتقادی فتنوں کی تردید پر پیش بہا علمی خانہ
- ☆ محبت رسول ﷺ میں ڈوب کر لکھی جانے والی تفسیر قرآن
- ☆ علماء، خطباء، اہل قانون، عصری اور عوام المسلمین کے لئے یکساں مفید تفسیر قرآن
- ☆ زبان انتہائی سادہ کہ ہر اردو پڑھنے والا سمجھ سکے۔
- ☆ ہر گھر اور ہر فرد کی ضرورت، ہر لائبریری کی زینت
- ☆ خوبصورت کمپوزنگ، قیمتی کاغذ، اعلیٰ جلد بندی، دیدہ زیب ٹائٹل اور مناسب قیمت، طلباء اور تاجروں کے لئے خصوصی رعایت

ہر قریبی بک سٹال پر دستیاب